

میں نے حاضر سے شروع کرتے ہیں ان کے لئے



روزیت کے لئے درج ہے

تفسیر القرآن

پاره وَمَا أَبْرَأِي (۱۳) تا قَدْ أَفْلَحَ (۱۸)

تفسیر
حضرت ادریس بن الحجاج الناظمی فرحنا علیہ السلام اور سہوی

مصنف دو صدیہ کتب
بانی جامعہ اراکامیہ

جلد سوم

شمیم بک ڈپو، جامعہ آباد ۲، کراچی ۱۸

ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ

تفسیر القرآن

جلد سوم

تفسیر
حضرت ادریس الجاج مولانا ظفر حسن صاحب قسبلہ امرہوی



۷۱۶

تصدیق نامہ

میں تصدیق کرتا ہوں کہ میں نے پارہ ۱۳ تا پارہ ۱۸

کے تصحیح کے۔ اب اس کے متن میں کوئی کمی

بیشی یا کتابت میں کوئی غلطی نہیں ہے۔

انشاء اللہ تعالیٰ

فقط طاہر الرزاق

حافظ عبدالرحمن پرنسپل

۲۳ جون ۱۹۷۹ء

فہرست

صفحہ	نام سورہ	صفحہ	نام پارہ
۵	(۱۲) یُوسُفُ	۵	(۱۳) وَمَا أُبْرِيئُ
۲۷	(۱۳) اَلرَّعْدُ	۶۹	(۱۴) رُبَمَا
۲۹	(۱۴) اِبْرٰهِيْمَ	۱۳۷	(۱۵) سُبْحٰنَ الَّذِي
۶۸	(۱۵) اَلْحٰجِرُ	۲۰۷	(۱۶) قَالَ اَلَمْ
۸۷	(۱۶) اَلتَّحٰلُ	۲۷۳	(۱۷) اِقْتَرَبَ
۱۳۷	(۱۷) بَنِي اِسْرٰءِيْلَ	۳۳۵	(۱۸) قَدْ اَفْلَحَ
۱۸۰	(۱۸) اَلْكَافُ		
۲۱۹	(۱۹) مَرْيَمَ		
۲۲۲	(۲۰) طٰهَ		
۲۷۳	(۲۱) اَلْاَنْبِيَا		
۳۰۲	(۲۲) اَلْحٰجَّ		
۳۳۵	(۲۳) اَلْمُؤْمِنُوْنَ		
۳۶۰	(۲۴) اَلشُّوْرَ		
۳۹۲	(۲۵) اَلْفُرْقَانَ		

جملہ حقوق محفوظ ہیں۔

ناشر: شمیم بک ڈپو، ہنم آباد، کراچی ۱۵

مطبع: ایڈیٹری پبلسٹری، کراچی

کتابت: محمود ابن السائغ

پہرہ کر دیا۔ اور خود امور سلطنت سے دست بردار ہو گیا۔ پہلے ہی تھے اب بادشاہ بھی ہو گئے۔ آخری سال بادشاہت کرنے کے بعد آپ کا انتقال ہوا۔

ارزانی کے زمانہ میں آپ نے جو نگر جمع کر لیا تھا قحط کے سال آنے پر آپ نے اس کو فروخت کرنا شروع کر دیا۔ پہلے سال دو پیسہ کے عوض، دوسرے سال زبورات و جواہرات کے عوض، تیسرے سال چوہاڑوں اور جانوروں کے بدلے، چوتھے سال غلاموں اور لونڈیوں کے بدلے، پانچویں سال گھروں، درختوں اور اثاثہ البیت کے عوض، چھٹے سال کھیتوں اور نہروں کے عوض غلاتیے تھے۔ جب لوگوں کے پاس کچھ بھی نہ رہا تو ساتویں سال لوگوں کی جانیں بچانے کے لئے غلہ دیا۔ غرض پورے ملک میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ رہا جو حضرت یوسف کا غلام نہ بن گیا ہو۔ یوں غلہ نے حضرت یوسف سے غلامی کا دھبہ مٹایا۔ یہ غلہ کی فروخت اس طرح ہوتی تھی کہ کسی کو ضرورت سے زیادہ نہ دیا جاتا تھا تاکہ لوگ ذخیرہ اندوزی یا تجارت نہ کر سکیں۔

لوگوں کا یہ خیال غلط ہے کہ حضرت یوسف نے خزانوں کی افری دولت کے لالچ میں کی تھی۔ جو واقعات گزر چکے تھے ان سے آپ کی راست بازی۔ دیانت داری اور کردار کی بلندی تمام اہل مصر پر اچھی طرح ثابت ہو چکی تھی۔ آپ نے کسی ذاتی فائدہ کی غرض سے اس عہدہ کی خواہش ظاہر نہ کی بلکہ آپ کا منصفوہ یہ تھا کہ بادشاہ کے خواب کی تعبیر کی رو سے جو قحط ساتی کا زمانہ آئے اس میں ملک کی ایک فرد بھی فاقہ کشی کی زحمت نہ اٹھائے۔ اور جو دو تین ہیں ان کو ذخیرہ اندوزی سے ناجائز فائدہ اٹھانے کا موقع نہ ملے۔ امیر مغرب سب کو حسب ضرورت غلہ مٹا ہے۔ جو لوگ محتاج تھے اور جن کے پاس غلہ خریدنے کے لیے کوئی چیز نہ تھی ان کو آپ صفت غلہ دیتے تھے۔ رعایا کے لیے یہ ایک ایسا بہترین نظام تھا کہ جس کی نظیر انسان تاریخ میں نہیں ملتی۔ اگر حضرت یوسف اس کام کو اپنے ہاتھ میں نہ لیتے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ ملکی حکمران اور سردار اپنی اہل خانہ اور نادار مخلوق فاقہ سے مر جاتی۔

قحط ساتی کا زمانہ گزر جانے کے بعد آپ نے غلہ کے عوض بیکار سے جو کچھ لیا تھا وہ واپس کر دیا۔ اس طریقہ کا کا نتیجہ یہ نکلا کہ جو چیز جس کی ملکیت تھی وہ اُسے اپس مل گئی اور کسی حکومت کی ظلم پسندی اور سخت گیری کی شکایت کا موقع نہ ملا۔ دنیا کے نظام جہاں جہاں ایسی نظیر ڈھونڈتے نہیں ملتی۔ یوسف علیہ السلام صرف بادشاہ ہی نہ تھے بلکہ نبی بھی تھے۔ لہذا جو کچھ عمل خیر ہوا نبوت کے سایہ میں ہوا اور اس علم کے تحت ہوا جو خدا کی طرف سے حضرت یوسف کو عطا ہوا تھا۔

قحط ساتی کے زمانہ میں حضرت یوسف کے غلہ فروخت کرنے کا چرچا نہ صرف مصر کے ہر گھر میں تھا بلکہ اطراف مصر میں بھی نظر نہیں آتا اور ذہن دیکھا جا رہا تھا۔ چنانچہ یہ آواز نکلتی تھی کہ ان کے کھانا میں بھی پہنچا۔ اگرچہ کھانا کا علاقہ مصری حکومت سے باہر تھا لیکن یہ پتہ چلنے پر کھانا عام ہے حضرت یوسف کے بھائیوں کو اس میں عام سے فائدہ اٹھانے کی خواہش پیدا ہوئی اور ایک فائدہ کے ساتھ وہ بھی غلہ لینے مصر میں داخل ہوئے۔

وَمَا أُبْرِي قَمِيصِي سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیا کے نفس میں غلطی کی طرف جھکنے کی قوت نہ ہے لیکن وہ اپنے

نفس پر پورا قابو رکھتے ہیں۔ ترک اولیٰ کا مدد بھی بتاتا ہے کہ جھکنے کی ذہنیت موجود ہے مگر اس سے آگے بڑھنے سے خدا کو بچا لیتا ہے۔ تو وہ خود بھی بہت جلد اپنی کمزوری سے آگاہ ہو کر اپنے نفس کو محفوظ کر لیتے ہیں۔

وَجَاءَ إِخْوَةَ يُوسُفَ فَدَخَلُوا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهُ مُنْكَرُونَ ﴿۵۸﴾
وَلَمَّا جَاهَزَهُمْ بَجَاهِزِهِمْ قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَّكُمْ مِّنْ أَبِيكُمْ ۚ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوْفِي الْكَيْلَ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ ﴿۵۹﴾ فَإِن لَّمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِي وَلَا تَقْرَبُونِ ﴿۶۰﴾ قَالُوا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ أَبَاهُ وَإِنَّا لَفَاعِلُونَ ﴿۶۱﴾ وَقَالَ لِفَتَاتِهِ اجْعَلُوا بَيْعَاتِهِمْ فِي رِحَالِهِمْ لَعَلَّكُمْ يَعْرِفُونَهَا إِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ لَعَلَّكُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۶۲﴾

اور یوسف کے بھائی (مصر میں) آئے اور یوسف کے پاس گئے انہوں نے بھائیوں کو پہچان لیا مگر وہ یوسف کو نہ پہچان سکے اور جب (غلہ دے کر) یوسف نے ان کا سامان (لے جانے کے لیے) دست کر دیا تو ان سے کہا تم اپنے سوتیلے بھائی کو (سے گھر چھوڑ آئے ہو) اپنے ساتھ (اگلی بار) میرے پاس لانا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں ناب بھی پوری دیتا ہوں اور بہترین مہمان نواز بھی ہوں۔ (باد رکھو) اگر تم میرے پاس آئے نہ لائے تو پھر میں نہیں غلہ بھی نہ دوں گا اور نہ اپنے پاس آنے دوں گا۔ انہوں نے کہا ہم اپنے والد سے جلد ہی اس کے لیے درخواست کریں گے اور یہ کام ضرور کریں گے اور یوسف نے اپنے چوہاڑوں کو حکم دیا کہ ان کی کوچی (غلہ کی قیمت) ان کے بوروں میں چیکے سے رکھ دو تاکہ جب اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر جائیں تو اسے پہچان لیں اور اس طمع میں وہ چہرہ پلٹ کر آئیں۔

حضرت یوسف نے تو فوراً اپنے بھائیوں کو پہچان لیا اور وہ نہ پہچان سکے۔ اس کی تفسیر میں تفسیر میں دو وجہیں لکھی ہیں۔ ایک یہ کہ نصاب میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ جب تک وہ خود نہ چاہیں کوئی ان کو پہچان نہیں سکتا۔ دوسرے یوسف کے بھائیوں کے وہم و خیال میں بھی یہ بات نہ تھی کہ یوسف بادشاہ ہوا کرتے

ہیں۔ یوسف کو شاہ از نشان و شوکت میں دیکھ کر وہ کیسے بہچاں کہتے تھے۔

حضرت یوسفؑ کے تحقیقی بھائی بن یاہن تھے۔ جب چلتے وقت یوسفؑ کے بھائیوں نے انہیں ساتھ لے جانا چاہا تھا تو حضرت یعقوبؑ نے انہیں روک لیا تھا۔ اس خیال سے کہ کہیں یوسفؑ کی طرح اس سے بھی نہ ہاتھ دھوٹیوں میں جب یہ لوگ حضرت یوسفؑ کے پاس پہنچے اور غلہ کی خواہش کی تو انہوں نے پوچھا تم سب کے بھائی ہونا کاشی تعداد کے لحاظ سے غلہ دیا جائے۔ انہوں نے کہا ہم سب گیارہ بھائی ہیں۔ ہمارا ایک بھائی کنعان میں رہ گیا ہے حضرت یوسفؑ چونکہ اپنے بھائی سے ملنا چاہتے تھے لہذا انہوں نے یہ صورت پیدا کی کہ ان سے کہا میں تمہاری صداقت جانچنا چاہتا ہوں کہ گیارہ ہو یا دس۔ لہذا غلہ تو میں اس وقت تم کو دے دیتا ہوں مگر اس شرط پر کہ جب پھر غلہ لینے آؤ تو اپنے اس بھائی کو بھی ساتھ لانا ورنہ تمہارا جھوٹ ثابت ہونے کے بعد میں تم کو نہ غلہ دوں گا اور نہ اپنے سامنے آنے کی اجازت غلہ کی قیمت ان کے سامان میں اس لیے رکھوادی کر جانتے تھے ان کے باپ غریب ہیں نہ معلوم یہ قیمت انہوں کس طرح بھیجی ہوگی۔ دوسرے یہ کہ غلہ مفت مل جانے کی لالچ میں دو بارہ چلے آئیں گے۔

ظاہر لفظا ہر پرستم اس لیے واپس نہ دی گئی کہ ان کو یہ خیال نہ ہو کہ بادشاہ نے ہمیں محتاج بچھ کر غلہ بطور خیرات دیا ہے اور اس میں بھی قیمت ایک نسی کی اولاد ہونے کے اپنی توہین سمجھیں۔

فَمَا رَجِعُوا إِلَىٰ آبَائِهِمْ قَالُوا يَا أَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَأَرْسِلْ مَعَنَا آخَانًا
نُكْتَلُ وَإِنَّا لَاحْفَظُونَ ﴿۶۳﴾ قَالَ هَلْ أَمْنَكُمُ عَلَيْهِ إِلَّا كَمَا أَمْنَتُكُمْ
عَلَىٰ أَخِيهِ مِنْ قَبْلُ ۖ فَاللَّهُ خَيْرٌ حِفْظًا ۖ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّحِيمِينَ ﴿۶۴﴾
وَلَمَّا فَتَحُوا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ إِلَيْهِمْ قَالُوا يَا بَانَا
مَا نَبْعَثُ هَذِهِ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ إِلَيْنَا وَنَمِيرُ أَهْلَنَا وَنَحْفَظُ أَخَانَنَا
وَنَزِدُّكَ أَكَيْلًا بِعِيرٍ ۚ ذَٰلِكَ كَيْلٌ لِّسَيْبٍ ﴿۶۵﴾

جب سب بھائی چلے کر اپنے باپ کے پاس آئے تو کہنے لگے آہا جان آئندہ ہمیں غلہ دینے سے منع کر دیا گیا ہے۔ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی بن یاہن کو بھیجئے تاکہ غلہ لائیں اور ہم اس کی پوری طرح حفاظت

کریں گے حضرت یعقوبؑ نے کہا۔ کیا اس کے بارہ میں تم پر ویسا ہی اعتبار کروں جیسا اس سے پہلے اس کے بھائی (یوسفؑ) کے بارہ میں کیا تھا۔ خیر خدا اس کی سب سے بہتر حفاظت کرنے والا ہے اور وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے اور جب انہوں نے اپنے اپنے اسباب کھولے تو دیکھا کہ ان کی پونجی (غندر کی قیمت) انہیں واپس کر دی گئی ہے۔ کہنے لگے آہا جان میں اور کیا چاہیے ہماری قیمت تک تو ہمیں واپس دے دی ہے (غلہ مفت ملا بر بن یاہن کو ہمارے ساتھ جانے دیکھئے کہ) ہم اہل و عیال کے لیے غلہ لاد لائیں ہم اپنے بھائی کی پوری حفاظت کریں گے اور ایک بائرنتر غلہ (بن یاہن کے حصہ کا) اور بڑھو لائیں گے (جو مال لائے ہیں) یہ تو تھوڑا سا غلہ ہے۔

حضرت یوسفؑ نے غلہ نہ دینے کی جو دھمکی دی تھی وہ اس وجہ سے کہ بن یاہن کو اپنے ساتھ لے آئیں۔ جب انہوں نے بن یاہن کے لے جانے کو اپنے باپ سے کہا تو وہ حضرت یوسفؑ کے واقعہ کو یاد کر کے ان کے ساتھ بن یاہن کو بھیجے پر تیار نہ ہوئے۔ اور فرمایا مجھے خوف ہے کہ تم اس بھائی کے ساتھ بھی وہی عمل نہ کرو جو یوسفؑ کے ساتھ کر چکے ہو۔ جب غلہ کی بوریاں کھولی گئیں تو ہر ایک کی بوری میں سے اس کے غلہ کی قیمت برآمد ہوئی۔ خوش ہو کر کہنے لگے ایسے اور کیا چاہیے، بادشاہ نے ازراہ و کرم ہماری قیمت بھی ہمیں واپس کر دی ہے۔ جو غلہ تم لے آئے ہیں وہ کم ہے۔ آپ ہمارے بھائی کو اگر ہمارے ساتھ بھیج دیں گے تو ایک بوری غلہ اور زیادہ مل جائے گا۔

حضرت یعقوبؑ نے کہا یہ قیمت کیوں واپس آئی؟ معلوم ہوتا ہے تم نے فریب سے کام لیا ہے انہوں نے کہا جی نہیں ہم نے کوئی حیلہ نہیں کیا۔ معلوم ہوتا ہے بادشاہ نے ازراہ شفقت یہ قیمت واپس دی فرمایا اچھا اب کی بار جانا تو یہ قیمت بادشاہ کو واپس کر دینا۔ ہم یہ الزام اپنے اوپر نہیں چاہتے۔

قَالَ لَنْ أُرْسِلَهُ مَعَكُمْ حَتَّىٰ تُؤْتُوا مَوْثِقًا مِنَ اللَّهِ لَتَأْتُنَّنِي بِهِ إِلَّا
أَنْ يُحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّا آتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللَّهُ عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٌ ﴿۶۶﴾
وَقَالَ يَبْنَئِي لَأُدْخِلَنَّ مِنْ بَابٍ وَاحِدٍ وَادْخُلُوا مِنْ أَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ
وَمَا أَعْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ۚ إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ
وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿۶۷﴾ وَلَمَّا دَخَلُوا مِنْ حَيْثُ أَمَرَهُمْ

أَبُوهُمْ مَا كَانَ يُغْنِي عَنْهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا حَاجَلَهُ فِي نَفْسٍ
يَعْقُوبَ قَضَاهَا وَإِنَّهُ لَذُو عِلْمٍ لِمَا عَلَّمْنَاهُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ
النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۱۸﴾

حضرت یعقوب نے کہا جب تک تم میرے سامنے خدا سے یہ عہد نہ کرو گے کہ اُسے (صحیح سالم) لے
اؤ گے میں اُسے نہ ہائے ساتھ نہ بھیجوں گا ہاں (یہ دوسری بات ہے کہ) تم کہیں گھر جاؤ۔ جب انہوں
نے عہد کر لیا تو یعقوب نے کہا ہم لوگ جو کچھ کہہ رہے ہیں اللہ اس کا ضامن ہے۔ پھر فرمایا اے منہ زندقہ
(میری نصیحت سنو) سب کے سب ایک دروازہ سے داخل نہ ہونا متفرق دروازوں سے (داخل ہونا)
میں تم سے (اس بلا کو جو) خدا کی طرف آئے ہرگز نہیں مال سکتا۔ حکم تو دراصل خدای ہی کا ہے میں نے
اُس پر بھروسہ کیا ہے اور بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ جب یہ سب بھائی اسی طرح
مصر میں داخل ہوئے جیسے اُن کے باپ نے کہا تھا وہ تو جو حکم خدا کی طرف سے آئے کو تھا یعقوب اُسے
ذرا بھی نہیں مال سکتے تھے مگر ہاں یعقوب کے دل میں ایک تمننا تھی جسے انہوں نے یوں پورا کر لیا کیونکہ
بے شک ہم نے اُسے جو تعلیم دی تھی (تو اس کی وجہ سے) وہ صاحب علم ضرور تھا مگر بہنیرے لوگ
اس سے واقف نہیں۔

حضرت یعقوب کا یہ اندیشہ بجا تھا کہ کہیں بن یامین بھی ان کی غفلت کا اسی طرح نشانہ نہ ہو جائے جیسے یوسف
ہو گئے تھے اسی بنا پر اُن سے عہد لینا ضروری تھا۔ حضرت کا اپنے بیٹوں کو نصیحت کرنا کہ ایک دروازہ سے داخل
ہونا دو دروازے سے تھا۔ اول یہ کہ خوبصورت کڑیل جوان تھے کسی کی نظر نہ لگ جائے دوسرے سب سے بڑی وجہ یہ تھی
کہ کنعان پر مصر کی حکومت نہ تھی بلکہ وہ ایک سرحدی اور قبائلی علاقہ تھا۔ حکومت مصر وہاں کے باشندوں پر کڑی نگرانی
رکھتی تھی اور جماسوی کے شہ میں بعض افراد کو گرفتار بھی کر لیتی تھی۔ اِلَّا اَنْ يَّجِئَا بِكُمْ (تم گھیر لے جاؤ) سے
معلوم ہوا ہے کہ حضرت یعقوب کو اُن کے گرفتار ہونے کا اندیشہ تھا جو صحبت آنے والی تھی یعقوب اسے ہاتھ نہ
سکتے تھے مگر جو بات دل میں تھی اُسے بیان کر دیا اور یہ ظاہر کر دیا کہ جو حکم اللہ کا ہے وہ ظاہر ہو کر رہے گا۔

وَلَمَّا دَخَلُوا عَلَى يُوسُفَ أَوَّعَ إِلَيْهِ أَخَاهُ قَالَ إِنِّي أَنَا أَخُوكَ فَلَا

تَبْتَسِسُ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۹﴾ فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَّازِهِمْ جَعَلَ
السَّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتَهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ
لَسْرِقُونَ ﴿۲۰﴾ قَالُوا وَقَبَلُوا عَلَيْهِمْ مَاذَا تَفْقَدُونَ ﴿۲۱﴾ قَالُوا لَنُفْقَدُ
صُوعًا مَلِكًا وَلَمَنْ جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ ﴿۲۲﴾ قَالُوا
تَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كُنَّا سَارِقِينَ ﴿۲۳﴾

جب یہ لوگ یوسف کے پاس پہنچے تو یوسف نے اپنے حقیقی بھائی (بن یامین) کو اپنے پہلو میں جگہ دی
اور (چپکے سے) کہہ دیا کہ میں تیرا بھائی (یوسف) ہوں تو یہ لوگ جو کچھ (بدسلوکیاں) تیرے ساتھ کر چکے
ہیں ان کا کچھ رنج نہ کر۔ جب ان کا سامان سفر (غذہ وغیرہ) درست کر دیا تو اپنے بھائی کے اسباب میں
پانی پینے کا کٹورا (یوسف کے اشارے سے) رکھوا دیا۔ پھر ایک بناوی نے لٹکا کے کہا، اے وقت افرو والو
(ظہر) یقیناً تم لوگ چور ہو۔ وہ لوگ بیکارنے والے کی طرف مٹھے اور پوچھنے لگے تمہاری کیا چیز
گم ہو گئی ہے انہوں نے کہا ہمیں بادشاہ کا پیالہ نہیں ملتا ہے اور میں اس کا ضامن ہوں کہ جو شخص اسے
لا کر حاضر کرے گا اس کو ایک بائشتر غلامے گا۔ وہ کہنے لگے تم کیا کہتے ہو تمہیں معلوم ہے کہ تم تمہارے
مال میں فساد کرنے کی غرض سے نہیں آئے تھے اور ہم لوگ چور تو ہیں نہیں۔

ان آیات کے متعلق چند سوالات پیدا ہوتے ہیں:

- ۱۔ حضرت یوسف نے بن یامین کو کھلا کیوں نہ روک لیا؟ جواب یہ ہے کہ اول تو علاقہ غیر کے کسی آدمی
کو بے حرم و قصور روکنے کا حضرت یوسف کو کوئی حق نہ تھا۔ اس میں بدنامی کی صورت تھی۔
- ۲۔ جب برادران یوسف چور نہ تھے تو ان کو چور کیوں کہا گیا۔ اور نبی کے لیے یہ کہاں تک نہ لیا تھا؟ جواب
یہ ہے کہ حضرت یوسف نے خود پکار کر انہیں چور نہیں کہا تھا بلکہ توکروں نے کہا تھا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ان
سے یہ نہیں کہا گیا تھا کہ تم کٹورے کے چور ہو بلکہ یہ کہا گیا تھا کہ تم چور ہو۔ چونکہ انہوں نے حضرت یوسف کو
باپے پچرا لیا تھا اس معنی میں وہ چور تو تھے۔ یوسف کے توکروں نے یہ کہا تھا کہ بادشاہ کا پیالہ گم ہو گیا ہے۔ یہ

نہیں کہا تھا کہ تم پر یہ لڑکے چور ہو۔

قَالُوا فَمَا جَزَاؤُهُ إِنْ كُنْتُمْ كَذِبِينَ ﴿۴۶﴾ قَالُوا جَزَاؤُهُ مَنْ وَجَدَ فِي رَحْلِهِ فَهُوَ جَزَاؤُهُ كَذَلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ﴿۴۷﴾ فَبَدَأَ بِأَوْعِيَّتِهِمْ قَبْلَ وِعَاءِ آخِيهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِعَاءِ آخِيهِ كَذَلِكَ كِدْنَا لِيُوسُفَ مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِي دِينِ الْمَلِكِ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ نَرْفَعُ وَدَرَجَاتٍ مَن نَّشَاءُ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ ﴿۴۸﴾ قَالُوا إِنْ يَسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ أَخٌ لَهُ مِنْ قَبْلِهِ فَأَسْرَهَا يُّوسُفُ فِي نَفْسِهِ وَلَمْ يُبَدِّهَا لَهُمْ ج

تب وہ نوکر بولے اگر تم جھوٹے نکلے تو پھر چور کی کیا سزا ہوگی وہ کہنے لگے اس کی سزا یہ ہے کہ جس کے بوسے میں سے وہ نکلے وہ خود ہی اس کا بدلہ ہے (یعنی غلام بنا لیا جائے) ہم لوگ تو اپنے یہاں ظالموں (چوروں) کو یہی سزا دیا کرتے ہیں غرض یوسف نے خود اپنے بھائی کا بورا کھولنے سے پہلے اپنے بھائیوں کے بوسوں کی تلاشی شروع کی آخر میں اُس پیالہ کو اپنے بھائی کے بوسے سے برآمد کر لیا۔ ہم نے یوسف کو بھائی کے روکنے کی یہ تدبیر بتائی ورنہ بادشاہ مصر کے قانون کے موافق اپنے بھائی کو روک نہیں سکتے تھے مگر ہاں جب خدا چاہے ہم جس کو چاہتے ہیں اس کے لیے بند کر دیتے ہیں اور دنیا میں ہر صاحب علم سے بڑھ کر ایک اور عالم ہے۔ انہوں نے کہا اگر اس نے چرایا ہے (تو کوئی تعجب نہیں) اس سے پہلے اس کے بھائی نے بھی چرایا تھا یوسف نے (اس کا کوئی جواب نہ دیا بلکہ) اُس کو اپنے دل میں چھپائے رکھا اور ان پر ظاہر نہ کیا۔

سب سے پہلے حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں سے پوچھا کہ چور کی سزا کیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ دینی قانون

کی رُو سے اس وقت چور کی سزا کتنا ہے کیا سختی معلوم ہو اور یہ سختی جو بھائیوں نے بیان کی تھی یعنی قتل اور یہی کا قانون اس وقت وہی تھا ورنہ پیغمبر کے بیٹے ہو کر غلط بیانی نہ کرتے۔ مصر کے قانون کی رُو سے جو غیر اسلامی تھا چور کی سزا قید کر لینا تھا حضرت یوسف نے نہ چاہا کہ مصری قانون پر عمل ہو اور نہ بائین کو قید کیا جائے۔ دوسرے بھائیوں کو معترض کا موقع نہ ملے۔ خدا کہتا ہے کہ یہ تدبیر یوسف کو ہم نے بتائی کہ پہلے بھائیوں سے پوچھا اور جو سزا انہوں نے بتائی اسی پر عمل کیا۔ اس صورت میں ابراہیمی شریعت پر عمل ہی ہو گیا اور نہ بائین قید سے بھی بچ گئے۔

ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب معلوم تھا کہ پیالہ بن یاہین کے سامان میں ہے تو دوسروں کے سامان کی تلاشی کیوں لی گئی جواب یہ ہے کہ ملکی قانون کی رُو سے ایسا کرنا ضروری تھا جیسا کہ عموماً پولیس کیا کرتی ہے ورنہ بھائیوں کو اس کا یقین ہو جاتا کہ یہ کوئی سازش ہے ورنہ کیا وجہ کہ نہ بائین کا سامان پہلے کیوں دیکھا گیا۔ یہ شہدائے قوی ہو جاتا کہ جب بھائی اُسے تھے تو بن یاہین کو اپنے پہلو میں بٹھایا تھا اور اس سے کچھ سرگوشی بھی کی تھی۔ یوسف نہیں چاہتے تھے کہ وقت سے پہلے راز افشا ہو جائے۔

ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب بن یاہین چور نہ تھے تو پھر چور کی سزا کیوں دی گئی۔ جواب یہ ہے کہ یہ فقط روکنے کی ایک تدبیر تھی اگر تحقیقاً ان پر چوری کا الزام لگا باگیا ہوتا تو پھر وہ سزا دی جاتی جو چور کی ہوتی ہے لیکن ان کو کوئی سزا نہیں دی گئی نہ ملکی قانون کی رُو سے نہ شرعی سے۔

بھائیوں نے جو چوری کا الزام حضرت یوسف پر لگایا اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت یوسف کی بھوپھی نے بے اولاد ہونے کی وجہ سے ان کو بلا تھا۔ حضرت یعقوب جب یوسف کی جلدائی کو ارادہ کر کے تو بھوپھی کے یہاں ان کو لینے گئے ان کو یوسف کا جد کرنا کو ارادہ ہوا آخر جب حضرت یعقوب کا اصرار بڑھا تو انہوں نے ایک جھیلکا کو وہ کر بند جو حضرت اسحاق کے ترکہ سے ان کو ملا تھا حضرت یوسف کی کہیں باندھ دیا گیا ان کو چور بنا یا اور اس طرح حضرت یوسف کو اپنی بھوپھی کے یہاں رہنا پڑا۔ اسی کی طرف بھائیوں نے اشارہ کیا تھا۔

قَالَ أَنْتُمْ شَرُّ مَكَانٍ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَصِفُونَ ﴿۴۹﴾ قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ إِنَّ لَهُ أَبًا شَيْخًا كَبِيرًا فَخُذْ أَحَدَنَا مَكَانَهُ إِنْ أَنْتَ بِمَنْ مَنَ الْمُحْسِنِينَ ﴿۵۰﴾ قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ إِنْ نَأْخُذُ إِلَّا مَنْ وَجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهُ لِأَنَا إِذَا الظَّالِمُونَ ﴿۵۱﴾ فَلَمَّا اسْتِيسُوا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا قَالِ كَبِيرُهُمْ أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ أَبَاكُمْ قَدْ أَخَذَ عَلَيْكُمْ مَوْثِقًا مِنَ اللَّهِ

کے بھائیوں نے کیا تھا اس عمل کا ہر حصہ ان کے خون کی قیمت ہو سکتا تھا مگر یوسف نے تمام باتوں سے دو گزر کر کے ان کی خطا میں معاف کر دیں۔ ایسا ہی عمل حضرت مرزا انبیاء جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ آکرم نے فتح مکہ کے بعد اپنی قوم سے کیا تھا۔ باوجود کہ وہ سب آپ کے خون کے پیاسے لہے تھے اور سالہا سال سے آپ کے سنانے پر کلبستہ تھے مگر آپ نے یہی کلمہ لَا تُكْرِمُ عَلَيْكُمْ السُّيُومَ کوہر کر ان سب کی جاں بخشی کر دی تھی۔

جناب یوسف کی قمیص بھی عجیب قمیص تھی ایک بار اس نے بھائیوں کی دشمنی کا پردہ چاک کیا دوسری بار لیٹا کے کمر سے سجات دلائی تیسری بار باپ کی آنکھوں کو روشن کیا۔ لوگوں کا یہ کہنا غلط ہے کہ یہ وہی قمیص تھی جس پر ان کے بھائی جنہاں خون لگا کر باپ کے پاس لائے تھے۔ کہاں کہاں اس خون آلود قمیص کو سالہا سال پہنے رہتے۔ بات یہ ہے کہ نبی یا امامؐ کے جسم پر جو کچھ آئے گا اس میں معجزاتی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ حضرت یوسف کو یہ خبر کیسے ہو گئی کہ ان کی قمیص چہرہ پر ڈلتے ہی باپ کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی۔ یہ ایک نفسیاتی امر تھا۔ غم اور خوشی دونوں کے مختلف اثرات جسم انسانی پر ظاہر ہوتے ہیں۔ خوشی میں آدمی کا چہرہ چمک اٹھتا ہے حالانکہ کوئی شے باہر سے اندر نہیں جاتی۔ اسی طرح غم سے ایک آدمی کا چہرہ بھیا نک ہو جاتا ہے اس کی رونق جاتی رہتی ہے حالانکہ کسی خارجی چیز کو اس میں دخل نہیں ہوتا۔ انبیائی کا سبب فراق کا صدمہ تھا باہر کی کوئی چیز نہ تھی۔ پس حضرت یوسف نے اپنے مقام پر یہ سمجھ لیا کہ وہ کئی ہوتی قوت اس چیز سے پٹ سکتی ہے جو فراق کے مقابلہ کی ہونے لگے کی خوشخبری لیکن یہ خوشخبری زبانی بھی تو دیکھا سکتی تھی مگر اس میں کذب صدق دونوں کا وہم ہو سکتا تھا مگر جب قمیص کی بوسہ لگا لی تو کذب خبر کا احتمال ختم ہو گیا۔

اب رہا یہ سوال کہ کئی فرسخ مسافت سے خوشبو تے پیرا ہن یوسف کیسے سونگھ لی تو اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء کے حواس ہمارے سے نہیں ہوتے بلکہ قدرت نے ان کو مخصوص قوت عطا کی ہے۔ اس کی متعدد مثالیں ہمارے فطر کے سامنے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے جب حج کے لیے اذان دی تو وہ آواز ہوانے ہر انسان تک پہنچا دی بلکہ ان بچوں تک بھی جو ابھی رحم مادر میں تھے بلکہ ان لطفوں تک بھی جو ابھی صلب پر ہیں تھے۔ حضرت سلیمانؑ نے داؤدؑ کی نعل میں چبوتی کی آواز سن لی۔ حالانکہ چبوتی کیا اور اس کی آواز کیا پھر کھلا میدان۔ دوسرے جو چبوتی بولی تھی اسی کو بھرے دل میں سے جا کر اٹھا لیا یہ نظر کی قوت تھی۔ پس اسی طرح حضرت یعقوبؑ کی قوت شمار اس قدر تیز تھی کہ دور سے بونٹے پیرا ہن یوسف سونگھ لی۔

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ان کی قوت شمار ایسی تیز تھی تو جب یوسف مصر میں تھے تب ان کی خوشبو کیوں نہ سونگھی۔ جواب یہ ہے کہ یہ عبادی شان ہے۔ جب مشیت باری تعالیٰ ہوتی ہے تب ان قوتوں میں یہ کیفیت پیدا کر دی جاتی ہے۔ ہر وقت ان کی یہ قوتیں اس ترقی پر نہیں ہوتیں۔

ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب حضرت یعقوبؑ نے یہ فرمایا کہ میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے تو انہوں نے حضرت یوسفؑ کی حیات اور ان کی بادشاہت وغیرہ کے متعلق پہلے سے کیوں نہ بتا دیا۔ یہ قدرت کے راز ہیں۔ انبیاء علیہم السلام ان کو اسی وقت ظاہر فرماتے ہیں جب قدرت کی طرف سے اشارہ ہوتا ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ جب سب کو معلوم تھا تو شے کیوں؟ جواب یہ ہے کہ یہ نامہ فراق سے تھا۔ کیا برسوں کی جدائی کچھ کم لہرہ خمیز ہوتی ہے بالخصوص جب یہ بھی جلتے ہوں کہ وہ زندہ ہیں مگر ملتے نہیں۔

قَالُوا يَا بَانَا اسْتَغْفِرْنَا ذُنُوبَنَا اَتَاكَ كِتَابًا خَطِيْبًا ۙ قَالَ سَوْفَ اسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَبِّي ۗ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۙ فَلَمَّا دَخَلُوا عَلٰى يُوْسُفَ اُوْتِيَ الْبَيْتَ اَبُوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوا مِصْرَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ وَرَفَعَ اَبُوَيْهِ عَلَی الْعَرْشِ وَخَدَّوْا لَہُ السُّجْدَ ۙ وَقَالَ يَا بَتِ هٰذَا وَاوِيْلُ رَعْيَاۤی مِنْ قَبْلُ ۙ قَدْ جَعَلْنَا رِبِّيَّ حَقًّا وَقَدْ اٰحْسَنَ بِيْ اِذَا اَخْرَجْتَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَاءَ بِكُمْ مِنَ الْبَدُوْمِ مِنْ بَعْدِ اَنْ تَزْغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اٰخُوْتِيْ ۗ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَآ اِشَاءُ ۗ اِنَّہُ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۙ

اُن سب نے کہا، ابا جان آپ ہماری مغفرت کے لیے خدا سے عا مانگئے ہم بے شک گنہگار ہیں۔ فرمایا بہت جلد اپنے پروردگار سے تمہاری مغفرت کے واسطے دعا کروں گا بے شک اللہ غفور و رحیم ہے جب پھر یہ لوگ (مع یعقوبؑ کے) چلے اور یوسف کے پاس پہنچے تو انہوں نے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی اور اُن سے کہا اب انشاء اللہ بڑے اطمینان سے صبر میں چلئے۔ یوسف نے اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھایا اور سب کے سب یوسف کی تعظیم کے لیے سجدہ میں گر پڑے۔ اس وقت یوسف نے کہا ابا جان، یہ تیرے میرے اس پہلے خواب کی میرے پروردگار نے اُسے سچ کر دکھایا۔ بے شک اُس نے مجھ پر احسان کیا جب کہ اُس نے مجھے قید خانہ سے نکالا اور باوجود کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں فساد ڈال دیا تھا اس کے بعد بھی اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو گاؤں سے شہر میں لے آیا (اور مجھ سے ملا دیا) بے شک میرا رب جو کچھ کرنا چاہتا ہے اس کی تدبیر خوب جانتا ہے۔ بے شک وہ علیم و حکیم ہے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ جب حضرت یعقوبؑ کا قافلہ مصر کے قریب پہنچا تو حضرت یوسف مع تمام لاؤ و لٹکے

یوسفؑ

اپنے باپ کے انتقال کے لیے نکلے۔ وہ نظر قابل دید تھا جب تمام شہر کے لوگ سبے بنے جوئی و درویش سرحد مصر کی طرف چلے جا رہے تھے۔ کیا عجیب وقت ہوگا جب بیس سال کا بچہ بڑا ہوا بیٹا اپنے بوڑھے باپ سے بھرپور عقیدت و محبت کے ساتھ مل رہا ہوگا اور مصر کا شہر عروس کی طرح سما ہوگا اور ہر طرف میلہ سا لگا ہوگا۔

ذرا گردشِ ایام کو پیچھے کی طرف دیکھیں کہ نعمان کے اس وقت کو اپنے تصور میں لائیے جب یوسف بھائیوں کے طمانچے کھا رہے ہوں گے جب ان کے بدن سے قیص نازی جاری ہوگی جب رور و کر فریاد کر رہے ہوں گے کہ مجھے یہ کس قصور کی سزا ہے ہے ہو۔ جب یہ یوسف انہائی بے دردی سے کہتے ہیں ڈالے جا رہے تھے۔ جب یہ یوسف چند گھنٹوں میں غلام بنا کر بیچے جا رہے ہوں گے۔ آج وہی بھائی کس ذلت کے ساتھ ان کے سامنے کھڑے ہیں۔ آج وہی بھائی انہیں تعظیم و سجدہ کر رہے ہیں۔ آج ان کا نفس ان کو ملامت کر رہا ہے ان کا ضمیر بھری طرح عیش زنی کر رہا ہے۔ سچ ہے ہدیٰ نیکی کے مقابلہ میں کبھی سسر بسز نہیں ہوتی۔

مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ سجدہ سے مراد کیا ایسا ہی سجدہ ہے جیسا کہ ہر نماز میں خدا کو کیا کرتے ہیں یا سجدہ سے مراد تعظیم کا جھکاؤ ہے۔ جیسا کہ عام طور پر بادشاہوں کی تعظیم کے لیے سینہ پر ہاتھ رکھ کر کیا کرتے ہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ سجدہ سوائے خدا کے کسی کے لیے جائز نہیں کسی انسان کے لیے تعظیمی سجدہ کی بھی اجازت نہیں دو گروہ سجدہ تعظیمی سے وہی سجدہ کی صورت مراد لیتا ہے جو نماز میں ہوتی ہے وہ کہتا ہے کہ سینہ پر ہاتھ رکھ کر جھکاؤ سجدہ نہیں کہلاتا۔ عرف عام میں سجدہ وہی ہے جس میں پیشانی زمین پر رکھی جاتی ہے۔ اب رہا جواز و عدم جواز کا سوال تو اس کا دار و مدار ریت پر ہے۔ اگر ہم ریت کر کے کسی چیز کو سجدہ کر لیں کہ ہمارا مودہ ہے تو بے شک گناہ ہوگا بلکہ شکر ہوگا لیکن اگر ہمارا مقصد صرف اظہارِ عظمت ہے تو عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں۔ حج میں مقامِ ابراہیم کے پیچھے نماز جو پڑھتے ہیں سجدہ کرتے ہیں تو یہ سب ازراہ تعظیم ہوتا ہے نہ ازراہ عقوبت اسی لیے جائز ہے۔ اسی طرح برادرانِ نبوتؑ وغیرہ نے جو سجدہ کیا وہ بادشاہ مصر کی عظمت کے لحاظ سے تھا نہ ان کو مجبوراً سمجھ کر۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب سجدہ کرنے والوں میں ماں باپ بھی شامل تھے تو حضرت یوسف نے ان کو کیوں نہیں روکا۔ وجہ یہ تھی کہ سلطنت مصر کا یہ قانون تھا کہ لوگ بادشاہ کے تخت کے سامنے آکر سجدہ کرتے تھے جیسے آج کل ہندو راجوں ہمارا جوں کے سامنے جا کر کرتے ہیں۔ اگر یوسف روک دیتے تو تمام مصر میں چرچا ہو جاتا کہ بادشاہ قانون شکن ہے اور آئینہ کے لیے یہ تعظیمی رسم بند ہو جاتی۔

حضرت یوسف تو اس رسم کا بند ہونا پسند کر سکتے تھے لیکن مصر کے شاہی خاندان والے ہرگز اسے پسند نہ کرتے اور حضرت کی مخالفت اور تیز ہو جاتی تھی کہ بادشاہ کے خاندان والوں کو حضرت یوسف کا بادشاہ بن جانا سخت ناگوار تھا۔

حضرت یوسف کے قصہ میں ہفتسورہ میں نے چند روایتوں کو بھی شامل کر لیا ہے :

۱- جب زینبا کا شوہر جو مصر کا ایک رئیس آدمی تھا مر گیا اور تورا تر سات سال کے قحط میں زینبا بہت زیادہ محتاج ہو گئی یہاں تک کہ کھجک مانگنے لگی تو لوگوں نے اس سے کہا تو یوسف کے سامنے کیوں نہیں جاتی۔ وہ بولی شرم نہ آتی ہے جب لوگوں نے زیادہ مجبور کیا تو ایک رز وہ سراہ آکر کھڑی ہو گئی۔ حضرت یوسف کی سواری ادھر سے گزری تو بے مشاہت اس کی زبان سے نکلا، پال ہے وہ ذلت جس نے شاہوں کو نافرمانی کی وجہ سے غلام بنا دیا اور غلاموں کو فرما برداری کی

بنا پر بادشاہت کے ہی جیسی حضرت یوسف نے سنا تو پوچھا کیا تو زینبا سے وہ بولی ہاں میں ہی زینبا ہوں۔ پوچھا کیا تیری مجھ سے کوئی حاجت ہے۔ اس نے کہا جب میں بڑھا ہوگی تب پوچھتے ہو کہ تیری کیا حاجت ہے۔ یہ سن کر حضرت یوسف اسے اپنے عمل میں لے آئے اور فرمایا تم نے میرے ساتھ ایسا کیا کیا۔ اس نے کہا بالکل صیح ہے لیکن آپ اس پر مجھے ملامت نہ کریں۔ فرمایا، کیوں؟ اس نے کہا، آپ جیسا تیس خدانے پیدا ہی نہیں کیا۔ دوسرے مصر میں مجھ جیسی کوئی خوبصورت عورت نہ تھی۔ پھر میری بھرپور جوانی تھی جو تھے میرا شوہر نام نہ تھا۔ فرمایا، خبر جو ہوا سو ہوا۔ اب کیا ارادہ ہے۔ اس نے کہا آپ خدانے دعا کر لی کہ وہ مجھے جوان کرے۔ چنانچہ حضرت یوسف کی دعا سے وہ جوان ہو گئی آپ نے اس سے نکاح کیا تو وہ باکرہ تھی۔ اس سے تین اولادیں ہوئیں دو بیٹے اور ایک بیٹی۔ ایک بیٹے فرام نامی کی شادی یوشع وصی جناب موسیٰ علی ماجزادی سے ہوئی اور بیٹی رحیمہ نامی حضرت ایتوب کی زوجہ بنیں (والسلاطین بالصوب)

۲- جب یوسف بادشاہ ہوئے تھے تو ایک جشن منایا گیا تھا۔ تمام امرائے شہر نے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق تحفے پیش کیے۔ ایک بڑھیا بھی اپنی سوت کی اٹیالے کر آئی حضرت یوسف نے لے پڑی سے اسے بھی تحفوں میں رکھ دیا۔ وہی ہوئی لے یوسف تم نے امرائے تحفوں کو تو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور اس بڑھیا کی اٹیالے کوئی قدر نہ کی اور لوگوں کو انعامات دینے پس اس کی طرف تو قدر کی حال کر امرائے جو کچھ پیش کیا ہے وہ ان کی دولت کا ایک حصہ ہے اور غریبے صیبا نے جو پیش کیا وہ اس کی شبیہ روز کی کماٹی تھی وہ اس روز فاقہ سے رہی حضرت یوسف بہت شرمندہ ہوئے۔ عرض کی کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ خدانے فرمایا، اس بڑھیا کے پاس جاؤ اور اپنی سلطنت اس کے سامنے پیش کرو۔ یہی صلہ ہے اس کی اٹیالے کا۔ چنانچہ حضرت یوسف اس کے پاس گئے اور کہا لے ضعیفہ تو نے اپنی ملکیت مجھے تحفوں میں دی میں تجھے اپنی سلطنت دیتا ہوں۔ اس نے کہا یوسف تمہاری سلطنت تمہیں مبارک ہو میری سلطنت یہ میرا خرچہ ہے۔

۳- جب یوسف بادشاہ ہوئے تو وہی ہوئی، تم نے کسی کو وزیر بنایا۔ عرض کی، ابھی تو کسی کو نہیں بنایا۔ فرمایا تم جاؤ، فلاں مقام پر درخت کے نیچے جو جوان کھڑا ہوا ہے گا وہی تمہارا وزیر ہے۔ جب حضرت یوسف وہاں پہنچے تو ایک اجنبی جوان کھڑا پایا۔ عرض کی بار ابا، اس کا کیا حق ہے اوپر ہے کہ تو اس کو وزیر بنا رہا ہے۔ خدانے فدا، لے یوسف ہم نے اسے پہچانا نہیں، یہ وہی ہے جس نے خانہ زینبا میں تمہاری بھیمت کی رسم پہلے گواہی دی تھی۔ یہ واقعہ تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازوی نے بھی لکھا ہے۔ پس جب کسی نبی کے صدق اقول کا یہ حق ہونا ہے تو کیا وجہ ہے کہ حضرت علیؑ کو خلیفہ اولیٰ رسولؐ نہ بنا گیا جبکہ وہ صدق اقول رسولؐ تھے۔

حضرت یوسف کی تعبیر خواب کی صورت یہ ہے کہ گیارہ ستاروں سے مراد ان کے گیارہ بھائی تھے اور چاند سورج سے مراد ان کے ماں باپ تھے جو سب انہیں سجدہ کر رہے تھے۔

رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمَلِكِ وَعَلَّتَنِي مِنَ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ ۖ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ قَدْ أَنْتَ وَلِيٌّ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ تَوْفِئِي مُسْلِمًا وَّ

الْحَقِّقِي بِالصَّالِحِينَ ۝۱۱ ذَالِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ ۖ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ أَجْمَعُوا أَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُونَ ۝۱۲ وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ ۝۱۳ وَمَا سَأَلْتَهُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ۝۱۴ وَكَآيِنٌ مِنْ آيَاتِ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ ۝۱۵

(اس کے بعد حضرت یوسف نے دعا کی) اے میرے پائے والے تو نے مجھے سلطنت بھی دی اور خوابوں کی تعبیر کا علم بھی سکھایا۔ تو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے دنیا و آخرت میں تو ہی میرا مالک ہے مجھے مسلمان ہی مارنا اور مجھے لینے نیک بندوں میں شامل فرما۔ (اے رسول) یہ غیب کی خبریں ہیں جن کی وجہ ہم تمہاری طرف کرتے ہیں ورنہ تم ان کے پاس اس وقت کہاں موجود تھے جب وہ جمع ہو کر اپنے کام کے مشورے کر رہے تھے اور ہلاک کرنے کی تدبیر سوچ رہے تھے اور تم کتنا ہی چاہو بہتیرے لوگ ایمان لانے والے نہیں حالانکہ تم ان سے بلیغ رسالت کا کوئی اجر بھی طلب نہیں کرتے یہ قرآن تو سارے جہان کے لیے نصیحت ہے اور آسمان و زمین میں خدا کی قدرت کی کتنی نشانیاں ہیں جن کی طرف سے یہ لوگ گزرا کرتے ہیں اور ان سے منہ پھیر لیتے ہیں۔

حضرت یوسف کے پانچ بیٹے اور چھ بیٹیاں تھیں جن میں سے گزرنے کے بعد وہ بھائی ان کے سامنے ہیں جنہوں نے ان کی ہلاکت کے لیے کوئی دلتیفا اٹھانہیں رکھا مگر وہ خدا سے ان کی کوئی شکایت نہیں کرتے بلکہ نہایت عاجزی سے بارگاہ باری میں ان نیتوں کا شکرا د کرتے ہیں جو خدا نے ان کو عطا فرمائی تھیں اور اپنی عاقبت بخیر ہونے کے لیے دعا کرتے ہیں ہر مسلمان کو اس عملی زندگی کے سبق حاصل کرنا چاہیے۔

بادجو ویکسہ کار و دعا علی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہزار ہا برس پہلے کے واقعات لوگوں کو سنائے اس پر بھی لوگ حضرت کی نبوت پر ایمان نہ لائے۔ اس سے زیادہ جہالت اور کیا ہو سکتی ہے۔

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ ۝۱۶ أَفَأَمْسُوا أَنْ

تَاتِيهِمْ غَاشِيَةٌ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ أَوْ تَأْتِيهِمْ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝۱۷ قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُوا إِلَى اللَّهِ فَتَّ عَلَى بَصِيرَةٍ إِنْ أَرَادْتُمْ أَنْ تُتَّبَعُوا ۝۱۸ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوحِي إِلَيْهِمْ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى ۖ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝۱۹ حَتَّى إِذَا اسْتَيْسَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوا جَاءَهُمْ نَصْرُنَا ۖ فَنُجِّيهِمْ مِنْ نَشَأٍ ۖ وَلَا يَرِدُ بِالسَّاعَةِ الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ ۝۲۰ لَقَدْ كَانَ فِي قَصصِهِمْ عِبْرَةً لِأُولِي الْأَلْبَابِ ۖ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَةٌ وَلَكِنْ تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ ۖ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝۲۱

بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ اللہ پر ایمان نہیں لائے اور شرک کیے جاتے ہیں کیا یہ لوگ اس سے مطمئن ہو بیٹھے ہیں کہ ان پر وہ عذاب خدا آچکے جو ان پر چھایا ہوا ہے یا ان پر اچانک قیامت آجائے اور انہیں خبر بھی نہ ہو (اے رسول) کہہ دو کہ میرا طریقہ تو یہ ہے کہ میں لوگوں کو خدا کی طرف بلاتا ہوں، میں اور میرا پیروں دونوں مضبوط دلیل پر ہیں۔ خدا سے عیب اور نقص سے پاک ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں (اے رسول) تم سے پہلے بھی ہم گاؤں کے رہنے والے کچھ مردوں کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا کیے ہیں ہم ان پر وحی نازل کرتے تھے تو کیا یہ لوگ زمین پر چلے پھرے نہیں کہ اتنا غور کرنے کہ جو لوگ ان سے پہلے

وَمَا آتَيْنَا

یوسف: ۱۲

ہمٹے ہیں ان کا انجام کیا ہوا اور پرہیزگاراں کے لیے سخت کا گھر بہت بہتر ہے۔ کیا یہ لوگ (تنا بھی نہیں سمجھتے جب بیغیر لوگ قوم کے ایمان لانے سے یائوس ہو گئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ وہ جھٹلائے جائیں گے تو اس وقت ہماری مدد آگئی پس ہم نے جسے چاہا نجات دی اور ہمارا عذاب گنہگاروں کے سر سے مٹا لیا تو نہیں جاتا۔ ان کے قصوں میں مختلف لوگوں کے لیے نصیحت ہے۔ یہ (قرآن) کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ خود گڑبگڑ لی جائے بلکہ (جو آسمانی کتابیں) اس کے پہلے موجود ہیں ان کی تصدیق ہے اور ہر چیز کی تفصیل اور ایمان والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

قُلْ هَذِهِ سَيِّئَاتِي - اس میں یہ غور کرنا ہے کہ من اتَّبَعَنِي سے کون مراد ہے جو رسول کے ساتھ لوگوں کو بصیرت کی طرف بلاتا ہے۔ یوں تو حضرت کا اتباع کرنے والے بے شمار تھے لیکن ان سب میں یہ خصوصیت نہیں پائی جاتی کہ وہ بصیرت کی طرف لوگوں کو لائیں۔ بالکل حضرت کا اتباع کرنے والا علی کے سوا کوئی نہیں پایا جاتا۔ کون نہیں جانتا کہ پچھن ہی سے حضرت علیؓ سے حضرت علیؓ کے ساتھ ہے آپ کی پرورش میں ہے۔ اعلان بعثت سے پہلے تک ہر معاملہ میں آپ کے قدم لغت م پلے اور جب آپ مبعوث برسالت ہوئے تو سب سے پہلے آپ ہی ان پر ایمان لائے۔ اور جب آیہ وَ أَنْذَرْتَهُمْ نَارَ الْآخِرَةِ الَّتِي أَكْفَرُوا بِهَا لَعْنَةُ الْكٰفِرِيْنَ (۲۶) نازل ہوئی تو سب سے پہلے آپ ہی نے حضورؐ کی نیابت کا اقرار کیا۔ جہادوں میں رسولؐ کی حفاظت سب سے زیادہ آپ ہی نے کی اور آپ کے بعد بھی جو دعوت اسلام و ایمان آپ نے لوگوں کو دی وہ بھی اسی طریقہ سے دی جو رسولؐ کا طریقہ تھا۔ لوگوں کو نصیحتی دلائل سے ہر بات کو سمجھایا۔

آنحضرتؐ کا یہ فرمانا کہ میں بصیرت پر بلاتا ہوں اس کی دلیل ہے کہ اسلام کے عام مسائل میں بر عقل ہیں، ہاں ان کو جھانسنے والا چاہیے۔ یہ کام ایسے ہی لوگ کر سکتے ہیں جن کو بارگاہ باری سے علم عطا ہوا ہو۔ ان آیات میں عقلت پرستوں کو چھوڑا گیا ہے کہ اس طرف کیوں نہیں توجہ کرتے کہ انبیاء و مرسلین جو ہدایت تم کو کرتے ہیں اس سے ان کی کوئی غرض شامل نہیں ہوتی بلکہ وہ جو کچھ کہتے ہیں تمہاری بہتری کے لیے کہتے ہیں۔ یوں لوگوں نے انبیاء و مرسلین کو جھٹلایا اس کا نتیجہ انہوں نے دیکھ لیا اور قیامت میں اور دکھیں گے۔ پھر باوجود ان سب باتوں کو دیکھنے کے تمہاری آنکھیں کیوں نہیں کھلتیں جو باتیں بتائی جاتی ہیں اگر خلاف عقل ہوں تو زماں لو لیکن جب عقل کے خلاف نہیں تو پھر کیوں نہیں مانتے۔

سُورَةُ الرَّعْدِ مَدَنِيَّةٌ ۙ (۱۳)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْمَرَقَفِ تِلْكَ اٰیَةُ الْكِتٰبِ وَالَّذِیْ اُنزِلَ الْبَیِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۙ ۱ اللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلَّیْمَجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۙ یَدْبِرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ بَلِغَاءٌ رَّبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ۙ ۲ وَهُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِیْهَا رَاسِیَ وَاَنْهٰرًا ۙ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِیْهَا زَوْجِیْنِ اِشْنِیْنِ یُعْشٰی الْبَیْلَ النَّهَارَ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَآیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۙ ۳

الف لام میم را۔ یہ کتاب (قرآن) کی آیتیں ہیں اور تمہارے پُروردگار کی طرف سے جو تم پر نازل کیا گیا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے لیکن بہت سے لوگ ہیں کہ ایمان نہیں لائے۔ اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستون کے بلند کیا جنہیں تم دیکھتے ہو۔ پھر عرش کو بنانے پر آمادہ ہوا اور سوچ اور چاند کو مستخرج کیا، ہر ایک وقت مقرّہ تک چلا کرتا ہے وہی (دنیا کے) ہر کام کا انتظام کرتا ہے اور اپنی آیات کو تفصیل سے بیان کرتا ہے تاکہ تم لوگ اپنے پُروردگار کے سامنے حاضر ہونے کا یقین کرو۔ وہ وہی ہے جس نے زمین کو بچھایا اور اس میں پہاڑ اور دریا بنائے اور ہر طرح کے میوؤں کی دو دو قسمیں پیدا کیں (جیسے میٹھے کٹھے) وہی رات کے پردہ سے دن کو ڈھانپ لیتا ہے۔ بے شک خور کرنے والوں کے لیے اس میں قدرت کی بہت سی نشانیاں ہیں۔

کئی مہینے تک مخالفوں نے اسے بدل کر کہہ دیا۔ سورہ بقرہ ۹ میں ہے۔ انہیں ہے ان لوگوں پر جو کتاب کو اپنے ہاتھ سے رکھتے ہیں پھر کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ تمہاری ہی قیمت پر لے بیچ ڈالیں۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تشریحات میں اسے لفظ نہایت نہیں کہا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس تفسیر کی وقت کے بعد سب سے پہلا کام یہ کیا کہ قرآن کو موافق تشریح جمع کیا۔ لیکن حکومت نے کسی صلحت سے اس کا راجح کرنا منظور نہ کیا۔ ان کی جمع کا کام مختلف اوقات میں ہوتا رہا۔ موجودہ قرآن حضرت عثمانی کا جمع کیا ہوا ہے جس کو انصاری نے تفسیر قرآن صحابہ کے ذریعہ سے سدا انجام دیا تھا۔ اس کے متذکر اور آیتوں کی ترتیب موافق تشریح نہیں۔ بلکہ کئی و مدنی سورتوں کو چھپی ہو رہے ہیں۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

چاہئے تو بر شاکر پہلے کی سورتوں سے ہوتے پھر مدنی مگر ایسا ہے نہیں۔ پہلا سورہ بقرہ مدنی ہے دوسرا آل عمران مدنی ہے۔ آگے سورہ ماہدہ مدنی ہے۔ آگے بعد سورہ الانعام مدنی ہے۔ آگے ہی سورت ہے۔ ایسا کیوں ہوا؟ کون بنا سنے اس طرح آیات میں بھی بے ترتیبی ہے۔ مثلاً

(۱) سورہ کاہنہ پہلے سورہ بقرہ ۲۰ میں چار مہینے کس دی بنا گیا ہے۔

پہلے بقرہ ۲۱ میں ایک سال ہے۔ پہلی آیت دوسری کی ناسخ ہے لیکن ہے یوں کہ مشورخ بعد میں ہے اور ناسخ پہلے۔ لیکن اٹھ بات۔

(۲) یونس آیت ۳ میں، اگر تم سچے ہو تو ایک ہی سورہ ایسا بنا لاؤ۔

پھر سورہ ہود آیت ۱۳ ہارہ ۱۲ میں ہے، کس سورہ سے ایسے بنا لاؤ۔ قاعدہ سے پہلے تفسیری کی جاتی دس سورتوں پھر ہوتی ایک سورہ ہے۔

(۳) تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ سورہ اقرآء سب سے پہلے نازل ہوئی لیکن وہ آخری پارہ میں ہے۔

(۴) آیریتا آیتھا الرسول کی تفسیر جو حضور کی آخر زندگی میں نازل ہوئی وہ سورہ ماہدہ میں ہے۔ اس طرح آیت التیوم آیتھا الرسول کی تفسیر آیت تیس کے بعد نازل ہوئی۔ وہ بھی سورہ ماہدہ میں ہے۔

(۵) آیت تفسیر کے اول و آخر ازادای رسول کا ذکر ہے اس کے بیچ میں آیت تفسیر رکھ دی گئی ہے۔ جس کا ازادای رسول کوئی تعلق نہیں کیونکہ اس میں سب غیر تفسیری ہیں مگر حاضر کی ہیں اور اول و آخر جو ازادای سے متعلق آیات ہیں، ان سب میں جمع تشریح حاضر کی ہیں۔

بہر حال یہ مسلم ہے کہ موجودہ قرآن صرف خدا کا کلام ہے اور اس پر پورے قرآن پر ہمارا ایمان ہے۔ اگر خدا نخواستہ اس میں کوئی کمی بیشی ہوتی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی قول نہ کرتے چاہے ان کو کسی ہی بڑی سے بڑی قسم بانی دینا پڑتی۔ شیعہوں پر یہ اعتراض ہے نبیادہ کہ وہ اس قرآن کو نہیں مانتے۔ کوئی ایک شیعہ بھی ایسا نہیں پایا جانا جو موجودہ قرآن کے ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف پر ایمان نہ رکھتا ہو۔ بلکہ تمام حركات و سکانات پر ایمان رکھتا ہے۔ اگر خدا نخواستہ ایسا نہ ہوتا تو قرآن شیعہ پر یہ سب ہی تھا۔ ان میں کچھ تو اختلاف ہوا تاکہ ایسا نہیں اور ہرگز نہیں تو پھر اس اعتراض کے کیا میں ہیں کہ قرآن پر شیعہوں کا ایمان نہیں۔

۱۱۔ جمع مشران

آنحضرت کے زمانہ میں قرآن کی آیات جب نازل ہوتی تھیں تو ان کی حفاظت و دو طریق سے کی جاتی تھی کچھ لوگ حفظ کر لیتے تھے اور کچھ لوگ جو کتابان وحی کہلاتے تھے، مجسم حضور آؤٹھ کی پٹیوں، کلاہی کی تختیوں، بچھوڑ کے پتوں یا کھال پر لکھ لیتے تھے۔ چنانچہ آنحضرت کی زندگی تک قرآنی آیات میں کوئی ترتیبی منکورت پیدا نہ ہوئی۔

آنحضرت کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ جب تک قرآن کو موافق تشریح جمع نہ کروں گا سولہ نے ناز کسی وقت اپنے شانوں پر پروردانہ ڈالوں گا۔ چنانچہ دو سال تک آپ نے عزت نگاہی ہو کر یہ خدمت نہایت جانفشانی سے انجام دی۔ درحقیقت یہ کام تمام صحابہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کرنے کا۔ اول تو آپ ایک ایک آیت سے باخبر تھے۔ کیونکہ آغاز نزول سے آخر تک آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے تھے۔ خواہ سفر میں ہوں یا حضر میں۔ یہ سادات کسی اور صحابی کو نصیب نہیں ہوئی۔ دوسرے خود حضور نے ایک ایک آیت کی تفسیر و تاویلی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں جو آیت نازل ہوئی تھی اس کا نام اور وجہ نزول بھی بتا دی تھی۔ اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جمع و ترتیب کے وقت کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ اس وقت قرآن مجید بجز کوئی کھسا ہوا تھا۔ جس میں اعراب اور نقطے نہیں ہوتے تھے۔ الغرض موافق تشریح جب پورا قرآن جمع ہو گیا تو آپ اس کو لے کر خلیفہ وقت حضرت ابو بکر کے پاس گئے تاکہ اسلامی حکومت میں راجح ہو۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ دونوں نے کسی سیاسی صلحت کی بنا پر اس کو جاری کرنا منظور کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ملال ہوا۔ اور یہ کہہ کر وہ اپنی تشریح لے گئے کہ اب اس قرآن کو کبھی نہ دیکھو گے۔ چنانچہ اس کے بعد پردہ غیب میں دکھایا جو ایک مخصوص من اللہ امام سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتا رہا۔ اب وہ ولی عصر حضرت امام مہدی آخر الزمان کے پاس ہے اور قریب قیامت میں جب حضرت کا ظہور ہو گا اس وقت ظاہر فرمادیں گے۔

اس کے بعد مشران کا بیان حافظوں کی زبان پر رہا۔ سب جہنگ نامہ میں چار سو فضائل قرآن شہید کیے گئے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے کتابی صورت میں لالہ کی فک ہوئی۔ وہ اپنے ارادہ کو پورا نہ کر پائے تھے کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ اب یہ کام حضرت عثمان نے اپنے ہاتھ میں لیا مگر وہ جو کہ خود اس کی تکمیل سے قاصر تھے لہذا ایک نوجوان نیک نیت کو اس کا منضم مہتمم بنایا۔ یہ کام زید کے کرنے کا نہ تھا کیونکہ وہ عہد رسالت میں ایک کسب لڑکا تھا۔ صحبت رسول کا لے موقع ہی نہ ملا تھا۔ تاہم حافظوں اور قاریوں کی مدد سے اور ان اجزاء سے جو حضرت حفصہ یا ابن مسعود وغیرہ کے پاس تھے، یہ قرآن مرتب کیا گیا۔ قرآن کا جمع کرنا بے شک بڑی نیک اور باعث اجر عظیم ہے کیونکہ وہ اساس شریعت ہے۔ لیکن جمع کرنے والے کو علم قرآن سے جو ہی طرح واقف ہونا چاہیے تھا ورنہ ترتیب آیات و سورتوں موافق تشریح نہیں ہو سکتی۔ جب آیات کے باہمی تعلق و سباق و مسابق پر جامع مطلع نہ ہو تو یہ کام صحیح نہ ہوگا۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا قرآن کو اور کسی کے ساتھ نہیں کیا۔ آپ نے صاف الفاظ میں فرمایا ہے، عَلَيَّ مَعَ الْقُرْآنِ وَالْقُرْآنُ مَعَ عَلِيٍّ۔ (علی قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علی کے ساتھ ہے۔) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جمع کردہ قرآن میں

رسول پاک سے کہا جا رہا ہے کہ جو کتاب میری ہے بالکل برحق ہے۔ اگر ہماری آیات کو منکر بھی تمہاری قوم ایمان نہیں لاتی تو فلائٹے۔ ان عقل کے مرنے کی بات سمجھائی نہیں دیتی کہ یہ تدریجاً آسمان جو ان کے سروں پہ لپکتی کسی ستاروں کے قائم ہیں آخر کس سے نئے ہیں جیسا قادر مطلق اور مجسم برحق ہے ان کا بناؤا کھ ایک ایسا سا تان ہمارے سر پر پڑتا ہے دیا جو کسی سبب سے متنازع نہیں اور پھر عرش کے بنانے میں صرف ہوا۔ سات آسمانوں سے مراد وہی سات بلندیوں ہیں جو زمین سے بنا یا بناوا اثرہ گردش بنائے ہوئے ہیں جس دائرہ پر یہ گردش کرتے ہیں اسے فلک کہتے ہیں۔ آسمان کے تحت در طبقات اور ستاروں کے ان میں جڑ سے جانے کا وہ عقیدہ اب باطل ہو گیا جو صدیوں پہلے انہوں نے زمین کی بنا پر اہل زمین کا عقیدہ بنا رہا تھا۔ جدید دانش نے یہ ثابت کر دیا کہ نیلی نیلی چیز جو ہمیں نظر آتی ہے درحقیقت مادہ ہے جو فضا میں فلکی مہر بھرا ہوا ہے۔ اس میں ستارے چھبیلوں کی طرح تیرتے ہیں جیسا کہ قرآن میں ہے۔ **فَلَاكٌ يَّكْتُمُونَ** (الانبیاء: ۱۷)

چاند سورج کی گردش سے یہ مراد ہے کہ جو رات کے طلوع و غروب کے ہیں ان سے ایک منٹ بھی آگے پیچھے نہیں جاتے اور جو رفتاً رفتاً قدرت نے ان کی تخلیق کر دی ہے وہ اس کے خلاف کوئی عمل نہیں چلتے۔ عرش کے متعلق لوگوں کا یہ خیال غلط ہے کہ وہ خدا کے بسنے کی جگہ ہے۔ خدا اللہ خدا کسی جگہ میں محدود نہیں، کیونکہ وہ صاحب کبریاً متنازع مکان نہیں۔ وہ اپنی قدرت ہر جگہ موجود ہے۔ ہر جگہ غلط ہے کہ وہ شب قدر اور شب برات میں عرش سے اتر کر آسمان اقلی پر آتا ہے اور نماز دینا ہے جو کچھ کسی کی جگہ سے مانگنا ہو آج کی رات مانگ لے اس کے معنی یہ ہے کہ وہ عرش سے نہیں سنتا اس لیے نیچے اترتا ہے۔ شب قدر سے پہلے کسی کی دعا نہیں سنتا اسی رات کو سنتا ہے۔ یہ کہنا بھی غلط ہے کہ روز قیامت وہ عرش پر اس میں بیٹھے، اس کا سپر چاند کی طرح چمکنا ہو گا اور عرش اس کے وجود سے برتر ہے گا اور وہ اپنے بندوں سے کچھ نہ رتے گا۔ **استغفر الله من تلك الهنونات**۔ عرش اجرام سماوی ہیں خدا کی ایک عظیم المرتبت مخلوق ہے۔ اسے بڑا کوئی ستارہ نہیں۔ خدا نے تم تنسوی علی العرش فرما کر اپنی قدرت دکھائی ہے کہ وہ اسی عظیم الشان مخلوق ہے جو بننے والا ہے اور اس پر فائز بھی ہے نہ کہ وہ اس پر رہتا ہے۔ جدید ہیئت میں عرش کا کوئی تخیل نہیں ہے۔ جس ستارے اس نظام شمسی کے ہماری زمین سے اتنی دور ہیں کہ زمین پر ان کی روشنی سینکڑوں سالوں میں پہنچتی ہے۔ جبکہ زمین کی رفتار ایک لاکھ چھبیس ہزار میل فی سیکنڈ ہے۔ لوگوں کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ اگر خدا عرش پر بیٹھا ہے تو اس کا اس سے دعا کیوں کی جاتی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ آسمانوں پر کہیں رہتا ہے۔ یہ کس قدر مبہم ہے۔ خدا اٹھانا تو محض اس کی عظمت و بزرگی کے لحاظ سے ہے نہ کہ اس کی رہائش گاہ کے لحاظ سے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ تقاضا یہی ہے کہ ہاتھوں کو بند کر کے مانگیں تاکہ معلوم ہو کہ ہمارا دل اس کی عظمت کا قائل ہے۔ خداوند نے اسے اگر ہم کسی بادشاہ یا وزیر سے بھی مانگتے ہیں تو ہاتھ بند کر کے ہی مانگتے ہیں نہ کہ ہاتھ زمین پر پڑا ہوا ہے۔ بہت پر رکھ کر۔

اُسی نے اپنی قدرت کاملہ سے زمین کا فرش بنایا۔ یہی وہ تکتے بچھا یا ہے جو ایسا عجیب فرش ہے کہ زیادہ گرم ہے نہ زیادہ سرد۔ پھر اس پر ہر فلک پہنچا۔ زمین سے نیچے ہوا سے ہوائے ہوتے ہیں اور اسے ہلنے ڈالنے

Handwritten signature or note in the center of the page.

نہیں دیتے پھر اس میں نہریں بہا دیں کہ ہماری زندگی کی ضرورتیں پوری ہوں۔ ان کے پانی سے ہم اپنی پیاس بجھایا۔ بدن اور لباس کی کثافت دور کریں۔ زمینوں میں ٹکڑا گائیں۔ پھر اس نے اپنے لطف و کرم سے ہر قسم کے درخت لگائے اور ان کی کشت خوں میں جھیلوں کے خوشے لگائے۔ کوئی مہینا ہے کوئی ٹکٹا۔ کوئی کڑوا ہے کوئی چھبکا۔ کوئی چھوٹا ہے کوئی بڑا۔

ایک عقلمند آدمی کو یہ سوچنا چاہیے کہ یہ تمام مادی نظام لیکر کسی جلالے والے کے غیبی تو نہیں چل رہا ضرور کوئی بڑا مدبر و حکیم اپنی قدرت کا ہتھ ان سب چیزوں پر رکھے ہوئے ہے جو اپنے حکم کے خلاف کوئی کام نہیں کرنے دیتا۔ اس کے سوا اور کسی میں یہ طاقت نہیں کہ اس نظام کو برقرار رکھ سکے۔ جو خدا کو چھوڑ کر اس کی مخلوق میں سے کسی کو خدا بنائے بیٹھے ہیں وہ اس بات پر کیوں نہیں غور کرتے کہ ان کے وجود کس حد تک ہے۔ نہ ان کو نظام عالم میں کوئی دخل ہے نہ وہ کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے والے ہیں۔ آسمان و زمین کا کبڈا کڑواہ تو ایک کبھی بھی نہیں بنا سکتے ان آیات میں خدا نے مشرکوں اور ملحدوں کو غور و فکر کی دعوت دی ہے۔ کاش وہ اس میں عرش کے نظام ہی پر غور کر لیں کہ جس پانی کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتے اُسے کس طرح ان کے قدموں کے نیچے بہا دیا ہے کہ جہاں چاہیں زمین کھود کر نکال لیں۔ وہ کیوں نہیں اس پر غور کرتے کہ ایک تنہا ہی سی زمین پر مختلف قسم کے درخت لگائے ہیں لیکر اپنی نوعیت کے لحاظ سے سب جدا گانہ ہوتے ہیں۔ نہ ان کا پتہ ایک دوسرے سے ملتا ہے نہ جھول نہ جھیل نہ ذائقہ۔ حالانکہ زمین ایک ہی ہے پانی بھی ایک ہی ہے۔ ہوا بھی ایک ہی ہے۔ پھر ان میں تنوع کیوں ہے ایک دوسرے کے لیے کیوں نہیں مل جاتے؟ ضرور کوئی مدبر حکیم ان کو علیحدہ علیحدہ رکھ رہا ہے۔ یہ سب اس کی قدرت کاملہ کی عمل ہوئی دیکھیں ہیں۔

**وَفِي الْأَرْضِ قِطْعٌ مِّنْ جَبْرُوتٍ وَجَنَّتْ مِّنْ أَعْنَابٍ وَزَرْعٌ وَنَخِيلٌ صَوْنًا
وَّغَيْرِ صَوْنًا يُسْقَىٰ بِمَاءٍ وَاحِدٍ وَنُفِضَلُ بَعْضُهُمَا عَلَىٰ بَعْضٍ فِي
الْأُكُلِ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿۲۹﴾**

اور زمین کے بعض ٹکڑے ملے جلتے اور (ان میں) انگور کے باغات ہیں اور کھیتیاں ہیں اور غنموں کے درخت ہیں بعض کی ایک جڑ اور دو شاخیں ہیں اور بعض اکیلے ہی شاخ کے ہیں حالانکہ سب ایک ہی پانی سے سینچے جاتے ہیں اور کھانے میں (بمجاہزہ) ہم ایک کو دوسرے پر ترجیح دیتے ہیں۔ اس میں عقل والوں کے لیے قدرت کی نشانیاں ہیں۔

ایک ہی جہنم زمین ہیں درختوں کا یا اختلاف اور پہلوں کے فرق میں یہ فرق قدرت کے شاہکار ہیں۔ جناب جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت ہے کہ میں نے حضرت رسول خدا کو کہتے سنا اَلنَّاسُ مِنْ اَنْجَبَارٍ رَشْتِي وَ اَنَا وَ عَلِيٌّ مِنْ شَجَرَةٍ وَ لِحْجِدٍ (لوگ مختلف درختوں سے ہیں اور میں اور علی ایک ہی درخت سے ہیں۔) اس کے بعد اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ یہ اشارہ اس حدیث کی طرف ہی ہے اَنَا وَ عَلِيٌّ مِنْ نَوْءٍ قَاحِدٍ۔

وَ اِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ اِذَا كُنَّا تُرْبًا وَاِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ
 اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ اَلَاغْلٰلُ فِيْ اَعْنَاقِهِمْ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۵ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ
 بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثَلُطٰۤءُ وَاِنَّ رَبَّكَ
 لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰٓى ظُلْمِهِمْ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۶
 وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا اَنْزَلَ عَلَيْهِ آيٰتُهٗ مِنْ رَبِّهٖ ؕ اِمَّا اَنْتَ
 مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝۷

اور اگر تمہیں کسی بات پر تعجب ہے تو یہ ان کا قول تعجب کی بات ہے کہ جب ہم سڑک مٹی ہو جائیں تو کیا ہم دوبارہ ایک نئے جسم میں آئیں گے یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا۔ یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کی گردنوں میں قیامت کے روز طوق پڑے ہوں گے اور یہی لوگ جہنمی ہیں۔ یہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ لوگ تم سے بھلائی کے قبل ہی بُرائی (عذاب) کی جلدی مچا رہے ہیں حالانکہ ان سے پہلے بہت سے لوگوں کی سزا میں گزر چکی ہیں نے شک تمہارا پروردگار باوجود ان کی شرارت کے لوگوں پر بڑا بخشش کرنے والا ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ تمہارا پروردگار بڑا سخت عذاب دینے والا ہے کافر لوگ کہتے ہیں کہ اس (محمد) شخص پر اس کے پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی (ہماری

مرضی کے موافق) کیوں نہیں نازل کی جاتی (اے رسول) تم تو صرف عذاب خدا سے ڈرانے والے ہو اور ہر قوم کے لیے ایک ہدایت کرنے والا ہے۔

کفار و مشرکین جو قیامت کے منکر تھے بڑے تعجب کے ساتھ کہا کرتے تھے بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مرنے کے بعد جب ہم مٹی میں مل جائیں گے تو پھر ہم ایک نئے جسم میں ہو کر زندہ اٹھ کھڑے ہوں گے یہ تو مجھ میں آنے والی بات نہیں۔ ان کی سمجھ میں یہ بات نہ آتی تھی کہ جس خدا نے ان کو نبیت سے بہت کیا ہے اس لیے دوبارہ زندہ کرنا کیا دشوار ہے۔ یہ لوگ صرف قیامت کے ہی منکر تھے بلکہ خدا کو عاجز اور قاصر بھی سمجھتے تھے۔

حالاتِ انکرات دن دیکھتے تھے کہ کھیتیاں اگتی ہیں، پڑھتی ہیں اور پھر نیست فنا ہو جاتی ہیں، اس کے بعد پھر وہی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ جب تم کو زمین میں دایا جاتا ہے پھر ایسا ہی پودا اگ آتا ہے۔ اس طرح جب انسان کے اجزا سے اصلید برآمد کیے جائیں گے تو اجزائے زیادہ ان سے متصل ہو کر پھر ویسا ہی انسان پیدا ہو جائے گا۔ بعض مفسرین نے اُولٰٓئِكَ اَلَاغْلٰلُ فِيْ اَعْنَاقِهِمْ کا مطلب لکھا ہے کہ ان کی گردنوں میں مٹی جہالت اور باوجود اہل تفسیر کے طوق پڑے ہوئے ہیں اور اس تعصب کی وجہ سے وہ قیامت کے منکر تھے۔

يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ کا مطلب یہ ہے کہ جب حضور کفار و مشرکین کو عذاب سے ڈرانے تھے تو وہ یہ کہہ کر کہ ان پر عذاب نہیں آ رہا، الزام حضور سے کہتے تھے یہ سب آپ کی دھمکیاں ہیں اگر آپ اپنے قول میں سچے ہوتے تو وہ عذاب ہم پر ضرور آجکتا۔ وہ یہ نہیں سمجھتے تھے کہ اللہ نے ان کو ہدایت سے رکھی ہے کہ شاہد بنعلی جائیں۔ پہلی قوموں کے واقعات سے وہ عبرت حاصل نہیں کرتے تھے، وہ بھی تو ایسا ہی کہا کرتے تھے۔ آخر ایک دن عذاب خدا نے ان کو آ ہی لیا۔ باوجود ان کی غلط کاریوں کے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اگر سبعلی جائیں تو ان کے گناہ بخش دئے لیکن اگر وہ سبعلی چاہتے ہی نہیں تو اچھی طرح سمجھیں کہ پھر خدا سخت سے سخت عذاب دینے والا بھی ہے۔ ان لوگوں کی باتیں بھی عجیب ہیں۔ کہہ سکتے ہیں کہ اے محمد تم پر کوئی معجزہ ہماری مرضی کے موافق کیوں نہیں نازل ہوتا ہم جیسا کہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دکھاؤ تو تم ویسا ہی کر کے ہمیں دکھاؤ۔ اے رسول، ان کی یہ جھٹپٹا باتیں چھوڑو، یہ تو رات دن یہی کہتا رہیں گے۔ تمہارا کام تو یہ ہے کہ تم ان کو عذاب الہی سے ڈراؤ تمہارا کام ان کی خواہشوں کا پورا کرنا نہیں۔ اگر نہیں ڈرتے تو ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دو۔ ہر قوم کے لیے ایک ہادی ہماری طرف سے شہوا کرتا ہے تاکہ ہماری رحمت تمام ہو جائے کل کو کوئی یہ نہ کہے کہ ہمارے پاس کوئی بہتر حرف ہے آیا ہی نہیں۔

تفسیر درمنثور صوطی جلد ۴ صفحہ ۴۵ مطبوعہ مصر میں ابن مردودہ وغیرہ نے روایت کی ہے کہ جب آتِ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ کہتے تھے تو رسول اللہ نے اپنے ہاتھ کو اپنے سینہ پر رکھا اور فرمایا اَنَا مُنْذِرٌ لِّعَمَلِكُمْ يَوْمَ تَدْرَأُوْنَ وَاَلَا هُوَ، پھر اپنے ہاتھ سے حضرت علیؑ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اَنْتَ الْمُهَادِي يَا عَلِيُّ يَا يَهْدِي الْفُهْدُ وَاِنَّ بَعْدِي (اے علی تم ہدایت کرنے والے ہو اور میرے بعد تمہارے ہی نبی رہے

سے لوگ ہدایت پائیں گے۔ یہ روایت اور بھی کئی روایوں سے نقل کی گئی ہے۔

اگر ہر زمانہ میں ہر قوم کے لیے کوئی معصوم ہادی موجود نہ ہوتا تو روز قیامت اس قوم کو خدا سے شکایت کرنے کا حق ہو گا۔ اس لیے اہلبیت میں سے ایک امام ہر زمانہ میں موجود رہا اور اب بھی ہے۔

اللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ أُنْثَىٰ وَمَا تَغِيصُ الْأَرْحَامُ وَمَا تَزِدُّهُ وَا
كُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ ۝۸ عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيرِ
الْمُنْعَالِ ۝۹ سَوَاءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ أَسْرَ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهِ وَمَنْ هُوَ
مُسْتَخْفٍ بِاللَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ ۝۱۰ لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ
وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهَا ۝۱۱ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغَيِّرُ مَا بَقِيَ حَتَّىٰ
يُغَيِّرَ وَأَمَّا بِنَفْسِهِمْ ۝۱۲ وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ سُوءًا فَلَا مَرَدَ لَهُ ۝۱۳ وَمَا
لَهُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَالٍ ۝۱۴ هُوَ الَّذِي يُرِيكُمْ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا وَ
يُنشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۝۱۵ وَيَسْبِغُ الرِّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلِئِكَةُ مِنْ
خِيفَتِهِ ۝۱۶ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَشَاءُ وَهُمْ يُجَادِلُونَ
فِي اللَّهِ ۝۱۷ وَهُوَ شَدِيدُ الْمِحَالِ ۝۱۸

ہر ماہ جو اپنے پیٹ میں لیے ہوئے ہے اللہ اس کو جاننا ہے اور بچہ دانی کے اندر جو کچھ گھٹنا رہتا ہے اسے بھی جانتا ہے اور ہر چیز اس کے نزدیک ایک اندازہ سے ہے وہ ظاہر باطن ہر شے کا جاننے والا ہے۔ سب سے بڑا اور عالیشان ہے۔ اس کے نزدیک برابر ہے چاہے کوئی چیکے سے بات کہے یا زور سے بولے جو کوئی رات کی تاریکی میں چھپا بیٹھا ہو یا دن دھاڑے چلا جا رہا ہو اس کے نزدیک سب برابر

ہیں۔ (اومی کسی حالت میں ہو) اس کے آگے اور نیچے اس کے لیے اس کے نگہباں فرشتے مقرر ہیں کہ حکم خدا سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ جو نعمت کسی قوم کو حاصل ہو جب تک وہ خود اپنی حالت میں تغیر پیدا نہ کرے خدا ہرگز اس میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کرتا اور جب خدا کسی قوم پر برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو کوئی ٹٹلنے والا نہیں اور نہ اس کے سوا کوئی اس کا سر پرست ہے۔ وہ وہی تو ہے جو تمہیں ڈرانے اور لالچ دینے کے لیے بجلی کی چمک دکھاتا ہے اور پانی سے بھرے بوجھل بادلوں کو پیدا کرتا ہے اور گرج اور فرشتے اس کے خوف سے اس کی حمد کی تسبیح کرتے ہیں اور وہی آسمان سے بجلیوں کو بھیجتا ہے اور پھر اُسے جس پر چاہتا ہے گرا بھی دیتا ہے اور یہ لوگ خدا کے بارے میں (خواہ مخواہ) جھگڑا کرتے ہیں حالانکہ وہ بڑا سخت قوت والا ہے۔

ایک سیال مادہ پر رحم کی تاریکی کے اندر ایک بچہ بنانا اس کی قدرت کا شاہکار ہے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا جو کیا بن رہا ہے، کالا ہے یا گورا ہے، سعید ہے یا شقی ہے۔ کامل الخلق ہے یا ناقص الخلق، کس قدر قامت کا ہے اور کس وزن کا ہے اس کے نزدیک غائب حاضر سب برابر ہیں۔ وہ رات کے گھپ اندھیرے میں بیخونگی کی چال دکھاتا ہے۔ پھر ہر شخص کے ساتھ اس کے فرشتے بھی لگے ہوئے ہیں جن کی نظر انسان کی ایک ایک حرکت و سکون پر ہے، جیسا ایسے خدا سے کوئی بات چھپ سکتی ہے۔ کتنے احمق ہیں وہ لوگ جو چھپ کر گناہ کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ خدا اس کو نہیں دیکھتا۔

اگر اللہ کسی پر عذاب نازل کرنا چاہے یا کوئی بلا نازل کرے تو اس کی طاقت ہے کہ اُسے روک دے۔ انسانوں پر سب سے بڑا حاکم خدا ہے کوئی اس کے حکم کو نہیں ٹال سکتا۔ اگر وہ کسی قوم کو نعمت دیتا ہے تو خدا سے واپس نہیں لیتا۔ وہ ہندوں کی طرح بخشش کرنے والا نہیں کہ کوئی چیز بڑے کے بلا وجہ واپس لے لے بلکہ جب وہ قوم اپنی حالت خود بگاڑ لیتی ہے اور اس کی نافرمانی پر کمر بستہ ہوجاتی ہے تو اپنی نعمت کو روک لیتا ہے۔ جیسے بنی اسرائیل پر من و سلویٰ بند کر دیا۔ یا مادہ کو اٹھایا جیسے انبیاء کی آمد کو ان کے قتل کرنے کی سزا میں چھ سو سال بند رکھا جس کو زمانہ قدرت کہتے ہیں۔

بجلی کی چمک سے خود دکھاتی جس سے تم کو اس کے گر کر جلا دینے کا خوف پیدا ہوا اور لالچ بھی ہوا کہ ایک ایسا بادل جس میں بجلی کی چمک ہو ضرور برسے گا۔ جو بوجھل اور بھاری بادل ہوتے ہیں وہ ضرور برستے ہیں۔ رعد اس کی حمد کرتی ہے۔ ہر شے اس کی حمد کرتی ہے مگر اس کی تسبیح ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ ان کی ساخت اور ان کا عمل جن سے خدا کی قدرت کا اظہار ہوتا ہے ان کی حمد ہے یعنی ان کا وجود ثابت کرتا ہے کہ اس کی ذات قابل حمد ہے اور ملاحظہ کیجیے اس کی عظمت و جلالت کے خوف سے اس کی حمد کرتے ہیں۔

ان آیات کا منشا یہ ہے کہ باوجود خدا کی ایسی مخلوق دیکھنے کے جو سر تا سر ان کو فائدہ پہنچانے والی ہے پھر بھی

فرشتوں کے ذریعے سے

خدا کسی سے اپنی نعمت یاد دلا رہا ہے

لوگ اس کی خدائی کا اقرار نہیں کرتے اور کفر و شرک سے باز نہیں آتے۔

”رعد“ گرج کو کہتے ہیں جو پانی جیسے مادوں کے ٹکڑے سے پیدا ہوتی ہے۔ اور خدا کی شان دیکھو اس ملکوت سے بجلی پیدا ہوتی ہے۔ لیکن یہی پانی جب سمندر میں رہتا ہے اور پہاڑوں جیسی موجیں تلاطم برپا کرتی شور و مچائی سطح آب پر گرتی ہیں تو نہ رعد کی سی گرج پیدا ہوتی ہے نہ بجلی چمکتی ہے۔ اور جاتے ہی ایک نیا تماشہ بن جاتا ہے۔ اسی پانی کو جب ہوا اپنے نرم و نازک دامن پر لے کر ہائی ڈالائی ہے تو رعد بھی گرجنے لگتا ہے اور بجلی بھی چمکنے لگتی ہے۔ سبحانہ ما اعظم شانہ۔

لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُمْ بِشَيْءٍ
إِلَّا كِبَاسٌ مِّمَّنْ حَبَّبَ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ وَمَا دَعَا
الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ ۝۱۳ ۝ وَاللَّهُ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
طُوعًا وَكَرْهًا وَظَلَمَهُمُ بِالْعُدْوَةِ وَالْأَصَالِ ۝۱۴ ۝ قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضِ قُلِ اللَّهُ قُلْ أَفَاتُخَذُمْ مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ لَا يَمْلِكُونَ
لِأَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَلَا ضَرًّا قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَى وَالْبَصِيرُ أَمْ هَلْ
تَسْتَوِي الظُّلُمَاتُ وَالنُّورُ أَمْ جَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ خَلَقُوا كَخَلْقِهِ
فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ قُلِ اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ الْوَاحِدُ
الْقَهْمَارُ ۝۱۵

سچا پرکارنا اسی کو ہے اس کے سوا لوگ جس کو پرکارتے ہیں وہ کچھ جواب ان کو نہیں دیتے ان کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کوئی دو پھیلایا پانی میں پھیلانے والا کہے کہ میرے منہ میں پانی آجا۔ مگر وہ اس کے منہ تک پہنچے گا ہی نہیں۔ اسی طرح کافروں کی دعائیں بھی بہکی پھرتی ہیں۔ جو بھی آسمانوں اور

زمین میں بسنے ہیں غوثی یا ناغوثی اللہ کو سجدہ کرتے ہیں اسی طرح ان کے سامنے بھی صبح و شام سجدہ و ریز ہیں۔ تم پوچھو آسمانوں اور زمین کا پالنے والا (مالک) کون ہے (وہ کیا جواب دیں گے) تم کہہ دو اللہ ہے اور یہ بھی کہو کیا تم نے خدا کے سوا ایسے کار ساز بنا رکھے ہیں جو اپنی ذات کے لیے نہ نفع پر فابور کتنے ہیں نقصان پر۔ یہ بھی کہو کہ اندھے اور سیاہ کچھ کیا برابر ہوتے ہیں کیا انصیر اور روشنی برابر ہے (ہرگز نہیں) ان لوگوں نے جو خدا کے شریک بنا کھڑے کیے ہیں کیا انہوں نے بھی خدا کی ہی مخلوق بنائی ہے جس کی وجہ سے مخلوقات ان پر مشتبہ ہو گئی ہے۔ کہہ دو اے رسول ہر شے کا خالق اللہ ہی ہے اور وہی کیتا اور سب پر غالب ہے۔

لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ اے یمنی میں کہ ہر حاجت کے وقت اس کو پرکارنا چاہتے وہی ہر ایک کا علیحدہ اور مشکل کشا ہے اگر کسی اور کو ویسا یا ذریعہ بنا کر اس سے دعا کی جائے تب بھی بالواسطہ ہر حاجت کا پورا کرنے والا وہی شہ تر رہتا ہے وسیلہ خدا نہیں سمجھا جاتا بلکہ خدا تک پہنچنے کا ایک ذریعہ ہوتا ہے جو لوگ یہ نہیں مانتے وہ بائیں قیامت میں شفاعت کا کیا مقصد ہوگا۔

کافروں اور مشرکوں کو پرنا یا جارہے کہ خدا کے سوا تم جن بتوں کے سامنے بیٹھ کر دعائیں مانگتے تو تمہاری یہ دعائیں بریکار جاتی ہیں کیونکہ جن سے مانگتے ہو ان میں تمہاری کسی حاجت کے برالائے کی طاقت ہی نہیں وہ تو اپنے مشرک کی سمجھتی تاکہ نہیں اڑا سکتے بھلا وہ تمہاری کیا مدد کریں گے۔

مشرکوں سے پوچھو آخر تم نے ان بتوں میں کیا کمال دیکھا ہے کہ ان کو اپنا معبود بنا لیا۔ کیا انہوں نے کوئی چیز پیدا کی ہے جس کی وجہ سے خدا کی مخلوق اور ان کی مخلوق میں تمہیں شبہ پڑ گیا ہے جب انہوں نے کچھ پیدا کیا ہی نہیں تو پھر کس حق سے تم انہیں معبود کہتے ہو، ایسے بریکار وجودوں کو سجدہ بنانے سے تم نے کیا فائدہ سوجا، اپنے عقیدہ کی کمزوری محسوس کر کے جو کہ وہ لوگ جواب دینے سے بچتے تھے اس لیے جاہل رسول سے یہ کہا گیا ہے کہ اگر ان سے جواب نہیں بن پڑا تو تم خود انہیں بنا دو کہ آسمان و زمین کا خالق اللہ ہے۔ دنیا کی ہر مخلوق کا پیدا کرنے والا اور ان کو زوی دینے والا اللہ ہی تو ہے۔ پس جب سارے کام اللہ ہی کرتا ہے تو تم اس کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت کیوں کرتے ہو۔ تم ذرا یہ تو بناؤ جس شخص کو اللہ نے انہیں دی ہیں اور جو ذرہ ذرہ میں خدا کی قدرت کے آثار دیکھ رہا ہے وہ جھلا کہے انہیں کہ خدا کے سوا کسی اور کو اپنا معبود بنالے گا۔ اور علم و عقل کی روشنی (ہدایت رسول) ہر طرف پھیلی ہوئی دیکھنے کے باوجود جہالت کی تاریکی میں کیسے اپنے آپ کو جا ڈالے گا۔

جب تمہیں ہر طرف خدا ہی کی مخلوق نظر آتی ہے اور اس کی خلقت کا ایک ہی قانون اول سے آخر تک جلا کر رہا ہے تو پھر تم نے یہ کیسے یقین کر لیا کہ اس کے سوا کوئی اور بھی معبود ہے۔ عقل کے اندھو، اگر کوئی بھی خدا کا نزدیک ہونا تو تکلیف و تکوین کے معاملہ میں اس کا سکھنا و خدا سے ہونا اور نظام عالم میں کوئی تبدیلی کی صورت پیدا

وَجَهْرَ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً
 وَيَدْرَأُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّبِيحَةَ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۳۸﴾ جَنَّتْ
 عَدْنٌ يَدَّخُلُونَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّتِهِمْ
 وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۳۹﴾ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ
 فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۴۰﴾

(اے رسول) جو شخص یہ جانتا ہے کہ جو کچھ تم پر تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے سراسر حق ہے وہ اس شخص کے برابر کیسے ہو سکتا ہے جو بیٹا اندھا ہے (نہ دیکھتا ہے نہ سمجھتا ہے) اس سے تو کچھ سمجھ دار لوگ ہی نصیحت حاصل کر سکتے ہیں۔ جو لوگ اللہ کے عہد کو وفا کرتے ہیں اور اپنے عہد پر ایمان کو توڑتے نہیں اور جن تعلقات کو خدائے قائم رکھنے کا حکم دیا ہے انہیں قائم رکھتے ہیں اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور (قیامت کے دن) سخت حساب سے مخالفت نہیں ہیں اور خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے جو مسیبت ان پر پڑی اُسے جمیل گئے اور نمازیں پڑھیں اور جو رزق تم نے ان کو دیا ہے اُسے چھپا کر اور ظاہر بظاہر راہِ خدا میں دیا اور یہ لوگ بُرائی کو بھلائی سے دفع کرتے ہیں ان لوگوں کے لیے آخرت میں اچھا گھر ہے اور جنت عدن کے باغات ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے اور نہ صرف وہ بلکہ ان کے شوکار باپ دادا ان کی زوج اور ان کی اولاد بھی (ان کے ساتھ) جائے گی اور ہر دروازہ سے ملائکہ ان کے پاس آئیں گے اور کہیں گے سلام علیکم تم نے جو صبر کیا تھا (اس کا یہ صلہ ہے) آخرت کا گھر کیسا اچھا ہے۔

پہلی آیت میں جس شخص کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ ان سب چیزوں کو حق سمجھتا ہے جو رسول پر نازل ہوئیں اس کے متعلق ابن مردود نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ وہ علی ابن ابی طالب ہیں جنہوں نے سب سے پہلے رسول کی نبوت کی تصدیق کی اور جو احکام حضور پر نازل ہوئے ان کو حق سمجھ کر سب پر عمل کیا۔ اس آیت کے بعد جو صفات بیان کی گئی ہیں وہ مومنین کا عین ہیں اگر غور کیا جائے تو یہ اخلاق

مشارقی اور تمدنی اصلاح کے لیے بہترین طریقے ہیں۔ جس تمدن میں لوگ اپنے وعدوں کو وفا کریں گے، صلہ رحم کریں گے۔ قیامت کے حساب سے ڈر کر حرام طریقہ سے چیزیں حاصل نہ کریں گے۔ نماز پڑھیں گے اور راہِ خدا میں غریبوں اور محتاجوں کو دینتے رہیں گے۔ ہی کا بدلہ لیں گے، وہاں کوئی خلفشار نہ ہوگا ایک دوسرے سے محبت کریں گے ہمدردی کا رتاؤ کریں گے، فقر و فساد کو وہاں دخل نہ ہوگا۔ خدا و رسولؐ یہی چاہتے ہیں کہ سب لوگ نیکو کاروں کی سی زندگی بسر کریں۔

وَالَّذِينَ يَتَّقُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ
 بِهِمْ أَنْ يُقْطَعُوا وَيُقْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ
 سُوءُ الدَّارِ ﴿۳۹﴾ اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ وَفَرِحُوا
 بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مَتَاعٌ ﴿۴۰﴾

جو لوگ اللہ کے عہد پر ایمان کو پکا کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جس کو (صلہ رحم) قائم رکھنے کا خدا نے حکم دیا ہے اُسے قطع کر دیتے ہیں اور رُسے زمین پر فساد برپا کرتے ہیں تو ایسے لوگوں پر لعنت ہے اور ان کے لیے (آخرت میں) بُرا گھر ہے۔ اللہ جس کا رزق چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے اور جس کا چاہتا ہے کم کر دیتا ہے لوگ زندگی دنیا پر بہت خوش ہیں حالانکہ دنیوی زندگی آخرت کے مقابلہ میں بے قیمت چیز ہے۔

مومنین کی نصیحتیں بیان کرنے کے بعد اب کافروں کی صفات بیان کی جاتی ہیں پہلی بات یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ سے پکا وعدہ کرتے کہ ہم اس کی وحدانیت پر قائم ہیں گے اور اس کے احکام کی تعمیل کریں گے پھر لوگوں کے بہرے اور مال و دولت کے لالچ میں اپنے عہد سے پھر جاتے ہیں۔ اگرچہ یہ عہد رسالت کے لوگوں کے متعلق ہے تاہم نفاقِ امت ایسے لوگ پائے جاتے رہیں گے۔

دوسری بات یہ ہے کہ صلہ رحم بجا نہیں لاتے اور اپنے رشتہ داروں سے قطع تعلق کر لیتے ہیں اور ان کے حقوق اور انہیں کرنے اور ان سے ملنے جتنے نہیں، تو ان پر لعنت ہے اور ان کا بُرا انجام ہے۔ باہمی معاہدہ کے ترک پر لوگوں کو کس قدر رشہ زندگی ہوتی ہے سو سوائی میں انسان مزد و کھانے کے قابل نہیں رہتا۔ نہ کہ خدا سے عہد کو توڑا جائے۔ انسانوں کا معاہدہ خدا سے یہ ہے کہ وہ شیطان کی عبادت نہ کریں اَلَّذِينَ عَاهَدُوا لَكَ كُفْرًا يَا بَنِي آدَمَ إِنَّ لَكَ لَلشَّيْطَانَ (اے بنی آدم کیا میں نے تم سے یہ عہد نہیں لیا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرو) (سورہ بقرہ: ۲۰۰)

نکرنا پس جب انسان خواہش نفسانی کی پیروی کرتا ہے اور احکام الہی سے منہ موڑ لیتا ہے تو ماہر الہی کو پس پشت ڈال دیتا ہے اور اپنے کو خدا کی لعنت کا سزاوار بنا لیتا ہے۔

دوسری بات صلہ رحمہ کرنا ہے احادیث میں ہے کہ جو کوئی صلہ رحمہ کرنا ہے خدا اس کی عمر بڑھا دیتا ہے اور جو صلہ رحمہ کرنا ہے اس کی عمر کم کر دیتا ہے۔ صلہ رحمہ کرنے سے کشتہ داروں کے درمیان محبت قائم رہتی ہے اور ایک دوسرے کا عہدہ قائم رہتا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ فساد برپا نہ کیا جائے فساد کی جڑ سستی تعلق ہے جب کسی کا سستی غضب کیا جائے گا، حرام طریقہ سے روزی حاصل کی جائے گی تو ضرور معاشرہ میں فتنہ و فساد پیدا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان تینوں باتوں سے اپنے بندوں کو بچانا چاہتا ہے۔

چوتھی بات کو دنیا میں مسرت ہیں اور زندگی دنیا پر مڑے ہیں ان کو دنیا جا رہا ہے کہ یہ عیش و نشاط چند روزہ ہے ایک نہ ایک ان زندگی ختم ہونے والی ہے۔ دنیا دنیا اور اس کی بوجھ کیا۔ آخرت کی نعمتوں کے مقابل یہ سب خاک و ر خاک ہے۔

سہمہ رسالت میں شریکین مالداروں کی بڑی عزت کرنے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ خدا کے محبوب بندے یہی ہیں اگر کسی کی بیگم ہوتے تو اس قدر دولت ان کو کیوں دینا۔ قرآن کے متعلق کہتے تھے کہ اگر اسے نازل ہی ہونا تھا تو طائف کے دو مالداروں پر نازل ہوتا جو اس زمانہ کے سب سے بڑے سیٹھ سمجھے جاتے تھے۔ خدا ان کے جواب میں فرماتا ہے کہ رزق کا بڑھانا گھٹانا تو خدا کی مسلماتوں پر موقوف ہے جس کا رزق چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے جس کا چاہتا ہے گھٹا دیتا ہے۔ اگر کسی کو زیادہ دیا ہے تو کسی حق کی بنا پر نہیں دیا بلکہ اپنی کسی مسلمات سے دیا ہے۔ پس جو مالدار ہے اسے یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ خدا کا محبوب بندہ بھی ہے۔ مؤمنوں سے زیادہ خدا کا ذوق کو اس لینے دینا ہے تاکہ دنیا ہی میں ان کی نیکیوں کا بدلہ پورا ہو جائے دوسرے جتنے گناہ وہ کر سکتے ہوں جی بھڑک کر لیں پھر وہ ہیں اور میں ہوں۔ دولت کی بہتات میں وہ نیکیاں کیوں نہیں کرتے خدا پر ایمان کیوں نہیں لاتے۔ حجت تمام کرنے کے لیے ہر طرح کا آرام دیا جاتا ہے۔ اس پر بھی اپنی غلط کاریوں سے باز نہیں آتے تو پھر خدا کا عذاب ایک دن انہیں دھڑ بھڑے گا۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ ط قُلْ إِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ أُنَابَ ط الَّذِينَ آمَنُوا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ ط أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ط

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ط طُوْبِي لَهُمْ وَحَسُنَ مَا فِي كِتَابِكَ ط كَذَلِكَ أَرْسَلْنَاكَ فِي آيَاتِنَا قَدْ خَلتْ مِنْ قَبْلِهَا أُمَمٌ لَتَتْلُوْا عَلَيْهِمُ الذِّكْرَ أَوْ حِينًا إِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُونَ بِالرَّحْمَنِ قُلْ هُوَ رَبِّي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ مَتَابُ ط

جن لوگوں نے رسول کی رسالت کے ماننے سے انکار کیا کہتے ہیں کہ اس شخص پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی بیخبر نہیں آئی۔ اے رسول ان سے کہہ دو اللہ جسے چاہتا ہے گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اسے اپنی طرف آنے کا راستہ دکھا دیتا ہے۔ جنہوں نے ایمان قبول کیا اور ان کے دلوں کو خدا کی یاد سے سستی ہوتی ہے۔ یاد رکھو خدا ہی کی یاد سے دلوں کو سستی ہوتی ہے۔ جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے ان کے لیے بہشت میں طوبی اور خوشحالی اور اچھا انجام ہے۔ ہم نے تم کو اس امت میں بھیجا ہے ان سے پہلے اور بھی بہت سی امتیں گزر چکی ہیں تاکہ تم ان کے سامنے قرآن کو جو وحی کے ذریعہ سے ہم نے تم کو بھیجا ہے پڑھ کر سنا دو اور یہ لوگ کچھ تمہارے ہی نہیں بلکہ میری خدائی کے بھی منکر ہیں۔ تم کہہ دو وہ میرا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسی پر میں نے توکل کیا ہے اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

گمراہی میں چھوڑ دینے کا مقصد یہ ہے کہ جو خدا کی نافرمانی کرتا ہے اور اس کی طرف رجوع نہیں کرتا تو خدا اس کو زبردستی اپنا راستہ نہیں دکھاتا۔ وہی اسباب جن سے لوگ ہلاکت پاتے ہیں ایسے لوگوں کے لیے باعث گمراہی بن جاتے ہیں جو ان کی عقل کے فتور کے باعث ہوتا ہے۔

لوگوں کا یہ کہنا کہ رسول اپنی صداقت کی کوئی نشانی نہیں دکھاتے ان کی بہالت کی دلیل ہے۔ بہت سی نشانیاں ان کو دکھانی جا چکی ہیں مگر ان کو جو کہ ایمان لانا مقصود ہی نہیں لہذا وہ اللہ سے بنے ہوئے ہیں کوئی نشانی انہیں نظر ہی نہیں آتی۔ جو نشانی بھی انہیں دکھائی جائے گی وہ اس سے انکار کر کے کوئی اور نئی نشانی طلب کرنے لگیں گے۔

جو لوگ ایمان لائیں گے، ذکر خدا کرنے کی وجہ سے ان کے قلوب مطمئن ہو چکے ہیں وہ کسی نشانی کے طلبگار نہیں

طوبیٰ کے متعلق تفسیر صاف ہے اور مجمع البیان میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت رسول خدا نے فرمایا کہ طوبیٰ ایک درخت ہے جس کی جڑ میرے گھر میں ہے اور اس کی شاخیں جنت میں پھیلی ہوئی ہیں دوسری مرتبہ جب یہی سوال کیا گیا تو فرمایا اس کی جڑ علیؑ کے گھر میں ہے۔ اس پر کسی نے کہا پہلے تو آپ نے اور طرہ فرمایا تھا۔ حضرت رسول خدا نے فرمایا، تمہاری سمجھ کا پھیر ہے حقیقت میں میرا اور علیؑ کا گھر ایک ہی ہے۔

وَلَوْ أَنَّ قُرْآنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ أَوْ قُطِعَتْ بِهِ الْأَرْضُ أَوْ كَلِمَ بِهِ
الْمَوْتَىٰ ۚ بَلْ لِلَّهِ الْأَمْرُ جَمِيعًا ۖ أَلَمْ يَأْتِ سِ الَّذِينَ آمَنُوا أَنْ لَوْ يَشَاءُ
اللَّهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيعًا ۚ وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا أُصِيبَهُمْ بِمَا
صَنَعُوا قَارِعًا ۚ أَوْ تَحُلُّ قَرِيبًا مِّن دَارِهِمْ حَتَّىٰ يَأْتِيَ وَعْدُ اللَّهِ ۗ
إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ۝۳۱

اگر کوئی ایسا قرآن بھی نازل ہوا ہوتا جس کی وجہ سے پہاڑ اپنی جگہ سے چل کھڑے ہوتے یا زمین کی فست طے کی جاتی یا اس کی برکت سے مرنے بول اٹھتے (تو بھی یہ لوگ ایمان لانے والے نہ تھے) بلکہ (سچ تو یوں ہے) سب کاموں کا اختیار اللہ ہی کو ہے تو کیا ابھی تک اہل ایمان یہی اس لگائے بیٹھے ہیں کہ خدا چاہتا تو سب کو ہدایت کر دیتا۔ جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ان پر ان کی بد اعمالی کی سزا میں کوئی نہ کوئی معصیت پڑتی ہی ہے گی یا ان پر نہ پڑی تو ان کے گھروں کے آس پاس نازل ہوگی ضرور یہاں تک کہ خدا کا وعدہ (عذاب) پورا ہو کر ہے گا۔ خدا ہرگز خلاف وعدہ نہیں کرنا۔

وَلَوْ أَنَّ قُرْآنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ أَوْ قُطِعَتْ بِهِ الْأَرْضُ أَوْ كَلِمَ بِهِ
الْمَوْتَىٰ ۚ بَلْ لِلَّهِ الْأَمْرُ جَمِيعًا ۖ أَلَمْ يَأْتِ سِ الَّذِينَ آمَنُوا أَنْ لَوْ يَشَاءُ
اللَّهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيعًا ۚ وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا أُصِيبَهُمْ بِمَا
صَنَعُوا قَارِعًا ۚ أَوْ تَحُلُّ قَرِيبًا مِّن دَارِهِمْ حَتَّىٰ يَأْتِيَ وَعْدُ اللَّهِ ۗ
إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ۝۳۱

نہیں یہ تو صرف دفع القحح کی باتیں ہیں جب قرآن نے ہر طرح کے دلائل پیش کر دیئے اور یہ ایمان نہ لائے تو اب ان باتوں کے ہونے کے بعد یہ کیا ایمان لائیں گے۔ قرآن کے ذریعہ یہ سب کچھ دکھایا جا سکتا ہے مگر ان کے ایمان لانے کی امید نہیں۔

مؤمنوں کو یہ امید نہ کرنی چاہیے کہ سب ایمان لے آئیں اگر خدا ایسا چاہتا تو بے شک سب ایمان لے آتے مگر یہ خدا کی مصلحت کے خلاف ہے وہ کسی کو جبراً مومن بنانا نہیں چاہتا بلکہ کسی کی ہدایت کا منشا تو یہ ہے کہ سمجھ بوجھ کر ایمان لائیں۔

جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہے اور وہ رسول کو ستانے سے باز نہیں آتے ان پر کوئی نہ کوئی معصیت پڑتی ہے گی اور اگر ان پر نہ پڑی تو ان کی عجزت کے لیے ان کے آس پاس کے کافروں پر ضرور پڑے گی اور اللہ نے لے رسول تم سے جو فتح منگے گا وعدہ کیا ہے وہ ضرور پورا ہو کر ہے گا اس وقت ان کی تمام غمی ٹوکر رہی ہو جائے گی۔

وَلَقَدْ اسْتَهْزَيْتُمْ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَامْلَيْتُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ
فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۝۳۲ اَمَّنْ هُوَ قَائِمٌ عَلَىٰ كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ
وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ قُل سَمُّوهُمْ ۗ اَمْ تُنَبِّئُونَهُ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْأَرْضِ
اَمْ يَظَاهِرُونَ الْقَوْلَ ۗ بَلْ زِينٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوا عَنِ
السَّبِيلِ ۗ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۝۳۳

لے رسول تم سے پہلے ہی رسول جھٹلائے جا چکے ہیں پس تم نے کافروں کو مہلت دی پھر تم نے ان کو دھوکا دیا، پس ان پر عذاب کیسا سخت تھا۔ جو خدا ہر شخص کے اعمال کی خبر رکھتا ہے (کیا وہ ان کو چھوڑ دیکھا ہرگز نہیں)۔ ان (مشرکوں) نے خدا کے شریک بنا لیے ہیں۔ لے رسول ان سے کہو تم ان کے نام تو بتاؤ کیا تم خدا کو ایسے شریکوں کی خبر دیتے ہو جن کو وہ جانتا تک نہیں (کہ زمین میں کدھر بستے ہیں) یا اور یہی باتیں بتاتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ کافروں کو ان کی منگاریاں بجلی دکھائی گئی ہیں اور وہ راہ راستے روک دیئے گئے ہیں اور جسے خدا اگر ہی میں چھوڑے تو اس کو کوئی ہدایت کرنے والا نہیں ہو سکتا۔

دُنیا کی اقوام کا قاعدہ برہا کہ جب خدا کے رسولوں نے ان سے کہا کہ تم اس بات کا اقرار کرو کہ اس کا شاکہ بنانے والا ایک خدا ہے تو وہ مذاق اڑانے لگے کہ بھلا اتنا بڑا کارخانہ اور اس کا چلانے والا صرف ایک نبیجو یہ ہوا کہ اس سرکشی کی سزا میں ان پر سخت سے سخت عذاب آئے۔ ہر شخص جو کچھ عمل کرتا ہے وہ خدا سے کیسے چھپا رہ سکتا ہے۔ لوگوں نے اپنی بے عقلی سے خدا کے شریک بنا لیے ہیں۔ ان سے پوچھو ان کے نام کیا ہیں۔ کیا خدا نے انہیں اطلاع دی ہے کہ فلاں فلاں کو تم میرا شریک بنا کر پوجو۔ یا تم نے خدا کو بنایا ہے کہ تم نے فلاں فلاں کو تیار کر لیا ہے اور خدا کو تیار بھی نہیں کہ جنہیں تم نے شریک بنایا ہے وہ کہاں بستے ہیں۔ یا یہ صرف کھانے کمانے کی باتیں ہیں کہ تم بے سوچے سمجھے یا اعتقاد عقیدہ بنا سٹے ہو سٹے ہو اور ان شریکوں کے بیماریوں کو دوسروں سے ان کے نام پر فائدہ حاصل کرتے ہو۔ بات یہ ہے کہ ان کافروں کی مکاریوں کو شیطان نے ان کی نظریں خوشنما قرار دے دیا ہے اور اس کی وجہ سے وہ راہ راست سے ہٹا سکتے ہیں۔ خدا نے بھی اپنی توفیقات ان سے ہٹا کر گمراہی میں پڑا چھوڑ دیا ہے۔ ایسی حالت میں جبکہ خدا نے اپنی ہدایت ان سے روک لی ہے، کون ہے جو انہیں ہدایت کر سکے۔

لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَعَذَابٌ الْآخِرَةِ أَشَقُّ وَمَا لَهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَاقٍ ﴿۳۳﴾ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وَعَدَ الْمُتَّقُونَ ۖ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ أُكْلُهَا دَائِمٌ وَظِلُّهَا ۖ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِينَ اتَّقَوْا ۖ وَعُقْبَى الْكَافِرِينَ النَّارُ ﴿۳۵﴾

ان لوگوں کے لیے دُنیا کی زندگی میں بھی عذاب ہے اور آخرت کا عذاب تو بڑا ہی سخت ہے اور پھر خدا کے عذاب سے کوئی بچانے والا بھی نہیں ہوگا۔ پس جس جنت کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کی صفت یہ ہے کہ اس کے نیچے نہریں بہتی ہیں اس کے میوے سدا بہار ہیں اور اس کے سائے بھی بوقت رہنے والے ہیں۔ یہ انجام ان لوگوں کا ہے جنہوں نے پرہیزگاری اختیار کی اور کافروں کا انجام جہنم ہے

وَالَّذِينَ اتَّيْتَهُمُ الْكُتُبَ يَفْرَحُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمِنَ الْأَحْزَابِ مَنْ

يُنْكِرُ بَعْضُهُمْ قَوْلَ آيَاتِنَا إِذَا تُلَىٰ بِهَا وَقُلَّ الْقُرْآنُ يَأْتُونَكَ بِهَذَا عَدُوًّا وَبِئْسَ مَا يَكْتُمُونَ ﴿۳۴﴾ وَكَذَلِكَ أَنْزَلْنَاهُ حُكْمًا وَعَرَبِيًّا ۖ وَلَئِنْ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ۚ وَلَا وَاقٍ ﴿۳۵﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً ۖ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٍ ﴿۳۸﴾

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ ان احکام سے خوش ہوتے ہیں جو تم پر نازل کیے گئے ہیں۔ اور ان میں بعض فرقے ایسے بھی ہیں جو ان میں سے بعض کا انکار کرتے ہیں۔ تم ان سے کہ دو مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤں میں اسی کی طرف بلانا ہوں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور یوں ہم نے اس قرآن کو عربی زبان کا فرمان بنا کر نازل فرمایا ہے رسول اگر اس کے بعد بھی کہتا ہے پاس علم قرآن آچکا ہے تم نے ان کی نفسانی خواہشوں کی پیروی کی تو پھر خدا کی طرف سے نہ تھا کوئی سرپرست ہوگا نہ بچانے والا۔ ہم نے تم سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر بھیجے اور ہم نے ان کو بیسیاں بھی دیں اور اولاد بھی عطا کی اور کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ کوئی معجزہ اللہ کی اجازت کے بغیر لادکھائے۔ ہر ایک وقت کے لیے ہمارے یہاں ایک قسم کی تحریر ہوتی رہتی ہے۔

یہودیوں کا یہ اعتراض تھا کہ اگر یہ رسول سچے ہوتے تو ان کا ذکر ہماری کتاب میں ہوتا اور یہود و نصاریٰ ان کی دعوت مسلم کو قبول کر لیتے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ سب یہودی یکساں نہیں جیسے عبد اللہ بن سلام اور ان کے چند ساتھی احکام قرآن پر ایمان لے آئے ہیں۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے ایمان لانے سے انکار کیا ہے۔ لے رسول تم ان سے کہو کہ تمہارے انکار سے ہونا کیا ہے، میری رسالت کو تمہارے انکار سے کیا نقصان پہنچتا ہے۔ جو میرا فرض ہے میں تو اسے پورا کروں گا۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی عبادت کروں اور اس کا شریک

کسی کو نہ بناؤں اور اس ذات وحدہ لا شریک کی طرف لوگوں کو بلاؤں تو یہ کام تو میں کرنا نہیں گا۔ ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ آپ نے بہت سی بیبیاں کر لی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ میں بہت اور شہوت پرستی کی طرف مائل ہیں۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ رسول سے پہلے اور بھی رسول جیسے گئے تھے۔ ان کی بیبیاں بھی تھیں اور سچے بھی۔ اپنی توریت میں تم نے خود ہی لکھ مارا ہے کہ حضرت داؤد کی سو بیبیاں تھیں اور حضرت سلیمان کی تین سو۔ پس جیسا تمی کثرت کے ساتھ نبوت میں کوئی فرق نہ پڑا تو رسول خدا کی چند بیبیوں کے ساتھ کیا فرق پڑے گا۔ مطلب یہ ہے کہ کسی رسول یا نبی کی نبی ہوں یا اولاد سے نبوت میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی۔ اولاد یا نبی کا تعلق اپنی جگہ سے اور تبلیغ اپنی جگہ سے۔ باوجود چند نبی جیسا کہ نبوت ہونے کے آنحضرت کی تبلیغ میں کیا فرق پڑا۔ اگر فرق پڑتا تو خدا کو کتنا اور ان کو کتنا وازواج کی اجازت ہی نہ دیتا۔

نصاری اور یہودی بار بار حضرت کی خدمت میں آکر کہتے تھے کہ آپ ایسے مکمل ہوئے معجزات کیوں نہیں دکھاتے جیسے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ نے دکھائے۔ آپ بھی کسی پہاڑ سے اسی طرح پانی نکال کر دکھائیں جیسے موسیٰ نے عصا مار کر نکالا تھا۔ آپ بھی حضرت عیسیٰ کی طرح مڑوں کو جلا کر اور کوزھیبوں کو اچھا کر کے دکھائیں اس کے جواب میں خدا نے فرمایا کہ معجزہ دکھانا بغیر اذن خدا کسی نبی کے اختیار میں نہیں۔ جب خدا کا حکم ہوتا ہے تب کوئی نبی معجزہ دکھاتا ہے۔ یہ کوئی جتان سنی کا نشانہ نہیں یا شہدہ باز کا کھیل نہیں کہ جس نے کہا دکھاؤ تو دکھانے لگے۔ اگر نبی کے اختیار میں ہو اور ہر کسی کی خواہش پر دکھانے لگے تو پھر اسی کام کا ہوجائے۔ آئے دن لوگ کسی معجزہ کے دکھانے کی خواہش کرتے رہیں۔ جو لوگ ایمان نہ لانے والے تھے وہ موسیٰ اور عیسیٰ پر یک ایمان لائے۔ کسی نے جادو کہہ کر ایمان لانے سے انکار کر دیا کسی نے نظر بندی بنا کر جھٹکا مارا مانا کیا۔ قرآن حکلاً جو معجزہ ہے جب لوگ اس پر ایمان نہیں لائے تو وہ کسی اور معجزہ پر کیا ایمان لائیں گے۔ البتہ جہل نے شیخ القرآن کا معجزہ دکھانے کی خواہش کی حضرت نے جب دکھایا تو یہ کہہ کر بھاگ کھڑا ہوا کہ محبت کا جادو صرف زمین پر ہی نہیں چلتا بلکہ آسمان پر بھی اپنا اثر دکھاتا ہے۔ (استغفر اللہ)

يَمْحُوا اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثَبِّتُ ۖ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ ۖ وَإِنْ مَا
زُرِينَا بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ تَوَفَّيْنَاكَ فَأِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ
وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ۚ أُولَٰئِكَ يَرَوْنَ أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ
أَطْرَافِهَا ۗ وَاللَّهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ ۗ وَهُوَ سَرِيعُ

الْحِسَابِ ۙ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلَّهِ الْمَكْرُ جَمِيعًا يَعْلَمُ
مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ۗ وَسَيَعْلَمُ الْكُفْرُ لِمَنْ عُقِبِيَ الدَّارِ ۖ وَيَقُولُ
الَّذِينَ كَفَرُوا لَسَتْ مُرْسَلَةٌ ۖ قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ
وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ ۙ

خدا جس کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے اور اس کے پاس اصل کتاب (لوح محفوظ) ہے۔ لے رسول مذاب کے جو وعدے ہم ان کفار سے کرتے ہیں چاہے تمہارے سامنے پورے کر دکھائیں چاہے تمہیں اس سے پہلے اٹھالیں۔ تم پر تو صرف احکام کا پہنچا دینا فرض ہے اور حساب لینا ہمارا کام ہے۔ کیا انہوں نے یہ بات نہ دیکھی کہ ہم زمین کو (فتوحات اسلام سے) اس کو تم اطراف کو گھٹاتے چلے آتے ہیں (کفار کے لیے)۔ اور خدا جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے اس کے حکم کو کوئی ٹالنے والا نہیں وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ جو لوگ (ان کفار کے) سے پہلے ہو گئے ہیں ان لوگوں نے بھی پیغمبروں کی مخالفت میں بڑی بڑی تدبیریں کیں (لیکن کر کچھ نہ سکے) کیونکہ سب تدبیریں تو خدا ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ جو شخص جو کچھ کرتا ہے اسے وہ خوب جانتا ہے اور کافروں کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ آخرت کی خرابی کس کے لیے ہے۔ لے رسول کافر لوگ کہتے ہیں کہ تم پیغمبر نہیں ہو تم ان سے کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان (میری رسالت کی) گواہی کے لیے خدا کافی ہے اور وہ شخص جس کے پاس آسمانی کتاب کا علم ہے۔

احکام الہیہ کا تعلق دو لوگوں سے ہے۔ ایک کو لوح محفوظ انبات کہتے ہیں دوسری کو لوح محفوظ۔ لوح محفوظات میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے لیکن لوح محفوظ جس کا علم صرف اللہ ہی کو ہے اس میں کمی بیشی نہیں ہوتی لوح محفوظ انبات کا علم ہمارے اور انبیاء کو ہوتا ہے۔ مثلاً ایک کھانسی سنا لوح محفوظات میں لکھی جاتی ہے لیکن اگر وہ توڑ کر لیا ہے یا کوئی عمل خیر کرتا ہے تو اس کی سزا مٹا دی جاتی ہے یا کم کر دی جاتی ہے۔ یا مثلاً ایک شخص ملزم کو تپا ہے اس کی عمر بڑھادی جاتی ہے اور ایک شخص قطع رحم کرتا ہے اس کی عمر کم کر دی جاتی ہے۔ یہ دونوں صورتیں لوح محفوظ میں ثبت ہوتی ہیں وہیں سے من شیئوں اور انبیاء کے لیے لوح محفوظ انبات میں آتی ہیں۔

کافی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ علم دو قسم کے ہیں ایک علم تجزؤن جو صرف اللہ کے پاس ہے اس نے مخلوق میں سے کسی کو اس پر مطلع نہیں کیا دو سرا وہ علم ہے جو ماسخ و انبیاء کو تعلیم کیا ہے جو علم اس کے پاس ہے اس میں جس امر کو چاہے وہ منقذ کرے یا مخر با محو کرے یا ثابت رکھے۔ ہماری شریعت میں اس کو بداء کہتے ہیں۔ یہودیوں کا یہ کہنا غلط ہے کہ وہ جو کچھ کرنا چاہتا تھا کر چکا۔ اس سے تو اس کی مجبوری لازم آتی ہے۔ بلکہ وہ مختار کل ہے جس امر کو جس طرح چاہے کر سکتا ہے۔

دوسری آیت میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ ہم نے مسلمانوں سے فتوحات کے جو وعدے کیے ہیں وہ ہم ضرور پورا کریں گے چاہے رسول کی زندگی میں پورا کریں یا ان کے مرنے کے بعد۔ کفار کے قبضہ میں جو زمینیں ہیں ہم ان پر برابر مسلمانوں کو قابض بنا رہے ہیں۔ کفار جو تدریریں اسلام کی تباہی کے لیے کر رہے ہیں وہ ان کو فائدہ نہیں پہنچا سکتیں اللہ کی تدریریں ان سب پر غالب رہیں گی۔

ایک بار چند یہودی عالم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے، یہ بتائیے کہ آپ کی رسالت کا گواہ کون ہے۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ ایک گواہ تو اللہ ہے جس نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے اور دوسرا وہ ہے جس کے پاس پوری کتاب (قرآن) کا علم ہے۔ مفسرین کا اس میں اختلاف ہے مفسرین اہلسنت نے کہا ہے کہ یہ آیت عبد اللہ بن سلام یہودی کے متعلق ہے جو یہودی سے مسلمان ہوا تھا اور تورات کا عالم تھا۔ لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ یہ آیت نکتی ہے اور عبد اللہ مدینہ میں ایمان لایا تھا۔ اس کے ایمان لانے سے پہلے یہودیوں کے مقابلہ میں اس کو کیسے پیش کیا جاسکتا ہے۔

ہم شیعوں کا یہ عقیدہ ہے کہ من عندہ علم الکتاب سے مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ وہ نزول قرآن کے وقت سے لے کر ہر وقت دم آخر تک آنحضرت کے ساتھ رہے اور حضور نے ان کو علم قرآن کی تعلیم اس طرح دی جیسے طائر اپنے بچے کو بھرا آتا ہے۔ اہل سولہ میں سے کسی کو یہ جرات نہیں ہوتی کہ بربر بن کر کہے سلونی قبل ان نقتلونی۔ جب تک علم قرآن پورا سینہ میں نہ ہو کوئی ایسا دعویٰ نہیں کر سکتا کیونکہ قرآن ہی کا یہ دعویٰ ہے کہ میرے اندر ہر شے کا بیان ہے بس اس کا جاننے والا ہی یہ کہہ سکتا ہے کہ جو چاہو مجھ سے پوچھ لو۔

فعلی نے عبد اللہ بن عطل سے روایت کی ہے کہ عبد اللہ بن سلام کہتے تھے کہ من عندہ علم الکتاب سے مراد علیؑ ہے بنی طالب ہیں اور اس وجہ سے آپ اکثر فرمایا کرتے تھے سلونی قبل ان نقتلونی یعنی جن لوگوں کا خیال ہے کہ عبد اللہ بن سلام مراد ہے وہ غلطی پر ہیں کیونکہ سعید بن جبیر سے جب کہا گیا کہ من عندہ علم الکتاب سے مراد عبد اللہ بن سلام ہیں تو انہوں نے کہا، یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ یہ سورہ نمک میں نازل ہوا اور عبد اللہ مدینہ میں سلام لائے۔ ان مندرجہ ذیل غشیی سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن سلام کی شان میں تو کوئی آیت نازل ہوئی ہی نہیں۔ (تفسیر در مشنور جلد ۱)۔

سُورَةُ اِبْرٰهِيْمَ مَكِّيَّةٌ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلرَّحْفَ كَتَبَ اَنْزَلْنٰهُ لِيَاكُ لِيُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّورِ
بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلَى صِرَاطٍ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝۱ اللّٰهُ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِى
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ۗ وَوَيْلٌ لِّلْكَافِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ۝۲
الَّذِيْنَ يَسْتَحْبِبُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنِ سَبِيْلِ
اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عَوْجًا ۗ اُولٰٓئِكَ فِى ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ۝۳

الف لام را۔ ہم نے یہ کتاب تم پر اس لیے نازل کی ہے تاکہ تم لوگوں کو تاریکی سے نکال کر نور کی طرف لاؤ (یعنی) باذن خدا ان کے اس رنگ راستہ کی طرف جو غالب اور لائق حمد ہے۔ اللہ وہ ہے کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے کافروں کے لیے جو عذاب سخت مہیا کیا گیا ہے افسوس ناک ہے یہ وہ لوگ ہیں جو آخرت سے زیادہ زندگانی دُنیا کو محبوب رکھتے ہیں اور لوگوں کو خدا کے راستہ پر چلنے سے روکتے ہیں اور اس میں کجی پیدا کرنا چاہتے ہیں یہ لوگ پر لے درجہ کی گمراہی میں ہیں۔

اس سورہ میں ہے کہ قرآن خدا کی کتاب ہے۔ کفار کی شناخت۔ ہر نبی اپنی قوم کی زبان میں ہدایت کرتا ہے۔ بنی اسرائیل کا حال، شکر نعمت اور کفران سے عذاب کی زیادتی۔ خدا مغفرت کی طرف بلاتا ہے۔ ایمانداروں کو خدا ہی پر جوہر کرنا چاہیے۔ کفار کے اعمال ایسے ہیں جیسے آندھی میں راکھ۔ کلمہ طیبہ اور کلمہ خبیثہ کی مثال۔ خدا کی نعمتوں کا شمار نہیں ہو سکتا۔ حضرت ابراہیمؑ کی دعا۔ مکہ میں حضرت اسماعیلؑ کی سکونت۔ مکہ کی آبادی۔ قیامت کا ذکر۔

تاریکی سے نکال کر نور کی طرف لانے کا مطلب یہ ہے کہ جہالت سے نکال کر علم کی روشنی میں لانا یا یہ کہ تاریکی کو نکال کر ایمان کی روشنی میں لانا۔ یا اِذْنِ رَبِّهِمْ کا مطلب یہ ہے کہ نبی کا کام صرف راہ ہدایت

دکھانے الیصال الی المطلوب نہیں۔ یعنی جب تک توفیق الہی شامل حال نہ ہو کوئی نبی اس کو ایمان کے راستے پر نہیں لگا سکتا اور توفیق کی سعادت اسی کو حاصل ہوگی جو برضا و رغبت اس کو حاصل کرنا چاہے گا۔ دنیا میں اکثر لوگ ایسے ہی پلٹے جاتے ہیں جو دنیا کے عیش میں ایسے مست پڑے ہیں کہ آخرت کا خوف بالکل دل سے نکال دیا ہے۔ ان کے نزدیک آخرت کوئی چیز ہی نہیں۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا بَلَّغْنَا قَوْمَهُ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ فَيُضِلَّ اللَّهُ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۷۰﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا أَنْ أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَذَكَرَهُمْ بِآيَةِ اللَّهِ أَنْ فِي ذَلِكَ لآيَاتٍ لِكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ﴿۷۱﴾ وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ أَنْجَاكُمْ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ وَيَدَّبْحُونَ آبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَعْبِقُونَ نِسَاءَكُمْ وَفِي ذَلِكُمْ بَلَاءٌ مِّنْ رَبِّكُمْ عَظِيمٍ ﴿۷۲﴾

ہم نے جس رسول کو بھیجا ہے اس کی قوم کی زبان جاننے والا بھیجا ہے تاکہ وہ ان پر احکام الہی واضح کرے پس اللہ جسے چاہتا ہے گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور وہ غالب و حکمت والا ہے۔ ہم نے موسیٰ کو اپنی آیات (معجزات) سے کو بھیجا کہ تم اپنی قوم کو کفر کی تاریکی سے نکال کر ایمان کی روشنی میں لے آؤ اور انہیں خدا کے وہ دن یاد دلاؤ (جن میں خدا کی بڑی قدرتیں ظاہر ہوئیں)۔ اس میں شک نہیں کہ اس میں تمام عبرت و شکر کرنے والوں کے لیے خدا کی بڑی نشانیاں ہیں۔ وہ وقت یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا خدا نے جو احسانات تم پر کیے ہیں ان کو یاد کرو جب تمہاری فرعون والوں کے ظلم سے نجات دی تھی وہ تم کو بڑے بڑے دکھ سے کرتا تھے تھے تمہارے لڑکوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری لڑکیوں کو (اپنی خدمت کے لیے) زندہ رہنے دیتے تھے۔

۱۳۰

اس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے صبر کی بڑی سخت آزمائش تھی۔ جس قوم پر جو نبی بھیجا گیا وہ اسی قوم کا ہونا تھا اور اس قوم ہی کی زبان میں ان کو جیسا انکھارنا اور ان کی مادری زبان کے علاوہ اگر کسی اور زبان میں جیسا ان کو یہ عذر پیش کرنے کو جب تمہاری بات ہی ہماری جہاد میں نہیں آتی تو ہم تمہارا کہنا کیسے قبول کریں جو کتاب نازل ہوتی تھی ضرورت کے پیش نظر وہ بھی اسی قوم کی زبان میں آتی تھی تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو۔

اللہ جسے چاہتا ہے گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ جب لوگ اپنی ہمت اور ضد پر جسے رہتے ہیں اور انبیاء و مرسلین کی بات پر کان نہیں دھرتے تو خدا ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دیتا ہے وہ جبراً ہی کو خدا پرست بنانا نہیں چاہتا۔ یہ نیز جگر کا غلط ہے کہ خدا جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے۔ اگر خدا خود ہی گمراہ کرے تو پھر آدمیوں کا بھیجنا مقبول اور کتابوں کا نازل کرنا بیکار اور مشرکوں اور منافقوں کو سزا دینا ظلم ہی ظلم ہوگا۔ ہدایت کی توفیق ہی وہ اپنی مسرت کے پیش نظر دیتا ہے ایسا نہیں کہ اللہ خدا دھندلے جا یا صاحبِ غمان بنا دیا۔ وہ دیکھتا ہے کہ میلان طبع کی کیا عورت ہے۔ اگر ہدایت قبول کرنے کا جذبہ اس کے اندر موجود ہوتا ہے تو نہ وہ اس کی مدد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے معجزات سے کہ حضرت موسیٰ کو فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھیجا تاکہ کفر و شرک کی تاریکی میں جو زندگی گزار رہے تھے ان کو وہاں سے نکال کر ایمان کی روشنی میں لے آسے اور جو زمانے ان پر گزرے ہیں ان کو یاد دلائے جناب موسیٰ نے اس ظلم کو یاد دلا یا جو فرعون کے ہاتھوں ان کی قوم پر ہوا تھا اور آہستہ آہستہ ان کے لڑکے ذبح کیے جا رہے تھے اور لڑکیاں زندہ رکھی جاتی تھیں تاکہ ان سے قبلی قوم مختلف قسم کی خدمت لے لے۔ یہ قوم موسیٰ پر سخت عذاب تھا جس سے خدا نے ان کو بچا لیا۔ یہ استعجاب و حقیقت ان کی نافرمانیوں کی سزا تھی۔

وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ﴿۷۳﴾ وَقَالَ مُوسَىٰ إِنَّ تَكْفُرُوا أَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا لَا فَإِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ ﴿۷۴﴾ أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبُوءُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَالَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا اللَّهُ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَرَدُّوا أَيْدِيَهُمْ فِي أَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوا إِنَّا كَفَرْنَا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ وَإِنَّا لَفِي شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُونَنَا

(۱۳) عذاب اللہ تعالیٰ

الْبَيْتِ مُرِيْبٍ ①

جب تمہارے پروردگار نے تمہیں بنا دیا کہ اگر میرا شکر کرو گے تو میں تم پر نعمت کی زیادتی کروں گا اور اگر کفران نعمت کرو گے تو میرا عذاب سخت ہے۔ موسیٰ نے کہا اگر تم اور وہ سب جوڑے زمین پر بستے ہیں کفر اختیار کر لیں تو اللہ ان سب بے نیاز ہے اور سزاوار حمد ہے۔ کیا تم تک ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جو تم سے پہلے ہو چکے ہیں۔ قوم نوح۔ عاد و ثمود اور جو ان کے بعد ہوئے (کیونکہ خبر ہوتی) ان کو تو خدا کے سوا کوئی جاننا ہی نہیں۔ ان کے پاس ان کے وقت کے پیغمبر معجزے لے کر آئے اور سمجھانے لگے تو ان لوگوں نے پیغمبروں کے ہاتھوں کو ان کے منہ پر لٹا مارا اور کہنے لگے کہ جو حکم تم خدا کی طرف لے کر آئے ہو ہم اس کو نہیں مانتے اور جس دین کی طرف تم ہم کو بلاتے ہو ہم اس کے متعلق گہرے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔

شکر سے مراد ہے کہ جو نعمتیں ہم نے تم کو دی ہیں اگر ان کا صحیح استعمال کرو گے اور ہماری فرمانبرداری اختیار کرو گے تو ہم ان میں اضافہ کریں گے اور کفران نعمت کی صورت میں ان کو روک دیں گے۔ خدا کو تمہاری پڑاؤ کیا ہے اگر تم اور زمین کے سانسے باشندے بھی کفران نعمت کرنے پر آمرا آئیں تو آتر آئیں خدا کو کیا پرواہ، اُس کی ذات بے نیاز ہے۔ تمہاری شکرگزاری کی اُسے ذرہ برابر احتیاج نہیں تمہاری فائدہ ہے کیا تمہیں ان لوگوں کا حال معلوم نہیں جنہوں نے کفران نعمت کیا اور ہماری نافرمانی پر کفران نعمت کیا تو ان کا کیا حشر ہوا کیسے سخت عذاب میں مبتلا ہوئے۔ قوم نوح، قوم عاد و ثمود کے حالات پر نظر ڈالو، ان کے قصے پڑھو۔ قرآن میں ہم نے ان کے حالات بیان کر دیئے ہیں ان سے سبق حاصل کرو۔

ہم نے ان کی ہدایت کے لیے رسولوں کو بھیجا۔ ان کی صداقت کے لیے ان کو معجزات دیئے۔ مگر انہوں نے ان کی بات کان لگا کر نہ سنی اور ان کی ہدایت کے حصول سے انکار کر دیا۔ پھر اس کا نتیجہ کیا ہوا مختلف قسم کے عذابوں میں مبتلا ہوئے۔ دنیا میں ان کا نام و نشان تک نہ رہا۔ اگر تم ان کے واقعات سے سبق حاصل نہ کرو تو تم سے زیادہ بے خوف کون ہے تو اپنی نافرمانی سے ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے جو صیدت آئے گی تم پر ہی آئے گی۔ خدا نے کفار و مشرکین کے سمجھانے میں کوئی دست بند نہ اٹھا نہیں رکھا۔ مگر وہ ایسے چمکے مٹھے بنے کہ کسی بات کا کوئی اثر ہی نہ لیا۔ اس کی کئی وجہیں تھیں:

- ۱- وہ اپنے آباؤ اجداد کے دین کو ترک کرنے میں اپنی بے عزتی سمجھتے تھے۔
- ۲- رسولوں کو وہ اپنے ہی جیسا آدمی سمجھتے تھے۔ لہذا اپنے اوپر ان کی فوقیت تسلیم کرنے پر تیار نہ تھے۔

- ۳- وہ ان کو اپنے دعویٰ نبوت میں جھوٹا سمجھتے تھے۔
- ۴- عذاب سے ڈرانے کو وہ صرف دھمکی سمجھتے تھے۔
- ۵- گوشہ نشین قوموں کے عذاب کے قصے بھی جھوٹے جانتے تھے۔

قَالَتْ رَسُولُهُمْ اِنِّي لَشَاكٍ فَاطِرِ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ يَدْعُوكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ
 مِنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُوخِّرَكُمْ اِلَىٰ اَجَلٍ مُّسَمًّى قَالُوْا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا
 تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاؤُنَا فَانْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ① قَالَتْ
 لَهُمْ رَسُوْلُهُمْ اِنْ تَخٰنُ الْاَبَشَرَ مِثْلَكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَاءُ مِنْ
 عِبَادِهٖ وَمَا كَانَ لَنَا اَنْ نَّاتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَعَلَىٰ اللّٰهِ
 فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ② وَمَا لَنَا اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَىٰ اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰنَا سُبُلَنَا
 وَلَنْصَبِرَنَّ عَلَىٰ مَا اٰذَيْتُمُوْنَا وَعَلَىٰ اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ③

رسولوں نے ان سے کہا کیا تم اُس اللہ کے بارے میں شک کرتے ہو جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے وہ تم کو بلاتا ہے تاکہ تمہارے گناہوں کو معاف کرے اور ایک وقت مقرر تک تم کو دنیا میں (پہنچانے) دے۔ انہوں نے جواب میں کہا تم تو ہم ہی جیسے آدمی ہو تم پر چاہتے ہو کہ جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں اُس سے ہمیں روک دو۔ کوئی سرسبز معجزہ ہمیں دکھاؤ۔ رسولوں نے ان سے کہا، یہ سزا ہے کہ تم ہم ہی جیسے بشر ہو لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان کرتا ہے۔ ہم بے اذن خدا (تمہاری خواہش کے مطابق) کوئی معجزہ نہیں دکھا سکتے اور ایمان والے نوح و ابراہیم پر بھروسہ کرتے ہیں ہم اس پر کیوں نہ بھروسہ کریں جبکہ اس نے ہدایت راستے ہم پر کھول دیئے ہیں۔ تم جو

اذیت تم کو دیکھ گم ضرور اس پر پھیر کریں گے اور توکل کرنے والے اللہ ہی پر توکل کرتے ہیں۔

مسلین جب اپنی قوم کو ہدایت کرنے کے لئے نکلے پیلے وہ یہی کہتے تھے کہ جب تم مجھے آدمی ہو تو تم تمہارا یہ دعویٰ نبوت کیوں تسلیم کر لیں کہ خدا کے فرستادہ ہو۔ ہمارے نزدیک تو تم جھوٹ بولتے ہو اور ہم پر فوقیت بتانے کے لیے ایسا کہہ رہے ہو اگر سچے ہو تو ظاہر ظاہر کونسی معجزہ دکھاؤ۔ رسول کہتے تھے کہ یہ صحیح ہے کہ تم جیسے بشر ہیں مگر ہم پر اللہ نے یراحسان کہا ہے کہ اپنی بنا کر تمہاری ہدایت کے لیے بھیجا ہے۔ ہمارا اس میں کیا بس ہے وہ جسے چاہتا ہے پیمانہ ہر معجزہ کر لیتا ہے۔ رہا معجزہ دکھانا تو یہ کوئی کھیل ناماشر تو نہیں کہ جب تم کہو ہم دکھا دیں۔ یہ تو اللہ کے اختیار میں ہے جب اس کی مسامت ہوگی ہمارے ذریعے سے دکھائے گا۔ لوگوں میں کمزوری رہتی کہ وہ انبیاء مسلین کی ظاہری صورت پر نظر کر کے اپنے جیسا آدمی سمجھتے تھے۔ ان کے ان باطنی کمالات پر اتنی نظر نہ تھی جو خدا نے اپنے فضل سے ان کو عطا رکھے تھے۔ وہ انبیاء کو کبھی توبہ لالچ دیتے تھے کہ اگر تم ہمارے گروہ میں شامل رہو گے تو تم تمہارا بے دولت ہتیا کر دیں گے۔ کبھی دھمکیاں دیتے تھے کہ اگر تم نے ہماری بات نہ مانی تو تم تم کو جستی سے نکال دیں گے تمہارا ایشیاٹ کر دیں گے ان کے جواب میں وہ کہتے تھے اور بار بار کہتے تھے کہ میں تمہاری کوئی پروا نہیں، ہمارا بھروسہ خدا پر ہے اور اسی پر ہر مومنوں کو بھروسہ کرنا چاہیے۔ بار بار اللہ پر توکل کا ذکر کر کے نبی فرج کو یہ ہدایت کی ہے کہ صرف اللہ پر بھروسہ کریں۔ دنیا کے سب بھروسے کمزور ہیں۔ مگر دیکھا جا رہا ہے کہ ہر زمانہ میں لوگ اللہ سے زیادہ لوگوں پر بھروسہ کرتے ہیں اور پھر اس کے جو خراب نتائج نکلتے ہیں انہیں دیکھتے ہیں۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ أَرْضِنَا أَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِي مِلَّتِنَا ؕ
فَأَوْعَىٰ إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظَّالِمِينَ ۝۱۴ وَلَنُسَكِّنَنَّكُمْ الْأَرْضَ مِّنْ بَعْدِهِمْ ؕ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي وَخَافَ وَعِيدِ ۝۱۵
وَاسْتَفْتَحُوا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ۝۱۶ مِّنْ وَّرَائِهِ جَهَنَّمُ وَيُسْقَىٰ مِنْ مَّاءٍ صَدِيدٍ ۝۱۷

کافر لوگوں نے اپنے رسولوں کو جواب دیا تم تمہیں اپنی بستی سے نکال دیں گے کہ تم ہمارے مذہب کی طرف پلٹ آؤ۔ ان (انبیاء) کے رہنے ان کو وحی کی (گھبراؤ نہیں) ہم ظالموں کو ضرور ہلاک کر دیں گے اور ان کے بعد ضرور تمہیں ان کی جگہ سٹیوں میں بسائیں گے یہ وعدہ مضمّن اس کے لیے ہے جو ہماری بارگاہ میں اعمال کی جو اہد ہی کے لیے ڈرے اور میرے مذاہب سے خوف کھائے۔ اور پیغمبروں نے ہم سے

اپنی فتح کی دُعا مانگی (آخر وہ پوری ہوئی) اور ہر سرکش عداوت رکھنے والا ہلاک ہوا (یہ تو دنیا کی سزا تھی) اس کے بعد جہنم ہے جہاں ان کو پیپ بھرا پانی دیا جائے گا۔

أَوَلَتَعُوْدُنَّ فِي مِلَّتِنَا (ہمارے مذہب کی طرف لوٹ آؤ) سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام ملکہا نبوت سے پہلے کافروں میں شامل تھے۔ ایسا بھی نہیں ہوا کہ کوئی نبی ان واحد کے لیے نبی ہمانت کفر راہ ہو۔ لوگوں پر یہ دھوکا اس لیے ہوا کہ وہ قبل نبوت اپنی خاموش زندگی بسر کرتے تھے اور جو کچھ وہ کرتے تھے اس پر اعتراض نہیں کرتے تھے۔ اس سے ان کی قوم سمجھتی تھی کہ یہ ہمارے مذہب کو ماننے والے ہیں۔

مردی سے کہ ولید بن عبد الملک کو جب سلطنت ملی تو اُس نے قرآن سے تفائل کیا ہدایت لکھی حَسَابُ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ۔ اُسے غصہ آ گیا اور قرآن کو بارہ بارہ کر کے کہنے لگا، جا روز قیامت خدا کے سامنے کہہ دینا کہ مجھے ولید نے چھڑا ڈالا ہے اور دو شعر بھی کہے جو ہم نے مستدر میں لکھے ہیں۔ تین دن نگرے تھے کہ لوگوں نے اُسے مار دیا۔

يَتَجَرَّعُهُ وَلَا يَكَادُ يُبِغُهُ وَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنْ وَّرَائِهِ عَذَابٌ غَلِيظٌ ۝۱۷
مِثْلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ أَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيحُ فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ لَا يَقْدِرُونَ مِمَّا كَسَبُوا عَلَىٰ شَيْءٍ ؕ ذَٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبُعِيدُ ۝۱۸
الَّذِينَ كَفَرُوا وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ ۝۱۹
وَمَا ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ ۝۲۰

(اور جہنم سے کوا ایسا پیپ بھرا پانی دیا جائے گا) جسے وہ بمشکل حلق سے اتارنے کی کوشش کرے گا لیکن نہ اتار سکے گا موت ہر طرف سے اُس پر چھائی ہے گی حالانکہ وہ ملے زمرے کا اور پھر اس کے پیچھے سخت عذاب ہو گا جو لوگ اپنے بے منکر ہیں اُن کے اعمال کی مثال اُن کی ہی ہے جسے ایک طوفانی دن

میں ہوا کا ایک زور کا جھونکا اڑا لے گیا ہو جو کچھ انہوں نے (دُنیا میں) کیا ہو گا اس میں سے کچھ بھی ان کے کام نہ آئے گا۔ یہی تو پرلے درجہ کی گمراہی ہے۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان و زمین ضرور مصلحت سے پیدا کیے ہیں اگر وہ چاہے تو تم سب کو مٹا کر ایک نئی مخلوق لایا سائے اور یہ اللہ کے لیے کوئی دشوار بات نہیں ہے۔

خدا کی بناہ جہنم کا عذاب ایسا سخت ہو گا کہ اس کے تصور سے ہی روح کا شپ اٹھتی ہے۔ ایک جسم ہو گا اور اس پر طرح طرح کے عذاب پھر یہ بھی نہ ہو گا کہ مر کر اس عذاب سے چھٹکارا مل جائے۔ یہ بھی نہیں کہ کچھ مدت بعد چھٹکارا مل جائے۔ عذاب ہو گا اور دائمی جہاں پہنچے یا کہ ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ استغفر اللہ۔ جو لوگ خدا کے منکر ہیں اس دُنیا میں جو کچھ وہ کر رہے ہیں اور ان کو نیکیاں سمجھ رہے ہیں۔ بڑی بڑی عمارتیں بنا کر فخر کر رہے ہیں، قومی اداروں میں کثیر قسم صرف کر رہے ہیں، رفاہ عمارتیں دولت لگا رہے ہیں ان کو سمجھ لینا چاہیے کہ ان کو کوئی اجر آخرت میں نہیں ملے گا یہ سب رکھ رکھاؤ اور ریت کا تودہ ہے جسے تیز ہوا اڑا کر لے جاتی ہے۔ جب وہ خدا کو مانتے ہی نہیں تو آخر یہ کام کس کی خوشنودی کے لیے کر رہے ہیں۔ ان کی نظر نہ آسمانوں پر جاتی ہے نہ زمین پر کہ بنانے والے نے کیسی حکمت اللہ سے ان چیزوں کو بنایا ہے یہ کارخانہ بغیر کسی بنانے والے کے تو نہیں بن گیا جس کے قبضہ قدرت میں سب کچھ ہے کیا وہ یہ نہیں کر سکتا کہ اپنے نام نہاں بندوں کو ہلاک کر کے ان کی بے دوسڑوں کو لایا سائے۔

وَبَرَزُوا لِلَّهِ جَمِيعًا فَقَالَ الضُّعْفُؤُا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا
فَهَلْ اَنْتُمْ مُّعْتَدُونَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ عَا قَالُوْا لَوْ هَدٰنَا اللّٰهُ
لَهَدٰىنَاكُمْ سِوَاۤءِ عَلَيْنَا اَجْزَعْنَا اَمْ صَبْرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيصٍ ۝۱۱

(اور قیامت کے دن) سب لوگ خدا کے سامنے نیکل کھڑے ہوں گے تو جو لوگ دُنیا میں کمزور تھے بڑے لوگوں سے کہیں گے ہم تو تمہارے پیڑھے تھے تو آج تم ہمیں خدا کے عذاب سے بچانے میں کچھ بھی مدد دے سکتے ہو۔ وہ کہیں گے اگر اللہ نے ہمیں نجات کی کوئی راہ دکھائی ہوتی تو ہم ضرور تمہیں بھی دکھاتے اب تک یکساں ہے خواہ ہم چینیں چلائیں یا صبر کریں اب تو ہمارے بچنے کی کوئی صورت نہیں۔

یران لوگوں کو تنبیہ ہے جو دُنیا میں صاحبانِ اقتدار کے پیچھے چل رہے ہیں اور انہی کو اپنی زندگی کا سہارا سمجھ بیٹھے ہیں وہ سمجھ لیں کہ آج وہ تمہارے نزدیک جو کچھ ہوں لیکن کل تمہارے کچھ کام نہ آئیں گے ان سے جو تمہاری عقیدت ثابت ہے وہ کچھ بھی کام نہ آئے گی۔

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قَضٰى اَمْرًاۤ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدٰكُمْ وَعَدَّ الْحَقَّ وَوَعَدْتُمْ
فَاَخْلَفْتُمْ ۗ وَمَا كَانَ لِيْ عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاَسْتَجَبْتُمْ
لِيْ ۗ فَلَا تَلْمُؤْۤىٔ وَّلَوْ مَوٰىۤىٔ وَّلَوْ مَوٰاۤ اَنْفُسِكُمْ ۗ مَا اَنَاۤ بِمُصْرِخِكُمْ وَمَا اَنَاۤ بِمُبْصِرٍ
اِلٰى كَفْرَتِكُمْ اِمَّا اَشْرٰكُتُمْ مِّنْ قَبْلُ ۗ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۱۲
وَاَدْخَلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنَّٰتٍ تَجْرٰى مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۗ تَجْتَنِيْهِمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۝۱۳

جب لوگوں کا فیصلہ ہو چکے گا اور لوگ شیطان کو الزام دیں گے تو شیطان کہے گا کہ معاملہ ختم ہو گیا۔ خدا نے جو تم سے سچا وعدہ کیا تھا وہ پورا ہو گیا اور میں نے جو وعدہ کیا تھا اس کے متعلق میں نے وعدہ خلافی کی میری تم پر کچھ حکومت تو تھی نہیں۔ میں نے تمہیں بُرے کاموں کی طرف بلایا تھا تم نے میرا کہنا مان لیا پس اب تم مجھے ملامت مت کرو بلکہ اپنے نفسوں کو بُرا سمجھا کہو۔ اب نہ تو میں تمہاری فریاد کو پہنچ سکتا ہوں نہ تم میری فریاد سنی کر سکتے ہو میں تو اس سے پہلے ہی بیزار ہوں کہ تم نے مجھے خدا کا شریک بنایا ہے شک جو لوگ نافرمان ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے اور جو لوگ ایمان والے اور عمل صالح کرنے والے تھے وہ ایسے باغوں میں داخل کیے جائیں گے جن کے پیچھے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ اپنے پروردگار کے حکم سے ہمیشہ اُن میں رہیں گے ان کا نسخہ سلام ہو گا۔

شیطان کا معاملہ بھی عجیب ہے وہ کسی کے سامنے آکر تو بہکا تا نہیں کسی کا ہاتھ پکڑتا کوئی بُرا کام کرنا ہے بلکہ

شیطان کی اپنے پستانوں سے پڑاری

چھکے سے لے ہیں وسوسہ ڈال دیتا ہے اور وہی وسوسہ تمام عقاید و اعمال کی تباہی کا باعث بن جاتا ہے۔ کسی کے اصول کی بڑا کاٹتا ہے کسی کے فروع کی۔ کسی کو شرک کا دلدادہ بنا دیتا ہے کسی کو الحاد کا۔ اپنی وسوسوں میں وہ جھوٹے وعدے بھی شامل ہوتے ہیں جن کے سہانے بے وقوف لوگ اپنی آخرت تباہ کر لیتے ہیں۔ قیامت دن وہ اپنے پرستاروں سے الگ ہو کر کہے گا، میں نے تمہاری گردن دبا کر تو کوئی کام کرایا نہ تھا تمہاری عقل پر چھاپہ ضرور مارا تھا تمہاری ایسی احمق کیوں بنے کہ میرے بہکانے میں آگئے۔ اب تم جانا تو تمہارا کام جانے۔ مجھے ملازمت کیوں کرتے ہو، اپنے نفسوں کو کیوں نہیں کرتے کہ وہ خدا کے وعدوں کو قبول کر میرے وعدوں پر بیٹھتے تھے۔ بے شک خدا کے وعدے سچے تھے میرے وعدے جھوٹے تھے میں تو تمہارا اٹھلا دشمن تھا۔ تمہاری آخرت برباد کرنے کی دھن میں ہمیشہ لگا رہا۔ چنانچہ مجھے اپنی کوششوں میں خاصی کامیابی ہو گئی، میں نے بہت سے خداؤں کے سامنے تم سے مجھ سے کرا دیا ہے۔ اب کیا دوتے بیٹھے ہو جو غدا بھلاؤ تمہارے لیے مقرر کیا ہے اسے جھیلو۔

الَّتِي كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا
ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ ۝۱۳ تَوْتَىٰ أَكْلَهَا كُلِّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا ۖ
يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝۱۴ وَمِثْلُ كَلِمَةٍ
خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ
قَرَارٍ ۝۱۵ يَنْبِتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
وَفِي الْآخِرَةِ ۖ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ ۖ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ ۝۱۶

اے رسول کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خدا نے اچھی بات (کلمہ توحید) کی کسی اچھی مثال بیان کی ہے کہ اچھی بات ایک پاکیزہ درخت ہے کہ اس کی جڑ مضبوط ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں اپنے پڑ و گار کے حکم سے ہر وقت پھیلا پھیلا رہتا ہے اور خدا لوگوں کے لیے ایسی مثالیں بیان فرماتا ہے تاکہ لوگ عبرت و نصیحت حاصل کریں اور گندمی بات (شرک) کی مثال ایک گندے درخت کی ہے جس کی جڑ

کلمہ توحید کی مثال

اتنی کمزور ہے کہ زمین کے اوپر ہی سے اٹھاڑ پھینک دیا جائے کیونکہ اس کو کچھ ٹھہراؤ تو ہے نہیں۔ جو لوگ سچی بات (کلمہ توحید) پر صدق دل سے ایمان لائیں ان کو خدا دُنیا میں بھی ثابت قدم رکھے گا اور آخرت میں بھی (انہیں سوال اور جواب میں کوئی دقت نہ ہوگی) اور سرکشوں کو خدا گمراہی میں جھوڑ دیتا ہے اور خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

کلمہ توحید یعنی خدائے وحدہ لا شریک کی وحدانیت کا اقرار کرنا۔ کائنات کے تمام نظام کی صلاحیت کا اقرار کرنا ہے کیونکہ جو کچھ ہوا ہے ایک ہی ذات کے تدبیر و تصرف سے ہوا ہے۔ مومن کو لازم ہے کہ اس کا اقرار کرے کیونکہ اس سے اس نظام حیات وابستہ ہے۔ دو خدا ماننے کی صورت میں اس کے عقاید پر سمجھ کا تاثر پود بکھر جاتا ہے زمین سے آسمان تک جو نظام چل رہا ہے وہ ایک ہی ذات کے حکم کے تحت چل رہا ہے اور ہر زمانہ میں یہی نظام باقی ہے گا۔ شرک کا کلمہ ایک ایسے درخت کی مانند ہے جس کی جڑ کو ثبات و قرار نہیں۔ بلکہ سے جھکے میں زمین سے اٹھنا سکتا ہے یعنی شرک کے متعلق جو دلائل ہیں وہ سب ناکارہ ہیں۔ شرک کو نظام عالم میں کوئی دخل نہیں۔ لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا ۙ (۲۶) اگر آسمان و زمین میں دو خدا ہوتے تو دونوں تباہ ہو کر رہ جاتے۔

کلمہ توحید کی عظمت اور شرک کی ذلت، نفع منک کے روز لوگوں کے سامنے آگئی۔ جب حضرت رسول خدا خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو دیکھا جاؤں طرف طاقتوں میں بُت رکھے ہوئے ہیں۔ آپ اور حضرت علیؑ نے ان سب کو چھڑی مار مار کر گرادیا۔ ایک سب سے بڑا وزنی بُت بوجھت پر تھا باقی رہ گیا۔ حضرت علیؑ سے آپ نے فرمایا تم میرے شانوں پر سوار ہو کر اوپر جاؤ اور اس بُت کو بھی اٹھاڑ پھینکو۔ جب حضرت علیؑ اس بُت پر سوار ہوئے، تو آنحضرتؐ نے پوچھا اے علیؑ اپنے کو کہاں پاتے ہو۔ عرض کی اتنی ہندی پر کہ اگر چاہوں تو آسمان کو اپنے ہاتھ سے چھو لوں۔ پس نبوت جو اصل اس شجرہ طیبہ کی تھی زمین پر قائم تھی اور اس کی شاخ امانت آسمان تک پہنچی ہوئی تھی اور ہر زمانہ میں یہ شاخ پھولتی رہے گی لوگ اس سے فیض یاب ہوتے رہیں گے۔ شجرہ خبیثہ وہ نسل بنی امیہ ہے جس کو کوئی مفید عملی قدرت کی طرف سے حاصل نہیں۔ خود بخود گاہ بڑھا پھیل گیا۔

مثال دی جاتی ہے اس چیز سے جن کا وجود دُنیا میں پایا جاسکے۔ کلمہ طیبہ کی جو مثال خدا نے دی ہے ایسا درخت کسی خطہ زمین پر نہیں پایا جاتا۔ پس مثال بیکار ہو جانے کی اگر اس درخت قدسی کو نہ مانیں جس کا ذکر ہم نے اوپر کیا۔ خدا نے اس درخت کی صورت لینے ہی گھر میں دکھا دی۔

شجرہ طیبہ محمدؐ و آل محمدؑ اس کی ایک شاخ ہر زمانہ میں موجود ہے گی اور اس کے پھل یعنی علمی افادات سے قیامت تک فائدہ حاصل کرتے رہیں گے۔ مفسرین نے اس فضیلتِ اہلبیت کو مثال کی بہت کوشش کی اور اعمال صالحہ سے تعبیر کیا لیکن بات بنائے نہیں بنی۔ جو خصوصیات قدرت نے اس درخت میں ودیعت فرمائی ہیں وہ کسی

درخت میں نہیں پائی جاتی۔ حضور نے فرمایا ہے، لوگ مختلف درختوں سے ہیں اور میں اور علی ایک درخت سے ہیں۔ اور وہ بھی درخت قدسی ہے۔

الْمَ تَرَىٰ إِلَىٰ الذِّبْنِ بَدَلًا فَا نَعَمَتَ اللّٰهُ كُفْرًا وَّ اَحْلَا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۙ
جَهَنَّمَ يَصَلُّونَهَا وَا بَسَّ الْقَرَارِ ۙ وَ جَعَلُوا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا
عَنْ سَبِيْلِهِ ۙ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ۙ قُلْ لِّعِبَادِيَ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ يُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلٰنِيَةً
مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّآتِيَ يَوْمٌ لَا بَيْعَ فِيْهِ وَاَدْخِلْ ۙ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنْ الشَّمَرٰتِ
رِزْقًا لَّكُمْ ۙ وَسَخَّرَ لَكُمْ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهِ ۙ وَ
سَخَّرَ لَكُمْ الْاَنْهَارَ ۙ

اے رسول کیا تم نے ان لوگوں کی حالت پر غور نہیں کیا جنہوں نے اللہ کی نعمت کو کفر سے بدل دیا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں جانا لیا جہنم میں کہ وہاں آگ میں جلیں اور وہ کیسا بُرا ٹھکانہ ہے انہوں نے اللہ کے شریک بنا ڈالے تاکہ لوگوں کو اس کی راہ سے بہکا دیں۔ اے رسول ان سے کہو کہ چند روز چین کر لو پھر تو تمہیں دوزخ میں جانا ہی ہے۔ اے رسول میرے ان بندوں سے کہہ دو جو ایمان لائے ہیں کہ باندی سے نماز پڑھا کریں اور جو رزق ہم نے ان کو دیا ہے اُسے ظاہر ظاہر اور چھپا کر دیا کریں اس دن کے آنے سے پہلے جس میں نہ خرید و فروخت کام نہ لے گی نہ دوستی اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے بیٹہ برسایا اور اس سے (درخت آکا کر)

پہل پیدا کیے جو تمہارا رزق ہیں اور تمہارے لیے کشتیوں کو مسخر کر دیا کہ حکم خدا سے دریاؤں میں جلیں۔ اور تمہارے لیے نہروں کو مسخر کر دیا۔

جو لوگ کفران نعمت کرتے ہیں وہ سب جہنمی ہیں جنہوں کو خدا کا شریک بنا کر لوگوں کو بہکاتے ہیں۔ ان لوگوں کو چند روز دنیا میں عیش کرنے کے بعد جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ اہل ایمان کو چاہیے کہ وہ کافروں کا طرز زندگی اختیار نہ کریں۔ نماز پڑھیں، راز خدا میں دیں اور اس دن سے ڈریں جس میں زمین دین کام سے گا کسی کی دوستی کام آئے گی۔ جس خدا کو لوگ نہیں مانتے وہ وہی تو ہے جو ان کے لیے پانی برساتا ہے جس سے درخت اگتے ہیں اور پھل پیدا ہوتے ہیں۔ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو زمین کی کیا کڑی زندگی رہتی۔ اُس نے کشتیوں کو تہارا تابدار بنا دیا کہ تم انہیں سمندروں میں دریاؤں میں جدم نہ پاؤ گے جاؤ ساری زمین کی سیر کرو۔ تجارتی مال ان میں بھرنے لے جاؤ۔ ہر طرف اُس نے نہریں بہا دیں کہ ان کے پانی سے اپنے کھیت سیجھو۔ اس پر بھی لوگ اس کا احسان نہیں مانتے اور اس کے احکام کی تعمیل نہیں کرتے۔ پھر ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم کے سوا اور کہاں ہو سکتا ہے۔

وَسَخَّرَ لَكُمْ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَايِبِيْنَ ۙ وَسَخَّرَ لَكُمْ الْيَدَ وَالْاَنْهَارَ ۙ وَ اَنْتُمْ مِّنْ كٰلِ مَا سَخَّرْنَا وَاِنْ تَعَدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۙ اِنَّ الْاِنْسَانَ لظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ۙ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ
هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَاَجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ تَعْبُدُوا الْاَصْنَامَ ۙ رَبِّ اِنَّهٗنَّ
اَضْلٰنٌ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۙ فَمَنْ نَّبِعْنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۙ وَمَنْ عَصٰنِيْ
فَاِنَّكَ عَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۙ

اور اس نے تمہارے لیے سورج اور چاند کو تابدار بنا دیا ہے جو ہمیشہ پھیری لگا کرتے ہیں اور تمہارے لیے رات اور دن کو تابدار بنایا اور تم نے اپنی ضرورت کے لیے جو کچھ تم سے مانا گا وہ دیا۔ اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو ہرگز نہیں شمار کر سکتے۔ بے شک انسان بڑا ناانصاف اور ناشکرا ہے

۵۷

تفسیر الفتان

وہ وقت یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے رب سے دعا کی کہ میرے پالنے والے اس شہر (مکہ) کو امن کی جگہ بنا دے اور مجھے اور میری اولاد کو اس سے بچائے رکھنا کہ بت پرستی کرنے لگیں۔ اے میرے پالنے والے ان بتوں نے بہتیرے لوگوں کو گمراہ بنا چھوڑا ہے پس جو کوئی میری بیٹری کرے گا وہ مجھ سے ہے اور جو نافرمانی کرے گا تو بوجھنے والا مہربان ہے۔

سورج اور چاند کے سحر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپ کے فائدے کے لیے ہر روز آتے جلتے ہیں گویا آپ کے تابعدار ہیں۔ اسی طرح رات و دن کی سرکوشی کرنے رہتے ہیں تاکہ دن میں آپ کام کاج کریں اور رات کو آرام سے سو رہیں غور کرو یہ خدا کے کتنے بڑے احسان ہیں۔ اگر یہ عمل برابر نہ ہوتا ہے تو پھر ہم زندہ ہی نہیں رہ سکتے۔ پھر ہم جو کچھ خواہیں فلتے ساتھ اس سے مانگتے ہیں اور اپنی ضرورتیں اس کے سامنے پیش کرتے ہیں تو وہ ان سب کو پورا بھی کرتا ہے اللہ کی اس کثرت سے نعمتیں ہمارے ارد گرد بکھیری ہوئی ہیں کہ ہم ان کا شمار نہیں کر سکتے۔ ایک ایک نعمت میں کئی کئی نعمتیں ملی ہوئی ہیں۔ ایک پھل کو لو اس کا کرس بھی نعمت ہے اس کا گودا اور جھیل کا بھی نعمت ہے کیونکہ بطور دوا استعمال ہوتا ہے۔ اس کا بیج بھی نعمت ہے۔ پھر تازہ کھاؤ تو ایک نعمت، پرکا کھاؤ تو ایک نعمت۔ ہر حالت میں ایک علیحدہ اثر ہے علیحدہ ذائقہ ہے۔ ایسی حالت میں کس کی طاقت ہے کہ اس کی نعمتوں کو شمار کر سکے اور ان کا شکر ادا کر سکے۔ ایک سانس ہی کو لو جو اندر جاتا ہے وہ بھی زندگی کے لیے نعمت جو باہر آتا ہے وہ بھی عمدہ حیات۔ اب اگر ہم صرف ایک نعمت کا یوں شکر ادا کریں کہ جب سانس نکلے تو کہیں الحمد للہ اور جب اندر جائے تو کہیں شکر اللہ۔ تو ہماری ساری زندگی تو اس ایک نعمت کے شکر کی کوشش میں ختم ہو جائے گی، باقی نعمتوں کا شکر ہم کس وقت ادا کر سکیں گے۔ انسان کتنا ناشکر ہے کہ وہ اپنی توفیق ان باتوں پر لگا تا ہی نہیں۔ خدا کی نعمتیں کھائے چلا جاتا ہے مگر اسے شکر کرنے کی توفیق نہیں ہوتی۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ شروع ہوتا ہے انہوں نے خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت پہلی دعا تو یہ کی کہ اس شہر کو جائے امن قرار دے چنانچہ اب تک مکہ حرم خدا ہے۔ وہاں طوائف جگمگا کرنا کسی کو سزا یافتہ کرنا ممنوع ہے۔ دوسری دعا یہ تھی کہ مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچائے رکھنا۔ چونکہ خدا نے انہیں اپنے بیٹے میں یہ شرط لگا دی تھی کہ لا یتال عہد الظالمین (۱۲۴) مشرک سب سے بڑا ظلم ہے لہذا حضرت ابراہیم اپنی اولاد کے لیے دعا مانگ لے ہیں کہ انہیں بت پرستی سے بچائے رکھنا۔

پھر فرمایا، ان بتوں نے بہت سوں کو گمراہ کیا ہے۔ یہ مجازی نسبت ہے یعنی چونکہ بت پرست ہی گمراہی کا باعث ہوتے ہیں لہذا ان کی عبادت سے بچائے رکھنا۔ پھر فرمایا جو کوئی میری بیٹری کرے گا یعنی ملت ابراہیمی پر قائم ہے گا وہ تو مجھ سے ہو گا یعنی میرے گروہ میں سے ہو گا اور جو نافرمانی کرے گا یعنی ملت ابراہیمی سے خارج ہو جائے گا تو اے میرے رب تجھے اختیار ہے ان کی خطا میں بخش یا نہ بخش لیکن یہیں جانا ہوں گا تو بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

تاکہ کعبہ کو جائے امن بنا لے کہ بت پرستوں کا

حضرت ابراہیم کی اولاد میں تو کافروں میں سب ہی ہوئے پس خدا نے یہ دعا ان ہی لوگوں کے حق میں قبول کی جو صاحب ایمان تھے اور جو ملت ابراہیمی پر قائم رہے۔

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بُوَارٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ
رَبَّنَا لِيَقْبِئُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ
مِنَ الثَّمَرِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ ﴿۶۳﴾ رَبَّنَا إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا خَفِيَ وَمَا نُعَلِنُ
وَمَا يَخْفَى عَلَى اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ﴿۶۴﴾ الْحَمْدُ لِلَّهِ
الَّذِي وَهَبَ لِي عَلَى الْكِبَرِ إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِنَّ رَبِّي لَسَمِيعُ الدُّعَاءِ ﴿۶۵﴾
رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ ﴿۶۶﴾
رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ﴿۶۷﴾

ابراہیم نے کہا اے ہمارے پالنے والے میں نے تیرے معزز گھر کے پاس ایک بے کھیتی والے بیابان میں (مکہ میں) اپنی کچھ اولاد کو آباد کر لیا ہے۔ اے ہمارے پالنے والے تیری نماز یہاں پڑھا کریں تو لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر (تاکہ وہ یہاں آکر آباد ہوں) اور انہیں طرح طرح کے جلدوں کی ریزی عطا کرنا کہ یہ تیرا شکر کریں اے ہمارے پالنے والے جو کچھ ہم چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں تو سب واقف ہے خدا پر کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں نہ زمین میں نہ آسمان میں۔ اس خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل و اسحاق (دو بیٹے) عطا کیے۔ بے شک میرا رب عا کا سننے والا ہے۔ اے میرا رب مجھے اور میری اولاد کو بھی نماز کا پابند بنا دے رکھنا اے میرے رب میری دعا کو قبول فرما لے۔ اے ہمارے پالنے والے جس روز اعمال کا حساب ہو مجھے اور میرے ماں باپ اور مؤمنین کو بخش دینا۔

حضرت ابراہیم کا واقعہ ہے کہ نکلتا ہے کہ حضرت اسحاق نے حضرت اسحاق اور حضرت اسحاق سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ باجڑہ سے حضرت اسمعیل پیدا ہوئے۔ سو تباہا وہ تو مشہور ہے۔ نبی بنی سارہ کے دل میں حسد کی آگ جھلک اٹھی۔ رات دن لڑائی جھگڑے ہونے لگے۔ حضرت ابراہیم نے سارہ کو بہت کچھ سمجھایا جب بات کسی طرح نہ بنی تو حضرت ابراہیم بچھو خدا باجڑہ کو لے کر میدان مکہ میں آئے۔ اس زمانہ میں یہاں پہاڑوں اور ریگستان کے سوا کیا تھا ہر طرف خاک اڑ رہی تھی۔ بے آب کیا چٹیل میدان۔ جب چلے گئے تو نبی بنی سارہ نے وعدہ لیا تھا کہ وہاں ٹھہرنا نہیں۔ باجڑہ اور ان کے بچے کو چھوڑ کر چلے آنا۔ چنانچہ وہ دونوں کو چھوڑ کر چلے گئے نبی بنی سارہ نے ایک فرخت پر جا کر ان کو رہنے بچھو کو اس کے سایہ میں لٹا دیا۔ جو بانی ساتھ تھا جب وہ ختم ہو گیا اور حضرت اسمعیل کو پیاس لگی تو سخت پریشان ہوئیں کہ پانی کہاں سے لائیں۔ صفا و مروہ دو پہاڑیوں کے درمیان کئی بار دوڑیں مگر وہاں پانی نہ تھا۔ یہاں حضرت اسمعیل پیاس سے ایڑیاں رگڑ رہے تھے۔ خدا کی قدرت دیکھو کہ وہاں ایک چشمہ زلزلہ کرتا ہوا ابھٹوٹ نکلا جسے آب زمزم کہتے ہیں۔ غرض جب یہاں پانی نکلا تو چہرہ پر ہنس جمع ہونے لگے۔ پرندوں کو وہاں آنا دیکھ کر خانہ بدوشوں کا ایک قبیلہ جو وہاں آ گیا۔ دیکھا کہ ایک اکیلی نبی منور رہنے بچھو کے خاک پر بیٹھی ہے انہوں نے ان سے حالات معلوم کیے اور وہاں بسنے کے لیے اجازت چاہی۔ باجڑہ نے اجازت دے دی۔ غرض اس طرح وہ ویران آباد ہوا۔ حضرت ابراہیم کا گھر بن گیا۔ نبی بنی سارہ نے اپنے گھر سے۔ جب حضرت اسمعیل جوان ہوئے تو حضرت ابراہیم نے حکم رب العالمین وہاں خانہ کعبہ اسمعیل کی مدد سے بنانا شروع کیا۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں خدا نے حضرت آدم کے لیے ایک قبیلہ نازل کیا تھا جو طوفان نوح میں اٹھا لیا گیا تھا۔ اسی لیے خانہ کعبہ کو بیت عتیق یعنی پُرانا گھر کہتے ہیں۔ جب حضرت ابراہیم خانہ کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے تو بارگاہ باری میں کچھ دعائیں کر رہے تھے جن کا ذکر ان آیات میں ہے۔

اور خدا کے اس احسان کا شکر ادا کر رہے تھے کہ اس نے بڑھاپے میں ان کو اسمعیل و اسحاق جیسے فرزند عطا کیے۔ جب حضرت ابراہیم کا بس ننانوے سال کا تھا تب حضرت اسمعیل پیدا ہوئے تھے اور جب ایک سو بارہ برس کا بس ہوا تو حضرت اسحاق پیدا ہوئے یعنی حضرت اسحاق حضرت اسمعیل سے تیرہ برس چھوٹے تھے۔ خدا کی شان دیکھو اس وادی بے آب و گیاہ میں اپنا گھر بنا کر حج کا حکم سے جو کس طرح لوگوں کو اس گھر کی طرف بلایا۔ پہلے تو صرف عرب کے لوگ ہی حج کے لیے آتے تھے اور اب تو تمام روئے زمین سے اہل ایمان چلے آتے ہیں اور خدائے وحدہ لا شریک کے احکام بجالاتے ہیں۔

ثمرات کا ذوق عیسٰی سے مراد بظاہر تو یہی ہے کہ اس غیر آباد خطہ کے رہنے والوں کو ہر طرح کی پھل جھلاری مہیا کرنا لیکن باطن اس کے معنی کچھ اور ہیں۔ یعنی جو اس بیت کے اہل بیت ہیں ان کو صاحب اولاد بنانا تاخیر دیکھو عیسٰی آباد ہے اور زمانہ غالب راویو میگہر کا مصداق نہ ہو۔ چنانچہ اہلبیت رسول جو اس گھر کے حقیقی وارث و مالک ہیں ان کی نسل کا سلسلہ قیامت تک نمایاں باقی ہے گا۔ پس ثمرات سے مراد ثمرات الفوا یعنی اولاد ہے۔ انہی کی محبت خدا نے

مسلماںوں کے لیے اجر رسالت قرار دی ہے اور جملے لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کرنے کے ان کی محبت و لہجہ کیا ہے۔ خانہ کعبہ میں حضرت علی کا پیدایا ہونا اور آخری زمانہ میں حضرت محمد کا خانہ کعبہ سے ظہور کرنا اس کا ثبوت ہے کہ خانہ کعبہ کے وارث و مالک اہلبیت رسول ہیں۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ ﴿۳۱﴾ مَهْطِعِينَ مُقْنِعِي رءُوسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَأَفِئْدَتُهُمْ هَوَاءٌ ﴿۳۲﴾ وَأَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُولُ الَّذِينَ ظَلَمُوا رَبَّنَا أَخِّرْنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ لَا تَجِبْ دَعْوَتَكَ وَتَتَّبِعِ الرَّسُلَ ۖ أُولَٰئِكَ تَكُونُوا آفِسَاتٍ مِّنْ قَبْلِ مَا لَكُم مِّنْ زَوَالٍ ﴿۳۳﴾ وَسَكَنُكُمْ فِي مَسٰكِنِ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمْ الْأَمْثَالَ ﴿۳۴﴾ وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللَّهِ مَكْرَهُمْ وَإِن كَانَ مَكْرَهُمْ لِلتَّرْوِيلِ ۖ إِنَّهُمْ جِبَالٌ مِّنَ الْجِبَالِ ﴿۳۵﴾

اور جو کچھ یہ ظالم کیا کرتے ہیں اللہ کو اس سے بے خبر نہ سمجھنا (ان پر فوراً عذاب کرنے کی) صرف یہ وجہ ہے کہ اس دن تک کی مہلت دیتا ہے جس دن لوگوں کی آنکھوں کے ڈھیلے (موت) پتھرا جائیں گے اور اپنے اپنے سر اٹھائے جہاں چلے جائے ہیں ان کی نگاہیں اوپر کو اٹھی ہوتی ہیں اور دل اٹھے ہوئے ہونگے۔ لے رسول لوگوں کو اس دن سے ڈراؤ جس دن ان پر عذاب نازل ہوگا ظالم لوگ عرض کریں گے لے ہمارے پلنے والے ہم کو تھوڑی سی مہلت اور سے ضرور ہم تیرے بلانے کا جواب دیں گے اور سب رسولوں کی پیروی کریں گے (تو ان کو جواب ملے گا) کیا تم وہی لوگ نہیں جنہوں نے

(نافرمانی کر کے) اپنے اوپر ظلم کیا، انہی کے گھروں میں تم بھی سہے حالانکہ تم پر یہ ظاہر ہو چکا تھا کہ تم نے ان کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا تھا اور تم نے انہا سے سمجھانے کے لیے دلائل بھی بیان کر دی تھیں اور وہ لوگ اپنی جہاں چلتے سہے حالانکہ ان سب کی جہاں اللہ کی نظر میں تھیں اگرچہ ان کی منگاریاں اس غضب کی تھیں کہ اللہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں۔

خدا اپنے نافرمان بندوں کو تیار ہا ہے کہ تم سے پہلے جو قومیں تھیں کیا ان کا حال نہیں معلوم نہیں جو کچھ ان کا حشر ہوا انہا سے علم میں ہے پس اسی طرح تم بھی ایک دن عذاب کا مزہ چکھو گے۔ قیامت کے دن کو یاد کرو جب تمہاری آنکھیں پتھر ا جاہیں گی، ایک دوسرے کو کیا اپنے وجود کو نہ دیکھو گے تم اس روز چاہے کتنا ہی گڑا گڑا گے اور دنیا میں بیٹ جانے اور عمل خیر کرنے کے لیے مہلت مانگو گے مگر تمہارے کہنے پر کوئی توجہ نہ ہوگی۔

جس بڑی جہاں کا ذکر کیا گیا ہے وہ یہ تھی، جب حضرت ابراہیمؑ غرود کی آگ سے محفوظ رہے تو اسے بہت غصہ آیا اور کہنے لگا اب میں آسمان پر چڑھ کر ابراہیمؑ کے خدا سے لڑوں گا۔ ہر چند لوگوں نے سمجھایا مگر وہ دشمن عقل کیا مانا۔ اس نے ایک بڑا اونچا مینار بنوایا لیکن جب اس پر چڑھا تو اسے آسمان اُتایا ہی اونچا نظر آیا جتنا پہلے تھا، اُتر آیا۔ دوسرے ہی دن وہ غول گر پڑا اور بہت سے لوگ اس کے نیچے دگے مر گئے۔ اس شیطان نے ایک اور بیٹی پڑھائی۔ کہنے لگا، ابراہیمؑ کے خدا نے میرا عمل گرایا ہے، اب تو میں بھی اس سے بغیر جنگ کیے نہیں رہ سکتا۔ اُس نے چار گدھ پالے اور ایک صندوق کے چاروں طرف انہیں باندھ کر اس صندوق میں خود ہو بیٹھا۔ اور اوپر کے حصہ میں گوشت باندھ دیا تاکہ اس کے لالچ میں گدھ اوپر کواڑیں۔ ایک شنب روز اڑنے کے بعد دیکھا تو آسمان پھر اُتایا ہی اونچا نظر آیا۔ تب غرود مخالفت ہوا اور گوشت کا ٹکڑا نیچے لٹکا یا جس سے گدھوں نے نیچے کا رخ کیا اور وہ صندوق سے اُتر پڑا۔

غور کیجئے کسی وقت دنیا میں کیسے کیسے احمق بستے تھے۔ اقل تو خدائی کا دعویٰ کرنا پھر خدا سے جنگ کرنے کا منصوبہ بنا کر دینا۔ ایک وہ نہیں دُنیا میں کئی بادشاہ ایسے گورے ہیں جنہوں نے خدائی کا دعویٰ کیا اور ذلیل بھی ہوئے اور ہلاک بھی۔ اب تو خدائی کا دعویٰ کرنے والا کوئی نظر نہیں آتا۔ خدائی کو چھوڑ کر پھر لوگوں نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا یہ سلسلہ تو اب تک چل رہا ہے۔ اس کے بعد لوگوں نے ہندی موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ غرض کہ ایسے جھوٹے دعوے ہوتے ہی رہے لیکن سچے اور جھوٹے مونی برابر کیسے ہو سکتے ہیں۔ پہچاننے والے پہچان ہی گئے۔

فَلَا تَحْسِبَنَّ اللَّهُ مُخِلًّا وَعَدِهِ رُسُلُهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ ذُو انتِقَامٍ ﴿۶۷﴾
يَوْمَ تَبْدُلُ الْأَرْضَ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمَوَاتِ وَبَرَزُوا لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۶۸﴾
وَتَرَى الْعَجَمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقْرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ﴿۶۹﴾ سَرَابِئِلُهُمْ مِّنْ
قَطْرَانٍ وَتَعْشَىٰ وُجُوهُهُمُ النَّارُ ﴿۷۰﴾ لِيَجْزِيَ اللَّهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا
كَسَبَتْ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿۷۱﴾ هَذَا بَلَاغٌ لِلنَّاسِ وَلِيُنذِرُوا بِآيَاتِ
وَلِيَعْلَمُوا أَنَّ هُوَ اللَّهُ الْوَاحِدُ وَلْيَذَكِّرُوا وَلِوَالْأَلْبَابِ ﴿۷۲﴾

تم یہ خیال بھی نہ کرنا کہ اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ خدائی کرے گا بے شک اللہ غالب ہے اور انتقام لینے والا ہے (مگر یہ انتقام کب لے گا) جب یہ زمین بدل کر دوسری کر دی جائے گی اور آسمان بھی بدل جائیگا اور قہار خدا کے سامنے اپنی اپنی جگہ سے نکل کھڑے ہوں گے اس دن گنہگاروں کو دیکھو گے زنجیروں سے جکڑے ہوئے ہوں گے ان کے لباس قطران (کوئلہ) کے ہوں گے اور آگ ان کے چہرے کو ہر طرف سے ڈھانکے ہوگی تاکہ خدا ہر کسی کو اُس کے کیے کا بدلہ لے لے شک خدا بہت جلد حساب لینے والا ہے یسے ران لوگوں کے لیے ایک قسم کی اطلاع ہے تاکہ لوگوں کو اس کے ذریعہ عذاب خدا سے ڈرا یا جائے اور یہ یقین جان لیں کہ بس وہی ایک موعود ہے اور اس لیے کہ جو لوگ عقل والے ہیں وہ عبرت حاصل کریں

زمین و آسمان بدل کر کیا ہو جائیں گے اس کو خدا ہی بہتر جانتا ہے۔

۱۵) سُورَةُ الْحَجْرِ مَكِّيَّةٌ ۵۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الرَّفِیْقَةُ اٰیَةُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِیْنٍ ۱

الف۔ لام۔ را۔ یہ کتاب اور قرآن میں کی آیات ہیں۔



رَبِّمَا يُوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ ۱ ذَرَّهُمْ يٰ كٰفُرًا وَّيَتَمَتَّعُوا
وَبِآيٰهُمْ اَلْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۲ وَا مَا اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَا لَهَا
كِتٰبٌ مَّعْلُوْمٌ ۳ مَا تَسْبِقُ مِنْ اٰمَةٍ اَجَلَهَا وَا مَا يَسْتَاخِرُوْنَ ۴ وَقَالُوْا
يٰ اَيُّهَا الَّذِيْ نَزَّلَ عَلَيْنَا الذِّكْرَ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ۵ لَوْ مَا تَاتَيْنَا بِاَلْمَلٰٓئِكَةِ
اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۶ مَا نُنزِلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَا مَا كَانُوْا
اِذَا مُنظَرِيْنَ ۷ اِنَّا نَحْنُ نُنزِّلُ الذِّكْرَ وَا نَا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۸

ایک دن وہ بھی آنے والا ہے کہ جو لوگ کافر ہیں وہ دل سے چاہیں گے کہ ہم بھی مسلمان ہوتے۔ اسے رسول انہیں چھوڑ دکھائیں ہیں اور چند روز سے اڑالیں ان کی منٹائیں انہیں کھیل تماشے میں لگائے رہیں عنقریب اس کا نتیجہ انہیں معلوم ہو جائے گا۔ ہم نے کوئی بستی تباہ نہیں کی مگر یہ کہ اس کی تباہی کے لیے پہلے ہی سے مبعوث فرما دی تھی۔ کوئی قوم اپنی موت کے وقت سے نہ آگے بڑھ سکتی ہے نہ پیچھے ہٹ سکتی ہے۔ (کفار کہتے) تم سے کہتے ہیں اے وہ شخص جس پر وحی و کتاب نازل ہوئی ہے تو تو دیوانہ ہے۔ اگر سچا ہے تو فرشتوں کو ہمارے سامنے کیوں نہیں لاکھڑا کرتا ہم تو فرشتوں کو صرف نذاب کے ساتھ فیصلہ ہی کے لیے بھیجا کرتے ہیں (اور جب فرشتے نازل ہو جائیں تو) چہران کو جان بچانے کی مہلت نہیں ملتی۔ ہم ہی نے تو قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔

۱۔ اس سورہ میں حسب ذیل باتیں ہیں:

۱۔ قتل کی حقیقت۔ موت کا وقت مبین ہے۔ آدم کا قتل۔ حضرت ابراہیم کے مہمان۔ قوم لوط کا قتل۔

۲۔ قوم شعیب کا قتل۔ قوم صالح کا قتل۔ مؤمنین کے لیے خدا کافی ہے۔

۳۔ کفار کے حضرت کے سنا سے باز نہیں آتے تھے اور پیش و آراہم کی زندگی جو انہیں نصیب تھی اس کی وجہ سے اپنے انجام کو قبولے ہوئے تھے اور آرزوں کے جھولے میں جھولے تھے۔ انہیں اپنے مرنے کا خیال ہی نہ تھا۔ انہیں

چیز آگائی ہے اور اس میں تھا ہے لیے زندگی کے سامان بنا دیے ہیں۔ اور ان جانوروں کے لیے بھی جنہیں تم روزی نہیں دیتے اور ہمارے یہاں تو ہر چیز کے خزانے بھرے ہوئے ہیں۔ ہم ان میں سے ایک جنہی ٹکی مقدار بھیجتے رہتے ہیں اور ہم نے ہوائیں بھیجیں جو پانی سے بھری ہوتی ہیں پھر ہم ہی نے آسمان سے پانی برسایا اور ہم ہی نے تم کو وہ پانی پلایا اور تم لوگوں نے تو کچھ اس کو جمع کر کے نہیں رکھا تھا۔

ان آیات میں کئی باتیں قابلِ غور ہیں:

۱۔ بروج سے کیا مراد ہے؟ آسمان پر نہ کہ ہم کو کھلے ہوئے پھولوں کی طرح بکثرت نظر آتے ہیں۔ ان میں چند منقعات پر کچھ ستاروں کا جھمکا نظر آتا ہے۔ یہ مجموعہ منقعات ہیئت کا ہے۔ ایسے مجموعے تعداد میں بارہ ہیں۔ انگریزی میں ان کو کانسٹی لیشن آف سٹار (Constellation of Stars) کہتے ہیں۔ اگر ان کے درمیان کبیر کی کھینچ دی جائیں تو کوئی مجموعہ نرا زوکی صورت میں نظر آئے گا، کوئی جھمکے کی صورت میں کوئی شیر کی اور بیل کی صورت میں، کوئی گہروں کی بالی کی صورت میں وغیرہ۔ انہی کا نام بروج رکھ لیا ہے۔

”ہبک آف ناچ“ کتاب میں ہے کہ بروجوں کے نام یونان کے چرواہوں کے رکھے ہوئے ہیں۔ رات کو جب وہ مویشی چرانے چلا گا ہوں میں جاتے تھے تو اس وقت گھڑی گھڑا تو تھا نہیں اپنی ڈیوٹی بدلنے کے لیے یہ رطلے کر لیتے تھے کہ جب فلاں مجموعہ فلاں منقاع پر ہو تو تم آجانا۔ بروجوں کے نام بتاتے ہیں کہ یہ جاہل چرواہوں کے ہی رکھے ہوئے ہیں مثلاً قور (بیل) حمل (مینڈھا) حوت (مچھلی) میزان (ترازو) قوس (کمان) عقرب (بچھو) وغیرہ۔ یہ نام ابھی تک برسنور باقی ہیں۔

یہ سب علم ہیئت والوں کی باتیں ہیں۔ ستاروں سے جو لوگ غوام الناس کو بہکانے کے لیے قسموں کے منجیلے کرنے بیٹھ جاتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ ان ستاروں سے قسموں کا حال معلوم کیا جاتا ہے جو فن پہاڑانی کے لیے ایک بڑی اہم چیز ہے۔ امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا کہ نجوموں کے اقوال پر عمل نہ کرو وہ از رستے قیاسات کوئی راستے قائم کر کے لوگوں کو دھوکہ میں ڈالتے ہیں۔ قضا وقت در کے معاملات میں نجومیوں اور کائناتوں کی رستے کا کوئی دخل نہیں۔ دُنیا میں بہت سے لوگ ہیں جو نجومیوں کے پان کو نوشتہ تقدیر سمجھ کر اپنی زندگی کے معاملات میں بیکسو ہو جاتے ہیں۔

جس طرح قدرت نے زمین پر کہیں پہاڑ، کہیں دریا، کہیں ریگستان، کہیں جنگل، کہیں آبادی وغیرہ مقامات قائم کر دیے ہیں جن میں لوگ آتے جاتے ہیں۔ اسی طرح ہر سارہ اپنی منزل میں ان ستاروں کے مجموعوں کی طرف سے مختلف اوقات میں گزرتا ہے۔ اس کے زاویوں کے لحاظ سے ان کی شعاعوں میں اثرات پیدا ہوتے ہیں اور زمین سے ان کا تذبذب و تبدل سمجھا جاتا ہے۔

رات کو ہم ان مجموعوں میں سے بعض کو بعض حصہ آسمان میں دیکھتے ہیں۔ چاند کبھی کسی مجموعہ کے قریب ہونا

ہے کبھی دُور۔ اس طرح ہر ستارہ گردش میں ان سے متاثر ہے یا دُور ہوتا چلا جاتا ہے۔ ان مجموعوں کو اجرام سماوی کے حالات بدلنے میں بڑا دخل ہے۔ زمین پر ان کے اثرات سمجھی اچھے پڑتے ہیں اور کبھی خراب اسی لیے ان کو سود و غم کہا جاتا ہے۔ مثلاً مشتری ستارہ کی کرنوں میں یہ اثر ہے کہ وہ قلبِ انسانی کو کہیں تہی کرتی ہیں جس سے آدمی کو خوشی ہوتی ہے لیکن یہ صورت ہمیشہ باقی نہیں رہتی۔ ہر مروج میں اس کی تاثیر مختلف ہو جاتی ہے۔ یہ قدرت کا نظام ہے اس میں کسی کو دخل نہیں۔ انہی بروج سے ہم راتوں میں سفر کرتے وقت اپنے منازل کی حالت معلوم کرتے ہیں۔ جہاں ان انہی سے مدد لے کر اپنا راستہ معین کرتے تھے۔

اس نظام فکلی میں تدبیر کرنے والے جو فرشتے ہیں وہ ان احکام کو آپس میں بیان کرتے ہیں جو خدا کی طرف سے ان کو ملے ہوں شیطان چونکہ ان سے ملتی جلتی مخلوق ہے اور آسمانوں پر اس کی آمد و رفت تھی لہذا وہ ان کی باتوں کو سنی کر رہا ہوں کائناتوں وغیرہ سے بیان کر دیتا تھا اور وہ پیش گوئیاں بیان کر کے قوم میں اپنا وقار قائم کرتے تھے۔ جب حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے تو آسمانوں پر اس کا جانا بند کر دیا گیا۔ اب اگر وہ چوری چھپے کچھ سن گئے تھے جانا سے تو شہابِ ثاقب اس کا پیچھا کر کے اس کو کھڑی دیتے ہیں۔

شہابِ ثاقب کے متعلق مفسرین میں بہت اختلاف ہے۔ کوئی کہتا ہے بعض ستارے کسی وقت غیر معمولی شامیں اپنے اندر سے نکالتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ بعض چھوٹے ستارے کسی وقت بھڑک اٹھتے ہیں۔ ایک تشبیہ ہے کہ زمین سے سورج کی کرنیں جو ذرات اٹھا کر لے جاتی ہیں وہ فضا میں پھینک دیتے ہیں۔ ایک چھوٹا سا گولہ بناتے ہیں اس سے پھر مورا زمین جب برابر پڑتے رہتے ہیں تو اس کا حجم بڑھتے بڑھتے کئی ٹکڑاں ہو جاتا ہے۔ یہ برابر گردش میں رہتے ہیں سورج کی شعاعوں کی چمک سے برچکتے ہیں۔ مگر چونکہ چمک زیادہ نہیں ہوتی اس لیے ہمیں نظر نہیں آتے۔ ان کو شہابیات کہتے ہیں۔ یہ ستاروں کی تعداد میں فضائے آسمانی میں پائے جاتے ہیں۔ ان کے قدیمی مصنف ہوتے ہیں، جدید ریاضی میں ان کو میٹئور (Meteor) کہتے ہیں۔ جب یہ آپس میں ٹکراتے ہیں تو ان سے ایک ستارہ نکلتا ہے کیونکہ اس کے اندر آتش گیر مادے کے ذرات بھی شامل ہوتے ہیں اس لیے ان کی چمک کچھ دیر رہتی ہے جسے ہم دیکھتے ہیں پھر وہ ختم ہو جاتی ہے۔ ٹکراتے وقت اس کے ٹکڑے زمین پر گرتے ہیں۔ ایسے ٹکڑے منقعات اور ان کے لندن میوزیم میں رکھے ہوئے ہیں اور وہیں ٹکڑے کلکتہ میوزیم میں بھی ہیں کبھی کبھی ان کا ٹکڑا ایسا سخت ہوتا ہے کہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہو کر زمین پر گرتے ہیں انہی کو شہابِ ثاقب یا شوٹنگ سٹار (Shooting Stars) کہتے ہیں۔ یہ شہابوں کو جب لگتے ہیں تو وہ بھاگ بھاگ ٹکڑے ہوتے ہیں شہابوں کو بھگانے کے لیے قدرت کی طرف سے یہ انتظام ہے۔

ان آیات میں جو دوسری چیز بیان کی گئی ہے وہ زمین کا بھجانا ہے۔ زمین آفتاب ہی کا ایک حصہ ہے جو لاکھوں برس پہلے سمی اس سے جدا ہوا تھا۔ پھر چونکہ کھاتے کھاتے اس نے ایک کرہ کی شکل اختیار کر لی۔ ہزار ہا برس شعلہ تیزی کرتی رہی پھر رفتہ رفتہ ٹھنڈی ہونا شروع ہوئی اور آخر کار ایسی اعتدالی حالت میں آگئی کہ

انسان اس پر اپنی زندگی بسر کر کے پھر قدرت نے اس پر پہاڑوں کو میخوں کی طرح ٹھوکا تاکہ بے ڈلے نہیں اور اپنے ساکنوں کو ایک طرف لے کر نہ جھک جائے۔ ان پہاڑوں میں قدرت کی صنعتوں کے ہزار ہا نمونے پائے جاتے ہیں۔ زمین کا تین چوتھائی حصہ سمندوں، پہاڑوں اور دریاؤں سے گھرا ہوا ہے ایک چوتھائی حصہ پر ہزار بائبل لمبے ریگستان، چیلیل میدان، پہاڑ، دریا اور جنگلات ہیں۔ یہ سب انسان کے فائدے کے لیے ہیں۔ پھر خدا نے حکیم نے سمندروں کے پانی کو بھاپ بنا کر اڑایا اور اپنی قدرت سے بادل بنا کر اس پانی کو پھر زمین پر برسایا جس سے تم قسم کی ایسی نباتات آگئیں جو انسان کی غذا، دوا اور دیگر ضروریات میں کام آتی ہیں۔ قدرت کے کتنے نزلے کائنات کے دامن میں بھرے ہوئے ہیں نہ کوئی ان سب کو جانتا ہے نہ سمجھ سکتا ہے۔ حسب ضرورت انسانی وہ ان میں سے کچھ چیزیں انسان کا نظام زندگی درست کرنے کے لیے اپنے لطف و رحم سے دینا دیتا ہے۔ پانی سے بھرے ہوئے بادل ہوا ادھر ادھر لیے پھرتی ہے جہاں اس کی صلاحت ہوتی ہے بارش ہونے لگتی ہے۔ یہ پانی اس کے پینے کے لیے بھی برسایا جاتا ہے اور اس کی کھیتی باڑی کے لیے بھی۔ انسان کی کیا طاقت ہے کہ خدا کی ان نعمتوں کا شکر ادا کر سکے۔ خدا کی قدرت کے راز انبیاء و مرسلین کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وہ بھی اتنے ہی جتنے وہ اپنی صلاحت کے موافق بنا جاتا ہے شیطان انبیاء و مرسلین کے اثرات کو برطرف کرنے کے لیے جو نہیں کاہنوں، رُہبانوں اور فقہروں درویشوں کو بتاتا ہے وہ قیاسی ہوتی ہیں جن میں کچھ ہوتی ہیں اور جو کچھ زیادہ۔ انبیاء کے بیانات کبھی غلط نہیں ہوتے کیونکہ ان کا تعلق مبدع فیاض سے ہوتا ہے۔

وَإِنَّا لَنَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَنَحْنُ الْوَارِثُونَ ﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِينَ ﴿۲۴﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ إِيَّاهُ عَدُوًّا حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿۲۵﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ ﴿۲۶﴾ وَالْجِبَانِ خَلَقْتُهُ مِنْ قَبْلِ مِنْ نَارِ التَّمُومِ ﴿۲۷﴾ وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ ﴿۲۸﴾ فَاذْأَسْوَيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعَالَهُ سَاجِدِينَ ﴿۲۹﴾ فَسَجَدَ الْمَلَكَةُ كُلُّهُمْ أجمعون ﴿۳۰﴾ إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَى أَنْ يَكُونَ مَعَ السَّاجِدِينَ ﴿۳۱﴾

۲۳

قَالَ يَا إِبْلِيسُ مَا لَكَ أَلَّا تَكُونَ مَعَ السَّاجِدِينَ ﴿۳۱﴾ قَالَ لَمْ أَكُنْ لِيَسْجُدْ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهُ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ ﴿۳۲﴾

ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہم ہی سب کے والی و وارث ہیں۔ ہم تم سے پہلوں کے حال کو بھی جانتے ہیں اور جو آنے والے ہیں ان کے حال کو بھی۔ بے شک تمہارا رب وہ ہے جو ان سب کو قیامت میں (قبروں سے اٹھا کر) جمع کرے گا بے شک وہ بڑی حکمت والا اور جاننے والا ہے۔ ہم نے انسان کو (خمیر کی ہوئی) سڑی مٹی سے جو (سٹوکھ کر) کھن کھن بولنے لگے پیدا کیا اور ہم نے جنات کو تم سے بھی پہلے بے دھوئیں کی تیز آگ سے پیدا کیا اور جب تمہارے رب نے ملائکہ سے کہا، میں ایک آدمی کو خمیر کی ہوئی مٹی سے جو سٹوکھ کر کھن کھن بولنے لگے پیدا کرنے والا ہوں۔ جب میں اسے ہر طرح ٹھیک ٹھاک کر لوں اور اس میں اپنی طرف سے روح پھونک دوں تو سب کے سب سجدہ میں گر پڑنا۔ پس فرشتے تو سب کے سب سر بسجود ہو گئے مگر ابلیس نے سجدہ کرنے والوں کے ساتھ شامل ہونے سے انکار کر دیا۔ اس پر خدا نے فرمایا، اے ابلیس آخر تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ شامل نہ ہوا۔ اس نے کہا میں ایسا گیا کرتا تو نہیں کہ ایک ایسے آدمی کو سجدہ کر بیٹھوں جسے تو نے سڑی ہوئی کھنکھاتی مٹی سے پیدا کیا ہے۔

ایسی مٹی کے ہونے سے چھٹو ہٹے۔ خدا قیامت کے روز سب کو میدان قیامت میں جمع کرے گا۔ آدم سے لے کر قیامت تک جتنے انسان اس نے پیدا کیے ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی اس کے سامنے حاضر ہونے سے زبے گا۔ جب کائنات کا ایک ذرہ بھی خواہ وہ کہیں ہو اس کے علم میں ہے تو پھر کیسے ممکن ہے کہ وہ اس سے چھپا ہے۔ جس نے ان سب کو پیدا کیا ہے۔ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ کون کہاں ہے۔ وہ سب کو بلا کر پوچھے گا کہ تم نے اپنی زندگی میں کیا کیا کام کیے۔ اہل ذکاوتی شخص کو اس دعوہ میں نہ رہنا چاہیے کہ ہم اس کے مؤاخذہ سے بچ جائیں گے۔ اس کے بعد خدا نے انسانی خلقت کی اصل کو بیان کیا ہے۔ پہلے تو یہ بتایا ہے کہ انسان کی خلقت مٹی سے ہوئی ہے پھر یہ بتایا گیا ہے کہ وہ مٹی جس سے خلق ہوئی ہے مٹی۔ پہلی بات یہ ہے کہ وہ خمیر کی ہوئی سڑی مٹی تھی دوسرے یہ کہ وہ سٹوکھ کر کھن کھن بولنے والی تھی۔ ایک اور جگہ فرمایا ہے وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ مَسْلُكَةٍ مِنْ صُلَيْبٍ۔ (پل، المومنین) ”ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا ہے۔“ یہ مٹی کا جوہر

آدم کی خلقت کا ذکر

انسان کے اجزائے اصلیہ یا حقیقتِ انسانی سے تعبیر کیے جاتے ہیں۔ اصلی انسان یہی ہے جن کو انسان کے لفظ کے اندر چھپا یا گھبے ہو کسی کو نظر نہیں آتے۔ یہ لفظ جو وجودِ مادی کی نشیبتِ اول ہے ایک خمیر کی سی بورتھنے والا مادہ ہوتا ہے یہی لفظ عورت کی سچے دانی ہیں۔ بیضہ سے مل کر رختہ رختہ مکمل انسانی صورت اختیار کرتا ہے۔ پھر یہی ترقی کرتا کرتا ایک وقت میں ہڈی کی صورت اختیار کرتا ہے جس پر گوشت چڑھنا یا ہانا ہے۔ یہ سوکھی ہوئی گھنٹھانیا قسبی کی طرح ہوتا ہے۔ انسان کے جسمِ مادی میں دو ہی چیزیں ہیں، ایک گوشت اور دوسرے ہڈی۔ اسی طرف قدرت کا اشارہ ہے۔
واللہ اعلم بالصواب۔

جب خدا نے ملائکہ سے انسان کی پیدائش کا ذکر کیا اور کہا جب میں اسے ٹھیک ٹھاک کر لوں یعنی اکل مشین کے تمام پیرزے اپنی اپنی جگہ پر فٹ ہو جائیں اور جب میں اس میں اپنی رُوح پھونک دوں تب تم سب سجود کرنا۔ وقتِ بل غور یہ ہے کہ ٹھیک ٹھاک کرنے کے بعد سجدہ کا حکم نہیں دیا گیا کیونکہ غفلتِ ناقص میں وہ سب بے حرکت جمود کی حالت میں تھے انہیں کیا غفلت حاصل تھی کہ ملائکہ سے تعظیمی سجدہ کرا یا جاتا۔ ان میں حرکت پیدا کرنے والی اور قدرت کی صناعتی کو دکھانے والی کوئی چیز نہ تھی۔ اسی طرح محض رُوح کو سجدہ کرنے کا حکم نہ دیا گیا کیونکہ رُوح ایک محرک ہے۔ جب تک کوئی چیز ایسی نہ ہو جس کو وہ حرکت دے اس کی غفلت کا اظہار نہیں ہو سکتا۔ ہاں جب رُوح بدن میں داخل ہوئی اور اس نے جسمِ انسانی کے تمام پیرزوں کو حرکت دی اور نظاہری اور باطنی قوتیں اجاگر ہوئیں اور پیرزے جلا کر قدرت نے یہ کسی عجیب غریب مشین بنائی ہے تب ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیا گیا کیونکہ ملائکہ میں وہ قوتیں فقط وہ تھیں جو اس پیکرِ انسانی میں باقی باقی تھیں۔ ملائکہ سجدہ دار تھے بات کی تہ کو پہنچ گئے مگر شیطان چونکہ آتشیں مزاج تھا حقیقت کو نہ سمجھا، طیش میں آگیا۔ اس لیے نے غالب نمائی پر نظر رکھی یہ نہ دیکھا اس کے اندر کیا جو ہر ہے۔ ایسے ہی احمق وہ لوگ تھے جو رسول کے متعلق کہتے تھے آپ تو ہم ہی جیسے بشر ہیں ان کی نظر بھی طرفِ برحقی منظور فرمائی۔

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ﴿۳۷﴾ وَإِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿۳۹﴾ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ﴿۴۰﴾ إِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ﴿۴۱﴾ قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۴۲﴾ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ﴿۴۳﴾ قَالَ هَذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ ﴿۴۴﴾ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ

لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَنٌ إِلَّا مَنْ آتَاكَ مِنَ الْعَوْنِ ﴿۴۵﴾

خدا نے کہا، یہاں سے نکل جا تو مردود ہے اور تیرے اوپر قیامت تک لعنت ہوتی ہے گی۔ اُس نے کہا اے میرے رب مجھے اُس دن تک کی مہلت دے جب لوگ قبروں سے اُٹھائے جائیں گے۔ خدا نے فرمایا جا تجھے وقتِ معلوم کے دن تک کی مہلت دی گئی۔ اُس نے کہا اے میرے رب تو نے مجھے گمراہی میں چھوڑا ہی ہے میں بھی ان (یعنی آدم) کے لیے دنیا کے ساز و سامان کو عمدہ کر دکھاؤں گا۔ سوائے ان کے جو ان میں سے تیرے خاص بندے ہوں گے سب ہی کو بہکاؤں گا۔ خدا نے کہا یہی سیدھی راہ ہے جو مجھ تک پہنچتی ہے جو میرے خالص بندے ہیں ان پر کسی طرح تیری حکومت نہ ہوگی ہاں ان گمراہوں پر جو تیری پیروی کریں گے (تیرا زور چل جائے گا)۔

شیطان نے قیامت کے دن تک مہلت مانگی تھی۔ خدا نے اس کو منظور نہیں کیا اور اُسے یومِ وقتِ معلوم تک کی مہلت دینا منظور کیا۔ مغربِ مائتہ و وقتِ معلوم پر یا نورِ شنی ڈالتے ہی نہیں اور ڈالتے ہیں تو کھائیں یا نہیں کر جاتے ہیں آیت نے جب دونوں کو جلا کر لیا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یومِ وقتِ معلوم قیامت کے وقت سے الگ کوئی وقت ہے۔ تفسیر صافی میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے جب یومِ وقتِ معلوم کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا، اللہ نے اہلسن کو اُس دن تک کے لیے مہلت دی ہے جب قائم آل محمد ظہور فرمائیں گے۔ ظہور کے وقت وہ سجدہ کو فرمایا میں ہوں گے اور اہلسن سامنے آکر گھٹنوں کے بل بیٹھے گا اور کہے گا کہ آج کے دن سے مغرب نہیں۔ حضرت اس کی پیشانی پکڑ کر اس کی گردن مار دیں گے۔ پس یہی یومِ وقتِ معلوم ہے۔

انہی وعدہ کیلئے کہ دینِ حق کو تمام اویان پر غالب کرنے کا لیکن یہ وعدہ ابھی تک پورا نہیں ہوا یعنی تمام دنیا میں صرف ایک ہی دینِ اسلام نہیں پایا جاتا اور نہ اس وقت تک پایا جاتا ہے کہ جب تک شیطان کا وجود دنیا میں ہے۔ پس اگر اس کو قیامت کے دن تک مہلت دے دی جاتی تو وہ قیامت تک بہکا نا ہی رہتا۔ پھر تمام دنیا میں صرف دینِ اسلام ہی کیسے پایا جاتا۔ لہذا خدا نے وقتِ معلوم تک مہلت دی۔ جب ظہور قائم آل محمد کے وقت وہ ملعون قتل ہو جائے گا اور بہکانے کا سلسلہ بند ہوگا تو اس وقت سوائے دینِ اسلام دوسرا دین باقی ہی رہے گا کیونکہ اسلام کے سوا جتنے دین بنے ہیں وہ سب برعوائے شیطانی بنے ہیں۔

دوسرے شیطان نے سب کو بہکانے کا دعویٰ کیا ہے سوائے خدا کے مخلص بندوں کے۔ اس آیت سے عصمتِ انبیا و ائمہ ثابت ہوتی ہے یعنی دنیا میں ہر زمانہ کے اندر کچھ ایسے بندے پائے جاتے ہیں جن پر شیطان کے اغوا کا اثر نہ ہو۔ انسان کا باعوائے شیطانی ہی کرتا ہے پس جب شیطان کے اغوا کا ان سے تعلق ہی

نہ ہوگا تو لامحالہ وہ معصوم ہوں گے۔ آنحضرت کے بعد ایسے بندے صرف وہی لوگ ہو سکتے ہیں جن کی نشاندہی رسول خدا نے فرمادی ہے اور ہر ایک کا نام بتا دیا ہے۔ ان کے علاوہ کوئی شخص بھی شیطانی اغوا سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

تیسری آیت ہے **هَذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ**۔ اس کا ترجمہ مفسرین نے کیا ہے یہی سیدھا راستہ میرے اوپر کو آتب۔ یہ کس قدر بیونہ اور نامعقول ترجمہ کیا ہے۔ خدا کے اوپر کوراست آنا کیا معنی رکھتا ہے اگر یہ ہوتا کہ خدا کی طرف آنا ہے تو ٹھیک تھا مگر آیت میں علی ہے الی نہیں ہے۔ اس غلط ترجمہ کو نظر انداز کر کے بیضاوی نے کھلے ہے کہ اصل اس کی یوں ہوگی **هَذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ حَقٌّ عَلَيَّ أَنْ أُرَاعِيهِ**۔ یہ راستہ میرے اوپر آنے کے معنی یہ ہیں کہ میرے اوپر حق ہے کہ میں اس کی رعایت کروں۔ لیکن انہوں نے اس پر غور نہیں کیا کہ ایک بولے جملہ کا مضاف ماننا عبارت کے لیے عجیب ہے خصوصاً قرآن کے لیے کسی طرح جائز ہی نہیں دوسرے اس صورت میں خدا پر اس کا واجب ثابت ہوتا ہے حالانکہ اہلسنت کسی چیز کو خدا پر واجب نہیں کہتے ان ہی خرابیوں پر نظر رکھ کر بعض افراد نے **هَذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ** پڑھا ہے اس کو بیضاوی نے ذکر کیا ہے اس بنا پر علی فعیل کے وزن پر بلند کے معنی میں ہوگا اور آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ بلند راستہ سیدھا ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کی عربی سیدھا ہونا ہے نہ کہ بلند ہونا۔ اس کے علاوہ بلندی ایک نسبتی اور اضافی چیز ہے پستی ہو تو بلندی ہو۔ اور جب پستی اور بلندی دونوں مافی جاہیں تو راستہ سیدھا ہو ہی نہیں سکتا اور جب یہ دونوں صورتیں صحیح نہ رہیں تو اب تیسری قرأت **هَذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ** کی صحت میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔ اس میں نہ کوئی لفظی خرابی ہے نہ معنوی۔ پس اس کا مطلب یہ ہوگا کہ علی کی راہ سیدھی راہ ہے۔ اس میں حضرت علیؑ کے نام کی تصریح ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت بھی کا راستہ سیدھا اور مستقیم ہے اور انہی کے پیرو سیدھے جنت میں پہنچیں گے۔ تقابیر اہلبیت کا بھی یہی منشا ہے اور اس کی مؤید وہ روایت ہے جو حسن بصری سے منقول ہے کہ وہ اس آیت کو یوں پڑھتے تھے اور کہتے تھے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ علی بن ابی طالب کی راہ ہے اور ان کا دین سیدھا ہے اور سیدھا راستہ ہے، ان ہی کی پیروی کرو۔ (مقول از عاشقیت آن ترجمہ مولانا فرمان علی صاحب)

وَأَنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٣٧﴾ لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُومٌ ﴿٣٨﴾ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَهَنَّمَ وَعِيبُونَ ﴿٣٩﴾ ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ أَمِينِينَ ﴿٤٠﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِّنْ غَلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ ﴿٤١﴾ لَا يَمْسُهُمْ فِيهَا نَصَبٌ وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِينَ ﴿٤٢﴾

نَبِيِّ عِبَادِي أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٣٩﴾ وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ ﴿٤٠﴾

ان سب کی وعدہ گاہ، جہنم ہے جس کے سات دروازے ہیں اور سردروازے میں جلنے کے لیے ان گمراہوں کی الگ الگ ٹولیاں ہوں گی اور متقیوں کے لیے جنت میں جگہ ہوگی اور جتنے سوتے چٹھے ہوں گے (فرشتے ان سے کہیں گے) ان میں سلامتی اور اطمینان سے چلے جاؤ جو رنج ان کے دل میں ہوگا ہم ان سے نکال دیں گے اور وہ ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر یوں بیٹھے ہوں گے جیسے بھائی بھائی۔ ان کو بدشت میں نہ تکلیف چھوٹے گی اور نہ کبھی ان سے نکالے جائیں گے (لے رسول) میرے بندوں کو خیر سے دو کہ میں بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہوں اور بے شک میرا عذاب بھی بڑا دردناک عذاب ہے۔

اِخْوَانًا عَلَيَّ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ۔ اور ہرگز یہ سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ نے حضرت رسول خدا سے عرض کی کہ آپ کے نزدیک میں زیادہ محبوب ہوں یا طاہر۔ فرمایا، وہ زیادہ محبوب ہے اور تم زیادہ عزیز اور گویا میں تمہارے ساتھ عرض کوثر پر ہوں اور تم وہاں سے لوگوں کو بتا رہے ہو اور عرض کوثر پر آسمان کے ستاروں کے شمار میں تو مٹی دار کتھر رکھے ہیں۔ تم اور حسن و حسین و فاطمہ و عقیل اور حضرت بہشت میں ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر بیٹھے ہو تم میرے ساتھ ہوا اور تمہارے شیعہ بہشت میں ہوں گے۔ اس کے بعد آپ نے یہی آیت پڑھی۔ یہ مسلمان اہل جنت کی دلچسپی کے لیے ہوگا کہ آٹھ ملنے بیٹھے بے تکلفی سے باہیں کوسے ہوں گے۔ اگر ان کے دل میں ایک دوسرے کی طرف سے کوئی رنج ہوگا تو اسے دور کر دیا جائے گا اور اس طرح وہ نہایت خلوص کے ساتھ ایک دوسرے سے بات کریں گے اور کوئی تکلیف ان کو وہاں ہوگی ہی نہیں۔ مزہ سٹے ان رہیں گے۔ اس دنیا کی زندگی کو وہاں کی راحت بھری زندگی سے کوئی نسبت ہی نہ ہوگی۔

وَنَبْتَهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرَاهِيمَ ﴿٤١﴾ اِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجَلُونَ ﴿٤٢﴾ قَالُوا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نَبشُرُكَ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ ﴿٤٣﴾ قَالَ ابشُرْ تَمَوَّنِي عَلَا اِن مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَمِ تَبشُرُونَ ﴿٤٤﴾ قَالُوا ابشُرْنَا كَ

روز تیسرا اور پچیسواں کا حال

بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْفٰطِطِيْنَ ۝۵۵ قَالَ وَمَنْ يَقْطُرْ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الضَّالُّونَ ۝۵۶

اے رسول ان کو براہیم کے مہانوں کا حال سناؤ۔ جب (فرشتے) ان کے پاس آئے تو انہوں نے سلام کیا حضرت براہیم نے (جواب سلام دے کر) کہا تم سے خوفزدہ ہیں۔ انہوں نے کہا آپ ڈریجے نہیں ہم آپ کو ایک بڑے لکھے لڑکے کی بشارت دینے آئے ہیں حضرت براہیم نے کہا، ایسے وقت تم کیا مجھے خوشخبری دیتے ہو جب کہ بڑھا پا چکا ہے تو اب کا ہے کی خوشخبری دینے آئے ہو۔ انہوں نے کہا، ہم نے آپ کو ٹھیک خوشخبری دی ہے آپ رحمتِ خدا سے مایوس ہونے والوں میں سے نہ ہوں۔ حضرت براہیم نے فرمایا اگر انہوں کے سوا اپنے رب کی رحمت سے کون مایوس ہوگا۔

گناہ و منافقین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کرتے تھے کہ آپ کی نبوت کو ہم اس وقت تک نہیں مانیں گے جب تک کسی فرشتہ کو بلا کر نہ دکھادیں۔ خدا نے جواب دیا کہ فرشتے حق کے ساتھ نازل ہوتے ہیں یعنی باقوسی عذاب کے لیے یا کسی خوشخبری کے لیے۔ یہاں فرشتوں کا نزول دونوں صورتوں میں دکھایا گیا ہے۔ اول حضرت ابراہیم کو فرزند کی بشارت دینے کے لیے، دوسرے قوم لوط پر عذاب کے لیے۔ پس جب یہ دونوں صورتیں پہلے واقع ہو چکیں تو اب ان کو دہرانے کی ضرورت کیا ہے۔

حضرت ابراہیم ڈرے کیوں؟ یا تو اس کی وجہ ہے کہ وہ بے حد حسین لڑکوں کی صورت میں آئے تھے لہذا بالکل اجنبی معلوم ہوتے تھے۔ حضرت ابراہیم کو خوف ہوا کہ معلوم کیس ارادہ سے آئے ہوں۔ یا یہ وجہ تھی کہ وہ آؤت آئے تھے۔ خدا نے ہوا کوئی نقصان پہنچانے تو نہیں آئے۔

جس لڑکے کی بشارت حضرت ابراہیم کو فرشتوں نے دی اس کے متعلق مفسرین کا اختلاف ہے کہ اہدیت اس طرف ہے کہ یہ بشارت حضرت اسماعیل کے متعلق تھی لیکن تفسیر طبری میں جو اللہ تفسیر عیسیٰ نامی امام محمد باقر سے منقول ہے کہ یہ بشارت حضرت اسمعیل کے متعلق تھی جو یمن جناب اجڑے سے پیدا ہوئے۔ (منقول از حاشیہ القرآن الہی میں ترجمہ مولانا امداد حسین صاحب قلام جویم مطبوعہ انصاف پریس لاہور)

ہوسکتا ہے یہ بشارت دو بار دی گئی ہو۔ ایک بار جناب اسمعیل کے متعلق دوسری بار جناب اسماعیل کے متعلق۔ غلامِ عظیم سے معلوم ہوا کہ انبیا علیہم السلام خدا کے یہاں سے علم حاصل کیے ہوئے آتے ہیں ورنہ دنیا میں علم حاصل کرنے والے تو سب ہی ہوتے ہیں، علم کھنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔

حضرت ابراہیم کے مہانوں کا قصہ

حضرت ابراہیم رحمتِ خدا سے مایوس نہ تھے کیونکہ تعین اس بات پر تھا کہ بڑھاپے کی وجہ سے ان کی عمر تو کم و تناسل کی ذریعہ تھی۔ وہ بروایت ایک سو بیس سال کے ہو چکے تھے اس عمر میں عموماً اولاد نہیں ہوا کرتی جب فرشتوں نے کہا یہ بشارت ٹھیک ہے تو انہیں ہمت میں آگیا۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ۝۵۷ قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ مُّجْرِمِينَ ۝۵۸ إِلَّا آلَ لُوطٍ ۗ إِنَّا لَمُنَجِّوهُمُ اجْمَعِينَ ۝۵۹ إِلَّا امْرَأَتَهُ قَدَّرْنَا إِنَّهَا لَمِنَ الْغَابِرِينَ ۝۶۰ فَلَمَّا جَاءَ آلَ لُوطٍ الْمُرْسَلُونَ ۝۶۱ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّكْرُونَ ۝۶۲ قَالُوا بَلْ جِئْنَاكَ بِمَا كَانُوا فِيهِ يَمْتَرُونَ ۝۶۳ وَإِنَّا لَالصّٰدِقُونَ ۝۶۴

(جب حضرت ابراہیم کو یہ یقین ہو گیا کہ یہ فرشتے ہیں تو) کہنے لگے اے خدا کے رسولو، تمہیں کیا مہم درپیش ہے۔ انہوں نے کہا ہم ایک مجرم قوم (قوم لوط) کی طرف بھیجے گئے ہیں مگر لوط کے لڑکے با لے ان سب کو ہم بچالیں گے سوائے لوط کی بی بی کے جسے ہم نے ناک لیا ہے وہ ضرور (لڑکے بالوں سے) پیچھے رہ جائے والوں میں سے ہوگی۔ غرض جب یہ خدا کے بھیجے ہوئے آل لوط کے پاس آئے تو لوط نے ان سے کہا آپ لوگ اجنبی معلوم ہوتے ہیں۔ انہوں نے کہا نہیں بلکہ ہم تمہارے پاس وہی چیز لے کر (عذاب) آئے ہیں جس کے متعلق تمہاری قوم شک میں پڑی ہوئی تھی۔ ہم تمہارے پاس (عذاب کا) قطعی حکم لے کر آئے ہیں اور ہم سچے ہیں۔

قوم لوط ایسی نعت بدکاری میں مبتلا تھی کہ خدا نے ان کو قوم مجرم میں سے ذکر کیا ہے۔ حضرت نوح کی بی بی کی طرح حضرت لوط کی بی بی بھی کافرہ تھی۔ یہ ان کی بدکار قوم سے ملی ہوئی تھی۔ خدا نے اس کو نجات پانے والوں سے علیحدہ کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر ایمان درست نہ ہو تو کوئی قربت یا رشتہ داری کام نہیں آتی چاہے پیغمبر کا بیٹا یا بی بی کیوں نہ ہو۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ بہشت پر ہیز کاروں کے لیے ہے اگرچہ

ص ۷۶

غلام سستی ہی کیوں نہ ہو اور دوزخ نامرغزوں کے لیے ہے اگرچہ سستی فریشتی ہی کیوں نہ ہو۔

فَاسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِنَ الْبَيْلِ وَاتَّبِعْ أَذْيَابَهُمْ وَلَا يُلَاقِكَ مِنْكُمْ أَحَدٌ
وَأَمْضُوا حَيْثُ تُؤْمَرُونَ ﴿۶۵﴾ وَقَضَيْنَا إِلَيْهِ ذَلِكَ الْأَمْرَ أَنَّ دَابِرَ
هَؤُلَاءِ مَقْطُوعٌ مُصْبِحِينَ ﴿۶۶﴾

(فرشتوں نے کہا لے لوٹو) آپ کچھ رات سے اپنے اہل و عیال کو لے کر یہاں سے نکل جائیے گا اور آپ ان سب کے پیچھے رہیے اور تم میں سے کوئی مڑ کر پیچھے نہ دیکھے اور جدھر جائے گا (شام کو) حکم دیا گیا ہے چلے جائیے۔ اور یہ فیصلہ کر دیا گیا ہے کہ صبح ہوتے ہوئے ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جائے گی۔

حضرت لوط کو اس لیے پیچھے رہنے کا حکم دیا کہ ان میں سے کوئی آدمی چھوٹ نہ جائے یا ادھر ادھر نہ ہو جائے۔ پیچھے بچ کر نہ دیکھنے کا حکم اس لیے دیا گیا کہ عذاب کی صورت دیکھ کر مارے خوف کے ان میں سے کوئی مر نہ جائے یا اس عذاب کی لپیٹ میں آجائے۔ بس قدم اٹھائے یہ سب چلے ہی جائیں نہ رکھیں نہ ادھر ادھر دیکھیں۔ ان کے عذاب کا وقت صبح کا تھا۔ صبح ہونے سے پہلے ہی ان کو حکم نکلا کہ اس عذاب سے باہر ہو جائیں۔

وَجَاءَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿۶۷﴾ قَالَ إِنَّ هَؤُلَاءِ ضَيْفٌ فَلَا
تَفْضَحُونِ ﴿۶۸﴾ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تُخْرَؤُنِ ﴿۶۹﴾ قَالُوا أَوْلَمْ نَنْهَكَ عَنِ
الْعُلَمِيَّانِ ﴿۷۰﴾ قَالَ هَؤُلَاءِ بَنَاتِي إِنْ كُنْتُمْ فَعِلَائِنِ ﴿۷۱﴾ لَعَمْرِكَ إِنَّهُمُ
لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿۷۲﴾ فَأَخَذْتَهُمُ الصَّبْحَةَ مُشْرِقِينَ ﴿۷۳﴾
فَجَعَلْنَا عَلَيْهِمْ سَافِلْهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِنْ سِجِّيلٍ ﴿۷۴﴾
إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّمَنْتَوَسَّمِينِ ﴿۷۵﴾ وَإِنَّهَا لِبَسْبِيلٍ مُّقْبِلِينَ ﴿۷۶﴾

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّمَنْتَوَسَّمِينِ ﴿۷۶﴾

(لوٹ کے گھر میں فرشتوں کے آنے کا حال ان کی بی بی نے قوم کے بکاؤں کو سنایا) یہ باتیں سہی رہی تھیں کہ شہر والے بڑی بہت سے خوشیاں مناتے دوڑ پڑے۔ حضرت لوط نے ان سے کہا یہ میرے مہمان ہیں تم انہیں ستا کر مجھے بدنام نہ کرو۔ خدا سے ڈرو اور مجھے ذلیل نہ کرو۔ انہوں نے کہا کیا ہم نے تمہیں سارے جہان کے لوگوں کے آنے کی منہا ہی نہیں کر دی تھی۔ لوط نے کہا، اگر تمہیں ایسا ہی کرنا ہے تو یہ میری (قوم کی) بیٹیاں ہیں، ان سے نکاح کر لو۔ لے رسول تمہاری جان کی قسم وہ لوگ اپنی مستی میں بے ہوش ہو رہے تھے (لوٹ کی بات کیا سنتے) غرض صبح ہوتے ہوئے ان کو بڑے زور کی چیخاڑ کرنے لے ڈالا۔ ہم نے اس سستی کو الٹ کر اس کے اوپر کے طبقہ کو نیچے کا طبقہ بنا دیا اور پھر ہم نے کئی ہوتی سستی کی بارش کر دی اس میں شک نہیں کہ اس میں اصلی بات کو تازہ جانے والوں کے لیے قدرت خدا کی بڑی نشانیاں ہیں۔ یہ الٹی ہوئی سستی ان کی ہمیشہ کی آمد و رفت کے راستہ ہی پر ہے اہل ایمان کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔

قوم لوط بڑی بھول تھی۔ ان کی سستی ایک ایسی بگڑ واقعہ تھی جس کے اس پاس بہت سی بستیاں تھیں۔ لوگ ادھر ادھر سے آکر وہاں ٹھہر کر رہتے تھے۔ اس کے گھبرا گئے شیطان نے ان سے کہا میں ایک تدبیر بنا رہا ہوں پھر کوئی یہاں نہ آئے گا۔ جو تمہاری سستی میں آئے اس سے لواطت کرو۔ چنانچہ جب یہ طریقہ انہوں نے اختیار کیا تو رفتہ رفتہ ایسے عادی ہو گئے کہ عورتوں کو چھوڑ کر ساری توجہ نوجوان لڑکوں کی طرف ہو گئی۔ حضرت لوط نے اس فعل بد سے ہر چند منع کیا مگر وہ نہ مانے۔

جب حضرت لوط کے گھر فرشتے آئے تو ان کی کافری نے فوراً قوم کے بکاؤں کو یہ خبر دی کہ لوط کے گھر بڑے خوبصورت لڑکے آئے ہوئے ہیں۔ یہ سنتے ہی وہ خوشیاں مناتے دوڑ پڑے۔ اور لوط سے کہا ان کو ہمارے حوالے کرو۔ حضرت لوط نے کہا یہ لوگ میرے مہمان ہیں کیونکہ تمہارے حوالے کر کے اپنے لیے بدنامی عمل لے سکتا ہوں۔ مگر وہ مست ہو رہے تھے۔ جب کسی طرح زمانے تو لوط نے کہا، اچھا ایک دن کی مہلت دو۔ یہ بات وہ مان گئے۔

فرشتوں کی ہدایت کے موافق لوط اپنے گھر والوں کو لے کر صبح ہونے سے پہلے ہی گھر سے نکل پڑے۔ کچھ دور گئے تھے کہ وہ لوگ ان کو روکنے کے لیے پل پڑے۔ اتنے میں عذاب الہی نے ان کو دبا لیا۔ پہلے تو اس سستی کے طبقہ زمین کو الٹ دیا گیا جو لوگ نکل بھاگے تھے ان پر پتھروں کی بارش ہوئی۔ غرض کہ سب کے سب

کھیت ہے۔ انیس ہے کہ باوجود ان کا انجام دیکھنے کے اور سننے کے یہ ہمہ اہل تک دنیا میں پائی جاتی ہے۔
منوہم وہ لوگ کہلاتے ہیں جو عقل و فہم سے کام لے کر کسی معاملہ کی حقیقت کو سمجھیں۔ حضرت علی علیہ السلام
نے فرمایا ہے کہ چیلے متو تم رسول تھے ان کے بعد میں ہوں اور میرے بعد اور میرے بعد۔
فرشتہ جس طرح لباس بشری میں آکر اور جو ہو انسانوں سے مشابہ ہو کر اپنی ملک نوع کو نہیں سمجھتا،
اسی طرح آنحضرت اگر جو صورت اور جسم میں بشر تھے لیکن اس کے جسمی نہیں کہ ان کی نورانی نوع اس جسم میں آکر
بدل گئی تھی۔ ان کے صفات اقدس پر نظر کی جائے تو نام آدمیوں سے بالکل جدا تھے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ
ان کی نوع جدا گانہ تھی۔ صرف تبلیغی ضرورت کے لحاظ سے وہ بشری صورت میں آئے تھے۔

وَإِنْ كَانَ أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ ظَالِمِينَ ۗ فَانقَمْنَا مِنْهُمْ وَإِنَّهُمَا
لَبِإِمَامٍ مُّبِينٍ ۗ ۙ وَقَدْ كَذَّبَ أَصْحَابُ الْحَجَرِ الْمُرْسَلِينَ ۗ ۙ وَآيَاتُهُمْ
آيَاتِنَا فَكَأَنؤَاعِنَاهُمْ مَعْرِضِينَ ۗ ۙ وَكَأَنؤَايُنِحْتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بِيوتَا
أَمِينٍ ۗ ۙ فَآخَذْتَهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِينَ ۗ ۙ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا
كَانُوا يَكْسِبُونَ ۗ ۙ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا
بِالْحَقِّ ۗ وَإِنَّ السَّاعَةَ لَأَتِيَةٌ ۖ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيلَ ۗ ۙ إِنَّ
رَبَّكَ هُوَ الْخَلْقُ الْعَلِيمُ ۗ ۙ

ایک والے (قوم شعبیہ) بھی ظالم تھے ان سے بھی ہم نے بدل لیا۔ یہ دو بستیاں (قوم لوط و شعبیہ کی)
ایک ٹکلی ہوئی شاہراہ پر (الحج تک موجود) ہیں۔ اسی طرح حجر کے رہنے والوں (قوم صالح) نے بھی
پیغمبروں کو جھٹلایا۔ ہم نے انہیں اپنی نشانیاں دیں اس پر بھی وہ لوگ روگردانی کرتے رہے اور
بڑے اطمینان سے پہاڑوں کو تراش تراش کر ٹکڑے بنا لے رہے آخر صبح ہوتے ہوتے ان کو طوفی جگمگا

نے لے ڈالا۔ وہ اپنی حفاظت کی جو تدبیریں کیا کرتے تھے وہ ان کے کچھ بھی کام نہ آئیں۔ ہم نے آسمانوں اور
زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے حکمت و مصلحت سے پیدا کیا ہے۔ تم لے رسول ان کا فوں سے
بے عنوان نشانہ درگزر کرو (یقیناً فیصلہ کی گھڑی آنے والی ہے اس وقت ان سے سمجھ لیا جائے گا) بے شک
تمہارا رب بڑا پیدا کرنے والا اور بڑا جاننے والا ہے۔

اصحاب ایک یعنی بنی والوں سے مراد قوم شعبیہ ہے یہ مدین میں رہتے تھے۔ قوم لوط اور قوم شعبیہ پر
جو عذاب آیا ان کی تباہ شدہ بستوں کے نشانات اب بھی موجود ہیں۔ یہ بستیاں شاہراہ عام پر تھیں۔ جو راستہ
حجاز سے شام یا عراق سے مصر کو جاتا ہے اس پر واقع تھیں۔

ایک والے بڑے سرکش اور ظالم تھے قریب نے ان کی سرکشی کی سخت سزا دی۔ ایک والوں کو امر کرنی تمام
شہر مدین تھا یہیں شعبیہ رہتے تھے چونکہ یہاں جنگل زیادہ تھی اس لیے بنی والے کہلاتے تھے۔ جو انبیاء ان کی طرف
بھیجے گئے انہوں نے انہیں جھٹلایا اور جو معجزات انہوں نے دکھائے ان سے روگردانی کی اور کہا یہ سب
شعبد بازی ہے۔ ان لوگوں نے عذاب الہی سے بچنے اور دشمنوں کے حملوں سے بے خوف رہنے کے لیے پہاڑوں
کو کاٹ کر ایسے محفوظ گھر بنائے تھے کہ کوئی ان پر حملہ نہیں کر سکتا تھا۔ دکن میں ایورا اور بانٹا کے گاؤں کو ان کا ایک
نمونہ سمجھا جاسکتا ہے۔ جناب شعبیہ نے ان کو عذاب الہی سے بہت ڈرایا دیکھا یا مگر وہ اپنے فخر جیسے گھروں پر
ایسا بھروسہ رکھتے تھے کہ عذاب الہی کی طرف دھیان ہی نہ دیتے تھے۔ آخر ایک روز صبح کے وقت ایسی زور کی
ریح پیدا ہوئی کہ ان کے بارٹ فیل ہو گئے اور ان کے مکانات اور حفاظت کے اسباب نے انہیں کوئی فائدہ
نہ پہنچایا۔ خدا کی پکڑ سے وہ کہاں بچ سکتے تھے۔

رسول سے کہا جا رہا ہے آپ اپنی قوم کی سرکشی سے پریشان نہ ہوں یہ سچ کہہاں جائیں گے فیصلہ
کا دن یعنی قیامت آنے والی ہے۔ تم ان پر زیادہ سختی نہ کرو بلکہ نہایت نرمی اور شائستگی سے انہیں
سمجھاؤ اور ان کی گستاخیوں سے درگزر کرو ممکن ہے سمجھ جائیں۔

وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ ۗ ۙ لَا تَمُدَّنَّ
عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَخَفَضْ
جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ ۗ ۙ وَقُلْ إِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْمُبِينُ ۗ ۙ كَمَا أَنزَلْنَا
عَلَى الْمُقْسِمِينَ ۗ ۙ الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ ۗ ۙ

قَوْرِبَاكَ لَسْئَلُهُمْ أَجْمَعِينَ ۹۱ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۹۲

اے رسول ہم نے تم کو سب مشافی (سورہ الحمد) اور قرآن عظیم عطا کیا ہے تم اس متاع دنیا کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھو جو ہم نے ان میں سے مختلف قسم کے لوگوں کو دے رکھی ہے اور نہ ان کی بے دینی پر کچھ افسوس کرنا، ہاں ایمانداروں سے (چاہے وہ غریب ہوں) جھجک کر ملا کر دو اور کہہ دو میں تو تم کو صریح طور پر (عذابِ خدا سے) ڈرانے والا ہوں (ہم ان لوگوں پر اسی طرح عذاب نازل کریں گے) جیسے ان لوگوں پر نازل کیا تھا جنہوں نے قرآن کو باٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا (بعض کو مانا اور بعض کو نہ مانا) اے رسول تمہارے پروردگار کی اپنی قسم ہم ان سے جو کچھ دُنیا میں یہ کیا کرتے تھے ضرور باز پرس کریں گے۔

سب مشافی سے مراد سورہ الحمد ہے یعنی وہ سات آیتیں جو دوبار نازل ہوئیں یا اس لیے کہ دو رکعتی نماز میں دوبار پڑھی جاتی ہیں۔

جب تک حضور مکہ میں رہے مسلمان بہت پریشاں رہے خصوصاً آخر زمانہ میں جبکہ جناب خدیجہؓ کی دولت بھی ختم ہو گئی تھی اور غریب مسلمانوں کے اخراجات کا بھی بار تھا مشرکین مسلمانوں کا مال چھین لیتے تھے انہیں طرح طرح سے ستاتے اور اپنی دولت کا لالچ دیتے تھے بس حضرت کی تسلی کے لیے کہا جا رہا ہے کہ ان کی چند روزہ دولت کو آٹھ اٹھا کر بھی نہ دیکھو، ہاں غریب مسلمانوں سے جھجک کر ملو تاکہ ان کی بہت بڑھی ہے اور کافروں سے کہو میں نہیں عذاب خدا سے ڈرانے والا بن کر آیا ہوں۔ ان کا بھی وہی حشر ہو گا جو ان یہودیوں کا ہوا جنہوں نے قرآن (توریت) کو تقسیم کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا یعنی بعض باتوں کو مانا اور بعض کو نہ مانا۔ بعض نے کہا ہے یہی قرآن مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ جو آیتیں قرآن میں تھیں یہودیوں نے ان کو بدل ڈالا اور ان کے ماننے سے انکار کر دیا جیسے توریت کی انہوں نے بعض باتوں کو مانا اور بعض کو ماننے سے انکار کر دیا۔

فَأَصْدَعُ بِمَا تُمَرُّوْا وَعِضُ عَنِ الْمَشْرِكِيْنَ ۹۳ اِنَّا كُنَّا نَكْفُرُ بِمَا كُنَّا نَعْمَلُ ۹۴

السَّجِدِيْنَ ۹۸ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنَ ۹۹

اے رسول جو تمہیں حکم دیا گیا ہے اب اسے واضح کر کے سنا دو اور مشرکین سے علیحدہ ہو جاؤ جو لوگ تمہارا مذاق اڑاتے ہیں اور جو لوگ خدا کے ساتھ کسی اور کو معبود بنااتے ہیں وہ عنقریب جان لیں گے (کہ ان کا حشر کیا ہوا) ہم جانتے ہیں کہ تم ان کفار و مشرکین کی باتوں سے دل تنگ ہوتے ہو تم اپنے رب کی حمد کی تسبیح کرتے رہو اور اس کی بارگاہ میں سجدہ کرنے والوں میں ہو جاؤ اور جب تک تمہارا پاس موت آئے اپنے رب کی عبادت میں لگے رہو۔

موجب حکم خدا جب حضورؐ نے حکم کھلا دعوت اسلام دینا شروع کی تو مشرکین کے دل میں عداوت کے شعلے بھڑکنے لگے اول تو انہوں نے خوب مذاق اڑایا، تالیماں سجائیں اور طنز آمیز فقرے کہے جب حضرتؐ نے باوجود ان باتوں کے اپنا کام جاری رکھا تو انہوں نے کہا ہم آپ کو چند روز کی مہلت دیتے ہیں۔ اگر اس کے بعد بھی آپ باز نہ آئے تو ہم آپ کو قتل کر دیں گے۔ یہ سن کر آپ دل تنگ ہوئے اور گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھے رہے۔ اللہ نے ان کو تسکین دی کہ گھبراؤ مت بہت جلد یہ لوگ اپنے کیسے کی سزا پائیں گے۔ ان باتوں میں پانچ آدمی بہت سرکش تھے۔ ولید بن مغیرہ، اس کا حشر یہ ہوا کہ اس کے پیر میں راستہ چلتے ایک تیر کا پیر کیا، بیسوت ہوا جس سے اس قدر خون جاری ہوا کہ اس کی تکلیف میں چلا کر مر گیا۔ دوسرا عاص بن وائل تھا اس کے پیر میں ایک کاٹا بچھا جس سے سارے پیر پر درم آ گیا اور اس کی تکلیف میں واصل جہنم ہوا۔ تیسرا اسود بن مطلب اندھا ہو کر مر گیا۔ چوتھا اسود بن عبد نیوث تھا جو جلد رکی۔ پیماری میں مبتلا ہو کر فی التار ہوا۔ پانچواں حوث بن طلحہ الخزاعی تھا جس کی ناک سے پیپ جاری ہوتی اور ہلاک ہو گیا۔

سُوْرَةُ النَّحْلِ مَكِّيَّةٌ ۷۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ اَمْرَ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سَبِّحْهُ وَقُلِّ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۱

يُنزِلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوحِ مِنْ اَمْرِهِ عَلٰۤى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهِ اَنْ
 اَنْذِرُوْا اِنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاتَّقُوْنَ ﴿۱۶﴾ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
 بِالْحَقِّ ۗ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۷﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَآ هُوَ
 خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸﴾

اے کفار! خدا کا حکم قیامت کو یا آپہنچا تم اس کی جلدی نہ چلاؤ جس چیز کو یہ خدا کا شریک قرار دیتے ہیں اس سے خدا پاک پاکیزہ اور برتر ہے پلنے نڈوں میں سے جس کے پاس چاہتا ہے اپنا حکم دے کر فرشتوں کو بھیجتا ہے کہ لوگوں کو اس سے آگاہ کرو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس مجھی سے ڈرو اس نے آسمان و زمین مصلحت سے پیدا کیے ہیں جس چیز کو یہ اس کا شریک قرار دیتے ہیں وہ اس سے برتر و بالاتر ہے۔ اس نے انسان کو نطفہ سے پیدا کیا پھر مجھی وہ ملک تھا جسکے نڈوں والا بن گیا۔

اس سورہ کی پہلی آیت میں قیامت کو نصیذ ماضی بیان کیا گیا ہے یعنی اس پر اتنا یقین رکھنا چاہیے گویا وہ آگئی۔ دوسرے شریکین اپنی بے برستی کو برحق جانتے تھے اور اس کے بعد دوسرے پر یہ سمجھتے تھے کہ محمد کی مخالفت ہم کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ قیامت کا عذاب ایک ڈھکوسلا ہے۔ ہمارے بڑے ہم کو ہر مصیبت سے بچالیں گے اور محمد کے صاحب بدستور رہیں گے۔ خدا فرماتا ہے کہ خدا کا کوئی شریک نہیں نہ جھوٹے ہو کہ ان بتوں کو خدا کی عبادت میں شریک کرتے ہو۔ ہمارا رسول تمہارے خدا اپنے نڈوں میں سے جس کو چاہتا ہے اُسے بھیج کر اپنا رسول بنا لے اور اس پر اپنی وحی نازل کر لے۔ اس نے آسمانوں اور زمین کو اپنی مصلحت کے مطابق پیدا کیا ہے یہ سب اس کی مخلوق ہیں اس کے شریک الوہیت نہیں۔

مشرکین نے آنحضرت کی ہجرت کے بعد ہی جان لیا کہ کیا اس پر قیامت کی سی ایک آفت کیسے آبری چند ہی روز میں ان کی گردن کا سب ختم ہو کر رہ گئی۔ اور وہ ایسے ذلیل و غوار ہوئے کہ یہ وقت ان کے نصرت میں بھی نہ آتی تھی۔ چند ہی سال کے بعد تمام عرب پر خدا کے رسول کی حکومت کا پرچم لہرانے لگا اور لا الہ الا اللہ کی صدا گونجنے لگی۔ جن بتوں پر ان کو بڑا اعتقاد تھا ان کو پاش پاش کر دیا گیا۔

آخر میں یہ بیان کیا جا رہا ہے کہ انسان جس کو ہم نے نطفہ کے ایک قطرہ سے پیدا کیا ہے۔ اس کا ہیکل اپن دیکھو کہ ہم سے کس قدر ہمارے احکام کو جس پشت ڈالتا ہے حالانکہ اس کی بساط ہی کیا ہے۔ ایک گندہ نطفہ

سے ہم نے پیدا کیا ہے اور آخر میں ایک بدبودار مردہ بن جاتا ہے۔ ہم نے اس کو انسان بنایا ہم نے اس کی زندگی کے سارے سامان ہتھیائے پھر بھی ہم ہی سے اس کو تھکا کر تھے۔ اب آگے لپٹے وہ احسانات بنا تھے جو ہم پر کیے ہیں اس سورہ میں ذکر ہے: قیامت کا قریب ہونا۔ انسان کی فطرت۔ خدا کے احسانات۔ خدا کی توحید۔ انسانی عمر کی تقسیم۔ پیغمبر اپنی امت کا گواہ ہوگا۔ قسم توڑنے کی مذمت۔ شہد کی کھجی کا بیان وغیرہ۔

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَمَنْفَعٌ وَمِنْهَا تَأْكُلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حٰیثُ تَرْبَعُوْنَ وَحٰیثُ تَسْرَحُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰی بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بِاَبْغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۱﴾ وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لَتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةٌ ۗ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾

اور جو پاؤں کو اُس نے تمہارے لیے پیدا کیا جن سے تمہارے لیے (کھال اور اُون سے) لباس کا سامان ہے اس کے علاوہ اور بھی منافع ہیں ان میں سے بعض کو تم کھاتے بھی ہو اور جب تم انہیں شام کو چراگرتے ہو اور صبح سویرے جب چرائی پر لے جاتے ہو تو ان کی وجہ سے تمہاری رونق بھی ہے اور جن شہزادوں کی بڑی مشقت سے پہنچ سکتے تھے چوپائے وہاں تک تمہارا بوجھ اٹھا کر لے جاتے ہیں بے شک تمہارا رب بڑا مہربان اور حسرم کرنے والا ہے اس نے گھوڑوں، خچروں اور گدھوں کو پیدا کیا تاکہ تم ان پر سوار ہو اور اس میں زینت بھی ہے ان کے علاوہ اور چیزیں بھی پیدا کیں جن کے فائدوں کو تم نہیں جانتے ہو۔

انسان کو اس پر غور کرنا چاہیے کہ اس کے خالق نے اُس کی ضروریات زندگی کو کس طرح پیدا کیا ہے اور کتنے سامان اس کی راحت رسانی کے لیے فراہم کر دیئے ہیں۔ مثال کے طور پر بزرگ اور بچوں پر ایک نظر ڈالو کہ ان سے کیا کیا فائدے نہیں پہنچتے ہیں۔ تم ان کا دودھ پیتے ہو۔ ذبح کر کے گوشت کھاتے ہو۔ ان کی کھال اور اُون سے لباس

بناتے ہو۔ ان سے اہل چلا کر کھیتی باڑی کرتے ہو۔ ہماری ہماری بوجھ ان پر لا دکر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہو اگر وہ نہ ہوتے تو بتاؤ تم کیا کرتے۔ ان پر تم سوار ہوتے ہو۔ ان سے اپنی گاڑیاں بچھواتے ہو۔ گھوڑے پر سوار ہو کر سیر و تفریح کرتے ہو، جیسے جیسے سفر طے کرتے ہو۔ اور جنگ میں ان پر سوار ہو کر لڑتے ہو۔ دیکھنا توں کی گرم و سخت منزلیں تم اونٹوں کے ذریعہ سے طے کرتے ہو۔ کیا سب احسان بھلائی کے قابل ہیں۔ افسوس ہے انسان کی عقل پر کہ جس خالق نے اس کے لیے یہ تمام چیزیں پیدا کی ہیں وہ اس کا شریک و دوسروں کو بنا دیا ہے اسی کی فلاح و نجات سے بھلا گیا ہے اسی کے بارے میں انبیاء سے جھگڑا کرتا ہے۔ اس سے اس کی عقل کی کمزوری ظاہر ہوتی ہے۔ جس خدا نے اس کی ذیوی آسائش کا یہ سب کچھ سامان کیا ہے کیا وہ اس کی آخرت کی نعمات کا کوئی بند و بست کرے گا اس نے کیا اور مکمل بند و بست کیا اپنے انبیاء بھیجے۔ اپنی کتابیں بھیجیں۔ انبیاء و رسولین نے جو حق سمجھانے کا تھا سمجھا پھر بھی کوئی دیکھے تو پھر اس کو سزاؤں سے بدتر سمجھنا چاہیے۔ یہ نہ کہنا کہ جب خدا نے ہمیں عقل دی ہے اور ہم اپنے جملے بڑے کو سمجھ گئے ہیں تو پھر ہمیں انبیاء و رسولین کی ضرورت کیا ہے۔ اگر تم عقل سلیم رکھنے والے اور اس سے کام لینے والے ہوتے تو یوں وہ سب کے متعلق تمہارے مختلف راستے نہ ہوتے۔ تم شکر، کافر، ممد، منافق بن کر اس دنیا میں نہ رہتے۔ کتاب خدا سمجھنے میں تمہارے اختلافات نہ ہوتے۔ انبیاء سے برس برس پر یکبار نہ ہوتے۔ تمہاری اس عقل کی کمزوری پر نظر رکھو کہ یہی تو خدا نے بے شمار انبیاء تمہاری ہدایت کو اپنے درپے بھیجے۔

وَعَلَى اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَاوِبُهَا وَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ④
 هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لَكُمْ مِنْهُ شَرَابٌ وَمِنْهُ شَجَرٌ فِيهِ
 تُسِيمُونَ ⑤ يُنبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُونَ وَالنَّخِيلَ وَالْأَعْنَابَ
 وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ⑥

اور سیدھی راہ دکھانا تو اللہ ہی کے ذمہ ہے اور ان میں بعض راستے ٹھیکے ہیں اور اللہ اگر چاہے تو تم سب کو منزل مقصود تک پہنچا دے۔ اللہ ہی ہے جس نے آسمان سے تمہارے لیے میٹھ برسایا جس میں سے تم پیتے ہو اور اس سے درخت نشا و آب ہوتے ہیں جن سے تم اپنے مویشی چراتے ہو اور اس پانی سے تمہارے لیے کھیتی، زیتون، خرما اور انگور اور ہر طرح کے پھل پیدا کرتا ہے اس میں فکر

ع

کرنے والوں کے لیے خدا کی نشانی ہے۔

جس راستہ کی اللہ ہدایت کرے ہے وہی سیدھا راستہ ہے اور یہی راستہ ہے جو اس کے سوال اور ان کے اہل بیت سے بتایا اور بعض طے ہے ہیں جیسے شکر۔ بعض کچھ ٹھیکے ہیں کچھ سیدھے جیسے دیگر مذہب۔ اگر اللہ چاہے تو سب سیدھے راستے پر لگائے مگر یہ اس کی مصلحت کے خلاف ہے۔ اگر اللہ خود ہی سب کو صاحب ایمان بنا دیتا تو پھر انسانی عقل و فہم کی جانچ کیسے ہوتی اور ان کا اپنے عقائد و افعال میں خود مختار ہونا کیسے ثابت ہوتا۔ ان آیتوں سے پہلے خدا نے جو پانچ کا ذکر کر کے اور ان کے کام یاد دلا کر انسان پر اپنے احسان کا اظہار کیا۔ اس لیے اور احسانات بیان کرتا ہے۔ اس کی ذات پاک نے آسمان سے پانی برسایا جس کی وجہ سے زمین نے وہ لگا س آگائی جسے جانور کھاتے ہیں درخت اگائے جن سے انسان کی بے شمار ضرورتیں پوری ہوتی ہیں طرح طرح کی نباتات آگائی جو انسان کی دوا اور غذا دونوں میں کام آتی ہے۔ اس نے کھیت اہلہا سے اور غلہ پیدا کیا۔ زیتون کا درخت آگایا جس سے تیل حاصل ہوا۔ خرما اور انگور جیسے میٹھے پھل پیدا ہوئے ان کے علاوہ اور طرح طرح کے پھل بھی درختوں میں لٹکتے نظر آئے۔

انسان کتنا بڑا ناشکر ہے کہ خدا کی یہ سب نعمتیں کھاتے چلا جاتا ہے مگر اس کے شکر کے لیے اس نے دل میں کتنا شکر نہیں۔ اس کی زبان میں حرکت نہیں اس کے ہونٹ نہیں کھلتے وہ دو رکعت نماز پڑھنا کیسا شکر کے دو لفظ الحمد للہ اور شکر اللہ بھی کہنا نہیں جانتا۔

کیا یہ اس کی قدرت کا شکر نہیں کہ جو بانی آسمان سے اس نے برسایا تھا زمین نے اس کو جذب کر کے کیا کمال دکھایا۔ ایک ہی پانی سے مختلف رنگ مختلف بو مختلف مزہ کے پھل پیدا کیے۔ ہر ایک کی شیرینی جدا ذائقہ جدا۔ ہماری زبان میں یہ طاقت نہیں کہ پھلوں کی مٹھاس کے درمیان امتیازی خطوط کھینچ سکے۔ ہمارے پاس لے کر کے صرف ایک لفظ میٹھا ہے۔ گنا بھی میٹھا، انگور بھی میٹھا، جھور بھی میٹھی، آم بھی میٹھا، تربوز بھی میٹھا جالا کر ان سب کی مٹھاس جدا جدا ہے۔ زبان فرما بنا دیتی ہے کہ یہ مٹھاس فلاں پھل کی ہے لیکن اس کے پاس وہ الفاظ نہیں جس سے یہ بنا سکے کہ انگور اور انجیر کی مٹھاس میں یہ فرق ہے۔ شکر اور آم کی شیرینی میں یہ تفاوت ہے۔ اس طرح ہر پھل کی تائید الگ ہے۔ اس کے چمکنے کا اثر الگ ہے۔ اس کے اندر بیجوں کا نظام الگ ہے۔ ان کے گورے کی صورت الگ ہے ان کا دیلا پن جدا ہے۔ غرض کس کی طاقت ہے کہ خدا کی مٹھاسوں کو لکھ کر کے اور ان کے لیمانے اس کی حمد کر سکے۔ لیکن جتنا سمجھ میں آتا ہے کم سے کم اس کا اتنا ہی شکر تو ادا کر لے۔

وَسَخَّرَ لَكُمْ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنَّجْمِ مَسْحَرَاتٍ
 بِأَمْرِهِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ⑦ وَمَا ذَرَأَ الْكُفْرُ

فِي الْأَرْضِ مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَذَكَّرُونَ ﴿۱۶﴾
 وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لَنَا كُلًّا وَمِنَهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَوَسَخَّرَ جُورًا مِنْهُ
 حَلِيَّةً تَلْبَسُونَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاجِرَ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ
 وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۱۷﴾ وَالْقَى فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ وَانْهَارًا
 وَسَبِيلًا لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿۱۸﴾ وَعَلَّمَتْ بِاللَّجْجِ هُمُومَهُمْ يَهْتَدُونَ ﴿۱۹﴾

اُس نے تمہارے لیے رات اور دن اور سورج اور چاند کو سخر کر دیا ہے یعنی اس کے حکم سے تمہارے فرمانبردار ہیں۔ اس میں عقلمند لوگوں کے لیے قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔ اور اس نے تمہارے فائدہ کے لیے زمین میں مختلف چیزیں پیدا کیں جن کے رنگ جدا جدا ہیں۔ اس میں نصیحت حاصل کرنے والوں کے لیے قدرت کی بڑی نشانیاں ہیں وہ وہی خدا ہے جس نے دریا کو تمہارے لیے سخر کیا تاکہ تم اس سے مچھلیوں کا تازہ تازہ گوشت کھاؤ اور اس میں زیور کی چیزیں (موتی وغیرہ) نکالو جنہیں تم پہننا کرتے ہو اور نم کشتیوں کو دیکھتے ہو کہ دریا میں (بانی کو) چیرتی چھاڑتی آتی جاتی ہیں تاکہ تم اس کے فضل (نفع تجارت) کو تلاش کرو اور شکر کرو۔ اور اس نے زمین میں بھاری بھاری پہاڑوں کو کاڑ دیا تاکہ (ایسا نہ ہو) زمین تمہیں لے کر جھجک جائے (اور تمہارے قدم زمین میں) اور اُس نے ندیاں اور راستے بنائے تاکہ تم اپنی منزل تک پہنچ سکو اس کے علاوہ راستوں میں اور بہت سی نشانیاں ہیں اور بہت سے لوگ ستاروں سے بھی راستہ معلوم کرتے ہیں۔

جہاں اور عقول وغیرہ کا ذکر کرنے کے بعد اب دوسرے احسانات کا ذکر فرمایا جا رہا ہے:

سنتے ہیں بات رات اور دن کا آنا جانا ہے کیسی اچھا طے نظر رکھا ہے کہ دن بھر انسان اپنی معاش حاصل کرنے کی جستجو میں رہتا ہے اور رات کو مزہ سے یہ چھٹیلا کر سوتے۔ اگر یہ انتظام نہ ہوتا تو انسان کو اپنی زندگی وبال ہو جاتی۔ رات کو بھی صاف ستھری مٹی کے سائے والے مکانوں کے ساتھ کم و زیادہ بنایا ہے تاکہ موسم کے لحاظ سے انسان معتدل اوقات سے

فائدہ اٹھائے۔ زمین کا مصلحت نہیں کرات دن کا گھٹانا بڑھانا انسان کے اختیار میں ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ جس اندازہ کے ساتھ قدرت نے ان کی آمد و رفت رکھی ہے وہ اس سے آگے پیچھے نہیں جلتے۔ قدرتی قانون کے مطابق اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ نرات دن پر غالب آتی اور نہ دن رات پر عقلمند آدمی کو سمجھنا چاہیے کہ نظام حیات انسانی کے سن و سونہی قائم رکھنے کے لیے رات اور دن کی یہ ترتیب کتنی ہی حقیقت ہے۔

پھر زمین کی رنگ برنگ کی پیداوار کی طرف انسان کی توجہ دلائی گئی ہے۔ ہزار ہا قسم کی نباتات زمین سے آگے ہی ہے لیکن سب کا رنگ سب کے پھول اور پھل ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ یہ امتیازی شان خدا کے سوا کوئی دوسرا نہیں پیدا کر سکتا۔ ہزار ہا قسم کے پھول شرح و سبب اور زرد ہیں مگر کیا ممکن کہ ایک رنگ دوسرے سے مل جائے یا ایک پتہ دوسرے کی مثل ہو جائے۔

اس کے بعد ایک اور احسان کا ذکر آتا ہے وہ ہیں سمندر اور دریا جن میں ہزار ہا قسم کی مچھلیاں اور دیو مچھلیاں پائی جاتی ہیں انسان ان میں سے مچھلیاں پکڑ کر اپنی غذا بناتا ہے۔ پھر سمندر میں غوطے لگا کر موتی نکال لاتا ہے اور ان کے بارے میں بتا ہے انہیں زیوروں میں جڑواتا ہے اور اپنے ہی نوع پر فخر کرتا ہے۔ اس کے بعد کشتیوں کی طرف توجہ دلائی ہے کہ کس طرح ان پر سوار ہو کر انسان اپنا سامان تجارت مکوں مکوں میں لیے پھرتا ہے۔ سفر کر کے بڑے بڑے تجارتی حاصل کرتا ہے۔ یہ اس کی قدرت کا ثمر ہے کہ پانی کی موجیں ان کشتیوں کو بہائے لیے چلی جاتی ہیں۔ ہواؤں کا موافق بنانا اور موجوں کے تلاطم سے نکال کر پھر اصل پر لگا رہا ہے اسی کی یہ قدرت میں ہے۔

پھر پہاڑوں کا ذکر آتا ہے اگرچہ ان کے ہتھیار فائدے ہیں لیکن یہاں صرف ایک ہی فائدہ بیان کرتا ہے۔ وہ یہ کہ اگر برفانی زمینیں زمین کے دامنوں پر ٹھکی ہوئی نہ ہوتیں تو زمین میں اپنے باشندوں کے کسی طرف کھجک جاتی اور پھر جانداروں کو اس پر رہنا دشوار ہو جاتا۔

آخر میں اپنی ایک اور نعمت کا ذکر کرتا ہے وہ ہے ستاروں کی رہنمائی۔ ریگستانوں کو چیل میدانوں کو جہاں راستہ کا نشان ڈھونڈنے نہیں بلتا، انہیں ستاروں کی رہنمائی سے انسان لے کر تا ہے۔ انہی کے ذریعہ سے بحری سفر طے ہوتے ہیں۔ انہی کی مدد سے وقت کا پتہ لگایا جاتا ہے۔ سُبْحَانَ مَا اعْظَمَ شَأْنَهُ۔

یہ سارا کاغذ نامی لیے سب سے آگے ہے کہ انسان اپنے نظام حیات کو درست رکھ سکے اور اپنے مبدوء کا شکر ادا کھے جس نے اپنی ہتھیار ستاروں کا اس کے گرد انبار لگا دیا ہے۔ یہ ایک مستقل نظام ہے جو لاکھوں برس سے چلا آ رہا ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی نیز کہ یہ ایک حکیم مطلق کا بنایا ہوا ہے۔

اَمْنَ يَخْلُقُ كَمَنْ لَا يَخْلُقُ ۗ اَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿۱۶﴾ وَاِنْ تَعَدُّوا نِعْمَةَ

اللَّهُ لَا تَخْصُوهَا إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ۱۸ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُسْرُونَ وَ مَا تَعْلَنُونَ ۱۹ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ۲۰ أَمْوَاتٌ غَيْرِ أَحْيَاءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُونَ وَلَا يَأْتِيَانِ يَبْعَثُونَ ۲۱

تو کیا جو خدا مخلوقات کو پیدا کرتا ہے وہ ان بتوں کے برابر ہو سکتا ہے جو کچھ بھی پیدا نہیں کرتے کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے۔ اگر تم خدا کی نعمتوں کو گننا چاہو تو نہیں گن سکتے بے شک اللہ غفور و رحیم ہے۔ اللہ وہ سب باتیں جانتا ہے جنہیں تم چھپاتے ہو یا ظاہر کرتے ہو۔ جو لوگ اللہ کے سوا دوسروں کو معبود بناتے ہوئے ہیں وہ تو کچھ پیدا نہیں کرتے بلکہ وہ تو خود پیدا کیے ہوئے ہیں وہ تو مردہ ہیں بے جان، انہیں تو اتنی بھی خبر نہیں کہ قیامت کب ہوگی۔

اپنی منصف قسم کی نعمتوں کو یاد دلانے کے بعد مشرکوں سے کہتا ہے جو ان تمام چیزوں کا خالق ہے بھلا وہ ان بتوں کے برابر کیسے ہو سکتا ہے جنہوں نے کسی چیز کو پیدا نہیں کیا۔ یہ تو تھوڑی سی نعمتیں تھیں جن کا ذکر کیا گیا، باقی اللہ کی نعمتیں تو اتنی کثرت ہیں کہ ان کو شماری نہیں کر سکتے۔ شمار تو جب کر سکو کہ ان سب نعمتوں کو تم سمجھ سکو۔ تم ان کو کھاتے پیٹتے چلے جا رہے ہو اور ذرا اس پر غور نہیں کرتے کہ یہ نعمتیں کون سے رہا ہے نہ ہاری اس بے خبری اور ضلالت و ریزی کی سزا تو یہ ہوتی کہ وہ تم سے ان نعمتوں کو روک دیتا مگر وہ ایسا غفور و رحیم ہے کہ اس نافرمانی اور شرک پر سزا بھی تم کو دینے چاہتا ہے۔ اور اپنی کسی نعمت کو تم سے نہیں روکتا۔ یہ بے جان بت جن کی تم عبادت کرتے ہو اور جنہیں تم نے اپنا معبود بنا رکھا ہے کیا انہوں نے کوئی ایک چیز بھی پیدا کی ہے۔ یہ کیا پیدا کرتے یہ تو خود خدا کی مخلوق ہیں۔ مگر اس کا کیا علاج کہ تم عقل و شعور سے کام ہی نہیں لیتے۔ اور اس کی تمہیں خبر ہی نہیں کہ قیامت بھی آنے والی ہے اور وہاں تمہاری اچھی طرح خبر لی جائے گی اور یہ تمہارے معبود تمہاری کچھ بھی مدد نہ کر سکیں گے بناؤ اس وقت تم کیا کر دے گے کہے پکارو گے۔

إِلَهُكُمْ إِلَهُ وَاحِدٌ ۚ فَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ قُلُوبُهُمْ مُنْكَرَةٌ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ ۲۲ لَا جرمَ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسْرُونَ وَ مَا يَعْلَنُونَ ۲۳

إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِينَ ۲۱ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ مَاذَا أُنزِلَ رَبُّكُمْ قَالَُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۲۲ لِيَجْمَلُوا أَوْزَارَهُمْ كَامَلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ وَمَنْ أَوْزَارِ الَّذِينَ يُضِلُّونَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ أَلِيسَاءَ مَا يَزُرُونَ ۲۳ قَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاتَى اللَّهُ بُنْيَانَهُمْ مِنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَأَتَتْهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ۲۴

تمہارا معبود خدا ہے واحد و یکتا ہے۔ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل میں انکار پس کر رہ گیا ہے اور وہ کج کرنے والے ہیں۔ خدا نے وہ جانتا ہے ہر اس بات کو جسے یہ چھپاتے اور ظاہر کرتے ہیں وہ غور کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ جب ان سے پوچھا جائے کہ تمہارے ربے کیا نازل کیا ہے تو کہتے ہیں کہ (ہے کچھ بھی نہیں وہی) پرانے لوگوں کے قصے ہیں۔ کہنے دو قیامت کے دن اپنے گناہوں کے بوجھ بھی ان کو اٹھانے پڑیں گے اور ان لوگوں کے بھی جن کو انہوں نے بے سمجھے بوجھے بہکایا ہوگا۔ دیکھو تو کیسا برا بوجھ پر اپنے اوپر لائے چلے جا رہے ہیں ان سے پہلے لوگوں نے بھی مکاریاں کی تھیں تو دیکھو اللہ نے ان کے مکر کی سزا تھیں کسی جگہ سے اگھاڑ چھینکی اور اس کی چھت اوپر سے ان کے سروں پر آ رہی اور جہر جس عذاب کی انہیں خبر نہ تھی وہ بھی ان تک آ پہنچا۔

پند و نصیحت کی سزا نہیں تو گزر چکیں اپنی نعمتوں کا ذکر نہ کرنا اور ان سے جو فائدے انسانوں کو پہنچے ہیں وہ بھی کان میں ڈال دیئے نافرمانی کے باوجود اپنی رحم کی عادت بھی بتا دی۔ اب انکار ان کے دلوں کے چھپے ہوئے عیب اور قیامت میں ان کی حالت اور ان پر عذاب کی صورت کا ذکر کر کے ہر طرح اپنی حجت تمام کر رہا ہے۔ ان سب باتوں پر غور کرنے کے بعد انسان کو اس کا اقرار کر لینا چاہیے کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں اور اس کا بھی قیامت میں ایک بات کی پوچھ بچھ ہوگی اور یہ کہ خدا کے مقابل غفور و کج کرنے والی چیز نہیں۔ خدا پر کوئی عمل جیسا کہ انہیں چاہے ظاہر یا چھپا کر۔ یہاں تو یہ کہہ دینا آسان ہے کہ پر قرآن پہلے لوگوں کے قصے ہیں لیکن روز قیامت جب احکام خدا کو زمانے کی سزا دی جائے گی اس وقت کیا ہوگا۔ گناہوں کا بھاری بوجھ ان پر لدا ہوگا اور نافرمانی

وہ

مکرانے والوں کی سزا

گئے ہیں پڑا ہوگا اور ہر بات کا جواب طلب کیا جا رہا ہوگا۔ اپنے گناہ بھی گردن پر ہوں گے اور جن جن کو گمراہ کیا ہوگا ان کو بھی سوچو تو یہ بار کتنا وزنی ہوگا اور اس کی جواہری تہا سے لیے کیا قیامت برپا کرے گی۔

یہاں ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ (انعام ۱۶۴) "آخرت میں کوئی کس کی بوجھ (گناہ) اٹھائے گی تو پھر وہ نہ کھائے ولے ان کا بوجھ کیوں اٹھائیں گے جن کو پہنایا ہے۔ جواب یہ ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ایک کے بدلے دوسرا اس کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور وہیں اُوْتُوا الَّذِيْنَ يُضِلُّوْكُمْ (التعلیل ۱۶۷) کا مطلب یہ ہے کہ جن کو پہنایا ہے ان کی گردنوں پر تو ان کا ذاتی بوجھ ہے گا ہی باقی اٹھائی بوجھ نہ کھائے والوں کی گردنوں پر اور رکھا ہوگا۔ خدا کے منکر اور اس کی افزائی کرنے والے کا ان کو کول کر کے لیں کہ ان سے پہلے جن لوگوں نے شرک کیا تھا اور خدا کے رسولوں کو ٹھٹھا یا تھا تو ان کو ان کے مکر کی جو سزا ملی تھی اسے کفار کو تم بھی اس عذاب سے بچ نہیں سکتے۔ تمہاری ساری جلال کیوں اور سزا کیوں کو برسی طرح خاک میں ملا دیا جائے گا اور ایسی بلائیں تم پر نازل ہوں گی جو تمہارے وہم و گمان میں بھی نہ ہوں گی۔

بہر حال جو حق سمجھانے بھجانے اور ڈرنے دھمکانے کا تھا وہ ہر طرح باحسن طریق ادا کر دیا گیا۔ اس پر بھی اگر کوئی سمجھے تو وہ جانے اور اس کا کام۔ یہ جو کچھ ان کو سزا ہوگی دنیائی میں دیکھ لیں گے۔ اب رہا عذاب آخرت اس کا بیان آگے آئے۔

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُخْزِيهِمْ وَيَقُولُ اِنَّ شُرَكَاءِ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَاقِقُوْنَ فِيهِمْ قَالِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمِ وَالسُّوْءَ عَلَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۷﴾

پھر روز قیامت خدا ان کو رسوا کرے گا اور کہے گا بناؤ اب وہ کہاں ہیں جن کو تم میرا شریک بنا تے تھے اور اہل ایمان سے ان کے بارہ میں جھگڑا کرتے تھے (وہ تو کیا جواب دیتے) مگر جن کو خدا کی طرف سے علم دیا گیا ہے کہیں گے کہ آج کے دن رسوائی اور خرابی سب کچھ کافروں ہی کے لیے ہے۔

الَّذِيْنَ تَتَوَفَّيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۗ فَالْقَوْلُ السَّلٰمُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۗ اِنْ سَوَّعْتُمْ ۗ فَلَا اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ فَادْخُلُوْا

اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا فَلَبَسَ ثَمُوْهُ الْمُنٰكِبِيْنَ ﴿۱۹﴾ وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَا ذَا اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۗ قَالُوْا خَيْرًا ۗ لِلَّذِيْنَ اِحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۗ وَّلِلَّذِيْنَ اٰخِرَةُ خَيْرٌ ۗ وَلَنْ نُّعَمِّدَ اِلَّا الْمُنٰقِبِيْنَ ﴿۲۰﴾ جٰتُ عَدْنٍ يَدْخُلُوْنَهَا يُجْرِيْنَ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۗ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ ۗ كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُنٰقِبِيْنَ ﴿۲۱﴾

(یہ رسوا ہونے والے) وہی کافر ہوں گے جو اپنے نفسوں پر ظلم کرتے ہوئے جب ملائکہ کے ہاتھوں پکڑے گئے تو (سرکشی چھوڑ کر) فوراً اطاعت پر آمادہ ہو گئے اور کہنے لگے (ہم تو اپنے خیال میں) کوئی بُرائی نہیں کرتے تھے (فرشتے کہتے ہیں) ہاں جو کچھ تمہارے کرتے تھے خدا اس سے خوب واقف ہے (اچھا بس اب) جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ یہاں تمہیں ہمیشہ رہنا ہوگا۔ تکبر کرنے والوں کے لیے کیسا برا ٹھکانہ ہے اور جب پر سیز گاڑوں سے پوچھا جاتا ہے تمہارے رب نے کیا نازل کیا تو کہتے ہیں اچھا ہی اچھا ہے جن لوگوں نے اس دُنیا میں نیکی کی ہے ان کے لیے یہاں بھی بہتری ہے اور آخرت کے گھر میں بھی ان کے لیے سلامتی ہے اور پر سیز گاڑوں کا گھر کیسا اچھا ہے۔ وہ باغات ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی جو چاہیں گے ان کے لیے پتیا ہوگا۔ اللہ پر سیز گاڑوں کو ایسا ہی اچھا بدلہ دیتا ہے۔

انہی آیات میں یہ بتایا گیا ہے کہ کفار و مشرکین زندگانی دنیا میں تو بار بار خدا کے منکر اور نافرمان بنے رہتے ہیں لیکن جب موت کا فرشتہ آکر گلا دہاتا ہے تو اگر اس کو سب بھول جاتے ہیں اور خدا کی اطاعت پر آمادگی ظاہر کرنے لگتے ہیں اور اس وقت بھی دھوکا دینے کے لیے کہتے ہیں ہم نے کوئی بُرائی نہیں کی نہ فرشتے کہتے ہیں بس چُپ رہو تمہاری سزا یہ ہے کہ جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ یہیں تمہیں ہمیشہ رہنا ہوگا۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جن رُوح کے بعد اس دوزخ میں داخلہ کا حکم کیوں ہوگا جس میں ہمیشہ

رہنا ہوگا۔ ایسا تو قیامت میں جرائم کے فیصلے کے بعد ہونا چاہیے معلوم ہوتا ہے اس سے مراد برزخی جہنم ہے اور ہمیشہ رہنے کا مطلب یہ ہے کہ الیوم یبعثون (ہم اپنی قیامت کے دن تک وہاں مبتلا سے عذاب رہیں گے۔ یہ تو مسلم ہے کہ مرنے کے بعد انسان مددوم شخص نہیں ہو جاتا بلکہ نفس و روح دونوں جسم مادی سے جدا ہو کر عالم برزخ میں جاتے ہیں اور وہاں ان کے لیے جزا و سزا ہے ان گناہوں کے متعلق جن کا تعلق خدا اور بندہ سے ہے اور جن کا تعلق بندہ کا بندوں سے ہے اس کا فیصلہ تو قیامت ہی میں ہوگا جب مددوم یعنی اور مدد علیہ اور دونوں کے گواہ موجود ہو جائیں گے۔ جن لوگوں نے شرک باللہ کیا ہے یا کفران نعمت کیا ہے یا عبادات الہی بجالانے میں کوتاہی کی ہے ان پر عذاب کا سلسلہ عالم برزخ سے شروع ہو جائے گا۔ اس عذاب کو نفس انسانی جیسے کا کیوں کہ وہ بدن کا مدبر تھا اور جسم اس کو بطور آلہ کے دیا گیا تھا۔

مَنْ تَقَسَّ فِي آيَةِ الْقَوْمِ (۱۵) سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ موت کا ذائقہ بھی نفس نے چکھا ہے یعنی وہ مرا نہیں بلکہ بدن کے جدا ہونے سے جو تکلیف ہوتی ہے وہ اس کو ہوتی ہے بس وہی نفس روح کے ساتھ عالم برزخ میں ہے گا جب تک صورت چھوڑ کا جائے اور میدان قیامت میں سب کو نہ بلایا جائے۔

عذاب قبر سے مراد اس عالم برزخ کا عذاب ہے ورنہ دو جگہ عذاب کیسا۔ قبر میں بھی اور برزخ میں بھی۔ عذاب برزخ کو ہی عذاب قبر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ برزخ کہاں ہے سوائے خدا اور رسول اور ائمہ طاہرین کے اور کوئی نہیں جانتا۔

انسان میں چیزوں کا نام ہے بدن۔ نفس۔ روح۔ ان کے لیے تین ہی عالم بنائے گئے ہیں۔ بدن کے لیے یہ عالم مادی جسے دنیا کہتے ہیں۔ مرنے کے بعد یہ یہیں چھوٹ جاتا ہے کیونکہ یہ مادیات ہی سے بنا تھا نفس کے لیے برزخی دنیا ہے جو برزخی مادہ سے ہی بنا ہوا ہے وہ برزخ میں جاتا ہے۔ روح جو مدبر نفس ہے اس کے ساتھ برزخی ہے جہت برزخی عالم حیات الیوم یبعثون ہے جہاں موت نہیں۔ مرنے والوں کی جو صورتیں ہمیں خواب میں نظر آتی ہیں وہ برزخی مادہ کی بنی ہوئی ہوتی ہیں۔ ہماری یہ بادی آنکھیں انہیں نہیں دیکھ سکتیں۔ عالم خواب میں جب ہمارا نفس ہمارے بدن سے الگ ہوتا ہے تو ہماری نفسی آنکھیں بے شک انسان کو دیکھ لیتی ہیں۔ کیونکہ ہمارا نفس بھی برزخی ہوتا ہے۔ ہم سو نیکیاں مردوں کے لیے کرتے ہیں وہ عالم برزخ میں ہمارے مردوں تک پہنچتی ہیں اور ان کے لیے خوشی کا باعث بنتی ہیں اور تحفیف عذاب یا زیادتی تو اب کا بھی۔ اس لیے مردوں کے ساتھ نیکیاں کرنے کا حکم ہے۔

الَّذِينَ تَتَوَقَّعُهُمُ الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ لَا يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَدَخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۳۳﴾ هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ

أَوْ يَأْتِي أَمْرًا رِيكًا كَذَلِكَ فَعَلَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿۳۳﴾ فَاصْبِرْ لَهُمْ سَيِّئَاتٍ مَا عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿۳۴﴾ وَقَالَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ نَحْنُ وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَمْنَا مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ كَذَلِكَ فَعَلَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَهَلْ عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿۳۵﴾

(یہ جزا دیتا ہے اللہ ان متقینوں کو) جن کی رُوحوں پاکیزگی کی حالت میں ملائکہ قبض کرتے ہیں تو کہتے ہیں سلام علیکم (تم پر سلامتی ہو) جو کچھ تم نے عمل خیر کیے ہیں (اس کے بدلے میں) جنت میں داخل ہو جاؤ۔ لے رسول کیا اہل مکہ اس بات کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے (قبض روح کو) آئی جائیں یا ان کے ہلاک کرنے کو) تمہارے رب کا عذاب ہی آپہنچے جو لوگ ان سے پہلے گزر چکے ہیں وہ ایسی ہی باتیں کر چکے ہیں۔ خدا نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے (بڑے کام کر کے) خود اپنے اوپر ظلم کیا ہے ان کی سزا میں بڑے نتیجے ان کو ملے ہیں اور جس عذاب کی وہ منسی اڑایا کرتے تھے اس نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور مشرکین کہتے ہیں اگر اللہ جانتا تو نہ ہم اس کے سوا کسی اور چیز کی عبادت کرتے اور نہ ہمارے باپے ادا اور نہ ہم اس کی مرضی کے بغیر کسی چیز کو حرام کر بیٹھتے جو لوگ ان سے پہلے تھے ہیں ایسی بے ٹکھی باتیں وہ بھی کر چکے ہیں۔ پیغمبروں کا فرض تو یہ ہے کہ وہ احکام کو صاف صاف طریقہ سے پہنچا دیں۔

رسول سے کہا جا رہا ہے کہ جب یہ کفار ہماری قدرت کی سب کچھ نشانیاں دیکھ چکے۔ تم ہر طرح ان کو سمجھا چکے۔ پہلے لوگوں کے واقعات سنا چکے تو اب انہیں دین اسلام قبول کرنے میں کس بات کا انتظار ہے کیا اس وقت

قبول کریں گے جب موت ان کے سر پر اکھڑی ہوگی یا عذاب ان کی گردن آدابائے گا۔ ان سے پہلے بھی لوگ اس طرح کی لغو باتیں کیا کرتے تھے۔ عذاب نازل کرنے میں خدا نے ان پر ظلم نہیں کیا یعنی بے وجہ کسی قوم پر عذاب نازل نہیں کیا، بلکہ انہوں نے خود اپنے اذی و برہنہ کی اپنی ہی نسیب سے کیا کہ ان پر عذاب نازل کرنا ہمارے لیے ضروری ہو گیا۔ ہمارے احکام کا مذاق اڑانے کی سزا یہی تھی کہ ان لوگوں کو ہمارے عذاب نے گھیر لیا۔ اپنے کرتوتوں کو تو دیکھتے نہیں اُن الزام ہمارے اوپر لگاتے ہیں۔

مشرکوں کی اور شیئے، کہتے ہیں خدا جانتا تو ہم اس کے سوا اور کسی کی عبادت ہی نہ کرتے اور نہ حرام چیز کو حلال کرتے۔ ان پر خدا کی ماری اپنی حماقت کو ہمارے سر تنھو بنا چاہتے ہیں۔ جہاں کوئی ان سے پوچھے اگر تم سے یہ کام بھگ کرنا ہوتا تو جہلا ہیں اپنے پیغمبر بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔ ان کو صاحب عقل بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ آثار قدرت کی طرف توجہ دالانے کی کیا ضرورت تھی۔ سبھی سادی بات تھی ایک ایک کی گردن پکڑ کر مسلمان بنا لیتے لیکن ہم نے کبھی نہیں چاہا ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ سمجھ بوجھ کر ہم پر ایمان لائیں۔ اپنی جھلائی برائی کو سر میں اپنی عقل سے کام لیں کہ ایسا ایمان چہتہ ہوتا ہے اور ذلیل جزا افترا را پاتا ہے۔ ہم چاہتے تو یہی ہیں کہ ہمارے جتنے بندے ہیں وہ ہم پر ایمان لے آئیں کسی کو ہمارا شریک قرار نہ دیں ہمارے احکام کی پابندی کریں ہمارے پیغمبر کی اطاعت کریں مگر کسی کے گلے پر چھری رکھ کر نہیں۔ کیا عجیب بات ہے ہماری آڑ لے کر اپنے کو بچانا چاہتے ہیں۔ بھائے اس کے کہ اپنے آپ کو ملزم قرار دیتے اُنہا میں ملزم بنا ہے ہیں۔ ہمارا کام یہ تھا کہ اپنا رسول تھا ہمارے پاس بھیجیں اور رسول کا کام یہ ہے کہ بے رُو رعایت ہمارے احکام کو صاف صاف تم سے بیان کرے۔ تمہاری مخالفت سے ڈرانے ڈرے تمہارا فرض یہ ہے کہ ان لگا کر اس کی بات سنو، غور کرو۔ اگر یہ نہیں تو پھر ہمارا عذاب معترض بہ تم پر آکر ہے گا، جس طرح تم سے پہلی قوموں پر آتا رہا۔

قرآن کے متعلق تم کہتے ہو یہ ہے کیا پہلے لوگوں کے قصے ہیں تم سے پہلے لوگ بھی ایسی ہی باتیں کرتے رُو گردانی کرتے تھے۔ ہم نے یہ قصے جو تھے جو تھے بیان کیے۔ تمہاری پند آموزی کے لیے بیان کیے ہیں۔ پہلوں کے قصے ان لوگوں کے لیے عبرت آموز ہوتے ہیں۔ پہلوں کی بے عقلی سے سبق حاصل کیوں نہیں کرتے۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الصَّاغُوتِ
فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ فَسَبَّوْا
فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكذِّبِينَ ﴿۱۶﴾

عَلَىٰ هُدَاهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَن يَضِلُّ وَمَا لَهُم مِّن نَّصِرِينَ ﴿۱۷﴾
أَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللَّهُ مَن يَمُوتُ بَلَىٰ وَعْدًا عَلَيْهِ
حَقًّا وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۱۸﴾ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي يُخْتَلَفُونَ
فِيهِ وَيَعْلَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ كَانُوا كَذِبِينَ ﴿۱۹﴾

ہم نے ہر امت میں ایک رسول اس لیے بھیجا کہ وہ کہے اللہ کی عبادت کرو اور بتوں کی عبادت سے بچو پس اُن میں سے بعض کو تو خدا نے ہدایت کی اور بعض کے سر پر گمراہی سوار ہو گئی۔ بس ڈسے زمین پر سر کر اور دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا۔ اے رسول اگر تم کو ان لوگوں کی ہدایت کی حرص ہے تو (بے فائدہ ہے کیونکہ) خدا ایسے شخص کو ہرگز ہدایت نہیں کرتا (جو اہل ہوا سے) گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور (عذاب سے بچانے میں) کوئی ان کا مددگار نہیں۔ خدا کی جتنی قسمیں ان کے امکان میں نہیں کھا کر کہتے ہیں خدا کسی کو مرنے کے بعد نہیں اٹھائے گا۔ (اے رسول تم کہہ دو ہاں ضرور ایسا ہوگا) اس پر اپنے وعدہ کی وفا لازم ہے لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ (دوبارہ زندہ کرنا اس لیے ضروری ہے) کہ جن باتوں پر لوگ جھگڑا کرتے ہیں ان کے سامنے صاف طور سے واضح کرے اور کفار پر سمجھ لیں کہ وہ دُنیا میں جھوٹے تھے۔

خدا نے ہر امت میں اپنا ایک رسول ضرور بھیجا تاکہ ان پر حجت تمام ہو جائے اور قیامت میں ان کو دیکھنے کا موقع نہ ملے کہ ہم اس لیے گمراہ ہوئے کہ ہمیں کوئی ہدایت کرنے والا نہ تھا۔ رسول کا یہ کام نہیں کہ وہ گھر گھر جا کر ہدایت کرے بلکہ اس کی مثال کنوئیں کی سی ہے۔ پیاسوں کو خود اس کے پاس آنا چاہیے۔

ہمارے رسول کی بڑی خواہش یہ تھی کہ تمام کفار قریش مسلمان ہو جائیں۔ خدا فرماتا ہے جن بد سختوں سے خدا نے اپنی توفیق سلب کر لی ہے وہ کبھی مسلمان نہیں ہو سکتے چاہے تم کتنا ہی چاہو۔

مرنے کے بعد زندہ ہونے کا عقیدہ مشرکین کی سمجھ میں نہ آتا تھا۔ وہ رسول سے اس مسئلہ میں برابر بحث کرتے رہتے تھے۔ خدا کی قسمیں بڑے زور کے ساتھ کھا کھا کر کہتے تھے کہ ایسا جو ہی نہیں سکتا۔ اے رسول، تم ہمیں ڈرانے کے لیے ایسا کہہ رہے ہو۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ اللہ کا وعدہ ہے قیامت آئے گی اور ضرور آئے گی میرے

ابنی قریں سے زندہ ہو کر نکلیں گے اور ضرور نکلیں گے ایسا ہونا اس لیے ضروری ہے کہ خدا کے وجود کے متعلق ہر لوگ اختلاف کرے ہیں ان پر ثابت ہو جائے کہ خدا کا وجود ہے اور جن لوگوں نے رسول کو اور خدا کے احکام کو جھٹلایا ہے انہیں پتہ چل جائے کہ رسول نے جو کچھ کہا تھا وہ سب سچ تھا۔

امتوں کے واقعات کو قرآن میں پڑھنے سے معلوم ہو گا کہ ایک مومن نہیں ہزار ہا لوگ اس عقیدہ کے ماننے سے انکار کرتے تھے کہ موت کے بعد پھر لوگ زندہ کیے جائیں گے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ایک جسم گل مرگ کر رکھ ہو جانے کے بعد پھر کیسے زندہ ہو کر کھڑا ہو جائے گا۔ قرآن ان کو سمجھا رہا ہے کہ جس خدا نے قسمت سے بہت کیا ہے جو عدسے و جود میں لایا ہے اس کے لیے دوبارہ زندہ کرنا کیا مشکل ہے۔ جناب ابراہیم کا حکم خدا چار پرندوں کو ذبح کرنے کے بعد اور ان کا گوشت قیصر کے مختلف پہاڑوں پر رکھنا اور ان کی چوٹی اٹھنے میں لے کر انہیں پکنا اور ان میں سے ہر ایک کا گوشت دھکی ہوئی روٹی کی طرح اڑ کر آنا اور اپنی اپنی چوٹی سے مل جانا اور پرندوں کو اڑ جانا اس کا ثبوت ہے کہ یوں ہی قیامت میں جس جسم کے اجزا جہاں جہاں ہوں گے وہ اپنے اجزائے اصیصے مل جائیں گے۔ یہ اجزائے اصیصے خدا کے یہاں محفوظ ہیں اجزائے زندہ ان کو پہچانتے ہیں۔

یہ دوبارہ زندہ کرنا اس لیے بھی ضروری ہے تاکہ ظالموں کو ان کے ظلم کا بدلہ ملے اور مظلوموں کی فریاد سنی کی جائے اور دنیا میں جن کی ذرا کسی نے نہیں سنی خدا اُسے سنے۔ تیسرے اس لیے بھی ضروری ہے کہ جن لوگوں نے احکام خدا کی پابندی کی اعمال خیر کی طرف متوجہ رہے ان کو ان کی نیکیوں کا بدلہ دیا جائے۔ خدا اور رسول پر ایمان لانے کا بدلہ دنیا کی کسی نعمت سے نہیں دیا جاسکتا کیونکہ یہاں کی نعمتیں سب عارضی ہیں اور یہاں ہر آرام کے ساتھ تکلیف بھی لگی ہوتی ہے۔ ہر نیکی کا پورا پورا اجر جنت میں ہی مل سکتا ہے جہاں کی نعمتیں ایسی ہوں گی کہ نہ آنکھوں نے دیکھی ہوں نہ کانوں نے سنی ہوں نہ دل و دماغ میں ان کا تصور آیا ہو۔

إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَنْ نَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝ وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمُوا لَنبُوئْتَهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ وَلَا جَزَاءَ الْآخِرَةِ أَكْبَرَ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝ الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوْحِي إِلَيْهِمْ ۖ فَسَأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ ۖ

۱۱۱

تفسیر القرآن

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ۝۳۴ أَفَأَمِنَ الَّذِينَ مَكَرُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ يَخْسِفَ اللَّهُ بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ۝۳۵ أَوْ يَأْخُذَهُمْ فِي تَقْلِبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِينَ ۝۳۶ أَوْ يَأْخُذَهُمْ عَلَى تَخَوُّفٍ ۖ فَإِنَّ رَبَّكُمُ لَرَّءُوفٌ رَحِيمٌ ۝۳۷

ہمارا کہنا کسی شے کے لیے اتنا ہی ہوتا ہے کہ جب ہم کسی شے کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس سے ہمارا کہنا کسی شے کے لیے اتنا ہی ہوتا ہے کہ جب ہم کسی شے کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس سے کہتے ہیں جو باپس وہ ہوجاتی ہے۔ جن لوگوں نے کفار کے ظلم کو تم سننے کے بعد خدا کی خوشی کے لیے اپنا گھر بار چھوڑ کر ہجرت کی ہم ان کو ضرور دُنیا میں بھی اچھی جگہ آرام سے بٹھائیں گے اور آخرت کی جزا تو اس سے کہیں بہتر سے کاش یہ لوگ جنہوں نے راہِ خدا میں سستیوں پر صبر کیا اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ انہیں ثواب کو جانتے ہوتے۔ (اے رسول) تم سے پہلے بھی آدمیوں کو پیغمبر بنا کر بھیجا کیسے جن کو تم وحی کرتے تھے۔ (تم اہل مکہ سے کہو کہ) اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر (عالموں سے) پوچھو (اور ان پیغمبروں کو بھیجا بھی) نوروشن دلیلوں اور کتابوں کے ساتھ اور تمہارے پاس قرآن نازل کیا ہے تاکہ جو احکام لوگوں پر ان کے متعلق نازل کیے گئے ہیں ان کو صاف صاف بیان کرو تاکہ وہ لوگ کچھ غور و فکر کریں تو کیا وہ لوگ جو بڑی بڑی مکاریاں کرتے تھے ان کو اس بات کا اطمینان ہو گیا ہے اور یہ خوف نہیں رہا کہ خدا ان کو زمین میں دھنسا لے یا اس کی طرف سے ان پر عذاب آپہنچے جس کی ان کو تیر تک نہ ہو یا ان کو چلتے پھرتے اللہ کا عذاب گرفتار کر لے اور وہ خدا کو زیر نہیں کر سکتے یا وہ عذاب سے ڈرتے ہوں تو اس حالت میں ان کو پکڑ لے شک تمہارا اللہ مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

کُنْ فَيَكُونُ کے متعلق ایک ہر ایک کا یہ اعتراض ہے کہ جب کوئی چیز موجود نہ تھی تو کُن کا خطاب کس سے کیا گیا۔ اگر موجود تھی تو پھر نیکیوں کو کہا کیسے کہنا کہ کُن تھا ہے اور اس کی صحت کا ارادہ کیا۔

جواب یہ ہے کہ جو چیز پیدا کرنا چاہتا ہے اس کا علم خدا کو ہونا ہے اسی علم سے اس کا ارادہ متعلق ہونا ہے اس کو پیدا کرنے میں کسی ساز و سامان کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ ارادہ کے ساتھ ساتھ ساز و سامان خود بخود پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کا ارادہ ہمارا سا ارادہ نہیں کہ اگر کسی چیز کو بنانا چاہیں تو پہلے سے اس کے لیے سامان مہیا کرنا پڑتا ہے۔ اس کا ارادہ ہی خلق ہے۔ خلق اور ارادہ کے درمیان کوئی منزل نہیں۔

ہمارے رسولؐ سے پہلے بھی جن انبیاء و مرسلین کو اس نے ہدایت کے لیے بھیجا انہیں مردوں کی صورت میں بھیجا اور ان پر اپنی وحی نازل کی۔ اگر فرشتہ کو بھی رسول بنا کر بھیجا جاتا تو مرد ہی بنا کر بھیجتا۔ جیسا کہ فرماتا ہے وَكُلُّوا جَعَلْنَاهُ مَلَكًا جَعَلْنَاهُ رَجُلًا... (۶۹)۔ فرشتہ غیر جنس ہے اس سے لوگ مانوس نہیں ہو سکتے تھے، دوسرے بشری نظام حیات کو فرشتہ نہیں سمجھ سکتا تھا۔ کیونکہ اس کے اندر وہ قوتیں اور جذبات نہیں ہوتے جو انسانوں میں ہوتے ہیں۔ رہا عورت کا رسول بنا کر بھیجنا تو اس کی کئی وجہیں ہیں۔ اول یہ کہ تبلیغ میں جن مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے عورت اسے برداشت نہیں کر سکتی۔ دوسرے عورت صاحبِ حسن و جمال ہوتی ہے لوگ اس پر عاشق ہو کر اس کے حکم کی تعمیل کرتے لیکن اس طرح تو فرض رسالت پورا ہوتا اور نہ ہی عشاق کے بھرم میں وہ فتنہ و فساد کے کاٹھے بٹا کر اپنے تبلیغی فرائض انجام دے سکتی تیسرے مرد کی برنسبت وہ عقل کی کمزور ہوتی ہے اس لیے وحی کا تعلق اس سے نہیں ہو سکتا تھا۔

فَسَلِّوْا اٰهْلَ الدِّيَارِ (۱۱۶)۔ (تم اہل ذکر سے پوچھو) یعنی کفار سے کہا جا رہا ہے جب تمہاری سمجھ میں بات نہیں آتی تو جو صاحبان ذکر ہیں ان سے پوچھو وہ تمہارے مشکوک رفع کر دیں گے۔

جن مفسرین نے اہل ذکر سے مراد علماء امت لیے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ اگر ذکر سے مراد قرآن ہے تو امت رسولؐ میں کون سا عالم ایسا ہوا ہے جو تمام قرآن کا علم رکھتا ہو۔ جو کچھ کہے اس کے متعلق بھی یقین سے نہیں کہا جاتا کہ وہ سب صحیح ہے۔ فتنہ کن میں تو جا بجا فرمائے لفظ ذکر سے حضرت رسولؐ کو مراد لیا ہے چنانچہ ایک جگہ فرماتا ہے فَذُكِرَ لِلَّهِ الْبُحْكُمُ ذِكْرًا ۗ الرَّسُولُ لَا يَنْسِيْكُمْ اٰيَاتِ اللّٰهِ... (۶۵)۔ پس جب رسولؐ ذکر ہیں تو لا محالہ اہل ذکر سے مراد حضرتؐ کے اہلیت ہے جو مضموم ہیں۔

اسی بنا پر ماورین بن عمار ذہبی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اپنے اس آیت کو تلاوت کیا اور فرمایا اہل ذکر ہیں۔ (فضول المہرب) اور سعید ابن جبیر سے مروی ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا کہ کچھ لوگ ایسے ہی ہیں کہ باوجود اس کے کہ نماز پڑھتے اور روزہ رکھتے اور حج کرتے ہیں مگر منافق کے منافق ہیں کسی نے پوچھا یا رسول اللہ ایسے شخص میں نفاق کیوں کر داخل ہوا۔ فرمایا اس وجہ سے کہ وہ اپنے امام پر طعن کرتا ہے۔ اس کو برا کہتا ہے حالانکہ اس کا امام وہ ہے جس کو خدا نے اپنی کتاب میں فَاسْتَكْبَرُوا اٰهْلَ الدِّيَارِ اَنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ سے ذکر فرمایا ہے۔ (درعشور: ۱۰۷)۔ منقول از ترجمہ مولانا فرمان علی صاحب۔ لوگوں کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ میں صرف کتاب خدا کافی ہے۔ اگر یہ کلام صحیح مان لیا جائے تو پھر رسولؐ

اہل ذکر کو کہنا

کی بھی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ مولانا مودودی تفسیر القرآن جلد دوم ص ۵۴ پر تحریر فرماتے ہیں۔ نبی کی کشمکش و کشمکش کے بغیر خود اپنے بھیننے والے کے قول کے مطابق ہدایت کے لیے ناکافی ہے اس لیے قرآن کے ماننے والے خواہ کتنے ہی زور سے چیخ بچھ کر بجائے خود کافی قرار دی مدعی مسحت کی حمایت میں گواہ چسخت کی بات ہرگز نہیں چل سکتی۔ اور ایک نئی کتاب کے نزول کی ضرورت آپ سے آپ خود شکران کی نوس سے ثابت ہو جاتی ہے۔

اس سے معلوم ہو گیا کہ صرف ذکر کافی نہیں جب تک اس کے ساتھ کوئی اس ذکر کا بھانے والا نہ ہو پس جب رسولؐ دنیا میں نہ ہوں تو یہ ضرورت باقی ہے گی لہذا رسول اللہ نے اس ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے قرآن کے ساتھ اپنے اہلیت کو کیا۔ آپ کے اہلیت کا سلسلہ جو کو قیامت تک ہے گا لہذا ہر زمانے میں اہل ذکر ایک ضرورت بنا جائے گا۔ امت کا فرض ہو گا کہ قرآن کے سمجھنے میں جب کوئی دقت ہو تو انہی سے پوچھے ورنہ گمراہی یقینی ہے اسلام میں تہتر فرقے صرف اس وجہ سے بنے کہ لوگوں نے اہل الذکر سے تعلق منقطع کر لیا۔

اولم یروا الی ما خلق اللہ من شیء یتنبیوا ظلمہ عن الیمین
والشمال یتسجد للہ وہم دخرون ﴿۵۸﴾ واللہ یتسجد ما فی السموات
وما فی الارض من دابۃ و الالبکاء وہم لا یتسکبرون ﴿۵۹﴾
یحافون ربہم من فوقہم ویفعلون ما یمرون ﴿۶۰﴾

کیا ان لوگوں نے خدا کی مخلوقات میں کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جس کا سایہ کسی دہائی طرف اور کسی بائیں طرف پٹا کرنا ہے (گویا) خدا کے سامنے سر بسجود ہے اور سب اطاعت کا اظہار کرتے ہیں۔ جتنی چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جتنے جانور زمین میں ہیں سب خدا کے آگے سر بسجود ہیں اور ملائکہ بھی جو کبھی سرکشی نہیں کرتے اپنے پروردگار سے جو ان سے بزرگ و اعلیٰ ہے ڈرتے ہیں اور جو حکم دیا جاتا ہے سبجا لاتے ہیں۔

سایوں کے سجدہ کرنے سے مراد ہے کہ جن چیزوں کا سایہ پڑتا ہے وہ سب خدا کی مخلوق ہیں اور جو اس کی مخلوق ہے اس کا عاجزی سے سر بسجود ہونا لازمی ہے۔ جو باؤں کے بھی کچھ ہوتے ہیں۔ ملائکہ جیسی عظیم الشان مخلوق

۱۱ انقل: ۱۶۰

علاء کتب مہارکے ہیں

بھی اس کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہے اور حدیث میں ہے کہ بعض ملائکہ نوافل سے ایسا کہتے ہیں کہ جب سے پیدا ہوئے ہیں سجدہ میں ہیں اور قیامت تک سجدہ ہی میں رہیں گے۔

وَقَالَ اللَّهُ لَا تَتَّخِذُوا إِلَٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ إِنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۚ فَإِيَّايَ
فَارْهَبُون ۝۵۱ ۚ وَلَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّينُ وَاٰصْبَآءُ
اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ۝۵۲ ۚ وَمَا بِكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فِىنَّ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمْ
الضَّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْرَوْنَ ۝۵۳ ۚ ثُمَّ اِذَا كُفَّ الضَّرُّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيقٌ
مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ۝۵۴ ۚ لِيَكْفُرُوْا بِمَا اتَيْنَهُمْ فَتَمْتَعُوْا
فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝۵۵ ۚ وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنَاهُمْ
تَاللّٰهِ لَتَسْتَلْنَ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ۝۵۶ ۚ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبُنْتِ سُبْحٰنَهُ
وَلَهُمْ مَا يَشْتَهُوْنَ ۝۵۷

خدا نے کہا، دو مبودست بناؤ۔ خدا تو بس ایک ہی ہے پس مجھی سے ڈرتے رہو۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے بس اللہ ہی کا ہے اور خالص فرمانبرداری اس کی لازم ہے کیاتم اللہ کے سوا کسی اور سے بھی ڈرتے ہو، جو نعمتیں بھی تمہارے پاس ہیں سب اللہ ہی کی تودی ہوئی ہیں۔ جب تم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو اللہ ہی سے توفریا کرتے ہو لیکن جب وہ مصیبت تم سے دور ہو جاتی ہے تو تم میں سے کچھ لوگ خدا کا شریک بنانے لگتے ہیں تاکہ جو کچھ تم نے ان کو دیا ہے اس کی ناشکری کریں (اچھا دنیا میں چند روز) چین کر لو پھر مغرب تمہیں معلوم ہو جائے گا (کہ اس ناشکری کا نتیجہ کیا ہوا)۔ جو روزی تم نے

ان کو دی ہے اس میں سے یہ لوگ بتوں کا حصہ بھی لکالتے ہیں جنہیں جانتے نہک نہیں۔ اپنی ذات کی قسم جو افراتر از زبان تم کرتے ہو قیامت میں اس کے متعلق تم سے کچھ کچھ ضرور ہوگی۔ یہ لوگ اللہ کے لیے توبیخیاں تجویز کرتے ہیں سبحان اللہ خدا اس سے پاک ہے اور اپنے لیے وہ چاہتے ہیں جس کے وہ خواہشمند ہیں یعنی بیٹے۔

خدا فرماتا ہے، دو خداست بناؤ، اللہ تو بس ایک ہی ہے۔ اس سے ڈرنا چاہیے۔ مشرکین نے مبودست بنا ڈالے تھے۔ عرب کے مشرکین میں سوساٹھ بتوں کو سجدہ کرتے تھے۔ مگر یہاں دو خداؤں کا ذکر کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جب دو خداؤں کے ہونے نظام عالم مختل ہو جائے گا تو زیادہ کا ذکر ہی کیا۔ ایک سلطنت میں ایک ہی بادشاہ حکومت کر سکتا ہے اسی طرح اس نام کائنات کا مدبر و منتظم ایک ہی ہے اگر وہ ہونے تو یا تو وہ ہر معاملہ میں متفق رائے ہوتے بس ایسی صورت میں دو کی ضرورت کیا ہوتی اور اگر مختلف رائے ہوتے تو آپس میں جھگڑا ہوتا۔ ایک کہتا میں سورج مشرق سے لکالوں گا دوسرا کہتا میں مغرب سے نکالوں گا۔ ایک کہتا میں بانی رساؤں گا، دوسرا کہتا میں زبر رساؤں گا۔ اس نزاعی صورت میں سارا کام بگڑ کر رہ جاتا۔

آسمانوں کی مخلوق ہو یا زمین کی سب ایک ہی خدا کی پیدا کی ہوئی ہیں اور اس نے اپنی حکمت کا لہ سے جیسا چاہا ویسا بنا دیا۔ وہ کبھی بدلا نہیں کیونکہ ہر شے کی خلقت ہی برصمحت و حکمت ہے۔

جو امتیں تم کو اس دُنیا میں حاصل ہیں سب خدا کی دی ہوئی ہیں تمہارے بتوں کا ان میں کوئی دخل نہیں کیونکہ وہ صاحب قوت و اختیار ہی نہیں۔ جو اپنے من سے کتنی نہیں اڑا سکتے جو بت شکنوں کے حربہ کو نہیں روک سکتے وہ بدلا نہیں کیا دیں گے۔ ان کے پاس ہے ہی کیا جو تم کو دیں۔ تم نے چاہے انہیں جو کچھ سمجھ لیا ہو لیکن حقیقتاً تو وہ کچھ بھی نہیں۔

بنت پرست کہتے ہیں ہماری دُعا میں ہمارے دیوی دیوتا پوری کرتے ہیں۔ تمہارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ جو دعائیں تم کرتے ہو وہ تمہارا خدا ہی پوری کرتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ خدا کی طرف سے جو بار بار اس کے پیغمبر آئے وہ اس کے وجود کا ثبوت ہی دیتے رہے اور یہی بتاتے رہے کہ وہ دعاؤں کا قبول کرنے والا ہے۔ تم بناؤ کہ تمہارے بتوں کے پاس سے کون آیا اور کس نے بنا یا کہ بنت تمہاری دعائیں قبول کرتے ہیں۔ سب کی دعائیں تو قبول کرنے والا وہی بخود رہتی ہے جس نے سب کو پیدا کیا ہے۔ تم قبول تو وہ کرتا ہے تم اسے بتوں کے سونٹھ دیتے ہو۔ وہ اس لیے ان کو بھی دیتا ہے کہ اس نے ان کو پیدا کیا ہے تو ضروریات زندگی کو پورا کرنے کی ذمہ داری بھی اپنے اوپر ہی ہے، وہ مہلت دے رہا ہے کہ عقل سے کام لے کر شاہد کسی وقت میرا اقرار کر لیں۔

اپنی توحید اور الوہیت کا ایک واضح ثبوت بیان کر رہا ہے وہ یہ کہ جب تم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو تم گڑگڑا کر خدا ہی سے دُعا مانگتے ہو۔ تمہارا ضمیر اسی کی طرف ٹٹتا ہے اسی کو شکستہ کشتا اور حاجت روا جانتے ہو۔ نام

اس کا چاہے کچھ رکھ لو مگر تہا ر دل نجات کا خواہاں ایک ایسی قوت سے ہونا ہے جس سے بلاز کوئی قوت نہیں کہیں جب تمہاری صیبت ڈنڈے کر دی جاتی ہے تو تم میں ایسے ناشکرے اور احسان فراموش بھی ہو کہنے لگتے ہیں کہ فلاں دیوی یا دیوتا نے ہمیں اس صیبت سے نجات دلائی ہے۔ اس سے زیادہ ناشکری اور کیا ہوگی کہ جو ہم جیتے ہیں تم اس کا فیض والا دوسرے کو قرار دیتے ہو۔ غیر تم اس شرک کی حالت میں کچھ دن دنیا میں مزے اڑا لو۔ بہت جلد نہیں پتہ چل جائے گا کہ تہا ر کیا بڑا حشر ہوا۔ جو جھوٹے خدا بنا رہے ہیں اس کے متعلق ایک دن تم سے سوال ضرور ہوگا اور تم کو اس افترا پر وازی کی سزا ضرور دی جائے گی۔

عرب کے لوگ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ خدا فرمانا ہے کیا خوب تم تو بیٹیلوں سے متفق رہو ہو کہ پیدا ہوتے ہی انہیں زندہ زمین میں گاڑ دیتے ہو اور جب بیٹا پیدا ہوتا ہے تو خوشی سے پھولے نہیں مانتے مگر خدا کے لیے لڑکیاں تجویز کرتے ہو یعنی خدا ایسا کیا کر رہا ہے کہ اُسے وہ لڑکیاں پسند ہیں جن کو تم نفرت کی نظر سے دیکھتے ہو۔ خدا کی ذات واحد و یکتا ہے اس کے نہ لڑکا ہے نہ لڑکی۔

وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ﴿۵۸﴾

بِتَوَارِي مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرَبِهِ ۚ أَيَسْكُلُهَا عَلٰهُنَّ أُمَّ

يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ ۚ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿۵۹﴾ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ

بِالْآخِرَةِ مِثْلُ النُّعُورِ ۚ وَلِلَّهِ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۶۰﴾

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَا تَرَكَ عَلَيْهِمْ دَابَّةً وَّلٰكِنْ

يُؤَخِّرُهُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فِإِذَا جَاءَ أَجْلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ

سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُونَ ﴿۶۱﴾

(زمانہ جاہلیت میں عربوں کی یہ حالت تھی) جب کسی کو لڑکی کے پیدا ہونے کی خبر دی جاتی تھی تو رخ سے اس کے پہرے کا رنگ کالا پڑ جاتا تھا اور وہ زہر کا سا گھونٹ پی کر رہ جاتا تھا۔ اس خبر کو باعث ننگ عام

۱۳

سمجھ کر وہ اپنی قوم سے چھپا چھپا پھر تا تھا اور اس فکر میں رہتا کہ آیا اُسے ذلت کے ساتھ زندہ رہنے کا یا زندہ ہو کر زمین میں دبا جائے۔ ہائے یہ کیسا بڑا فیصلہ کرتے ہیں۔ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے تو بری باتیں انہی کے لیے مناسب ہیں اور خدا کی شان کے مناسب تو اعلیٰ صفیں ہیں وہ غالباً و حرکت والا ہے۔ اگر خدا نافرمانیوں کی بنا پر لوگوں کو گرفتار کرتا تو اُسے زمین میں ایک جاندار کو بھی باقی نہ چھوڑتا لیکن وہ ایک وقت خاص تک تاخیر کرتا ہے۔ پس جب ان کی موت کا وقت آجاتا ہے تو ایک گھڑی نہ آگے ہوتا ہے نہ پیچھے۔

زمانہ جاہلیت میں یہ رسم بہ جاری تھی کہ اگر کسی کے یہاں لڑکی پیدا ہوتی تو وہ اُسے اپنے لیے باعث عار سمجھتا اس لیے کہ ان کی غیرت یہ تھا تو نہیں کرتی تھی کہ ان کی بیٹی کسی غیر کے قبضہ میں ہی جاتے اور وہ کسی کو اپنا داماد بنا لیں۔ اگر ازار و شفقت پدھی زندہ رکھتا تو قوم میں ذلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا اور نہ وہ پیدا ہونے ہی گڑھا کھو کر اس میں دبا دیتا۔ اسلام نے اس رسم بد کا انسداد کیا اور لڑکیوں کو ماں باپ کے اس ظلم سے آزادی نصیب ہوتی۔ یہ کتنا بڑا احسان تھا نوع انسانی پر۔

اللہ کے لیے کوئی مثل نہیں یعنی شریک فی الذات نہیں۔ اس کی صفات بہت بلند والا ہیں۔ عین ذات ہیں۔ کسی دوسرے میں یہ صفات عین ذات ہو کر نہیں پائی جاتیں۔ انبیاء و ائمہ میں جو صفات پائی جاتی ہیں وہ اس کی صفات کا عکس ہیں یعنی خدا نے ان کو اپنی صفات کا منظر بنا کر بھیجا تھا تاکہ لوگوں کو اس کی صفات کا لہذا اور جلالہ کا کچھ اندازہ ہو سکے۔ مثلاً وہ عالم ہے۔ علم اس کے لیے عین ذات ہے انبیاء کو جو علم دیا جاتا ہے وہ داخل فی الذات ہوتا ہے۔ عین ذات نہیں ہوتا بلکہ پیدا ہونے سے قبل ان کے اندر داخل کیا جاتا ہے۔ اس کو علم وہی کہتے ہیں۔

انسان جس قدر خدا کی نافرمانیاں کرتا ہے اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ فوراً سب کی گردن مروڑ دیتا۔ انہیں ہلاک کر دیتا، ان کی ریزی بند کر دیتا، ان کی صحت چھین لیتا، ان کے راحت و آرام میں خلل ڈال دیتا مگر وہ ایسا کرتا نہیں۔ ایک وقت نماز تک مہلت دیتا ہے کہ وہ سمجھیں اور اپنی سرکشی سے باز آئیں۔ آخر جب نہیں مانتے تو پھر موت کا فرشتہ ان کے سامنے اکھڑا ہو گا جو دم بھر کی مہلت نہیں دے گا۔

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ موت تو سب ہی کو آتی ہے نیکیوں کو بھی اور بدوں کو بھی اور مہلت پھر نہ اچھتوں کو ملتی ہے نہ بڑوں کو۔ تو پھر فرق کیا ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ موت تو سب کو آتی ہے لیکن کہا یہ جا رہا ہے کہ جو سرکش ہیں ان کو وہ موت آنے سے پہلے ہی ہلاک کر سکتا ہے لیکن وہ ایک وقت عین تک ڈھیل دے لیتے ہوتا ہے۔ آخر جب ان کی موت کا وقت آ ہی جاتا ہے تو پھر ان کی ساری سرکشی ختم ہو جاتی ہے۔ اس حد پر پہنچ کر ان کی ساری شیعی کر گری ہو جاتی ہے۔ اور انہیں پتہ چل جاتا ہے کہ خدا کے حکم کے خلاف ان کا کوئی زور اب نہیں چل سکتا۔ موت کا وقت غریب امیر سب کے لیے یکساں ہے۔ کسی زور کی طاقت کسی تدبیر سے وہ ہٹائے نہیں ہرٹ

زمانہ جاہلیت کا رسم

سکنا ورنہ آخت کا خوف لوگوں کے دل سے نکل جاتا اور نظام حیات انسانی میں خلل پڑ جاتا۔ اس لیے خدا نے اس میں تاثیر کو رد نہیں رکھا۔ اس کا حکم امیر و مغرب، جوان و پیر، مرد و عورت سب کے لیے یکساں ہے۔ کوئی امتیازی نشان نہیں تاکہ اس نے سننے والے وقت کے خوف سے لوگ نیکیوں کی طرف متوجہ رہیں۔

وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ مَا يَكْرَهُونَ وَتَصِفُ السُّنْتُمْ الْكُذِبَ إِنَّ لَهُمُ الْحَسَنَىٰ
لَاجْرَمَ إِنَّ لَهُمُ النَّارَ وَأَنَّهُمْ مُفْرَطُونَ ﴿۶۶﴾ تَاللَّهِ لَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ
أُمَمٍ مِّن قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَهُوَ يُوهِئُهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ
عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۶۷﴾ وَمَا أُنزِلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي
اخْتَلَفُوا فِيهِ لَوْ هَدَىٰ وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۶۸﴾

یہ شکرین جو بائیں اپنے لیے پسند نہیں کرتے ان کو اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اپنی زبان سے جھوٹے دعوے کرتے ہیں کہ آخرت میں ان کے لیے بھلائی ہے (بھلائی تو نہیں مگر) ہاں ان کے لیے جہنم کی آگ ضرور ہے۔ اور یہی لوگ سب سے پہلے اس میں جھوٹے جہنم کے جہنم گئے۔ اے رسول، خدا کی (اپنی) قسم تم سے پہلے بھی امتوں کی طرف اپنے پیغمبر بھیجے تو شیطان نے ان کے اعمال بد کو ان کی نظر میں اچھا کر دکھایا وہ آج بھی ان لوگوں کا سر پرست بنا ہوا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ ہم نے یہ کتاب تم پر اس لیے نازل کی ہے کہ تم واضح طور پر ان چیزوں کو بیان کر دو جس میں یہ اختلاف کر رہے ہیں اور یہ قرآن ہدایت اور رحمت ہے ایمان لانے والوں کے لیے۔

رسول مکہ پر نبایا جا رہا ہے کہ پہلی امتوں میں جو رسول ہم نے بھیجے شیطان نے ان کی ہدایت کو بھی قبول کرنے سے روکا تھا اور وہ اس طرح کہ لوگ جو بڑے کام کرتے تھے شیطان ان کو بڑی بڑھانا تھا کہ تمہارا سب کام اچھے ہیں ڈٹے رہو کیے جاؤ۔ پیغمبر جو کچھ ان کے خلاف تم سے کہتے ہیں وہ غلط ہے۔ پس اے رسول، اسی طرح شیطان اب بھی بہکا رہا ہے۔ خیر ان کو کرنے دو جو کچھ کر رہے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے جس سے یہ بچ نہیں سکتے۔

لوگوں میں مسائل دین میں جو اختلافات پیدا ہو گئے ہیں اور جہالت سے فرقوں میں تقسیم ہو گئے ہیں تو ہم نے یہ نشان ان کے لیے نازل کیا ہے کہ ان کے اختلافات منکسر ہو سکیں اور سب سے وہ ان کو تباہ اور گمراہی سے ان کو بچاؤ۔

وَاللَّهُ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَاحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ﴿۶۹﴾ وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُّقِيبُكُمْ
مِمَّا فِي بُطُونِهِم مِّن بَيِّنٍ فَرْتٍ وَدَمٍ لَّبْنَا خَالِصًا يَّغَا لِّلشَّرِبِ بَيْنَ ﴿۷۰﴾
وَمِن ثَمَرَاتِ النَّخِيلِ وَالْأَعْنَابِ تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا وَرِزْقًا
حَسَنًا إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿۷۱﴾ وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّخْلِ
إِنِ اتَّخَذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا وَمِن الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ ﴿۷۲﴾ ثُمَّ
كَلَّمِي مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ فَأَسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكَ ذُلَّاهُ يُخْرِجُ مِنْ
بُطُونِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ إِنَّ فِي
ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۷۳﴾

اللہ نے آسمان سے پانی برسایا اس سے مردہ زمین میں جان ڈالی اس میں سنسنے والوں کے لیے ایک بڑی نشانی ہے اور جو پاؤں میں بھی تمہارے لیے بڑی عبرت کی بات ہے ہم تمہیں ان کے بیٹیوں سے جن میں گوبہ اور خون بھرا ہے خالص دودھ پلاتے ہیں اور جو پینے والوں کے لیے نہایت خوشگوار ہے۔ اسی طرح کھجور کے اور انگوٹوں کے پھلوں سے ایک چیز نہیں دیتے ہیں جن سے کبھی تم شراب بنا لیا کرتے ہو اور پاک رزق بھی۔ سمجھو دار لوگوں کے لیے اس میں خدا کی قدرت کی نشانی ہے۔ اے رسول تیرے رب نے

۷۳

تفسیر القرآن

شہد کی مکھی کو وحی کر دی کہ پہاڑوں، درختوں اور ٹہیلوں میں اپنے چھتے بنا پھر ہر طرح کے پھولوں (کے پورے) ان کا عرق چوس پھر اپنے بڑے رنگارنگ ریشوں میں نابعداری کے ساتھ جلی جا۔ ان پھولوں کے پیٹ سے پینے کی ایک چسپیز نکلتی ہے (شہد)، جس کے مختلف رنگ جتنے ہیں اس میں لوگوں کی (بیماریوں کی) شفا بھی ہے۔ فن کر کرنے والے لوگوں کے لیے اس میں قدرت خدا کی نشانی ہے۔

ان آیات میں خدا نے اپنے بندوں کو جو اسے بھولے پڑے ہیں اپنی عجیب غریب صنعتوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔

(۱) میٹر برساکر مڑوہ زمین کو جاندار بنا لینی جس زمین میں نباتات اگانے کی طاقت کم ہوگی مٹی یا بالکل جاتی رہی مٹی میٹر برساکر اس میں از سر نو جان ڈال دی۔ وہی پانی جو زمین سے اٹھ کر آسمان پر گیا تھا اور بادلوں کی صورت میں اودھرا اودھ چکر لگا رہتا تھا خدا نے اُوپر ہی اُوپر اس کے اندر کچھ ایسی قوتیں بھردیں کہ میٹر برستے ہی زمین سبزہ سے لہلہاتی نظر آنے لگی اور طرح طرح کی جڑی بوٹیاں، پھول اور پھل نکلتے شروع ہو گئے۔

(۲) پھر چوپاؤں کی طرف توجہ دلائی گئی۔ خدا کی یہ مخلوق تمکاس پات پھیل پھیلا رہی۔ گلی ٹری چیزیں اور نہ معلوم کیا کیا چیزیں کھا کر اپنا پیٹ بھرتی ہے۔ ان کے پیٹ میں جاتے ہی قدرت اپنی صناعتی دکھانے میں مصروف ہوتی ہے۔ ان کی غذاؤں کو دودھ میں تبدیل کر کے ان کے تھنوں سے نکالتی ہے جسے انسان مزہ لے لے کر بیٹا ہے۔ اور اس دودھ سے طرح طرح کی غذا میں بناتا ہے اپنے بچوں کو پلانا ہے تو ان کی نشوونما ہوتی ہے کیا یہ اس کی قدرت کا نامہ کا عجیب غریب نمونہ نہیں۔

(۳) پھر پھولوں پر غور و خوض کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ کچھ روک دیکھو کہ یہ دُنیا میں ایک نرالا درخت ہے جس گھٹلی سے پیدا ہوتا ہے وہ پتھر کی طرح سخت ہوتی ہے۔ زمین اس کو ملائم بنا کر شگافتہ کرتی ہے پھر اس سے درخت کوں کالتی اور بڑھاتی ہے۔ ایسے رنگستانوں میں لہلہاتی ہے جہاں پانی کا نام و نشان نہیں ہوتا۔ اس کی کچھ خاصیتیں انسانوں سے ملتی ہیں مثلاً اس میں نرم مادہ ہوتے ہیں۔ نرکا زیرہ جب مادہ کے گچھے میں جاتا ہے تو پھل پیدا ہوتا ہے ورنہ نہیں۔ قدرت نر درخت کے ساتھ مادہ کو بھی رکھتی ہے۔ دوسرے اگر اس کا سر کاٹ دیا جائے تو پھر کبھی پھل اس میں نہیں گھٹا تو یا مڑوہ ہو جاتا ہے۔ اہل عرب کی زندگی کا بڑا دار و مدار اس پر ہے۔ یہی وہ درخت ہے جس کے متعلق رسول نے فرمایا ہے۔ اَکْرُمُوْا عَمَلَكُمْ اَلْحَلَّةَ۔ (تم اپنی چھوٹی کھجور کی سنت کرو) گویا اپنے کبیر میں اس کے عقید ہونے کی وجہ سے داخل کر لیا ہے۔

(۴) اس کے بعد انکو کولو، کیسا لطیف، نفیس اور خوش ذائقہ پھل ہے۔ نہایت مقوی دل و دماغ غذا ہے۔ اس سے شراب بنا کر لوگ تینے ہیں اس کے بھی بناتے ہیں۔

(۵) پھولوں کے بعد ایک چھوٹی سی مخلوق کی طرف توجہ دلائی گئی ہے یعنی شہد کی مکھی۔ اس کے کمالات دیکھو کہ

عقل انسانی چکا چاتی ہے۔ خدا نے اس کو وحی کی یعنی اشارہ کیا یا اس کے دل میں یہ بات ڈال دی۔ یہ وحی وہ نہیں جو انبیاء کو ہوتی ہے بلکہ اس کا تعلق غیر انبیاء سے بھی ہے جیسے جناب موسیٰ کی والدہ کو وحی کی تھی وَاَوْحَيْنَا اِلٰی اَقْرَبٰ مَوْلٰی اَنْ اَرْضِعْ لَہٗ (القصص ۲۸) ”ہم نے اودھ کو وحی کی کہ موسیٰ کو دودھ پلاؤ۔“ یا انسانوں کو وحی کی وَاَوْحٰی فِیْ کَلِمٰی سَمَیْہٖ اَمْرًا ہَادِیًا (الحجۃ ۲۱)۔ کبھی کو وحی یہ ہوتی کہ پہاڑوں، درختوں پر اپنے چھتے لگا اور پھولوں کا اس بچوس۔

کوئی جانور اس شان سے اپنے رہنے کے لیے گھر نہیں بنا آجس شان سے یہ کبھی بناتی ہے۔ چھوٹے چھوٹے خانے اس شان سے بناتی ہے کہ ایک انجینئر اپنے پیمانہ و پرکار سے بھی مشکل بنا سکتا ہے۔ کیا ممکن ہے کہ کوئی خانہ لمبائی چوڑائی اور اونچائی میں بال بھر تو کم و زیادہ ہو جائے۔ اس تعمیر میں ہیشمار مکھیاں حصہ لیتی ہیں لیکن سب ایک ہی اسناد کی کھنائی ہوتی ہیں جن کے بنانے کا ایک ہی انداز ہوتا ہے۔ ان خانوں کے درمیان آنے جانے کے راستے ہوتے ہیں۔ ان کے بادشاہ کے لیے جسے عیسوب کہتے ہیں سب خانوں کے بیچ میں ایک بڑا خانہ ہوتا ہے یہ بادشاہ جسامت میں سب سے بڑا ہوتا ہے۔ بیچ میں شہد کا ذخیرہ کرنے کے لیے علیحدہ خانے ہوتے ہیں۔

مکان کی تعمیر کے لیے یہ مکھیاں پہلے سوم کی حاجت مند ہوتی ہیں۔ لہذا ایسے ہی پھولوں، پھولوں پر بیٹھتی ہیں جہاں ان کو موم حاصل ہو۔ قدرت کا کوشش دیکھو جو اس پھولوں اور پھولوں سے جوستی ہیں اسے اپنے اندر سے جباتے شہد کے موم بنا کر نکالتی ہیں۔ اسی سے ایسا مضبوط گھر بناتی ہیں کہ کتنے ہی زور کی آمدنی چلے یا موسلا دار پانی برسے ان کے چھتے کو نقصان نہیں پہنچتا۔ یہی موم کا مسالہ ہے جس سے وہ کسی درخت کی شاخ میں اس مضبوطی سے اپنا چھتہ لٹکانتی ہیں کہ وہ سخت سے سخت جھٹکے سے نہیں گرنا۔ جب یہ کامات تیار ہو جاتے ہیں تو پھر شہد جمع کرنے کی فکر ہوتی ہے۔ اب یہ خوشبودار پھولوں اور کیلے پھولوں پر بیٹھتی ہیں اور ان کا کس جوستی ہیں۔ قدرت کی اس چھوٹی سی مشین کے اندر وہ کس جا کر شہد ان جاتا ہے۔ اُسے لے کر وہ چھتہ میں آتی ہیں اور اس کو اپنے منہ سے نکال کر

خزانہ میں جمع کرتی رہتی ہیں۔ اس کی حفاظت کے لیے پہرہ دار لگاتے ہیں جب کوئی مکھی چھتہ میں داخل ہونا چاہتی ہے تو پہرہ دار اس کا منہ منگھٹتا ہے اگر کسی بودار کڑوے پھل پھول پر بیٹھ کر آئی ہوئی معلوم ہوتی ہے تو اس کا سر کاٹ کر چھینک دیتا ہے۔ اگر کوئی شہد لینے کے لیے ان کے چھتہ پر حمل کرتا ہے تو بادشاہ کے حکم سے وہ سب خزانہ کا شہد اپنے پیٹ میں بھر کر اڑ جاتی ہیں اور حملہ آور کو کچھ نہیں ملتا۔ ہاں اگر حملہ بہت جلد ہو جائے اور ان کو اپنا ذخیرہ ساتھ لے جانے کا موقع نہ ملے تو دوسری بات ہے۔ تاہم جتنا لے جا سکتی ہیں لے جاتی ہیں۔ غور کیجئے کیا عجیب غریب نظام ہے کیا یہ قدرت کی صنعت کا شاہکار نہیں۔

پہاڑ ہوں یا درخت یا ٹھیاں یہ اپنا چھتہ اتنے بلند مقام پر بناتی ہیں جہاں دشمن کا ہاتھ آسانی سے پہنچ سکے۔ بعض مقامات پر پالتو مکھیوں سے بھی کام لیا جاتا ہے۔ منگولوں کے اندر ان کے چھتے ہوتے ہیں ان کے لیے گھروں کے پاس خوشبودار پھولوں کی پھلاریاں لگائی جاتی ہیں وہ منگولوں سے نکل کر وہاں جاتی ہیں اور رسی جوستی ہیں

اور وہاں سے پھر اپنے اپنے ٹکے میں آجاتی ہیں کیا ممکن کہ کوئی ٹکھی کسی دوسرے ٹکے میں چلی جائے۔ جب شہد بہت سا جمع ہو جاتا ہے تو ہر مالک کوئی برتن نیچے رکھ کر چھتہ میں سوراخ خود بنا ہے جس سے شہد بچتا رہتا ہے۔ غور کرو ایک چھوٹے سے جانور کو خدا نے کیسی عقل دی ہے۔ آدمی بھی بعض اوقات اپنا گھر بھول جاتا ہے لیکن وہ کبھی نہیں بھولتی۔ بناؤ یہ عقل اُسے کس نے دی ہے۔

(۶) اس کے بعد شہد کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کیسی لذیذ غذا ہے۔ کتھی کی ٹٹے ہے مگر انسان کس شوق سے اُسے چاٹتا ہے اس کے غور کرو کاربچا کرنے کے لیے اتنی ہی بات کافی ہے۔ شہد بہت سی بیماریوں کا علاج بھی ہے۔ بخوبی قلب بھی ہے۔ سبحانہ ما اعظم شأنہ۔ خدا ان سب باتوں کی طرف صاحبانِ فکر کو دعوتِ غور و خوض دیتا ہے۔

حضرت رسولؐ نے امیر المؤمنین کو یہ سب لکھ کر دیا ہے یعنی ان سے بہتر ذہن کا انتظام کوئی نہیں کر سکتا۔ جس طرح مہتیبان اپنے خزانے سے خود کچھ نہیں کھاتیں بلکہ ان مہتیبوں کو کھلاتی ہیں جو باقی بڑھی ہو جاتی ہیں یا کسی صدر سے ان کے پر بچھڑ جاتے ہیں۔ اسی طرح امیر المؤمنین بیت المال سے خود کبھی اپنے لیے ایک پائی نہیں لیتے تھے بلکہ اس کو بیواؤں، یتیموں اور محتاجوں کا حق سمجھتے تھے۔ جس طرح غلام کس چوسنے والی مہتیبوں کو چھتہ کے اندر داخل ممنوع تھا اسی طرح امیر المؤمنین کی سلطنت میں حرام خوروں، غلام کاروں اور رکشوں کو آزادی نصیب نہ تھی۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفَّاكُمْ ۗ وَمِنكُمْ مَّن يُّرَدُّ اِلَى الْاٰزْلِ الْعَمْرِ لِكِي لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝۶۰ وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ ۗ فَمَا الَّذِيْنَ فَضَّلُوْا اِبْرَادِيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهَمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ۗ اَفَبِعِزَّةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝۶۱

اللہ ہی نے تم کو پیدا کیا ہے پھر وہی تم کو دنیا سے اٹھالے گا تم میں سے بعض ایسے ہیں جو ذلیل زندگی (بڑھاپا) کی طرف لوٹا دئیے جاتے ہیں تاکہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانیں۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا اور قدرت رکھنے والا ہے اور اللہ نے رزق میں تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے پس وہ لوگ اپنی روزی میں سے ان لوگوں کو جن پر ان کا دست رکس ہے (غلام لونڈی) دینے والے نہیں مالا لکہ اس مال میں تو سب کے سب (مالک و غلام) برابر ہیں تو کیا یہ لوگ خدا کی نعمت کے منکر ہیں۔

۱۱۲

یہ قدرت کا قانون ہے کہ جس قدر انسان کی عمر زیادہ ہوتی جاتی ہے اسی قدر اُس کے قوائے جسمانی کمزور ہونے جاتے ہیں اور عقل کی چمک بھی ماری جاتی ہے جس سے انسان ٹھپا جاتا ہے۔ اور جو کچھ سیکھا تھا بھولتا جاتا ہے یہاں تک کہ بچہ اور بوڑھا برابر ہو جاتا ہے۔ جس طرح مہتیب کے پُرزے کام کرنے کرتے تھے جاتے ہیں اور پھر ناکارہ ہو جانے کی وجہ سے مہتیب بند ہو جاتی ہے اسی طرح آدمی بھی جوں جوں سن رسیدہ ہونا جاتا ہے اپنے فرائض انجام دینے سے معذور ہونا جاتا ہے اس کے بعد اُسے دُنیا سے اٹھایا جاتا ہے۔

ذرا اس پر بھی غور کرو اللہ جن کو دولت زیادہ سے دیتا ہے وہ اپنے کیز و غلام کو اس میں شریک نہیں سمجھتے اور ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے میں کشادہ دلی سے کام نہیں لیتے حالانکہ خدا نے جو دولت لوگوں کو دی ہے۔ اس میں یہ بیچاسے بھی شریک ہیں جس خدا نے ان کو مالدار بنایا ہے وہ ان غریبوں کو بھی مالدار بنا سکتا ہے اور ان مالداروں کو ذلیل حالت میں رکھ سکتا ہے۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدًا ۗ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبَاتِ ۗ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ ۗ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ۝۶۱ ۗ وَيُعْبَدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝۶۲ ۗ فَلَا تَضْرِبُوْا اللّٰهَ الْاَمْثَالَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۶۳ ۗ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا اَمَمَلُوْكَ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمِنْ رِّزْقِنَا مَنَارًا رِّزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَجَهْرًا ۗ هَلْ يَسْتَوِيْنَ ۗ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۗ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۶۴

اللہ نے تمہارے لیے تم ہی میں سے تمہاری بیبیاں بنائیں اور تمہاری بیبیوں سے تمہیں بیٹے اور پوتے

دبّے اور پاک چیزوں کا رزق نہیں دیا تو کیا اس پر بھی وہ باطلی قوتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کے منکر ہیں اور اللہ کو چھوڑ کر ان کی پستش کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں سے کسی چیز کے رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتے اور نہ یہ کام ان کے کرنے ہی کا ہے۔ اللہ کی یہ مثالیں نہ گڑھو۔ اللہ جاننا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اللہ نے ایک مثال دی ہے ایک بندہ غلام ہے جو کچھ بھی اختیار نہیں رکھتا اور ایک وہ ہے جسے ہم نے اچھی خاصی ریزی دے رکھی ہے وہ اس میں سے ظاہر بظاہر اور خفیہ دونوں طرح راہ خدا میں خرچ کرنا ہے تو کیا یہ دونوں برابر ہیں (ہرگز نہیں) الحمد للہ (کہ وہ بھی اس کے مقرر ہیں) ان میں سے بہت سے تو اتنا بھی نہیں جانتے۔

انسان کی خاموشی زندگی کا سارا لطف بنی بی بیوں پر منحصر ہے۔ بناؤ اگر تم نہیں قیمتیں نہ دیتے تو تم اکیلے کیا کرتے۔ کام کاج سے فارغ ہو کر جب سونے گھر میں آتے تو وحشت ہوتی یا نہیں۔ نہ پتے ہونے جن سے دل بہلا سکتے نہ بنی ہوئی جو نہا سے راحت آرام کا ذریعہ بنتی۔ پس اکیلے گھر میں بڑے یا کھیاں مارتے یا پھر چٹپ چاپ بڑے اپنی قسمت کو رشتے پھر ہم نے نہیں اچھے سے اچھے کھانے دیئے ہیں۔ اس آسمان کا تم نے ہمیں کیا بدلہ دیا۔ یہ دیکھو تم باطل کی طرف جھک بڑے اور ہماری نعمتوں کے منکر بن گئے بلکہ ان کو اپنے بنوں کے عطیات سمجھنے لگے تم کہیں اس پر غور نہ کیا کہ جن بنوں کی تم عبادت کرتے ہو ان بیچاروں کی قدرت کیا ہے۔ وہ آسمان و زمین میں سے کسی چیز کا رزق بھی تم کو نہیں دے سکتے۔ دے تو جب سکتے کہ ان میں کوئی قوت ہوتی۔ وہ تو کسی مرض کی دوا ہی نہیں پھر تم ان سے کہوں تو لگائے بیٹھے ہو۔ تم اللہ کے لیے مثالیں نہ دیکرو۔ کون سی چیز اللہ کی مثل ہے جسے تم مثال میں لاتے ہو تم تو بادشاہوں، وزیروں اور راجوں مہاراجوں کے چکر میں بیٹھے ہوئے ہو جن تک تمہاری رسائی بڑی سی اور سفارش سے ہوتی ہے۔ ان کے درباری ہر وقت انہیں گھر سے ہٹتے ہیں۔ یہ تو خدا کی مخلوق ہیں پھر خدا ان جیسا کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ وزیروں، مشیروں اور درباریوں کے حلقے میں نہیں رہتا۔ اس کا ہر بندہ اگر اس سے ملنا چاہے تو مل سکتا ہے جو مانگنا چاہے مانگ سکتا ہے جب اس کے دربار میں آنا چاہے آ سکتا ہے۔

اچھا تم ایک مثال سے نہیں سمجھتے ہیں۔ ذرا سمجھو، ایک ایسا غلام ہے جو دوسرے کا نالہ دار ہے اور اس کے پاس خرچ کرنے کو کچھ نہیں وہ خدا کی راہ میں کچھ نہیں خرچ کر سکتا۔ دوسرا وہ ہے جسے ہم نے دولت دی ہے اور وہ راہ خدا میں بظاہر بھی اور چھپا کر بھی خرچ کرتا ہے بناؤ کیا یہ دونوں برابر ہیں اگر جواب میں اس کا اقرار کرتے ہو کہ برابر نہیں تو ہمارے رسول کہیں گے الحمد للہ بات تمہاری سمجھ میں آگئی اور تم کو توبہ کی بہت نہ ہوئی اور خاموش ہو گئے۔

مطلب یہ ہے کہ خدا اور بندہ کا مقابلہ کیا۔ بندہ مجبور محض ہے بقضاءت۔ خدا مالک کل، تم دونوں کو مقابلہ میں کیسے لاتے ہو۔ کہاں خالق کہاں مخلوق۔ بادشاہوں وغیرہ سے اس کی مثال دینا تمہاری حماقت ہے لیکن اکثر لوگ اس فرق کو سمجھتے ہی نہیں۔ جو کچھ اس چاہتے ہیں کر دیتے ہیں۔

وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا رَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا أَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلَى شَيْءٍ وَ
هُوَ كَلٌّ عَلَى مَوْلَاهُ أَيْنَمَا يُوَجِّههُ لَا يَأْتِ بِخَيْرٍ هَلْ يَتَذَكَّرُ
هُوَ أَمْ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۱۶﴾ وَاللَّهُ غَيْبٌ
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا أَمْرُ السَّاعَةِ إِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ أَوْ هُوَ
أَقْرَبُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۷﴾

خدا ایک دوسری مثال بیان کرتا ہے دو آدمی ہیں ایک ان میں سے بالکل گورگا بہرا ہے اور پھر غلام ہے بات کرنے کی قدرت نہیں رکھتا وہ اپنے مالک کو دو بھر ہو رہا ہے اُسے جلد بھینسا ہے کبھی بھلائی نہیں لانا۔ کیا ایسا غلام اور وہ شخص جو لوگوں کو عدل کا حکم کرتا ہے اور وہ خود بھی صحیح راستہ پر قائم ہے دونوں برابر ہو سکتے ہیں (ہرگز نہیں)۔ آسمان و زمین کی چھپی ہوئی باتیں خدا ہی کے لیے مخصوص ہیں اور قیامت کا واقعہ ہوا تو ایسا ہے جیسے پاک جھینکا بلکہ اس سے بھی جلد تر، بے شک خدا ہر شے پر قادر ہے۔

پہلی مثال میں خدا نے یہ بنا یا کہ خدا اور بندوں کی مثال اُس غلام و آقا کی ہی ہے کہ غلام کوئی اختیار نہیں رکھتا۔ اب دوسری مثال میں یہ فرمایا جا رہا ہے کہ ایک شخص کا غلام بہرا اور گورگا ہے۔ آقا جو کچھ اس سے کہنا ہے وہ سنتا اور سمجھتا ہی نہیں۔ آقا حکیم و عادل ہے، سیدھے راستے پر ہے پس یہ دونوں کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔ کہاں خدا کہاں یہ اندھے گورگے بہرے بنت جو نہ کسی کی بات سنتے ہیں نہ اپنے منہ سے کچھ کہتے ہیں۔ بالکل نکلے۔ پھر لوگ ان کو خدا کا مقابلہ کیوں جانتے ہیں۔ اب اس کے بعد ان لوگوں کی بات کا جواب دیا جا رہا ہے جو کہتے تھے کہ قیامت آ کر آپ کے گئے گی اور کیسے آئے گی۔ فرماتا ہے آئے گی اور ضرور آئے گی اور پاک جھینکتے آجائے گی۔

تاکرم نہ کچھ غور کر سکو نہ اس سے بچنے کی تدبیر کر سکو۔ خدا ہر شے پر قادر ہے وہ ایسا ہی کر سکتا ہے کہ تم دیکھتے ہی وہ جاوے اور وہ تم پر چھا جائے گی۔ جلدی نہ کرو، وہ آنے ہی والی ہے۔ تم اسے دُور سمجھتے ہو لیکن خدا کے نزدیک تو قریب ہے۔ آیام شماری میں تمہارا حساب اور ہے اور خدا کا حساب اور ہے۔ تمہارا سال ۳۶۵ دن کا ہوتا ہے اس کے یہاں ایک دن ایک ہزار برس کا ہوتا ہے۔

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ اَبْطُونِ اُمَّهَاتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۸﴾ الْمَرْيُوٰا۟ اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرَاتٍ فِى جَوْوِ السَّمَآءِ مَا يُمَسِّكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ اِنَّ فِى ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۸۹﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُم مِّنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّ جَعَلَ لَكُم مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَنَنْتُمْ وَّ يَوْمَ اِقَامَتِكُمْ وَّمِنْ اَصْوَابِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَا اٰثَانًا وَّ مَتَاعًا اِلَى حَيِّنٍ ﴿۹۰﴾

اللہ وہ ہے جس نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے نکالا اس حالت میں کہ تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے اور تمہیں (سوچنے سمجھنے کے لیے) کان، آنکھیں اور دل دیتے تاکہ تم خدا کا شکر ادا کرو۔ کب پرندوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ آسمان کے نیچے ہوا میں گھرے ہوئے ہیں (اڑ رہے ہیں)۔ خدا کے سوا انہیں گرنے سے کون روکتا ہے۔ اسی میں ایمان لانے والوں کے لیے خدا کی نشانیاں ہیں۔ اور خدا نے تمہارے گھروں کو تمہارا مسکن قرار دیا اور اس نے تمہارے واسطے چوپایوں کی کھالوں سے تمہارے بلکے پھلکے ڈیرے بنائے جنہیں تم شبک پاکرا اپنے سفر و حضر میں کام میں لاتے ہو اور ان کی اولاد اور

مذکر کے احسانات کا ذکر

رُودوں اور بالوں سے ایک خاص وقت (قیامت) تک کے لیے بہت سے سامان اور کارآمد چیزیں بناتے ہو۔

۸۸۔ جنوں کی ناہلی کا ذکر کرنے کے بعد پھر اپنے احسانات کا ذکر کرتا ہے۔

(۱) خدا ہی تو ہے جس نے ہمیں ماؤں کے پیٹ سے نکالا۔ غور کرو، ولادت کا معاملہ کتنا سخت تھا۔ تم ایک اندھیری کوٹھڑی میں پڑے تھے۔ خدا نے ہی تم کو انسانی شکل دے کر ایک نہایت تنگ راستے سے باہر نکالا۔ اور تم اس حالت میں نکلے کہ نہ مال کو پہچانتے تھے نہ باپ کو۔ خدا نے تمہارے پیدا ہونے سے پہلے ہی تمہاری غذا کا بندوبست کر دیا تھا اور تمہیں غذا حاصل کرنے کا طریقہ بھی بتا دیا تھا۔ کیا خدا کے سوا کوئی اور یہ کام کر سکتا تھا۔ پھر خدا نے تم کو کان دینے کے لیے، آنکھیں دینے کے لیے اور دل دینا بات کو سمجھنے کے لیے اور ارا دونوں کو حرکت دینے کے لیے۔ کیا یہ احسانات ایسے ہیں کہ تم خدا کی خدائی کا ذکر نہ کرو اور اس کے سوا کسی اور کو اپنا ممبرو بناؤ۔

(۲) کیا تم اپنی آنکھوں سے خدا کی قدرت کا یہ کرشمہ نہیں دیکھتے کہ مابین زمین و آسمان پرندے ہوا میں کیسے پتھر اڑتے پھرتے ہیں۔ خدا کے سوا ان کو زمین پر گرنے سے کون روکے ہوئے ہے۔

(۳) اچھا اسے جانے دو جن گھروں میں تم رہتے ہو کیا ان کو نہیں دیکھتے۔ تم نے جو یہ شاندار کوشیاں جو زمین پر بنائے ہوئے ہیں۔ یہ درخت کس کے آگائے ہوئے ہیں۔ یہ نشیب کے سامان یہ لوہے کے دروازے اور کھڑکیاں یہ فرش فروش آخر کس کے خزانے تم کو ملے ہیں۔ یہ سب خدا کی ہی تو مخلوق ہے۔ پھر تم اسے اپنا ممبرو بنا لیتے ہو۔ (۴) اچھا اور سنو، یہ چوپائے کس کی مخلوق ہیں۔ خدا ہی کی تو ہیں جن کی کھالوں سے تم چھوٹے بڑے جیسے بناتے ہو۔ ان کو سفر حضر میں ساتھ ساتھ لیے پھرتے ہو۔ ان کی اولاد سے ان کے رُودوں سے ان کے بالوں سے کیسے کیسے شاندار اور خوبصورت کپڑے بناتے ہو اور طرح طرح کے سامان تیار کرتے ہو۔ کیا یہ سب چیزیں تمہارے بنوں کی بنائی ہوئی ہیں۔ کیا تمہارے دیوتاؤں کی کارگزاریاں ہیں۔ سوچو چھو اور شکر ماؤ۔ اور خدا کے سوا کسی کو اپنا ممبرو نہ بناؤ۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُم مِّمَّا خَلَقَ ظِلًّا وَّجَعَلَ لَكُم مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُم سُرَابِیْلًا تَقِيْكُمْ الْحَرَّ وَّسُرَابِیْلًا تَقِيْكُمْ بَاسِكُمْ كَذٰلِكَ يَتِمُّ نِعْمَتُهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۹۱﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَّا عَلَيْنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۹۲﴾ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يَنْكُرُوْنَهَا وَا

أَكْثَرُهُمُ الْكَافِرُونَ ﴿۸۳﴾

اور خدا ہی نے تمہارے آرام کے لیے اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں کے سائے بنائے اور اس نے پہاڑوں میں (تمہارے چھپنے کے لیے) غار بنائے اور تمہارے لیے ایسی پوششیں بنائیں جو تمہیں گرمی سے بچاتی ہیں اور ایسے لباس جو میدان جنگ میں تمہاری حفاظت کرتے ہیں۔ اس طرح خدا اپنی نعمتیں تم پر تمام کرتا ہے۔ تاکہ تم اس کی فرمانبرداری کرو۔ اگر یہ لوگ ایمان سے روگردانی کریں تو لے رسول تمہارا کام ہمارے احکام کو صاف صاف پہنچا دینا ہے۔ یہ لوگ اللہ کی نعمتوں کو پہچانتے ہیں پھر بھی انکار کرتے ہیں۔ اور ان میں سے بہت سے ناشکرے ہیں۔

خدا اپنی نعمتوں کے بیان کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے فرماتا ہے ہم نے تمہارے آرام کے لیے گھنے درختوں اور پہاڑوں کے لیے لیے سائے پیدا کیے تاکہ گرمی کے دنوں میں تم درختوں کی چھاؤں میں اور بحالت سفر پہاڑوں کے سایہ میں آرام سے بیٹھو، سوؤ اور جو کام چاہو کرو۔

اس کے علاوہ ہم نے تمہیں ایسے لباس دیئے کہ گرمی کی شدت سے محفوظ رہو۔ جن ملکوں میں سخت گرمی پڑتی ہے اور ٹوچتی ہے وہاں کے لوگ جب گھر سے نکلتے ہیں تو کپڑیاں سر پر باندھتے ہیں کوئی کپڑا سر اور گردن پر ڈالتے ہیں چادروں سے بدن لپیٹتے ہیں تباہ کی جان بچتی ہے۔ اور لڑائی کے میدانوں میں اپنی حفاظت کے لیے زہر بھرتے کام لیتے ہیں۔ سوچو تو یہ سب نعمتیں خدا نے تمہیں کیوں دی ہیں۔ محض اس لیے کہ تم اس کے فرمان بردار بندے بن کر رہو مگر تم ہو کہ سب کچھ دیکھتے ہوئے سب چیزیں کام میں لاتے ہوئے پھر بھی اکرٹے رہتے ہو۔ ہم تمہارے محتاج نہیں۔ ہمارے رسول کا کام تو یہ ہے کہ وہ ہمارے احکام تم تک پہنچائے۔ اگر نہیں مانتے تو اس کا وبال سنبھلنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا ثُمَّ لَا يُؤْذِنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿۸۴﴾ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يَخْفَفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿۸۵﴾ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ أَشْرَكُوا شَرَكَاءَ هُمْ قُلُوبًا رَبَّنَا هُوَ لَاءِ شُرَكَائِنَا الَّذِينَ كُنَّا نَدْعُوا مِنْ دُونِكَ ۖ فَالْقَوْلَا

إِلَيْهِمُ الْقَوْلَ إِنَّكُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿۸۶﴾ وَالْقَوْلَا لِي اللَّهِ يَوْمَئِذٍ السَّلَامَ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۸۷﴾

جس روز ہم ہر گروہ میں ان میں کا ایک گواہ لاکھڑا کریں گے تو پھر نہ تو ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا ہے بات کرنے کی اجازت دی جائے گی اور نہ ان سے توبہ استغفار کا مطالبہ کیا جائے گا۔ جب سرکشی کرنے والے لوگ عذاب کو دیکھ لیں گے تو نہ تو ان کے عذاب میں کوئی کمی کی جائے گی اور نہ ان کو بہت ہی دی جائے گی۔ جب وہ لوگ جنہوں نے خدا کا شکر کیا نہ سزوں کو بنا یا مٹا ان شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے اے ہمارے رب یہی تو وہ ہمارے شریک ہیں جن کو ہم تیرے سوا پکارا کرتے تھے۔ وہ ان کو صاف جواب دے دیں گے کہ یہ جھوٹے ہیں اور اس دن یہ سب خدا کے سامنے سرنگوں ہو جائیں اور ساری افترا پڑا زبیاں رفو چکر ہو جائیں گی۔

مطلب یہ ہے کہ بت پرست جب خدا کے سامنے یہ بیان کریں گے کہ یہی وہ بت ہیں جن کو ہم تیرا شریک قرار دے کر پکارا کرتے تھے تو وہ شریک کہیں گے مجھ نے تم سے کب کہا تھا کہ تم ہمیں اپنا مشکل کشا سمجھو پکارو۔ ہمیں تو خبر بھی نہیں کہ تم کیا کہہ کر ہمیں پکارتے تھے اور ہم سے کیا چاہتے تھے۔ ایسی صورت میں کوئی الزام ہم پر لگانا غلط ہے۔ قیامت کے دن خدا کے سامنے کوئی بات بنائے نہ بنے گی۔ وہاں کسی کا جھوٹ نہ چلے گا۔ مشرکین کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ تم سخت دھوکہ میں اپنی زندگی بسر کر رہے ہو۔ وہاں کوئی تمہارا معاون مددگار نہ ہوگا۔

الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ زِدْنَاهُمْ عَذَابًا أَلْوَقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يُفْسِدُونَ ﴿۸۸﴾ وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِمْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَى هَؤُلَاءِ ۖ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تَبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَى لِلْمُسْلِمِينَ ﴿۸۹﴾

جنہوں کا بت پرست ہو گیا تھا

جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور لوگوں کو راہِ خدا پر پھینکنے سے روکا ان کی منصفہ پڑاویوں کی وجہ سے ہم ان پر عذاب پر عذاب بڑھاتے جائیں گے۔ اور وہ دن باوجود جب ہم ہر گروہ میں سے انہی میں کا ایک گواہ (قیامت میں) لاکھڑا کریں گے اور اے رسول تم کو ان لوگوں پر ان کے مقابل گواہ بنا کر لائیں گے۔ ہم نے جو کتاب تم پر نازل کی ہے اس میں ہر چیز کا بیان ہے اور مسلمانوں کے لیے سزا پارحمت اور خوش خبری ہے۔

روز قیامت میں جب کفار کوئی عذر پیش کریں گے تو ان کی منصفہ پڑاوی کو ثابت کرنے کے لیے انہی میں سے کچھ گواہ ان کی کذب بیانی کو ثابت کریں گے اور سب سے بڑھ کر گواہ خود رسول ہوں گے۔ کتابِ خدا (قرآن) جس میں ہر شے کا بیان تھا اور ہر امر کے متعلق ہدایت تھی ان کو سنا دی گئی تھی مگر اس پر بھی یہ ایمان نہ لائے۔ البتہ جو لوگ اس کتاب پر ایمان لے آئے ان پر خدا کی رحمت نازل ہوگی اور جنت کی بشارت ان کو دی جائے گی۔ قرآن مجید میں بے شک ہر شے کا بیان ہے یعنی فلاح دنیا و آخرت کے لیے صیغی باتیں ضروری ہیں اس میں سب کا بیان ہے۔ خواہ وہ مادی ہوں یا روحانی۔ اخلاقی ہوں یا معاشرتی۔ تمدنی ہوں یا سیاسی۔ لیکن ان سے ہر شے کا اخذ کرنا ہر شخص کا کام نہیں، صرف وہی لوگ ایسا کر سکتے ہیں جو کتبِ صحت لکھنے کے تعلیم یافتہ اور راستخون فی العلم ہیں یعنی محمد وآل محمد۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَايَ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۗ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿۹۱﴾ وَ أَوفُوا بعهْدِ اللَّهِ إِذَا عهَدْتُمْ وَلَا تَفْضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللَّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا ۗ إِنَّ اللَّهَ يُعَلِّمُ مَا تَفْعَلُونَ ﴿۹۲﴾ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِي نَقَصَتْ غَزْلَهُمَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةِ أَنْكَاثٍ تَتَخَدُّونَ أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ أَنْ تَكُونَ أُمَّةٌ هِيَ أَرْبَةٌ مِنْ أُمَّةٍ ۗ إِنَّمَا يَبُلُوكُمْ اللَّهُ بِذَلِكَ ۗ وَلِيُبَيِّنَ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَا كُنْتُمْ

فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿۹۱﴾

اللہ حکم دیتا ہے عدل اور احسان کا اور رشتہ داروں کو دینے کا اور منع کرتا ہے ہر کاری ناشائستہ حرکات اور سرکشی سے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ جب تم قول و قرار کر لیا کرو تو خدا کے عہد پر بیان کو پورا کرو اور قسموں کو پکا پھو جانے کے بعد نہ توڑا کرو در آنحالیکہ تم خدا کو اپنا خاص بنا چکے ہو۔ جو کچھ تم کرتے ہو خدا سے ضرور جانتا ہے اور تم (قسموں کے توڑنے میں) اس عورت جیسے نہ بنو جو اپنا صوت مضبوط کانتے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔ تم اپنی قسموں کو آپس کے معاملات میں مکرو فریب کا ذریعہ بناتے ہوتا کہ ایک قوم دوسری قوم سے بڑھ کر فائدہ حاصل کرے حالانکہ اس عہد و پیمانہ کے ذریعہ سے اللہ تمہیں آزمائش میں ڈالتا ہے وہ ضرور قیامت میں تمہارے اختلافات کی حقیقت کو ظاہر کرے گا۔

یہاں سے انسان کے اخلاق پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ انسان مدنی الطبع ہے یعنی مل جل کر رہنے کا ضرور تمند ہے پس ناگزیر ہے کہ اس کے معاشرہ کے لیے کوئی قانون ہونا چاہیے کہ اس کا سبب جمل قائم رہے اور ایک دوسرے سے محبت و شفقت کا برتاؤ کرے فقہ و فساد کی کوئی صورت پیدا نہ ہونے کا امن و سکون سے ہر شخص اپنی زندگی کے کاروبار کو چلا سکے۔ ان آیات میں چند باتوں پر خاص طور سے زور دیا گیا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ یہی معاشرہ کی جان ہے۔

(۱) عدل: اس کے معنی یہ ہیں کہ لوگوں کے حقوق کی نگہداشت کی جائے۔ اور ان کے باہمی معاملات میں انصاف سے کام لیا جائے۔ اگر اس کا لحاظ نہ ہوگا تو ضرور اس معاشرہ میں فقہ و فساد کو راہ مل جائے گی۔ ہر شخص اپنے حقوق کی نگہداشت اور باہمی ناز میں انصاف سے فیصلہ چاہتا ہے۔ جن کو کسی معاشرہ میں اقتدار اعلیٰ حاصل ہو وہ عدل سے کام لیں۔

(۲) احسان: لوگوں کے ساتھ نیکی کرنا بھی لازم ہے تاکہ محسن کی طرف ان کے دل کھینچے جائیں محبت کا نقش دوسروں کے دل پر اس وقت تک قائم نہیں ہوتا جب تک نیکی نہ کی جائے۔ ایک بیمار کی عیادت اس کی ضرورت کو پورا کرنا۔ ایک غلام کو آزاد کرنا۔ ایک مفروض کا قرض ادا کرنا۔ ایک مصیبت زدہ کی تکلیف دور کرنا۔ ایک جاہل کو تعلیم دینا وغیرہ محبت کی صفات ہیں ایسے لوگوں کا وفادار بننا ہوتا ہے اور قوم ان کو عزت و وقعت کی نظر سے دیکھتی ہے۔

(۳) صلہ رحمہ: یعنی رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنا، ان کی ضرورتوں کو پورا کرنا، شادی و غم میں

ان کے شریک حال رہنا۔ محبت کے ساتھ ان سے ملنا جھنڈا۔ اگر یہ تینوں باتیں معاشرہ میں پائی جائیں تو وہ معاشرہ جنت نشان اور باعث سکون و اطمینان بن جائے گا۔

۱۔ اس کے بعد ان چیزوں کو ذکر کیا گیا ہے جو معاشرہ کے لیے زہر ہیں:

(۱) بدکاری: اگر کسی معاشرہ میں بدکار لوگ پائے جاتے ہیں جیسے زنا کار، چور، ڈاکو، ظلم پسند۔ تو وہاں آئے دن لوگوں کو مصائب آلام کا سامنا ہوا گا لہذا ایسے لوگوں سے معاشرہ کو پاک بنانے کے لیے جو تدابیر ہو سکتی ہیں وہ عمل میں لائی جائیں۔ خدا نے بدکاری سے منع کیا ہے بس اس کو عمل میں لانے والا خدا کا باطنی نفع ہے۔

(۲) فحشاء: اس سے بھی خدا نے روکا ہے یعنی ایسی ناشائستہ حرکات کرنا جو انسانی تہذیب کے خلاف ہیں۔ جھوٹ بولنا، غیبت کرنا۔ افترا پر بازی کرنا، جھوٹی گواہی دینا کسی بے گناہ پر الزام لگانا۔ ایسی بڑی عادتیں ہیں جو انسان کو معاشرہ میں ذلیل بناتی ہیں۔ خدا ان سے بچنے کا حکم دیتا ہے۔

(۳) بغاوت: خدا سے بغاوت ہو یا بندوں سے جہاں کہیں اس کا غبار اڑے گا سکون و اطمینان وہاں سے رخصت ہو جائے گا۔ خدا سے بغاوت شکر و العاد ہے۔ بندوں سے بغاوت ملکی قانون شکنی ہے اور معاشرہ کے آداب سے روگردانی ہے۔

(۴) وعدہ خلافی: خدا کی بڑی قسمیں کھا کر کسی وعدہ کو توڑ دینا، بندوں سے کوئی عہد کر کے اس کے خلاف کرنا یعنی اخلاق کی بدترین مثال ہے۔ یہ تو خدا اور بندوں کو کھلا دھوکا دینا ہے۔ اس کی خدا نے ایک مثال دی ہے کہ ایک عورت اپنا سوت کانتی ہے اور پھر اپنے ہی ہاتھوں سے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہے۔ اس صورت میں اس نے اپنا ہی نقصان کیا۔ اسی طرح وعدہ خلافی کرنے والا خود اپنا ہی نقصان کرتا ہے یعنی اس کی ذات پر سے لوگوں کا اعتماد اٹھ جاتا ہے اور پھر وہ اس سے کوئی معاملہ نہیں کرتے۔

بہت سے لوگ دنیا میں ایسے ہیں کہ فزیت و برتری حاصل کرنے کے لیے خدا سے ٹڈنڈو کر سب کچھ کر جاتے ہیں ان کو سمجھنا چاہیے کہ خدا ان کا امتحان لے رہا ہے۔ روز قیامت ان تمام اختلافات کی جو لوگوں نے یہاں پیدا کر رکھے ہیں جانچ پڑتال ہونی ضروری ہے۔

اسلام سے قبل عرب والوں کا یہ پسندیدہ طریقہ تھا کہ آج ایک قوم سے معاہدہ کیا کل اسے توڑ کر دوسری قوم سے کر لیا۔ نتیجہ یہ تھا کہ رات دن تلوار جیتی رہتی تھی۔ خدا نے سختی کے ساتھ ان کو منع کیا ہے کہ اگر مسلمان ایسا کرتے تو لوگ اسلام کے پاس بھی نہ پہنکتے۔ کیونکہ بدعہدی سے سب بڑھتے ہیں اس صورت میں اسلام کی ترقی تک جاتی حضرت رسول خدا جن قبا کے معاہدہ کر لیتے تھے تا وقتیکہ وہ خود نہ توڑیں اپنی طرف سے کبھی نہ توڑتے تھے۔ تاریخ میں اس کی کج بشارت مثالی موجود ہیں۔

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنْ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَ

يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۗ وَلَسْتَ لَنْ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۹۱﴾ وَلَا تَتَّخِذُوا

أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌ بَعْدَ ثُبُوتِهَا وَتَذُوقُوا السُّوءَ

بِمَا صَدَدْتُمْ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۗ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۹۲﴾

اگر اللہ چاہتا تو سب کو ایک ہی گروہ بنا دیتا مگر وہ جس کو چاہتا ہے گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے جو کچھ تم دنیا میں کرتے ہو اس کی باز پرس ضرور کی جائے گی۔ تم اپنی قسموں کو آپس کے فساد کا سبب نہ بناؤ تاکہ لوگوں کے قدم جھنے کے بعد اسلام سے اکڑھ کر جائیں اور تمہیں قیامت میں لوگوں کو خدا کی راہ میں روکنے کی پاداش میں عذاب کا مزہ چکھنا پڑے اور تمہارے لیے وہ بڑا سخت عذاب ہے۔

خدا اس پر نفاذ ہے کہ جتنے لوگ اس نے پیدا کیے ہیں ان سب کو ایک ہی دین پرست کر رکھنا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا اگر سب خدا کے بنائے ہوئے خدا پرست ہوتے تو پھر جزا و سزا بیکار اور جنت و دوزخ عمت ہو جاتے کیونکہ جیسا خدا نے بنا دیا ہے۔ اس نے تو دین کا معاملہ ہر شخص کی عقل و فہم پر چھوڑ دیا ہے جو نیکی کی طرف مائل ہے خدا اس کی مدد کرتا ہے اور جو کفر کو پسند کرتا ہے خدا اسے گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے پھر اس سے بھی اپنے بندوں کو آگاہ کرتا ہے کہ جو کچھ تم اس دنیا میں کر رہے ہو روز قیامت اس کے متعلق تم سے ضرور سوال کیا جائے گا۔

تم بحیثیت مسلمان اپنے معاہدوں پر قائم رہو روز قیامت ہوتے ہیں وہ تمہاری بدعہدی سے گمراہی میں آئے اور پھر اپنے سابقہ دین کی طرف پلٹ جاتے کیونکہ تمہیں اور کافروں میں ان کو کوئی فرق نظر نہ آئے گا۔ خدا کی راہ میں آنے والوں کے لیے یہ بڑا سخت عذاب ہے جیسے عذاب عظیم کا باعث بن جائے گی۔

وَلَا تَشْتَرُوا بِعَهْدِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۗ إِنَّمَا عِنْدَ اللَّهِ هُوَ خَيْرٌ لِّكُمْ إِن

كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۹۳﴾ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ ۗ وَلَنَجْزِيَنَ

الَّذِينَ صَبَرُوا أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۹۴﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا

مَنْ ذَكَرَ أَوْ أَنْشَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّاهُ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۖ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۹۷﴾

اللہ کے عہد کو توڑنے سے نادمے کے لیے نہ بیچ ڈالو اور اگر تم جانتے ہو تو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ جو تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے اور جو لوگ صبر سے کام لینے والے ہیں ہم ان کو ان کے اعمال سے بھی زیادہ اجر دیں گے جو نیک عمل کرے گا مرد ہو یا عورت اگر وہ مؤمن ہے تو ہم اس دُنیا میں بھی ان کو پاکیزہ زندگی دیں گے۔ اور آخرت میں بھی ان کو اعمال کا بہترین اجر ملے گا۔

مطلب یہ ہے کہ جو لوگ خدا کی قسمیں کھا کر تھوڑے سے مال کے لالچ میں اپنی قسمیں توڑ دیتے ہیں وہ اپنے حق میں بڑا کرتے ہیں اگر وہ ایسا نہ کریں تو جو اجر خدا ان کو دے گا وہ اس سے کہیں زیادہ ہو گا جسے وہ دُنیا میں حاصل کر رہے ہیں۔ جو بد قسم توڑنے کا لوگ وہ کے دن کھا ڈکے چند روز لید وہ ختم ہو ہی جائے گا لیکن جو بد قسم توڑے گا، وہ تو ابداً لادناک باقی رہے گا۔ اسی طرح صبر کرنے والوں کے لیے بھی خدا کے یہاں بڑا اجر ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ عمل صالح کرنے والے مرد ہوں یا عورتیں، کان کھول کر یہ بات سن لیں کہ اگر وہ مؤمن ہیں تب تو دُنیا و آخرت دونوں جگہ ان کے لیے جلائی ہے ورنہ بے ایمان کے لیے ہمارے یہاں کوئی اجر نہیں چاہے کتنا ہی نیک عمل کرے۔

فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ﴿۹۸﴾ إِنَّهُ لَيَسَّ لَهَا سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿۹۹﴾ إِنَّمَا سُلْطٰنُهُ عَلَى الَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَہُ وَالَّذِينَ هُمْ بِہِمْ مُشْرِكُونَ ﴿۱۰۰﴾ وَإِذَا بَدَلْنَا آيَةً مَّكَانَ آيَةٍ ۖ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنزِلُ قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مُفْتِرٌ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۱۰۱﴾ قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا وَهُدًى وَّبُشْرًا لِلْمُسْلِمِينَ ﴿۱۰۲﴾

جب قرآن پڑھو تو اللہ سے شیطاں مُرَوَّد کے متعلق پناہ مانگو۔ جو لوگ ایمان والے ہیں اور اللہ پر توکل کرتے ہیں ان پر شیطاں کا غلبہ نہیں ہوتا۔ اس کی حکومت تو انہی لوگوں پر ہے جو اُسے دوست بناتے ہوئے ہیں اور جو لوگ اُسے خدا کا شریک بناتے ہیں۔ اُسے رسول جب ہم ایک آیت کے بدلے دوسری آیت نازل کرتے ہیں تو اللہ خدا نازل کرنا ہے وہ بہتر جانتا ہے کہ کیا نازل کرے مگر یہ لوگ کہنے لگتے ہیں کہ تم نے یہ قرآن خود گڑھ لیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ان میں سے بہت سے خود ہی نہیں جانتے۔ تم کہہ دو کہ روح القدس (جبریل) نے تمہارے رب کی طرف سے حق نازل کیا ہے تاکہ جو ایمان لائے ہیں انہیں ثابت قدم رکھے اور مسلمانوں کے لیے تو سونا یا پادشاہت وغیر شجر ہی ہے۔

یعنی جب قرآن پڑھتے ہو تو پچھلے یہ کہو اَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ شیطاں جو لوگوں کو گمراہ کرنے پر تیار ہے نہیں چاہتا کہ لوگ پورے خلوص اور توجہ سے قرآن پڑھیں اور اس کے معانی و مطالب کو سمجھیں لہذا وہ ان کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے تاکہ پڑھنے سے ان کا دل اُچھٹ جائے یا اس کی طرف سے بُرے خیالات ان کے دل میں قائم ہو جائیں۔ جو ایمان لاتے ہیں جب وہ اَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ کہہ کر پڑھتے ہیں تو اس مردود کے وسوسوں سے محفوظ رہتے ہیں۔

دوسری بات یہ بتانی گئی ہے جب ایک آیت کسی دوسری آیت کو فسخ کرتی تھی یا کئی بار ایک حکم مختلف صورت سے آنا تھا کبھی بصورت اجمال کبھی بصورت تفصیل۔ کبھی کسی سائل کے جواب میں۔ تو کفار و مشرکین کہتے تھے یہ سب محمد کی گھڑی ہوتی ہائیں ہیں۔ اگر خدا کی طرف سے یہ کلام ہوتا تو وہ ایک باری پوری بات نازل کرتا، یہ بار بار بدلنا کیسا۔ اور یہ بھی کہتے تھے کہ ان کو سلمان فارسی جو بوڑھا آدمی ہے رات کو سکھاتا ہے۔ کبھی کہتے تھے ایک رومی غلام سکھاتا ہے۔ کبھی کہتے تھے ایک نصرانی جو ان پرانے قصے سنایا کرتا ہے وہ ہی محمد بیان کرتے ہیں۔ ان سب باتوں کے جواب میں خدا فرماتا ہے اُسے رسول تم ان سے کہو یہ کلام نہ تو میرا گڑھا ہوا ہے نہ کسی اور کا بنا ہوا بلکہ یہ روح القدس نے تمہارے رب کی طرف سے حق بات مجھ تک پہنچائی ہے۔ بجائے جبریل روح القدس کہا گیا ہے یعنی لانے والا نہایت مقدس ہے جو بڑا امین ہے نہ کوئی غلط بات بیان کر سکتا ہے نہ کم و بیش کر سکتا ہے۔ ٹھیک ٹھیک وہی بات مجھ تک پہنچاتی ہے جو خدا نے اس سے کہی ہو۔ رہا ایک آیت کی جگہ دوسری آیت کا آنا تو خدا کی مصلحت پر موقوف ہے جسے ہم تم نہیں سمجھ سکتے۔ یہ کلام حضور اقصیٰ نازل ہوا ہے ایک وقت نہیں آیا کبھی لوگوں کی عقل و فہم کے لحاظ سے ایک بات ایک طریقہ سے سمجھائی گئی ہے کبھی دوسرے طریقہ سے کبھی ایک مثال سے کبھی دوسری مثال سے تاکہ مختلف قائلین کے لیے سمجھ سکیں۔ کبھی لوگوں کی کسرش کے لحاظ سے سزا بڑھادی جاتی ہے کبھی کمزوری کے لحاظ سے گھٹادی جاتی ہے۔ خدا کے علم کے مقابل میں

انسان کا علم کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ پس کفار و شرکین کے اعتراضات کوئی وزن نہیں رکھتے۔

وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ لِّسَانُ الَّذِي يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ
أَعْجَمِيٌّ وَهَذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِينٌ ﴿۱۲۸﴾ إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ
اللَّهِ لَا يَهْدِيهِمُ اللَّهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۲۹﴾ إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكُذِّبُ
الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْكٰذِبُونَ ﴿۱۳۰﴾ مَنْ كَفَرَ
بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مِنْ أَكْرَهٍ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ وَلٰكِنْ
مَنْ شَرَحَ بِالْكَفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللَّهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ
عَظِيمٌ ﴿۱۳۱﴾

ہم جانتے ہیں کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ رسول کو ایک آدمی تعلیم دیتا ہے (حالانکہ یہ بالکل غلط ہے) جس کی طرف یہ نسبت دیتے ہیں وہ تو عجمی ہے اور قرآن تو صاف صاف عربی زبان میں ہے جو لوگ آیاتِ خدا پر ایمان نہیں لاتے اللہ ان کو منزلِ مقصود تک نہیں پہنچاتا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ یہ جھوٹ بہتان دہی لوگ ہاندھا کرتے ہیں جو خدا کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے۔ یہی لوگ جھوٹے ہیں۔ اس شخص کے سوا جو کلمہ کفر پر مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کی طرف سے مطمئن ہو جو کوئی ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کرے گا اور خوب سزا سکھول کر کفر اختیار کرے گا تو اس پر خدا کا غضب ہے اور ایسے لوگوں کے لیے سخت عذاب ہے۔

اوپر کی آیات کی شان نزول یہ ہے کہ ابن عامر حضرت جیس کا خادم ابوبکر پر ہوا تھا وہ تلواروں پر مصیقل کیا کرتا تھا اور شبے روز توریٹ و انجیل کی تلاوت میں مصروف رہتا تھا۔ وہ رات کو حضرت رسول خدا کی خدمت

میں حاضر ہو کر قرآن پڑھتا تھا۔ مشرکین عرب کو ایک مشکوفا تھا آیا کہنے لگے کہ ابوبکر محمد کو قرآن کی تعلیم دیا کرتا ہے ان کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ کیسا حق ہیں کہ خود عربی زبان کے ماہر ہو کر ایک سورہ کا جواب تو لاد کے پھر ایک رومی شخص جو عربی زبان اچھی طرح سمجھتا بھی نہیں کیونکہ قرآن تعلیم کر سکتا ہے۔ من کھڑا باللہ الخ۔ ہجرت سے پہلے جو لوگ ایمان لائے تھے مشرکین مکان کو طرح طرح سے سنا تے تھے چنانچہ منجملہ ان لوگوں کے جن کو سخت اذیتیں پہنچانی گئیں۔ عمار یا رضی اللہ عنہ اور ان کے والد و والدہ بھی تھے۔ ان کے ماں باپ کو تو ظالموں نے مار مار کر شہید کر دیا اور حضرت عمارؓ کو اتنا زد و کوب کیا کہ وہ بیچارے کلمہ کفر کہنے پر مجبور ہو گئے۔ لوگوں نے حضرت رسولؐ خدا کو بتائے کہ کافر ہونے کی اطلاع دی۔ آپؐ نے فرمایا عمارؓ کو کافر نہیں ہو سکتا اس کی ٹہیوں تک میں ایمان بھرا ہوا ہے۔ حضورؐ نے دربارہ عمارؓ روتے ہوئے آئے اور واقعہ بیان کیا۔ من فرمایا تھا ہاں دل نور ایمان کی طرف سے مطمئن ہے انہوں نے کہا بالکل فرمایا تو کوئی حرج نہیں اگر پھر ایسی صورت پیش آئے تو پھر کہہ دینا۔ اس سے تقیہ ثابت ہوتا ہے۔

اس واقعہ سے دونوں صورتیں ثابت ہوتی ہیں۔ یعنی حفاظتِ ایمان میں اگر جان سے دے تو بھی درست ہے جیسے عمارؓ کے والدین نے سزا قبول کیا لیکن کلمہ کفر نہ کہا اور تقیہ بھی جائز ہے جیسے عمارؓ نے کیا۔ اگر ان دونوں صورتوں میں سے کوئی بھی خلافِ شرع ہوتی تو رسولؐ اس کی مذمت کرتے۔ اگر کوئی جلدِ جنت میں جانا چاہتا ہے تو پہلی صورت اختیار کرے اور اگر دین کی مزید کچھ خدمت کر کے جانا چاہتا ہے تو تقیہ کرے۔ مقصد ایمان کا تحفظ ہے۔ اگر دل مطمئن ہے تو صرف زبان سے کلمہ کفر کہنا مضر ایمان نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح کسی مشرک کلمہ کفر زبان سے لانا اللہ کہہ دینا اس کو مسلمان نہیں بنا سکتا۔

اس مسئلہ میں شیعوں پر اعتراض کرنے والے غلطی پر ہیں۔ وقتِ ضرورت وہ بھی ایسا ہی کریں گے مگر چونکہ شیعوں سے خندہ لہذا بغیر اعتراض کیے رہ نہیں سکتے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے تقیہ میرا اور میرے باپ و ادا کا دین ہے۔

تقیہ کے معنی گھبراہٹ نفس کے ہیں۔ جب انسان مجبور ہو جائے اور کسی صورت سے جان نہ بچ سکتی ہو تو کلمہ کفر کہہ دینا چاہیے۔ بلکہ دل میں نور ایمان کی روشنی ہو۔

جنی امیرؓ اور جنی عباسؓ کے زمانہ میں یہی تقیہ کی رسم تھی جس نے لاکھوں شیعوں کی جانیں بچائیں ورنہ ان کا ڈھونڈنے نشان نہ ملتا۔ بہت سے صوفیائے کرام اس تقیہ کے بچیں میں ہندوستان آئے اور انہوں نے بہترین طریقہ سے تبلیغِ اسلام کی۔ اگر ماسے جاتے تو کتنا نقصان پہنچاتا۔

ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ ۗ وَإِنَّ اللّٰهَ لَا

يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ۝۱۰۸ اُولَئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ
 وَسَمِعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ ۝۱۰۹ وَأُولَئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ۝۱۱۰ لَاجِرْمَ أَنَّهُمْ
 فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝۱۰۹ ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ هَاجَرُوا مِنَّا
 بَعْدَ مَا فُتِنُوا لَنَنصُرَهُنَّ لِرَجَاءِ مَا وَعَدنا وَإِنَّا لَنَبْصِرُونَ ۝۱۱۰ لَعَنُوا
 لَعْنَةً رَّحِيمَةً ۝۱۱۰

(جن لوگوں کے دل میں کفر بھرا ہوا ہے اُس کی وجہ یہ ہے) انہوں نے زندگانی دُنیا کو آخرت کے مقابلہ میں محبوب رکھا ہے۔ اور اللہ اسی وجہ سے کافر لوگوں کو منزل مقصود تک نہیں پہنچاتا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اور کانوں پر اور آنکھوں پر اللہ نے علامت مقرر کر دی ہے (کہ یہ ایمان نہ لائیں گے) یہی لوگ (عاقبت سے) بے خبر ہیں۔ بے شک یہی لوگ آخرت میں گناہا گناہنے والے ہیں بے شک تمہارا رب اُن لوگوں کو جنہوں نے مصیبتوں میں مبتلا ہونے کے بعد گھر بار چھوڑے پھر راہِ خدا میں جہاد کیے اور تکلیفوں پر صبر کیا ان سب کے بعد تمہارا پروردگار بے شک بخشنے والا مہربان ہے۔

راہِ ہدایت حاصل کرنے کے تین طریقے ہیں۔ ہادی کی ہدایت کو کانوں سے سُننے۔ آثارِ قدرت کو آنکھوں سے دیکھنے پھر اپنے دل سے فیصلہ کر کے اُسے اپنا مبنیٰ و کسی ذات کو بنا نا چاہئے لیکن جو لوگ اپنے کفر پر ایسے اڑے ہوئے ہیں کہ نہ رسول کی بات کو سنتے ہیں نہ آثارِ قدرت کو دیکھتے ہیں نہ سوچتے ہیں تو ان سے یہ امید ہی نہیں کی جاسکتی کہ وہ ایمان لائیں گے لہذا خدا ان چہروں پر کوئی ایسی علامت مقرر کر دیتا ہے کہ فرشتے آسانی سے پہچان لیں کہ یہ ایمان لانے والوں میں سے نہیں۔ ان سے عذاب الہی ٹل نہیں سکتا۔ برخلاف ان کے جو خدا کے نیک بندے ہیں اور ہجرت کر کے آئے ہیں، جہادوں میں شریک ہوئے ہیں اور انہوں نے طرح طرح کی تکلیفوں پر صبر کیا ہے بے شک وہ خدا کی مغفرت اور مہربانی کے مستحق ہیں۔

يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ نَجْدًا لِمَا وَعَدَ اللَّهُ وَتَوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ

۱۳۰

۱۳۰

تفسیر آیت

لَا يُظْلَمُونَ ۝۱۱۱ وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً
 يَأْتِيهَا رِزْقٌ غَدَاةً مِنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللَّهِ فَأَذَاقَهَا
 اللَّهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ۝۱۱۲ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ
 رَسُولٌ مِنْهُمْ فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظَالِمُونَ ۝۱۱۳
 فَكُلُوا مِنْ مَّا رَزَقَكُمْ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ إِن
 كُنْتُمْ آيَاهُ تَعْبُدُونَ ۝۱۱۳

(اس دن کو یاد کرو) جب ہر نفس اس طرح آئے گا کہ اپنے ہی نفس کے بارہ میں جھگڑا کرنا ہوگا۔ ہر نفس کو جو کچھ اُس نے کیا ہوگا اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر کسی طرح کا ظلم نہ ہوگا۔ اللہ نے اس گاؤں کی ایک مثال بیان کی ہے جس کے رہنے والے بڑے چین سے زندگی بسر کر رہے تھے ہر طرف سے با فراغت روزی اُن کے پاس چلی آ رہی تھی۔ پس انہوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی، اللہ نے بھی ان کے کرتوتوں کا مزہ چکھا دیا۔ بھوک اور خوف کی مصیبتوں نے اُن کو گھیر لیا۔ اُن کے پاس ایک رسول انہی میں سے آیا، انہوں نے اُسے جھٹلایا پس عذابِ خدا نے اُن ظالموں کو دھڑک پڑا پس (اے مسلمانو) اللہ نے جو کچھ تمہیں حلال اور پاک روزی دی ہے اُسے کھاؤ پیو اگر تم خاص اس کی عبادت کرتے ہو تو خدا کی نعمتوں کا شکر ادا کرو۔

جس جنتی کا ان آیت میں ذکر ہے مسندین کا اس کے نام میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں اس سے سزا والے مراد ہیں جن کی ناشکری کی بنا پر بعد بعثت ان پر قحط کا عذاب آیا تھا۔ بعض نے لکھا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں کوئی بستی تھی جس کے باشندے بڑے مالدار تھے اس دولت نے ان کا دماغ ایسا خراب کیا کہ رسول سے استغناء کرتے اور اپنانے کی حکمت کرنے لگے آخر کار کئی سال تک شدید قحط میں مبتلا ہوئے۔ جو رسول ان کی ہدایت کے لیے بھیجا گیا تھا اُسے انہوں نے جھٹلایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عذابِ خدا نے انہیں گھیر

آیت کاؤں کی مثال

لیا اور وہ سب ہلاک ہو گئے جو لوگ خدا کی نعمتوں کی ناقدری کرتے ہیں انہیں ایسی ہی سزا ملتی ہے۔

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْكُمْ الْمَيْتَةَ وَالِدًا وَلِحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَا اِهْلٌ لِغَیْرِ
اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمِنْ اَضْطَرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۱۵﴾
وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمْ الْكُذْبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا
حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَی اللّٰهِ الْكُذْبَ ۗ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰهِ الْكُذْبَ
لَا یُفْلِحُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ ۙ وَّلِلّٰهِمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۱۷﴾

تمہاریے اور پروردار خونِ سُور کا گوشت اور وہ جانور جس پر ذبح کرتے وقت خدا کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو حرام کر دیئے گئے۔ ہاں جو شخص بھوک سے مجبور ہو (مرنے کے قریب ہو) لیکن خدا کے حکم سے بغاوت کرنے والا اور حد ضرورت سے بڑھنے والا نہ ہو (اور حرام کھالے) تو خدا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ اور یہ جو تمہاری زبانیں بے سوچے سمجھے کہہ دیا کرتی ہیں کہ یہ حلال ہے وہ حرام ہے۔ نہ کہہو اس طرح تم خدا پر جھوٹ بہتان نہ بناؤ کرو۔ جو لوگ اللہ پر جھوٹ بھتان بانٹتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔ دُنیا کا فائدہ ذرا سا ہے اور ان کے لیے آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

سورۃ انعام میں حرام چیزوں کا تذکرہ آچکا ہے۔ یہاں پھر ذکر کیا گیا ہے تاکہ انسان بار بار کے ذکر سے بر جان لے کر ان سے بچنا بہت ضروری ہے۔ مُردار کے اندر جو کچھ خون چہندہ رہ جاتا ہے اور وہ سخت منہ سخت ہے لہذا مردار کا گوشت حرام قرار دیا گیا۔ دوسرے وہ خون جو وقت ذبح دھار کے ساتھ نکلے وہ حرام بھی ہے اور عجم بھی۔ ہاں جو ذبح کے بعد جسم میں رہ جائے وہ نجس نہیں اور نہ حرام ہے کیونکہ اس کی گرمی نکل جاتی ہے تیسرے سُور جس العین بھی ہے اور حرام گوشت بھی۔ سخت دلت نے ان جانوروں کا گوشت حرام کیا ہے جو پر صورت اور ڈراؤنے ہیں یا جن کی غذا فضلہ ہے۔ کیونکہ فضلہ کے جراثیم ان کے اندر جاتے ہیں اور جو ان کا گوشت کھاتا ہے اس کے جسم میں داخل ہو کر مختلف قسم کی بیماریاں پیدا کرتے ہیں جو مرغِ ہلاک ہو یعنی پانسانہ

حرام چیزوں کا تذکرہ اور جو کچھ کھانے کی اجازت

کھانا جو حکم ہے کہ اسے تین وز بند رکھ کر ذبح کریں۔ سُور گندی جگہ میں رہتا ہے اور گندی کھاتا ہے۔ اسی طرح جو پرندے بچوں میں دبا کر گوشت کھاتے ہیں وہ بھی حرام قرار دیئے گئے ہیں۔ جو دانہ بچھتے ہیں وہ حلال ہیں۔ اسی طرح جو چوپائے کھاتے ہیں حلال ہیں جو گوشت کھاتے ہیں حرام ہیں۔ جو پھلیاں پانی کے اندر کی نباتات کھاتی ہیں حلال ہیں جو پھلیاں دریا ئی جانوروں کا گوشت کھاتی ہیں اور بصورت میں وہ بھی حرام ہیں۔ جس خدا نے جانوروں کو پیدا کیا ہے وہی بہتر جانتا ہے کہ کس کا گوشت انسان کے لیے مُضر ہے اور کس کا فائدہ مند۔ انسان کو خود حرام و حلال قرار دینے کا کوئی حق نہیں۔ جو لوگ اپنی طرف سے حلال و حرام قرار دے کر اس کو خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ خدا پر بہتان بانڈتے ہیں اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ بنی اسرائیل نے اپنے اُوپر اُوٹ کا گوشت خود بخود حرام کر لیا تھا حالانکہ تورات میں اس کی حرمت کا ذکر نہیں حضرت یسوعیٹ نے ایک بیماری کی وجہ سے کھانا ترک کیا تھا بنی اسرائیل نے اُسے اپنے اُوپر حرام کر لیا۔

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَا ظَنَّهُمْ
وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿۱۱۸﴾ ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ عَمِلُوا السُّوءَ
بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَأَصْلَحُوا إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا
لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۱۹﴾

اور یہودیوں پر ہم نے وہ چیزیں حرام کر دیں جو تم سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔ ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنے اور پر ظلم کر رہے تھے۔ اے رسول جن لوگوں نے نادانستہ گناہ کیا اس کے بعد اصلاح ملنے سے توبہ کر لی اور اپنی اصلاح کر لی توبہ تک تمہارا رب بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

یہودیوں نے بہت سی چیزوں کو خود بخود اپنے اُوپر حرام کر لیا تھا۔ خدا نے ان کی سرکشی کا سزا میں اُن پر حلال چیزیں بھی حرام کر دیں۔ یہ ظلم خود انہوں نے اپنے اُوپر کیا ہے نہ خدا کے اختیارات میں دخل دیتے نہ اس عذاب میں گرفتار ہوتے۔ اللہ کی مہربانی دیکھو فرماتا ہے جو لوگ نادانستہ کوئی گناہ کر بیٹھیں اور پھر صدق دل سے توبہ کر لیں اور اپنی بُری عادت سے باز آجائیں تو اللہ ان کے گناہ بخش دیتا ہے۔

۱۱۹

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ حَنِيفًا ۖ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝۱۳۰
 شَاكِرًا لِأَنْعُمِهِ ۖ اجْتَبَاهُ وَهَدَاهُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝۱۳۱ ۖ وَاتَّبَعَهُ
 فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ۝۱۳۲ ثُمَّ أَوْحَيْنَا
 إِلَيْكَ أَنْ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝۱۳۳ إِنَّمَا
 جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ ۖ وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ
 يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝۱۳۴

اس میں شاک نہیں ابراہیم خدا کے فرمانبردار بندے اور باطل سے کتر کر چلنے والے تھے اور مشرکین میں سے ہرگز نہ تھے خدا کی نعمتوں کے شکر گزار تھے خدا نے انہیں منتخب کر لیا تھا اور اپنی سیدھی راہ کی انہیں ہدایت کی تھی انہیں دنیا میں ہر طرح کی بہتری عطا کی تھی اور وہ آخرت میں بھی نیکو کاروں میں سے ہوں گے لے رسول ہم نے تمہیں وحی کی کہ ابراہیم کے طریقہ کی پیروی کرو جو باطل سے کتر کر چلتے تھے اور شرکوں میں سے نہ تھے۔ لے رسول ہفتہ کے دن کی تعظیم تو بس انہی لوگوں پر لازم کی گئی تھی (یہود و نصاری) جو اس کے بارہ میں اختلاف کرتے تھے۔ جس میں وہ اختلاف کرتے تھے تمہارا رب قیامت کے دن ان کے درمیان فیصلہ کرے گا۔

یہاں امرت کا لفظ فرد واحد کے لیے یعنی حضرت ابراہیم کے لیے بولا گیا ہے پس نماز کعبہ کی تعمیر کے وقت جو دعا حضرت ابراہیم نے کی تھی کہ امرت مسلمہ میں سے رسول کو مبعوث کرنا تو وہاں امرت مسلمہ کا وقت بعثت رسول موجود جو نامذہبی ہوا یعنی ایسے مسلمان کا جو خدا کے یہاں سے سب لے لیے ہوئے آیا ہو چنانچہ بعثت رسول کے وقت اس امرت مسلمہ کا ایک فرد حضرت علیؑ موجود تھے اور سب سے پہلے رسالت رسولؐ کی تصدیق انہوں نے ہی کی۔ حضرت ابراہیم پر امرت کا لفظ اس لیے بولا گیا کہ جب کوئی مسلمان نہ تھا تو وہ اکیلے تبلیغ دین برحق میں ایک پوری امرت کا کام کر رہے تھے۔

اس آیت میں گفتار مکہ کو یہ بتایا گیا کہ ابراہیم خدا کے سچے فرمانبردار بندے تھے تم کو باہبودیوں کو ان سے کیا واسطہ نہ تم مشرک ہو۔ یہودی دین خدا سے برگشتہ ہو گئے تھے۔ ان کے راستہ پر چلنے والے حضرت رسولؐ خدا میں مذکور تم۔ یہود و نصاری کے درمیان جو جھگڑا اٹھ رہا ہے کہ یہودی کہتے ہیں ابراہیم یہودی تھے اور نصاری کہتے ہیں نصاری تھے۔ خدا فرمان ہے قیامت کے روز تم اس اختلاف کا فیصلہ کر دوں گے۔ وہ نہ یہودی طریقہ پر عمل کرنے والے تھے نہ نصاری کے طریقہ پر بلکہ جو خدا کا صحیح راستہ ہے اس پر چلنے والے تھے۔

سبت یعنی ہفتہ کا دن یہودیوں کے لیے عبادت کا دن مقرر کیا گیا تھا۔ اس کا ذکر سورہ بقرہ میں آچکا ہے۔

أَدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ
 بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۖ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ
 أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝۱۳۵ وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ
 بِهِ ۖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ ۝۱۳۶ وَأَصْبِرْ وَمَا
 صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ ۖ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا
 يَمْكُرُونَ ۝۱۳۷ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ ۝۱۳۸

لے رسول اللہ کے راستہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعہ سے بلاؤ اور سبوت و مباحثہ بھی کرو، تو شائستہ طریقہ سے بے شک تمہارا رب لے بھی جانتا ہے جو اس کے راستہ سے ہٹا گیا ہے اور ان کو بھی جو ہدایت یافتہ ہیں۔ مخالفین پر سختی کرو بھی تو اتنی ہی جتنی انہوں نے تمہارے ساتھ کی ہے اور اگر صبر سے کام لو تو تو صبر کرنے والوں کے لیے بہتر ہے۔ لے رسول تم صبری کرو اور خدا کی مدد کے بغیر تو تم صبر کر بھی نہیں سکتے اور ان لوگوں کے حال پر تم رنج نہ کرو اور جو تمہاریاں یہ لوگ کرتے ہیں تم اس سے دل تنگ نہ ہو۔ بے شک جو لوگ پرہیزگار اور نیکو کار ہیں اللہ تو ان ہی کے ساتھ ہے۔

حکومت سے یہ مراد ہے کہ لوگوں کی ذہنیت کا اندازہ کر کے بحث کی جائے۔ اندھا دھند نہ کی جائے۔ غیظ و غضب کو اور طعن زنی کو راہ نہ دی جائے کیونکہ اس سے سستے والے کے جذبات مخالفت برسرِ کار اٹھتے ہیں پھر وقت اور ماحول کے لحاظ سے بھی بحث کی جائے۔

موعظہ حسنہ سے یہ مراد ہے کہ کسی کے دل کو دکھانے والے الفاظ استعمال نہ کیے جائیں۔ لوگوں کے جذبات کا لحاظ رکھا جائے۔ جو گفتگو ہو بلعنوان شائستہ ہو۔ صرف دلیلیوں ہی سے کام نہ لیا بلکہ گفتگو ایسے وگمشد بیباکیوں میں ہو کہ مخالف کو اپنے عقیدہ سے نفرت اور تنہا کے عقیدہ سے محبت پیدا ہو۔ اگر اشارے گفتگو میں مخالفت کی طرف سے لٹ لہجہ میں سختی پیدا ہو جائے اور سخت کلامی پر اتر آئے۔ تم بھی صرف اتنی ہی سخت کلامی سے کام لو جتنی وہ کر رہا ہے اس سے زیادہ نہیں بلکہ اس کی ترش کش کلامی پر صبر ہی کرو تو بہتر ہے کیونکہ اس کا نتیجہ تنہا سے ہی حق میں اچھا ہو گا۔ مباحثہ کو دنگل نہ بناؤ بلکہ دوستانہ اور مہذبانہ انداز میں گفتگو ہے۔



۱۷ سُوْرَةُ نَبِيٍّ اِسْرَائِيْلَ مَكِّيَّةٌ ۵۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَسَبْحَانَ الَّذِي اَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الْحَرَامِ الْحَرَامِ
 الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِي لَبَّرْنَا حَوْلَهُ لَنُرِيَهُ مِنْ اٰيَاتِنَا اِنَّهُ
 هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيْرُ ۱

پاک ہے وہ اللہ جس نے اپنے بندہ کو راتوں رات مسجد الحرام (خانہ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (انتہائی مسجد) تک سیر کرائی جس کے ارد گرد کوہِ ہم نے ہر قسم کی برکت مہتابی ہے تاکہ ہم اس کو اپنی قدرت کی نشانیاں دکھائیں بے شک وہ سب کچھ سُننا اور دیکھتا ہے۔

۱۔ اس آیت مبارکہ میں بہت سی باتیں قابل ذکر ہیں:

(۱) یہ آیت حضور سرکارِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معراج کے متعلق ہے جس پر ایمان لانا واجب ہے اس کا منکر کافر ہے۔

(۲) یہ واقعہ کب پیش آیا مفسرین کا اس پر تو اتفاق ہے کہ ہجرت سے ایک سال پہلے کا ہے مگر تاریخ میں اختلاف ہے۔ اختلاف حسب ذیل ہے:

۷۔ ربیع الاول، ۲۷۔ رجب، ۷۔ ماہ رمضان، ۲۱۔ رمضان۔ اور اس میں بھی اختلاف ہے خانہ کعبہ کے حجرہ سے ہوتی یا خانہ اتم ہانی خواہ حضرت علی علیہ السلام سے۔

(۳) اس میں بھی اختلاف ہے کہ یہ معراج روحانی تھی یا جسمانی۔ خواب میں ایسا دیکھا تھا یا جسمانی طور سے گئے تھے۔ جو لوگ روحانی معراج کہتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ خواب میں تو ایسی عجیب چیزیں ایک کافر کو بھی نظر آ سکتی ہیں۔ رسول کا کیا ذکر۔ دوسرے اگر روحانی معراج ہوتی تو اس اہتمام سے اس کا ذکر نہ کیا جاتا۔ کہ شروع ہی میں سبحان الذی کہہ کر اپنی عظمت و جلال کا اظہار کرتا ہے پھر لفظ تعبدہ کا ذکر کرتا ہے۔ عبد کا اطلاق جسم و روح دونوں پر ہوتا ہے نہ صرف روح پر اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ

الغزوات خمس عشر (۱۵)

معراج نبوی

عبودیت کا مرتبہ رسالت و نبوت دونوں سے بلند ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ کلمہ طیبہ میں رسالت کے پہلے عبودیت کی گواہی دی جاتی ہے۔ اَشْهَدُ اَنْ مَحَمَّدًا عَبْدٌ وَّرَسُولُهُ۔

(۴) معراج رات کو ہوئی، جس کا سبب یہ تھا کہ لوگوں کے ایمان کا اندازہ کیا جائے۔ چنانچہ جب حضور نے معراج سے واپس آکر لوگوں سے یہ ذکر کیا تو کفار و مشرکین نے بڑا مذاق اڑایا۔ بلکہ ہتکے مسلمانوں کے ایمان بھی متزلزل ہو گئے اور آپس میں کہنے لگے یہ سب جو ہٹی داستان ہے۔ آخر آیت میں هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ کا بھی طلب ہے کہ اللہ ان کی باتیں سنتا اور ان کی حرکات و کجیہ رہا تھا۔

(۵) جب تک بزائینوں کا بغیر انسان دل و دماغ پر چھپا یا ہر آسمان طس مادہ کے بنے ہوئے طبقہ در طبقہ میں معراج کے سلسلہ میں غرق و انقیام کے جھگڑے میں لوگ چستے رہے لیکن اب کہ راکٹوں نے چاند وغیرہ پر جا کر یہ ثابت کر دیا کہ یونانیوں کے نظریات و ہم و قیاس سے زیادہ نئے لہذا اب حضرت کی معراج کے متعلق کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ رہی۔

(۶) حضور کے آسمانوں پر جانے کے متعلق مشہور روایت یہ ہے کہ جب ریل ایہن براق لے کر آئے جس کی شکل ایک گھوڑے کی سی تھی اس کے دو پر بھی تھے۔ سر سے پیر تک جو اہرانت جڑے ہوئے تھے۔ آنکھیں بڑی روشن تھیں۔ وہ حضرت کو اپنے اوپر بٹھانے میں سرکشی کر رہا تھا۔ جبریل نے ٹوٹا مارا کہ کہا، تو نہیں جانتا یہ کون ہیں یہ فخر اولین و آخرین سید الانبیاء والمرسلین حضرت محمد مصطفیٰ ہیں تب وہ رام ہوا بیان کرنے والے نے اس گھوڑے کے ایک ایک عضو کی سجاوٹ کا ذکر اس شان سے کیا ہے گویا وہ وہاں اس وقت موجود تھا۔ اور ایک ایک چیز کو خوب نظر جمایا دیکھ رہا تھا۔ اللہ ان مسلمانوں پر رحم کرے چونکہ مادیت میں گھرے ہوئے ہیں لہذا ان کو برشے ادی شکل میں نظر آتی ہے۔ کوئی ان سے پوچھے جب حضرت عیسیٰ و ادریس کا رفع ہوا تھا تب کوئی سا براق آیا تھا۔ دریاؤں سے لاکھوں من پانی سونج کی کرزیں اٹھا کر آسمان پر لے جاتی ہیں کیا اسی طرح برقی قوت سے رسول معراج میں نہیں جاسکتے تھے۔ اس برقی قوت کا نام اگر براق رکھا جائے تو کیا خرابی لازم آتی ہے۔ انسان کے قبضہ میں جو برقی طاقت ہے وہ سمندر میں ڈوبے ہوئے لاکھوں من وزنی جہازوں کو سمندر سے نکال کر سطح زمین پر لے آتی ہے تو اللہ کی کبھی ہوئی برقی قوت سے کیا رسول اور نہیں جاسکتے تھے۔ حضور سارے عالم خود مجتہم نور تھے ان کو ایسے وسائل کی کیا ضرورت تھی۔ صرف ارادہ الہی ان کے لیے کافی تھا۔ معراج رات میں ہوئی تھی اس وقت براق کی شکل و صورت کو اس تفصیل سے دیکھنے والا کون تھا۔ سب پڑے سو رہے تھے کسی کو خبر نہ ہوئی کہ حضرت کب گئے۔ جب صبح کو حضور نے بیان کیا تب لوگوں کو پتہ چلا۔

(۷) مسجد اقصیٰ کیا ہے۔ مسلمانوں کے ایک گروہ کا عقیدہ یہ ہے کہ اس سے مراد وہی مسجد اقصیٰ ہے جو روئے زمین پر موجود ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ وہاں تک پہنچانے میں کیا عجاظی شان پیدا ہوئی اور کیا عجائبات قدرت دکھانے کو خدا نے وہاں تک پہنچایا۔ اس مسجد اقصیٰ تک آنے دن لوگ آتے جاتے رہتے ہیں

اگر رسول چلے گئے تو کیا کمال دکھایا۔

مسجد اقصیٰ سے مراد ہے وہ مسجد جو انتہائی مسجد کی جگہ ہے یعنی عالم امکان کی آخری حد۔ جس سے اوپر کوئی ممکن نہیں جاسکتا۔ کیونکہ اس سے بالاتر لامکاں ہے۔ یہی خدا کی سب سے بڑی آیت ہو سکتی ہے کہ خدا نے حضور کو عالم امکان کی آخری حد تک پہنچا دیا۔ جہاں مقرب فرشتہ جبریل تک بھی نہ جاسکا۔ کیونکہ جب ریل نے سدرة المنتہی تک جا کر ساتھ چھوڑ دیا تھا اور یہ کہہ کر علیحدہ ہو گئے تھے۔

اگر ایک سرسٹے برتر پریم شروع تھی بسوزد پریم
یعنی لَوْ دَقَّوْتُ اَمَلًا لَا اَسْتَوَقْتُ لِحَبِيْبٍ (اگر اب میں ایک انگلی کے برابر بھی آگے بڑھوں گا تو میرے پر جل جائیں گے)۔ جبریل کو سدرة پر چھوڑ کر آپ فَلَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی (۵۳۹) کے مقام تک پہنچے جس کا تفصیلی بیان سٹائیسوی پارہ میں سورہ وانجم میں آئے گا۔ سدرة سے آگے بڑھنے میں راویوں نے کسی براق کا ذکر نہیں کیا اور واپسی کے وقت یہ بتایا کہ وہ بھی براق ہی کے ذریعہ سے ہوئی تھی یا کوئی اور صورت تھی۔

(۸) ایک روایت ہے کہ جب حضور مکہ سے روانہ ہو کر زمین والی مسجد اقصیٰ پر پہنچے تو تمام انبیاء وہاں جمع تھے حضور نے ان کے ساتھ باجماعت نماز پڑھی۔ یعنی ان سب کے آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ خوش خیالوں سے کوئی پوچھے کہ جب انبیاء علیہم السلام اس دارالتکلیف سے آزاد ہو کر ایک دوسری دُنیا میں چلے گئے تو پھر نماز کیسی۔ کیا انبیاء علیہم السلام وہاں بھی نماز پڑھتے اور روزہ رکھتے ہیں۔

(۹) ایک روایت ہے کہ جب حضور بارگاہ ایزدی میں پہنچے تو خدا نے ان کی دعوت کی اور شیر و برنج پیٹ میں رکھ کر پیش کیا۔ اللہ اس مادیت میں پیشی ہوئی ذہنیت پر رحم کرے عالم نور میں بھی دودھ چا دل ہی یاد آئے۔ خدا کی دعوت بھی ہم انسانوں ہی کی ہی دعوت بنا دی گئی۔

(۱۰) سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ کیا خدا وہاں بیٹھا تھا جس سے لینے کو صلا وہاں پہنچے۔ کیا رسول نے خدا سے ملاقات کی اس سے ہاتھ ملایا۔ استغفر اللہ، ایسا خیال انہی کے دل و دماغ میں گردش کرتا ہے جو خدا کے مجتہم ہونے کے قائل ہیں اور قیامت میں خدا کے دیدار کی آرزو رکھتے ہیں۔ خدا نے رسول کو اس لیے نہیں بلایا تھا کہ وہ رسول سے ملاقات کرے۔ جو ذات پاک رگیز گردن سے زیادہ قریب ہے اس کو وہاں ملاقات کے لیے بلانے کی کیا ضرورت تھی۔ ایسی ملاقاتیں تو ہمارے مادی وجود میں ہی ہوتی ہیں۔ خدا تو جسم و جسمانیات اور مکانی مکانات سے ستر و متر ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ابک عالم امکان ہے ایک عالم نور ہے۔ رسول عالم نور کی مخلوق تھے جہاں وقت بگڑا اور جہات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ خدا نے چاہا کہ اپنے عبودیت کو تمام عالم امکان کی سیر کر آئے اور اس کی حد آخر دکھائے جو عالم نور سے ملی ہوئی ہے اور جہاں قدرت الہی کے رشتے عالم امکان سے کہیں زیادہ ہیں وہ خود فرمانا ہے تاکہ ہم اس کو اپنی آیات دکھا دیں نہ کہ اپنے کو دکھا دیں اور یہ بھی فرمانا ہے کہ ہم نے اس

مسجد اقصیٰ کو اپنی برکات سے بڑھو اور بنا رکھا ہے۔

(۱۱) ایک اعتراض یہ ہے کہ خدا نے رسول کو جنت و دوزخ کی سیرکرائی اور مالک کے مقامات دکھائے۔ تو گو یا کسی کو دوزخ میں جیلنے اور کسی کو جنت میں آرام کرنے دکھایا تو یہ کیونکر سمجھ سکتا ہے۔ کیا رسول نے دوزخ میں جا کر لوگوں کے عذاب کی صورت دیکھی تھی یا تو بعد از عقل ہے۔ اسی طرح جنت میں جا کر جبرہاہم کیسے آئے حال کالاس کی صفت یہ ہے کہ جو جاتے گا وہ ہمیشہ بے گناہ۔ نیز یہ کہ جنت اور دوزخ میں لوگوں کی حالت کیسے دکھائی جبکہ قیامت کے سوال و جواب سے پہلے نہ کوئی جنت میں جا سکتا ہے نہ دوزخ میں۔

جواب یہ ہے کہ یہ سیر دوزخ سے بھی ہو سکتی ہے جنت دوزخ کوئی نہ صفت م نہ تھے کہ ان کے اندر ہی جا کر دیکھا جائے۔ ان کے متعلق یوسف سیر بھی اشارے سے بتایا جا سکتا ہے کہ یہ جنت سے یہ دوزخ ہے۔ اندرونی حالات سے فرشتہ آگاہ کر سکتا تھا۔ اب رہا جینتوں اور دوزخوں کے حالات کا مشاہدہ، یہ کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں۔ جنتیوں اور دوزخیوں پر بلند قیامت جو کچھ کرے گی وہ حضور کو شکر ان سے معلوم ہو چکا تھا۔ اس کے معلوم کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔

(۱۲) یہ کیسے ممکن ہے کہ حضور اتنے جلد جا کر واپس آجائیں کہ ستر خراب گرم ہی ہے۔ مشکل یہ ہے کہ لوگ قدرت الہی کا اندازہ اپنی اپنی قوت سے کرتے ہیں جس خدا نے قادر و قہیم نے انسان کی انکسیر میں یہ قوت دی ہے کہ وہ ایک سینکڑوں سالوں کا مشاہدہ کر کے پٹ آتی ہے۔ اور اس قلیل مدت میں پانچ سو سالوں سے سب کچھ دیکھ لیتی ہے اس خدا نے اگر اپنی ایک خاص مخلوق کو اپنی جلد سے کر واپس کر دیا تو کیا تعجب کی بات ہے۔

جس خدا نے جناب ابراہیمؑ کو زمین پر ملکوت سماوات والارض کو پاک جھینکنے دکھایا تھا جس خدا نے آصف کو یہ قوت دی تھی کہ وہ پاک جھینکنے سینکڑوں میل دُور سے بلقیس کا تخت اٹھا لائیں اس کے لیے کیا دشوار تھا کہ حضور ہی سے مدت میں اپنے محبوب کو تمام عالم امکان کی سیر کر لے۔ اب تو یہ بات سمجھنے میں بہت آسانی پیدا ہو گئی ہے انسان کا بنایا ہوا راکٹ ایک منٹ میں سزا ہا میل طے کر جاتا ہے تو خدا اپنے بندہ کو عالم امکان کی سیر کرانے کے انہی جلد کیوں نہیں واپس لاسکتا۔ فرشتے کی طاقت کو دیکھو جب جناب ابراہیمؑ متبعین سے جدا ہو کر آتش فرود کی طرف چلے تو جبریل نے آدھی راہ میں آسمان سے نزول کر کے انہیں آلیا۔ کیا یہ سرعت سمجھ میں آ سکتی ہے۔ ہمارے رسولؐ جب بی بی سے برتر و افضل ہیں اگر ان کے لیے ایسا ہوا تو کیا تعجب ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ قدرت کے راز ہیں ان کو انسان سمجھ ہی نہیں سکتا۔

وَإِنَّمَا مَوْسَىٰ الْكُتُبِ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ لِأَتَّخِذُوا مِنْ دُونِي وَكَيْلًا ۝ ذُرِّيَّةً مِنْ حَمَلِنَا مَع نُوحٍ إِنَّهُ كَانَ عَبْدًا

شُكُورًا ۝ وَقَضَيْنَا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ فِي الْكُتُبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا ۝ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ أُولَاهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَنَا أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا خِلَالَ الدِّيَارِ وَكَانَ وَعْدًا مَفْعُولًا ۝ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكُرَّةَ عَلَيْهِمْ وَأَمْدَدْنَاكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَجَعَلْنَاكُمْ أَكْثَرَ نَفِيرًا ۝

ہم نے موسیٰ کو کتاب (توریت) دی اور ہم نے اُسے بنی اسرائیل کے لیے بادی بنا کر (حکم دیا کہ) اے ان لوگوں کی اولاد جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا تھا اللہ کے سوا کسی کو اپنا کار ساز نہ بناؤ بیشک نوح خدا کے شکر گزار بندے تھے اور ہم نے بنی اسرائیل سے اس کتاب میں صاف صاف بیان کر دیا تھا کہ تم رشتے زمین پر دو بار فساد کرو گے اور بڑی سرکشی کرو گے۔ جب دو فسادوں میں سے پہلے کا وقت آپہنچا تو ہم نے تم پر اپنے سخت لڑنے والے بندوں (بجائے نصرت) کو مسلط کر دیا وہ لوگ تمہارے گاؤں کے اندر گھس پڑے اور خدا کا وعدہ پورا ہو کر رہا۔ پھر ہم نے تم کو دو بار ان پر غلبہ سے کر تمہارے دن پھیرے اور تمہاری مدد کی مالوں سے اولاد سے اور تم کو بڑے جتنے والا بنا دیا۔

خدا نے بنی اسرائیل کے دو فسادوں کا خاص طور سے ذکر کیا ہے ایک امریابی کا حکم نہ ماننا اور اشعیا پیغمبر کا قتل کرنا دوسری بار حضرت ذکریا اور حضرت یحییٰ کو شہید کرنا اور حضرت عیسیٰ کے قتل کا ارادہ کرنا۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں کتاب سے مراد توریت نہیں ہے بلکہ صحت آسمانی کا مجموعہ ہے جس کے لیے قرآن میں اصطلاح کے طور پر لفظ کتاب کئی جگہ استعمال ہوا ہے۔

پہلے فساد کی سزا میں جنت نصرت کا حمد تھا جس میں اس نے قتل عام کیا تھا اور بیت المقدس کو تباہ و برباد کیا تھا۔ دوسری بار حضرت ذکریا و یحییٰ کی شہادت کے بعد ستر ہزار بنی اسرائیلی قتل ہوئے تھے۔

اس سورہ کا آغاز ابراہیمؑ سے ہوا ہے جس کے بعد ہی حضرت موسیٰؑ کا قصہ چھیڑ دیا گیا جو بظاہر بے ربط معلوم ہوتا ہے لیکن ایسا نہیں کفار کو جو آنحضرتؐ صغریٰ مرتبت کو نفرت کی نظروں سے دیکھتے تھے ان پر واقعہ معراج

سے حضرت کی عظمت و مہمانت کا اظہار کیا گیا اور یہ بتایا گیا کہ جس طرح بنی اسرائیل نے اپنے انبیاء کی تکذیب اور ان کی نافرمانی کر کے سخت سے سخت عذاب نازل کیا ہے۔ اس طرح تم بھی ہمارے رسول کی نافرمانی کر کے اور ان کے قتل کا منصوبہ بنا کر سخت عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے۔

إِن أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لَا نَفْسَكُمْ قَدْ وَإِن أَسَأْتُمْ فَلَهَا فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ لِيَسُوءَ أَوْ جَوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَلِيُتَبِّرُوا مَا عَلَوْا تَتَّبِرًا ۗ عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يَرْحَمَكُمْ ۗ وَإِن عُذْتُمْ عَدْنَا ۗ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ حَصِيرًا ۝

اگر تم نیکی کرتے ہو تو اپنے لیے اور اگر بُرائی کرتے ہو تو اپنے لیے۔ بس جب دوسرا وعدہ آیا (تو ہم نے ظرطوس بادشاہ کو تم پر مسلط کر دیا) تاکہ وہ تمہارے چہرے بگاڑ دیں اور مسجد بیت المقدس میں اس طرح گھس پڑیں جس طرح پہلے دشمن گھس پڑے تھے اور جو چیز ہاتھ لگے اُسے تباہ کر کے رکھ دیں (اگر تم نے شرارت چھوڑ دی تو ہو سکتا ہے کہ تمہارا رب تم پر رحم کرے اور اگر تم نے پھر شرارت کی طرف عود کیا تو پھر ہم بھی پھر پڑیں گے اور ہم نے کافروں کے لیے جہنم کو قید خانہ بنا رکھا ہے۔

بنی اسرائیل بڑے فساد ہی سے ایمان اور جھگڑا موٹھے۔ انبیاء کو جس سے زیادہ سائنے والی یہی قوم تھی حد یہ ہے کہ ان کو قتل کرنے میں ذرا بھی نہیں جھکتے تھے۔ دوسرا جب ان کی شرارت حد سے زیادہ بڑھی، تو خدا نے پہلی بار سخت نعرہ کو مسلط کیا جس نے لاکھوں آدمی قتل کیے اور بیت المقدس کو ڈھا کر تباہ و برباد کر دیا۔ دوسری بار جب شرارت حد سے بڑھی تو ظرطوس بادشاہ کو ان پر مسلط کیا گیا اس نے بھی سخت نعرہ کی طرح انہیں خوب قتل کیا خوب گولا اور ان کے گھروں میں گھس کر ان کی عورتوں کی بے عزتی کی ان کے مکانوں میں آگ لگا دی۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ پہلے بادشاہ سے مراد جاووت ہے اور دوسرے سے سخت نعرہ۔ باوجود ان سخت ترین عذابوں کے ان کی شرارتیں کم نہ ہوتی تھیں نسلیں تباہ ہوتی رہیں مگر انہیں ہوش نہ آیا۔

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا ۙ وَإِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۙ وَيَدْعُ الْإِنْسَانَ بِالْشَّرِّ دُعَاءَهُ بِالْخَيْرِ وَكَانَ الْإِنْسَانُ عَجُولًا ۙ وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَاتٍ فَمَحْوِنًا آيَةَ اللَّيْلِ وَجَعَلْنَا آيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ ۗ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنَا تَفْصِيلًا ۙ

بے شک یہ قرآن اُس راستہ کی ہدایت کرتا ہے جو سب سے زیادہ سیدھا ہے جو ایمان والے نیک کام کرتے ہیں اُن کو اس بات کی خوشخبری دیتا ہے کہ عند اللہ اُن کے لیے بہت بڑا اجر ہے اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نے ان کے لیے دردناک عذاب مہیا کر رکھا ہے۔ آدمی (کبھی عاجز آکر) اپنے لیے بُرائی کی اس طرح دُعا کرتا ہے جیسے وہ اپنے لیے بھلائی کی دُعا کرتا ہے۔ اور آدمی تو بُرا جلد باز ہے۔ ہم نے رات اور دن کو اپنی دو نشانیاں بنایا ہے۔ پھر ہم نے رات کی نشانی کو صند بنا دیا (یعنی چاند کو) اور دن کی نشانی (سورج کو) روشن بنایا تاکہ تم اپنے پروردگار کا فضل (روزی) تلاش کرتے پھرو اور اس لیے بھی کہ تم رسول کی گنتی اور حساب کو جانو اور ہم نے ہر شے کو تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔

یہ قرآن جس راستہ پر لوگوں کو لے جانا چاہتا ہے وہ صحیح راستہ ہے اور جو ہدایت کرتا ہے وہ دین و دنیا میں باعثِ فلاح و برکت ہے۔ نظامِ حیاتِ انسانی کو سوار کرنے کے لیے ایک بہترین ضابطہ حیات ہے۔ کفار کو بار بار کہا کرتے تھے کہ جس عذاب سے آپ ہمیں ڈرا یا کرتے ہیں اُسے لے کیوں نہیں آتے انہی کے

جو اب میں خدا فرما رہا ہے کہ لوگوں کو جس طرح ابھی چیز کے لینے میں جلدی کرنی چاہیے یہ کفار مری چیز یعنی عذاب کے لیے اتنی ہی جلدی کر رہے ہیں۔ انسان جلد باز ہے یعنی نتائج پر غور کیے بغیر سہرا ت کو جلد پورا کرنا چاہتا ہے۔

اس کے بعد فرماتا ہے راتوں میں دو نشانیاں ہیں ایک جاتی ہے تو دوسری آتی ہے۔ کبھی رات کی تاریکی ہے تو کبھی دن کی روشنی۔ اگر ایک ہی حالت ہوتی تو دنیا میں جو چہل پہل نظر آتی ہے اور کاروبار میں گھما گھمی سے سرد پڑ جاتی۔ ایک ہی حالت میں زندگی بسر کرنا صیبت بن جاتا۔ یہی صورت انسان کی زندگی میں اختلاف حالات کی ہے کبھی تندرستی ہے کبھی بیمار کبھی محتاج ہے کبھی مالدار۔ اس تغیر سے آدمی کو گھبرانا نہیں چاہیے اگر ایک ہی حالت پر قیام پزیرا تو زندگی بے مزہ ہو جاتی۔

رات کو جاؤ بھلا ہے دن کو سوچ انہی کے حساب سے سال کے عینے اور عینے کے دن بنتے ہیں۔ کچھ اپنا حساب شمس سال سے رکھتے ہیں کچھ قمری سال سے۔ ان سب کی تفصیل قرآن میں بنا دی گئی ہے۔ بجا ط سال و ماہ و ایام جو عبادتیں عینتیں ہیں وہ بھی بنا دی گئی ہیں ان پر عمل کرنا صحیح راستہ پر چلنا ہے۔

وَكُلَّ إِنسَانٍ أَلزَمْنَاهُ طَبِرَهُ فِي غُتْبِهِ، وَخُجِرَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَشْورًا ۝۱۳۱ اِقْرَأْ كِتَابَكَ، كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا ۝۱۳۲

مَنْ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ، وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا، وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ، وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا ۝۱۳۳

وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَا بُيُوتَهُم بِمِثْرٍ ۝۱۳۴ وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُونِ مِنْ بَعْدِ نوحٍ

وَكَفَىٰ لِرَبِّكَ بِذُنُوبِ عِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ۝۱۳۵

ہم نے ہر آدمی کا عمل اس کے گلے کا ہار بنا دیا ہے (اگر اس کی قسمت اس کے ساتھ ہے) قیامت کے دن ہم اس کے سامنے نکال کر رکھ دیں گے کہ وہ اس کو ایک کھلی ہوئی کتاب کی صورت میں اپنے سامنے

پائے گا اور ہم اس سے کہیں گے کہ اپنا نام عمل پڑھ لے اور آج اپنا حساب لینے کے لیے تو ہی کافی ہے جو صحیح راستہ پر چلتا ہے وہ اپنے ہی فائدہ کے لیے چلتا ہے اور جو گمراہ ہے اس نے گمراہ ہو کر اپنا ہی بگاڑا کوئی شخص کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ اپنے سر نہیں لے گا ہم کسی پر عذاب نہیں کرتے جب تک رسول کو بھیج کر انہیں حجت نہ کر لیں۔ جب ہمیں کسی بستی کو ویران کرنا منظور ہوتا ہے تو ہم نے وہاں کے خوش حال لوگوں کو (اطاعت کا) حکم دیا تو وہ لوگ اس میں نافرمانیاں کرنے لگے تب وہ بستی عذاب کی مستحق ہو گئی اور ہم نے اسے اچھی طرح تباہ کر دیا۔ نوح کے بعد سے اب تک ہم نے کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا اور تمہارا پورا گار اپنے بندوں کے گناہوں کو جاننے اور دیکھنے کے لیے کافی ہے۔

انسان جو کچھ عمل اس دنیا میں کرتا ہے خدا کے عین کردہ فرشتے ہر ایک عمل کو جھوٹا ہو یا بڑا لکھتے جاتے ہیں۔ پس اپنی قسمت انسان کو یا خود بنا کر ہوتا ہے آخرت میں اس کے انجام کی بھلائی یا بُرائی اس کے سیرت و کردار پر موقوف ہوگی۔ عذابِ نواب کا ذکر وارد خود ہوگا۔ روز قیامت وہی اسمان را کھول کر اس کے سامنے رکھ دیا جائے گا اور کہا جائے گا اسے پڑھ لے اور دیکھ اپنی کا حساب کر کے خود ہی اپنے متعلق فیصلہ کر۔ خدا کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔ اس دنیا میں جو کچھ کرتا ہے وہ اپنے ہی فائدہ کے لیے کرتا ہے اور جو گمراہ رہ کر بُرائیاں کرے گا اس کا نقصان اس کی ذات ہی کو پہنچے گا کسی کا کیا رگاڑے گا۔

ولید بن مغیرہ کفار قریش سے کہا کرتا تھا تم اسلام قبول نہ کرو اور میری پیروی کرو تو سب کے گناہوں کا بوجھ میرے سر سے اس کے جواب میں خدا نے فرمایا کہ قیامت کے دن کوئی کسی کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھائے گا بلکہ خود اسی کو اٹھانا ہوگا۔

سابقہ آیتوں پر وقتاً فوقتاً عذاب آتے رہے ان کے قصے سن کر کفار کہہ کر تے تھے کہ مسلمانوں کا خدا بڑا ظالم ہے اس نے ہمیں مارے گناہوں پر عذاب نازل کر کے ان کو ہلاک کر دیا۔ خدا ان کے جواب میں فرماتا ہے ہم نے کسی قوم پر اس وقت تک عذاب نازل نہیں کیا جب تک ہدایت کے لیے ان کے پاس اپنے کسی رسول کو نہیں بھیجا۔ لیکن جب انہوں نے ہمارے رسولوں کو بھٹایا۔ طرح طرح سے ستایا، یہاں تک کہ قتل سے بھی نہ بچے اور اپنی بارگزاروں سے خلیق اللہ کو گمراہ کرتے اور ان پر ظلم ڈھاتے رہے تب ہم نے ان پر عذاب نازل کیا۔ ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ خود انہوں نے ہی اپنے اور پر ظلم کیا۔

ہم کو جب پر منظور ہوتا ہے کہ کسی بستی کو اس کے باشندوں کے اعمال بد کی بنا پر تباہ و برباد کریں تو یہ بھی ایک برباد نہیں کرتے بلکہ پہلے ان کے مالدار لوگوں کے پاس جو سرگشتی پر آمادہ رہتے ہیں اپنے رسول کے ذریعہ اپنے احکام بھیجتے ہیں جو ان کو باعمالی کا انجام بھجواتے ہیں۔ عذاب خدا سے ڈرتے ہیں لیکن جب وہ نافرمانیوں سے

باز نہیں آتے تب ہم نظام عالم جتلا رکھنے کے لیے ان کو اچھی طرح تباہ و برباد کر دیتے ہیں پس ہم پر لازم لگانا غلط ہے۔ فوج کے بعد ایسا ہی ہونا رہا۔ تو میں اس زمین پر بستی رہیں ہماری نافرمانی کرتی رہیں اور ہلاک ہوتی رہیں۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ خدا اپنے بندوں کے گناہوں سے بے خبر رہتا ہے نہیں ہرگز نہیں وہ سب باتوں کو جانتا ہے۔ اگر انہیں سزا دی جائے تو وہ لوگوں کو گمراہ کرتے رہیں اور انسانی تمدن میں فتنہ و فساد کو ہر طرف پھیلاتے ہیں ایک بار رکن اللہ درمی نے جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ سے سوال کیا کہ جب خدا نے عذاب نازل کر کے قوموں کو ہلاک کر دیا تو پھر ان کا جہنم میں بھیجنا کیا معنی رکھتا ہے کیا وہ دوبارہ سزا پائیں گے یہ تو انصاف الہی کے خلاف ہے۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ نے فرمایا: گناہ دو قسم کے ہیں ایک خدا کی نافرمانی سے متعلق ہوتے ہیں ان کی سزائیں عذاب نازل ہوتا ہے دوسرے بندوں سے متعلق ہوتے ہیں جیسے رسول کو ستانا یا اپنے بھائی کو قتل کرنا ان پر عذاب کرنا، اس کی سزا میں رزق قیامت ان کو جہنم میں بھیجا جائے گا۔

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصِلُهَا مَدْمُومًا مَّدْحُورًا ۱۸ وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا ۱۹ كَلَّا ۚ نُمِدُّهُمُ أَزْوَاجًا وَيَهُودِيًّا ۖ وَهُوَ أَزْوَاجًا مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ ۖ وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا ۲۰ أَنْظِرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۚ وَلِلْآخِرَةِ الْكِبْرُ دَرَجَاتٍ ۚ وَأكْبَرُ قَضِيًّا ۲۱ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَقْعُدَ مَدْمُومًا مَّخْذُومًا ۲۲

جو شخص دنیا کا خواہاں ہو تو ہم جسے چاہتے اور جو چاہتے ہیں اس دنیا میں اسے عطا کرتے ہیں۔ پھر ہم نے تو اس کے لیے جہنم بنا ہی رکھا ہے کہ وہ اس میں بُری طرح سے ذلیل اور راندہ ہوا داخل ہوگا۔ اور جو آخرت کا خواہاں ہے اور اس نے اس کے لیے اچھی خاصی کوشش بھی کی ہے اور

وہ ایماندار بھی ہے تو ایسے لوگوں کی کوشش مقبول ہوگی ان کو اور ان کو (غرض سب کو) تمہارا پُروردگار (اپنی بخشش سے مدد دیتا ہے اور تمہارے رب کی بخشش (تو عام ہے) کسی پر بند نہیں۔ ذرا دیکھو تو کہ ہم نے بعض لوگوں کو بعض پر کسی فضیلت دی ہے اور آخرت کے درجات تو یہاں کے درجات سے کہیں بڑھ کر ہیں۔ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود قرار نہ دو ورنہ تم بُرے حال میں ذلیل و رسوا ہو کر بیٹھے کے بیٹھے رہ جاؤ گے۔

دنیا میں دو طرح کے لوگ پائے جاتے ہیں، ایک وہ جو اپنے اعمال کا بدلہ اس دنیا میں چاہتے ہیں، تاکہ راحت و آرام سے زندگی بسر کریں آخرت کی جزا سے انہیں کوئی واسطہ نہیں گویا وہ اس پر ایمان نہیں رکھتے حُرُوتِا فرماتا ہے تم جسے چاہیں گے اور جتنا چاہیں گے اسی دنیا میں دے کر ان کا پتہ پاک کر دیں گے۔ اس کے بعد قیامت میں ان کے لیے جزا کا کوئی حصہ نہ ہوگا وہ نہایت ذلت و خواری کے ساتھ جہنم میں ڈھکیل دھبے جاہیں گے کہ اس کی آگ میں جلتے رہیں۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جنہیں اپنی آخرت سوار کرنے کی فکر ہے وہ دنیا میں کوئی صلہ نہیں چاہتے وہ صاحب ایمان ہیں اور حسنات کے اکتساب میں پوری پوری کوشش کرتے ہیں خدا فرماتا ہے کہ ان کی کوششیں قابلِ شکر ہیں ان کو آخرت میں اچھی جزا ملے گی۔

دنیا دار ہوں! دین دار دونوں کو جو کچھ رزق مل رہا ہے خدا ہی کی طرف سے مل رہا ہے۔ کوئی کسی کا رزق بند نہیں کر سکتا۔ اگر بندوں کا رزق بندوں کے ہاتھ میں ہوتا تو بے شمار خدا کی مخلوق ناقص رہ جاتی۔ چونکہ اچھے اور بُرے سب خدا ہی کی مخلوق ہیں اور اس نے سب کی رزق رسائی کا وعدہ کیا ہے لہذا وہ سب کو رزق دیتا ہے رزق رسانی اس نے اعمال پر موقوف نہیں رکھی۔

دنیا میں دو قسم کی فضیلتیں ہیں۔ ایک باعتبار مال و دولت، جاہ و اقتدار خدا کی بارگاہ میں اس کی پیشکش نہیں ہاں ایسی صورت میں جبکہ مالدار لوگ حقوق اللہ و حقوق الناس کا خیال رکھیں اور اپنی دولت میں اپنے محتاج بھائیوں کو شریک سمجھیں۔ دوسری فضیلت نفسِ تقویٰ و پرہیزگاری سے۔ خدا کے نزدیک اس فضیلت کی بڑی قدر ہے۔ اگر جو دنیا والے ان غریبوں کو صاف فضل نہ سمجھیں مگر خدا تو سمجھتا ہے اِنَّ اَكْبَرَ مَكْرًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَشْكُرُوْا (الحجرات ۱۷) (جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے خدا کے نزدیک ہی زیادہ عزت والا ہے) ایسے لوگوں کے لیے دنیا میں ہی عزت ہے اور آخرت میں تو ان کے درجات کا ٹھکانہ ہی نہیں ہے۔ آخر میں فرماتا ہے کہ تم اللہ کے ساتھ کسی اور کو اپنا معبود بنا کر اپنی عاقبت برباد نہ کرو۔ وہاں جو ذلت تم کو نصیب ہوگی اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔

وَقَضَىٰ رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۗ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلَهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا اُفٍّ وَّ لَا

تَنْهَرُهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ۝۲۳ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذَّلِيلِ
مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيْنِي صَغِيرًا ۝۲۴ رَبُّكُمْ
أَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ إِنْ تَكُونُوا صَادِقِينَ فَإِنَّهُ كَانَ
لِلْآوَابِينَ غَفُورًا ۝۲۵

اور خدا نے یہ حکم دیا ہے کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اگر ان میں ایک یا دونوں تمہارے سامنے بوڑھے ہو جائیں تو (خبردار) ان سے اُن تک نہ کہو اور کسی بات پر ان کو جھڑکو نہیں اور ان دونوں سے بہت ادب سے بات کرو اور نرمی اور رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر ہو اور خدا سے یہ دعا کرو اے پروردگار ان دونوں پر اسی طرح رحم کر جیسے انہوں نے ہمیں بچپن میں پالا ہے۔ تمہارے دل کی بات تمہارا رب خوب جانتا ہے اگر تم (واقعی) نیک ہو (اور جھوٹے سے ان کی خطا کی ہے) تو وہ تم کو بخش دے گا کیونکہ وہ تو تو بہ کرنے والوں کا بڑا بخشنے والا ہے۔

یہاں سے اللہ نے اپنے اور اپنی مخلوق کے حقوق کو بتانا شروع کیا ہے کیونکہ تمدن و معاشرہ کی ساری فلاح و بہبودی نوع کی حقوق مشناسی ہی پر موقوف ہے۔

سب سے پہلی بات یہ بتانی جا رہی ہے کہ اللہ کا جو تمہارا خاصا من اور رُزقی رسال ہے تم پر حق ہے کہ اس کے سوا کسی اور کو اپنا معبود نہ بناؤ ورنہ بصورتِ شرک نہ تم دنیا کے رہو گے نہ دین کے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اپنے والدین کے ساتھ نیکی سے پیش آؤ۔ ہرگز ان کے سامنے زور سے بات نہ کرو اور انہیں جھڑکو نہیں ان سے نہایت ادب سے بات چیت کرو اور نہایت تواضع و انحرار کی ساتھ ان سے بلو اور ان کے لیے دعائے خیر کرو۔

جو لوگ اپنے ماں باپ کا احترام نہیں کرتے وہ فرح انسانی کے بہترین انسان ہیں۔ ماں باپ جس شفقت اور محبت سے ان کو پال رہے ہیں اولاد اس کا بدلہ نہیں سکتی۔ ماں باپ کی محبت اولاد سے فطری ہوتی ہے ورنہ اولاد پرورش نہیں پاسکتی۔ اس نے ان کو اولاد کی محبت کا حکم نہیں دیا بلکہ اولاد کو ماں باپ کی اطاعت کا حکم دیا جاتا ہے۔

کوئی شخص اپنے اوپر دوسرے کی فضیلت گوارا نہیں کرتا لیکن صرف ماں باپ ہی ایسے ہوتے ہیں جو اپنے اور اپنی اولاد کی فضیلت کو دل و جان سے چاہتے ہیں۔ اسی طرح دنیا میں ایک کے دوسرے پر حسد ہوتا ہے لیکن ماں باپ کو اولاد کی برتری پر کبھی حسد نہیں ہوتا۔

اگر اولاد اپنے ماں باپ کا احترام کرتی ہے تو دوسرے لوگ بھی ان کا احترام کرتے ہیں۔ یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ ماں باپ کی دُعا اولاد کے حق میں رد نہیں ہوتی اگر کوئی خاص مصلحت مانع نہ ہو تو خدا اس کو منور قبول کر لیتے ایک شخص حضرت رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی میں چاہتا ہوں کہ اپنے ماں باپ کے حقوق سے سبکدوش ہو جاؤں مجھے اس کے لیے کیا کرنا چاہیے۔ فرمایا اگر تُوڑے زمین کی تمام دولت بھی لٹا دے تب بھی تو ان کے حقوق سے سبکدوش نہیں ہو سکتا۔

حدیث میں ہے کہ تیز نظر سے ان کی طرف نہ دیکھو ان کی آواز پر اپنی آواز ان کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ بلند نہ کرو۔ ان سے آگے نہ چلو۔ ان کا نام لے کر نہ لپکارو، ان کے آگے نہ بیٹھو۔ وہ کام نہ کرو جس سے کوئی ان کو گالی دے۔ اگر وہ آئیں اور تم بیٹھے ہو تو کھڑے ہو جاؤ، اگر ٹوٹے ہو تو ان کے حق میں دُعا سے خیر کرو۔ اگر کامسر ہوں تو ان کی لیے دُعا سے ہدایت کرو۔

وَاتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمَسْكِينِ وَالْبَنِي السَّبِيلِ وَلَا تَبْذُرْ تَبْذِيرًا ۝۲۶
إِنَّ الْمُبْذِرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيْطَانِ ۖ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ
كَفُورًا ۝۲۷ وَإِنَّمَا تَعْرَضُنَّ عَنْهُمْ ابْتِغَاءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَبِّكَ تَرْجُوهَا
فَقُلْ لَهُمْ قَوْلًا مَّيْسُورًا ۝۲۸ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْمُولًا إِلَىٰ عُنُقِكَ
وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا ۝۲۹ إِنَّ رَبَّكَ
يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ
خَبِيرًا أَبْصِيرًا ۝۳۰

اور قرابت داروں محتاج اور پرہیزی کو ان کا حق ہے اور فضول خرچی مت کرو فضول خرچی

کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کی بڑا ناشکری کرنے والا ہے اگر تم کو اپنے پروردگار کے فضل و کرم کے انتظار میں جس کی تمہیں امید ہے (مجبوراً) ان غریبوں سے منہ موڑنا پڑے تو نرمی سے انہیں سمجھا دو اور اپنے ہاتھ نہ تو گزروں سے بندھے رکھو (کسی کو کچھ دوسری نہیں) اور نہ بالکل کھول ہی دو (کے سب کچھ ڈالو) کہ تم کو آخر میں ملامت زدہ حسرتناک بیٹھنا پڑے۔ بیشک تمہارا پروردگار جس کے لیے چاہتا ہے روزی کو فراخ کر دیتا ہے اور جس کی روزی چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کی حالت سے خبردار اور دیکھنے والا ہے۔

تفسیر صافی میں ہے کہ اَنْفَرُ بِنِي سے مراد قرابت جناب رسول خدا ہے اور یہ آیت جناب سیدہ کی شان میں ہے۔ چنانچہ اس آیت کے نزول کے بعد حضرت رسول خدا نے فدک کا علاقہ جناب سیدہ کے لیے مخصوص کر دیا۔ اور مسکین سے مراد اولادِ فاطمہ اور مصافحہ سے مراد بھی وہی ہیں تفسیر درمنثور سوطی میں مرویہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت رسول خدا نے جناب سیدہ کو بلایا اور فدک عطا فرمایا۔ مروی ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد جب ایرانِ ابلہیت کا قافلہ دمشق پہنچا اور ایک شامی نے حضرت علی بن حسین سے پوچھا، آپ کون لوگ ہیں تو آپ نے فرمایا تو نے سورہ بنی اسرائیل میں یہ آیت نہیں پڑھی وَاَنْ ذَا اَنْفَرُ بِنِي حَمْتًا تو اس نے منہ پیٹ کر کہا کیا آپ ہی اس آیت کا مصداق ہیں۔

اگر مفسرین اسلام نے اس آیت کو جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے متعلق تسلیم نہیں کیا بلکہ ذوی القربانی سے مراد لوگوں کے رشتہ دار لیے ہیں۔ اگر وہ اس کو تسلیم کر لیتے تو پھر حق فاطمہ آیت قرآنی سے ثابت ہو جاتا۔ اس صورت میں اس کی تردید ایک یتیم الاسناد حدیث سے کیے صحیح ہو سکتی ہے۔

تعبیر کی بات ہے کہ سب سے حقوق کی نگہداشت تو علمائے اسلام نے منظور کی لیکن اولادِ رسول کے متعلق ان کے نزدیک نگہداشت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ گویا اموالِ مسلمین میں ان کا کوئی حق نہیں۔

ع۔ بسنخت عققل نہ حیرت کر ایں چہ تو العیبی مدت

خدا سب سے حقوق کی طرف توجہ دلاتا ہے پھر کیا وجہ کہ اولادِ رسول کا حق مقرر نہ کرے۔ مسلمان سبکیوں اور مسافروں کے ساتھ سول کرنے کا ذکر تو قرآن میں کئی جگہ ہو چکا ہے۔ یہ آیت عام نہیں خاص ہے جس کا تعلق صرف جناب علیؑ نہ ہوا اور ان کی اولاد سے ہے۔ اس کے بعد مسلمانوں کو تعلیم دی جا رہی ہے کہ فضول خرچی نہ کریں کیونکہ ایسے لوگ شیطان کے بھائی ہوتے ہیں۔ جبکہ ہمارے اندر گزربے شمار حاجت مند پائے جاتے ہیں تو ہمارا فضول خرچی کرنا ان بھائیوں پر ظلم ہے۔ اس زمانہ میں فضول خرچی کی ہمت ہی صورتیں پیدا ہو گئی ہیں جن میں بے شمار پیسہ لوگ خرچ کرتے ہیں۔ اسلامی معاشرہ میں ایسے کاموں پر خرچہ والوں کے لیے کوئی جگہ نہیں۔ پیسہ محنت سے کمایا جاتا ہے۔ اس کو

سنگل کا عزت دار کون ہے

فضول خرچی اور سنگل کی ممانعت

سوچ سمجھ کر خرچ کرنے کی ضرورت ہے۔ آئے دن انسان حوادثِ ارضی و سماوی کی زد میں آتا رہتا ہے۔ اس کے لیے کسی باریک بینی سے غور کرنا ہے۔ اگر خرچ ہی کرنا ہے تو ایسے کاموں میں کیوں نہ صرف کیا جائے جو خدا کی ترشندوی کا باعث ہو۔

یہ بھی ایک مذموم عادت ہے۔ مقصد خدا کا یہ ہے کہ ہر فضول خرچی کی طرح سنگل کی بھی روک تھام کی گئی ہے۔ یہ تو اتنے تعلق ہی ہوں نہ یہ کہ پیسے کو مل کر خرچ کیا جائے انسان کو ایک اعتدالی صورت میں اپنی زندگی بسر کرنی چاہیے۔ نہ تو اتنے تعلق ہی ہوں نہ یہ کہ پیسے کو مل کر خرچ کیا جائے اور اہل حاجت کی طرف کوئی توجہ نہ ہو۔ معاشرہ کی فلاح و بہبود کے دشمن دونوں ہیں۔ فضول خرچ بھی اور سنگل بھی۔ بخیل آدمی کا کوئی دوست نہیں ہوتا حتیٰ کہ اس کے اہل و عیال بھی۔ اس کے متعلقین اس کے مرنے کی دعائیں مانگتے ہیں اس سے زیادہ ذلیل زندگی اور کیا ہوگی۔

رزق کا بڑھانا گھٹانا اللہ کے اختیار میں ہے۔ وقت ضرورت اسی سے لو لگانی چاہیے۔ فضول خرچ سمجھنا ہے کہ خدا سے دے ہی جائے گا بخیل سمجھتا ہے کہ اگر خرچ ہو جائے گا تو پھر کون دے گا۔ بات کی تکرار دونوں ہی نہیں پہنچے شیطان ان دونوں کے پیچھے لگا ہوا ہے۔ معمولی معمولی چیزوں میں ہم فضول خرچ ثابت ہوتے ہیں۔ مثلاً بے ضرورت بکلی جانا، بے ضرورت پانی کا نل کھلا رکھنا، بے ضرورت برقی چمکا جیلانا، بے ضرورت لباس بنانا، سامانِ آرائش خریدنا، شادیوں میں دل کھول کر پیسہ خرچ کرنا، زیور پر زیور بنولٹے چلے جانا، یہ سب فضول خرچی نہیں تو اور کیا ہے۔ ضرورت کے لحاظ سے کھانا نہ کھانا، لباس نہ بنوانا، مکان کی درستی نہ کرنا، محتاج بھائیوں کی خبر لینا، سنگل نہیں تو اور کیا ہے۔ جیسا کہ حکم الہی ہے انسان کو اپنی زندگی اعتدالی حالت میں بسر کرنی چاہیے۔

وَلَا تَقْتُلُوا اَوْلَادَكُمْ خَشِيَةَ اِمْلَاقٍ مَّا نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطَاً كَبِيْرًا ۝۳۱ وَلَا تَقْرَبُوا الزَّيْنٰى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَاءَ سَبِيْلًا ۝۳۲ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۗ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لَوْلِيْهِ سُلْطٰنًا فَلَا يَسْرِفُ فِي الْقَتْلِ اِنَّهٗ كَانَ مُنْصَوْرًا ۝۳۳ وَلَا تَقْرَبُوا اَمْاَلِ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِي هِيَ اِحْسٰنٌ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشَدَّهٖمْ وَاَوْفُوا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ

مَسْئُولًا ۳۳) وَأَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا كَلْتُمْ وَزِنُوا بِالْقِسْطِ السِّتْقِيمِ
ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۳۵)

مفسر کے خوف سے اولاد کو قتل نہ کرو ہم انہیں بھی رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی۔ بے شک ان کا قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ اور زمانہ قریب بھی نہ جاوے یہ بدکاری ہے اور بڑا راستہ ہے۔ اور جس کا قتل کرنا خدا نے حرام کر دیا ہے اسے قتل مت کرو مگر جائز طریقہ سے۔ جو شخص مظلوم قتل کیا جائے گا، ہم نے اس کے وارث کو (قاتل پر قصاص کا) قابو دیا ہے پس اسے چاہیے کہ قتل (خون کا بدلہ لینے) میں زیادتی نہ کرے بے شک وہ مدد دیا جائے گا۔ اور مال تسیم کے قریب نہ جاوے مگر اچھے طریقہ سے جب تک وہ جوانی کو نہ پہنچے اور عہد کو پورا کرو عہد کے متعلق سوال کیا جائے گا اور ناپ تول کمر (کوئی چیز) دینا ہو تو پیمانہ کو پورا بھرا کرو اور ٹھیک ترازو سے تول کرو (ڈنڈی نہ مارا کرو) یہ طریقہ بہتر ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے۔

کوئی معاشرہ بظنی اور پریشانی سے محفوظ نہیں رہ سکتا اگر لوگوں کی جان و مال و آبرو کی حفاظت کا بندوبست نہ ہو ان آیات میں چند باتوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے:

(۱) جب بستیوں میں قحط پڑتے ہیں اور بھوک مارنے کا کوئی سامان ہوتا تو لوگ اپنے بچوں کو قتل کر دیتے ہیں تاکہ انہیں بھوک سے تڑپنا نہ دکھیں اور ان کی ریزی کی فتنہ سے آزاد ہو جائیں۔ انہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے اس سے شقاوت قلبی کا اظہار ہوتا ہے اگر قحط کے زمانہ کو طویل ہو جائے اور رزق بانی کی کوئی صورت نہ ہوگی تو وہ خود بھوک سے مر جائیں گے ورنہ خدا رازق ہے کہیں نہ کہیں سے ان کی ریزی کا بندوبست کرے گا۔

(۲) زنا کاری سے روکا گیا ہے کسی کو حق نہیں ہے کہ ناجائز طریقہ سے کسی کی آبروریزی کرے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی ایسے کھیت میں تخم ریزی کرنا جس کا مالک کئی اور ہے۔ اگر عورت و مرد دونوں راضی بھی ہوں تب بھی شرعی عقد سے پہلے ایسا کرنا دونوں کے لیے رسوائی کا باعث ہوتا ہے۔ اور معاشرہ میں بدکاری کی رسم جاری ہو کر فتنہ و فساد کا باعث بنتی ہے۔

(۳) بے جرم و قصور کسی کو قتل کرنا گناہ عظیم ہے۔ خواہ غیر کا قتل ہو یا اپنا ہی قتل ہو یعنی خودکشی۔ سوائے خدا کے کسی کی جان کا کوئی مالک نہیں ایسے شخص کے لیے کھلی سزا جہنم ہے۔ جس تمدن میں بے محابا لوگ بے جرم و قصور قتل کر دیتے جلتے ہوں وہاں کوئی فرد بھی سکون اطمینان کی زندگی بسر نہیں کر سکتا خدائی قانون

مفسر کے خوف سے اولاد کو قتل نہ کرو

نالا اور نسل سے بچو

یہ ہے کہ منتقل کے وارث کو وہ قاتل کے اوپر غلبہ دینا ہے لیکن بدلہ لینے کی یہ صورت ہونی چاہیے کہ صرف قاتل ہی کو قتل کیا جائے۔ ایسا نہ ہو جیسا زائد جاہلیت میں کیا جاتا تھا کہ ایک ماہان کا بدلہ قاتل کے پورے قبیلہ سے لیا جاتا تھا اور برسوں جنگے پیکار کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔

(۴) مالِ تَمِيمِ کی حفاظت بھی فرائض انسانیت میں داخل ہے جوئی کی پرورش میں تميم ہوان کے لیے یہ جائز نہیں کہ بغیر جائز حق کے اس کے مال کو کھاپی کر لیا کر دیں۔ تميم کے بالغ ہونے تک اس کے مال کی حفاظت کریں۔ اور بالغ و راشد ہونے پر اس کے سپرد کر دیں۔

(۵) قوم شعیب علیہ السلام کی یہ عادت تھی کہ جب غریبوں سے مال لیتے تو ناپ سے ہوتا یا تول سے زیادہ لے لیتے اور جب اپنی چیز دیتے تو کم ناپتے اور کم تولتے۔ قوم شعیب ہی پر کیا متوقف ہے بے ایمان ناجسراب بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔

غور کیجئے جس تہی کے باشندوں میں بر خراب عادتیں نہ ہوں ان کی زندگی کیسی پرسکون و پُر اس ہوگی۔ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے افعال پر سے محفوظ رہ کر اپنے فرائض زندگی انجام دیں اور زندگی کی تھوڑی سی مدت با ایمان رہ کر گزار دیں۔

(۶) عہد پورا کرنا اور وعدہ وفا کرنا ایک با ایمان اور نیک انسان کا فرض ہے کیونکہ وعدہ خدائی اور عہد شکنی سے لوگوں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے اور بعض اوقات بہت بڑا نقصان ہو جاتا ہے۔ روز قیامت ہر عہد شکن سے پوچھا جائے گا کہ تم نے وعدہ خدائی سے ڈرنا چاہیے۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عِنْدَهُ مَسْئُولًا ۳۶) وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا ۳۷) كُلُّ ذَلِكَ كَانَ سَيِّئُهُ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا ۳۸) ذَلِكَ مِمَّا أَوْحَى إِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتُنْفِقُ فِي جَهَنَّمَ مَلُومًا مَدْحُورًا ۳۹) أَفَأَصْفُكُمْ رَبُّكُمُ بِالْبَنِينَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ

یہ عہد شکنی

إِنَّا أَنَا أَنَا لَقَوْلُونَ قَوْلًا عَظِيمًا ﴿۳۱﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هَذَا الْقُرْآنِ لِيَذَّكَّرُوا وَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا فَجُورًا ﴿۳۲﴾

جس چیز کا تمہیں علم نہیں خواہ مخواہ اس کے پیچھے نہ پڑا کرو۔ بیشک کان اچھک اور دل ان سب سے اس کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ زمین پر اکڑ کر نہ چلا کرو۔ تم ایسے ہمارے کی چال سے نہ تو زمین کو پھاڑ ڈالو گے اور نہ تن کر چلنے میں پہاڑوں سے اُوپٹے ہو جاؤ گے۔ لے رسول ان سب باتوں میں سے جو بات بُری ہے وہ تمہارے پروردگار کو ناپسند ہے۔ یہ بات تو حکمت کی ان باتوں میں سے ہے جو تمہارے پروردگار نے تمہارے پاس وحی بھیجی ہے اور خدا کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ بناؤ ورنہ ملامت زدہ راند ہو کر جہنم میں جھونک بیٹھے جاؤ گے۔ کیا تمہارے پروردگار نے تمہیں چن چن کر بیٹھے دیئے ہیں اور فرشتوں کو اپنی بیٹیاں بنایا ہے۔ اس میں شک نہیں تم بڑی سخت بات کہتے ہو ہم نے تو اس قرآن میں طرح طرح سے بیان کر دیا تاکہ لوگ سمجھیں مگر اس سے تو ان کی نفرت ہی بڑھتی گئی

یعنی جیت کسی چیز کے متعلق پورا علم حاصل نہ ہو محض گمان و قیاس سے کام لے کر کسی پر لازم نہ لگاؤ اگر تم کسی بات کے متعلق غلط بیانی کرو گے تو خدا کے یہاں روز قیامت پوچھو گے ہوگی۔ اگر وہ بات غلط ثابت ہوتی تو سزا پاؤ گے۔

کان۔ آچھکا اور دل واقعات کی تحقیق کے لیے یہ ذرائع تم کو دئیے گئے ہیں ان سے کام لو اور جب تک کوئی واقعہ پوری طرح تحقیق نہ ہو جائے اپنی کوئی رائے قائم نہ کرو کیونکہ ہر شکل پچھو بات کے متعلق تم سے روز قیامت سوال کیا جائے گا۔

اکڑا کر اور سینہ تان کر مت چلو۔ یہ چال خدا کو پسند نہیں۔ اکڑنے کی بات پر ہو تمہاری اہستہ اُٹھنے لگے یہ ہے اور لڑھکانا ہوا وہ اس کے بیچ کی بوزنگی ہے وہ ہزار بلاؤں میں گرفتار نہیں اپنی اختیار جوئی میں کس کس کے سامنے ہاتھ پھیلا کر پڑتا ہے سب کو جانے دویر شہی کپڑا جو تم پہن کر اکڑتے ہو ایک چھوٹے سے ذلیل کیڑے کے منہ سے نکلی ہوئی رال ہے۔ یہ شہد جسے تم حکم کو بچھو پڑتاؤ دیتے ہو ایک چھوٹی سی منجھی کی نغے ہے۔ تم کو شرم آتی چاہیے۔

افسوس ہے کہ تم اپنے ہاتھوں سے گھر سے ہوتے پتھروں کو اپنا معبود بناتے ہو۔ تمہاری عقل کیے گارہ کرتی ہے کہ جو تمہاری مخلوق ہے وہی تمہاری خالق ہے۔

تم کس قدر احمق ہو کہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں بناتے ہو اپنے لیے تو بیٹے پسند کرنے ہو اور بیٹیوں کو نفرت کی نظر سے دیکھتے ہو اور خدا کے لیے ان کو تجویز کرتے ہو۔ خدا تو نہ بیٹے رکھتا ہے نہ بیٹیاں۔ اتنی سی بات تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آتی۔ خدا کے لیے تم کتنی سخت بات کہتے ہو کیا ایسی گستاخوں کی تم سے باز پرس نہ ہوگی۔

قُلْ لَوْ كَانَ مَعَهُ آلِهَةٌ كَمَا يَقُولُونَ إِذًا لَابْتَعُوا إِلَهُ ذِي الْعَرْشِ سَبِيلًا ﴿۳۱﴾ وَتَعْلَىٰ عَمَّا يَقُولُونَ عُلُوًّا كَبِيرًا ﴿۳۲﴾ تَسْبِيحٌ لَهُ السَّمَوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ إِنَّا كَانُوا حَلِيمًا غَفُورًا ﴿۳۳﴾

لے رسول تم کہو کہ جیسا تم لوگ کہتے ہو اگر خدا کے سوا کچھ اور معبود بھی ہوتے تو ضرور وہ صاحب عرش خدا تک پہنچنے کا راستہ نہ کالتے۔ جو کچھ یہ لوگ کہتے ہیں خدا کی ذات اس پاک اور نہایت بلند و بزرگ ہے اتوں آسمان اور زمین اور جو مخلوق بھی ان کے اندر ہے سب خدا کی تسبیح کرتے ہیں۔ کوئی شے ایسی نہیں مگر یہ کہ وہ خدا کی حمد کی تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح سمجھتے نہیں۔ بے شک وہ بڑا پر وفار اور خطاؤں کا بخشنے والا ہے۔

خداوند عالم نے اپنی وحدانیت کا جاہا قرآن میں ذکر کیا ہے مگر خدا ان کے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اگر خدا کے سوا کچھ اور بھی خدا ہوتے تو خدا نہایت پہنچتے اور اس سے جنگ واکرنے کے لیے کوئی راستہ ضرور نکالتے لیکن جب ایسا نہیں ہوا انوراں کا وجود بھی ثابت نہیں۔ لوگ اس پر غور نہیں کرتے کہ جب دو بادشاہ ایک ملک میں حکومت نہیں کر سکتے تو کھلا کھلی خدا کیے خدا کی کر سکتے ہیں۔ اگر کئی خدا ہوتے تو ان کے پیچھے ہوتے انبیاء و مرسلین بھی اسی طرح دنیا والوں کے پاس آتے جن طرح تمہارے وعدہ لاشہ یک کے پیچھے ہوتے برابر آتے رہے۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان ہے ان کا جو نظام ہے وہ انزل سے ان تک ایک ہی سا چلا آ رہا ہے۔ اگر کئی خدا ہوتے تو ان کا نظام اس نظام کے ضرور بر خلاف ہوتا۔ مگر جب ایسا نہیں تو کیسے مان لیا جائے کہ خدا کے شریک کچھ اور خدا بھی ہیں ہر شے خدا کی تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح سمجھتے نہیں۔ ہر ایک کی تسبیح

جدا گز ہے اور حمد کا طریقہ بھی الگ ہے۔ ان کی زبان پر نالا پڑا ہوا ہے۔ اگر ان کو خدا کی طرف سے بولنے کی اجازت مل جائے تو بولنے بھی گنتے ہیں۔ جیسے حضرت رسول خدا کے ہاتھ پر سنگریزوں نے کلمہ پڑھا یا حجر اسود نے حضرت امام زین العابدین کی امامت کی گواہی دی۔ یا حضرت داؤد کے ساتھ پہاڑ اور پرندے بیچ کر نہ تھے۔ جو لوگ خدا کو نہیں مانتے خدا ان کی گردن مروڑ سکتا ہے ان کو ہلاک کر سکتا ہے۔ لیکن وہ عظیم ہے اور خطاؤں کا بخشنے والا ہے۔ اس لئے انہیں دیکھنا ہے اور علم سے کام لیتا ہے۔

وَإِذَا قُرَأَ الْقُرْآنُ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ
حِجَابًا مَّسْتُورًا ۝۳۵ وَجَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي
آذَانِهِمْ وَقْرًا وَإِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْآنِ وَحْدَهُ وَلَوَّاعًا
أَدْبَارَهُمْ نُفُورًا ۝۳۶ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُونَ بِآلِهِمْ إِذْ يَسْتَمِعُونَ إِلَيْكَ
وَإِذْ هُمْ يُخَوِّفُونَ إِنْ يَقُولُ الظَّالِمُونَ إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَّسْحُورًا ۝۳۷

جب تم قرآن پڑھتے ہو تو تمہارے اور ان لوگوں کے درمیان جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے ہم ایک گہرا پردہ ڈال دیتے ہیں اور ہم خود ان کے دلوں پر غلاف چڑھا دیتے ہیں تاکہ یہ اسے سمجھیں ہی نہیں اور ان کے کانوں میں گرانی پیدا کر دیتے ہیں اور جب تم قرآن میں اپنے رب کی توحید کا ذکر کرتے ہو تو وہ اٹل پاؤں تمہارے پاس سے نفرت کر کے بھاگ کھڑے ہوتے ہیں جب یہ تمہاری طرف کان لگاتے ہیں تو ہم جانتے ہیں کہ یہ کیا کان لگا کر سنتے ہیں اور جب یہ آپس میں کان اچھوسی کرتے ہیں تو یہ ظالم (ایمانداروں سے) کہتے ہیں تم تو بس ایک دیوانے آدمی کے پیچھے پڑے ہو۔

جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے جب قرآن میں اس کا ذکر سنتے ہیں تو ان کے کانوں اور تمہاری آواز کے درمیان ایسے دیوار پرے پڑ جاتے ہیں کہ تمہاری کوئی آواز ان کے کان تک نہیں پہنچتی چونکہ وہ خود اسے

مترجم تھے کہ ہمارے قلوب پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں لہذا قدرت نے اسی کو دہرا دیا ہے۔ خدا نے اس کو اپنی طرف نسبت دی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری طرف سے یہ قانونِ فطرت ہے کہ جب کوئی بات کسی کی سننا ہی نہیں چاہتا تو وہ گراں گوش بن جاتا ہے اور اس کا دل اس کے سننے کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتا۔ یہ تو عام طور پر شاہدہ میں آنے کی چیز ہے۔

جب تم قرآن میں صرف خدا کی وحدانیت کا ذکر کرتے ہو اور ان کے معبودوں کا حال نہیں پڑھتے تو وہ بیزار ہو کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں کیونکہ وہ خدا کا وحدہ لا شریک ہونا پسند ہی نہیں کرتے۔ وہ کان لگا کر یہ سننا چاہتے ہیں کہ ان کے معبودوں کی تعریف بھی قرآن میں ہے یا نہیں جب نہیں سنتے تو پوچھتا ہے پاس سے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور چیخے چیخے ایمانداروں سے کہتے ہیں یہ شخص تو معاذ اللہ دیوانہ ہے تم اس کی پیروی کیوں کرتے ہیں۔

خدا نے تو قرآن کو اس لیے نازل کیا ہے کہ لوگ اسے سنیں اور سمجھیں لیکن جب ان شریکین نے اپنے دلوں میں یہ نشان لی ہے کہ یہ سب جھوٹی باتیں ہیں آخرت کوئی چیز نہیں تو پھر ان کے کان بہرے نہ ہوں گے تو اور کہا ہوگا انہیں اس ذکر سے کوئی دلچسپی ہی نہیں۔ وہ کبھی بات کو دل میں جگہ دینے ہی نہیں چاہتے پھر خدا نبرہ کو سنتی ان کے کانوں کی پرگرانی کیوں دُور کرے اور ان کے مستدب کو جبراً ایسا کیوں بنا دے کہ وہ قبول کر لیں۔ اس نے تو کان سننے کے لیے بنائے ہیں اور دل سمجھنے کے لیے یہ فطری قانون ہے لیکن جو اپنی برٹ دھرمی کی بنا پر ابھی بات کو سننا اور سمجھنا چاہتا ہی نہیں۔ خدا کی توفیق اس کا ساتھ کیوں ملے۔ وہ برسے ہیں نہ اندھے نہ بے عقل ہیں انہوں نے خود کو ایسا بنا لیا ہے۔ اس میں خدا پر کیا الزام۔

أَنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا ۝۳۸ وَ
قَالُوا إِذْ كُنَّا عِظَامًا وَرَفَاتًا إِنَّا الْمَبْعُوثُونَ خَلْقًا جَدِيدًا ۝۳۹
قُلْ كُونُوا حِجَارَةً أَوْ حَدِيدًا ۝۴۰ أَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِي صُدُورِكُمْ
فَسَيَقُولُونَ مَنْ يَعْبُدُ نَاقِلَ الَّذِي فَطَرَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ فَسَيُنْغِضُونَ
إِلَيْكَ رُءُوسَهُمْ وَيَقُولُونَ مَتَى هُوَ قُلْ عَلَيْهِ أَنْ يَكُونَ قَرِيبًا ۝۴۱
يَوْمَ يَدْعُوكُمْ فَتَسْتَجِيبُونَ بِحَمْدِهِ وَتَنْظُرُونَ إِلَيْكُمْ إِلَّا قَلِيلًا ۝۴۲

(مے رسول) دیکھو تو (یکجہنم) تمہارے اوپر کسی کیسی پتیلیاں کتنے ہیں۔ یہ گراہ ہو گئے یا وہ حق کو کسی طرح پاسی نہیں کتنے۔ یہ کہتے ہیں کیا ہم جب (مرنے کے بعد گل سڑ کر) ہڈیاں رہ جائیں گے اور ان کا بھی چورا چورا ہو جائے گا تو کیا پھر از سر نو ہم کو پیدا کر کے اٹھا کر اٹھایا جائے گا۔ ان سے تم کہہ دو کہ مرنے کے بعد چاہے تم پتھر بنو یا لوہا یا اور کوئی چیز جو تمہارے خیال میں اس سے زیادہ سخت ہو (وہ ضرور زندہ ہوگی) وہ عنقریب تم سے پوچھیں گے ہمیں کون دوبارہ زندہ کرے گا تو تم ان سے کہہ دو جس نعم تم کو پہلی بار پیدا کیا ہے (وہی دوبارہ زندہ کرے گا) اس پر یہ لوگ تمہارے سامنے سڑکائیں گے اور کہیں گے ایسا کب ہو گا تم کہہ دو عنقریب ہی ہو گا جس دن خدا تمہیں بلائے گا تو تم اس کی حمد و ثنا کرتے ہوئے اس کی تعمیل کرو گے اور خیال کرو گے (مرنے کے بعد قبروں میں) بڑھت ہی کم ٹھہرے۔

کفار و مشرکین جنسوں کی خدمت میں اگر مختلف قسم کے سوال کرتے تھے اور جب حضور جواب دیتے تھے تو اس کو صحیح زمان کر سوزہ بن سے سڑکاتے تھے۔ مجملہ اور سوالوں کے ایک سوال یہ تھا کہ جب بدن یہاں گل سڑ کر رہ جائے گا اور ہڈیاں تک زندہ رہیں گی تو پھر ہمارے سر سے زندہ ہونا کیا معنی۔ خدا فرماتا ہے، مے رسول تم ان سے کہہ دو کہ ہڈیوں کا کیا ذکر اگر تمہارے بدن پتھر یا لوہے یا اس بھی زیادہ سخت چیز کے ہوں تب بھی وہ دوبارہ زندہ کیے جائیں گے۔

اب انہوں نے دوبارہ سوال کیا کہ ہمیں دوبارہ کون زندہ کرے گا؟ اس کا جواب خدا کی طرف سے آیا کہ وہی زندہ کرے گا جس نے تمہیں اول بار پیدا کیا تھا۔ اس پر تم نے کیوں نہیں نعت کیا۔ آخر یہ گوشت پوسٹ اور ہڈیاں کہاں سے آگئے۔ جو خدا تمہیں عدم سے وجود میں لانے پر قادر ہے وہ تمہیں دوبارہ زندہ کرنے پر کیوں نہیں قدرت رکھتا۔ اس کے بعد انہوں نے یہ سوال اٹھایا کہ ایسا کب ہو گا۔ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ بہت جلد ہو گا تم اس دنیا کی عمر کا حساب اپنے سینے کردہ سالوں سے لگاتے ہو لیکن قدرت کے یہاں ایک دوسرا حساب ہے۔ تمہارے ہزار سال قدرت کی نظر میں ایک دن کے برابر ہیں۔ وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّنْ قَدْرٍ (۱۵۸) اس لحاظ سے اجماعی تم کو دنیا میں بسے ہوئے دن کے دن ہوتے ہیں۔ خدائی حساب سے وہ وقت جلد ہی آنے والا ہے۔

جب تم قبروں سے اٹھائے جاؤ گے تو خدا کی حمد کرتے اٹھو گے۔ دنیا میں تم نے فطرت کو مسل مسل کر رکھا تھا اور خدا کے وجود سے انکار کرتے رہے تھے مگر وہاں فطرت اپنے اصلی رنگ میں ہوگی اور اپنے خالق و مبدئ کی حمد کرتی ہوئی اٹھے گی۔ وہاں اس پر تمہارا زور نہ چلے گا۔ اس وقت تم کو یہ خبر بھی نہ ہوگی کہ تم کتنی مدت قبر میں رہے ہو۔

اس قسم کے سوالات کفار و مشرکین کے دلوں میں اس لیے پیدا ہونے لگے کہ تقریباً چھ سو برس تک انبیاء کا آنا بند رہا تھا۔ اس کو زمانہ فطرت کہتے ہیں۔ اس مدت میں جہالت کا ایسا شدید دور دورہ تھا جس کی مثال نہیں ملتی۔ فطرت کے قوانین سے لوگ قطعاً بے خبر ہو گئے تھے۔ آخرت کا خیال دلانے والا کوئی نہ تھا۔ ان کے عقیدہ میں سب کچھ یہ دنیا ہی تھی۔ آنحضرت کے ظہور کے بعد جب یہ سینکڑوں برس کا بیٹولا ہوا تو ان کے سامنے رکھا گیا تو وہ بولکھا گئے۔ قیامت کے ذکر سے انہیں وحشت ہونے لگی پرسش اعمال کا جس کے دلوں میں دھڑکا ہوا تھا دوبارہ زندہ ہونے کا ضد شدی نہ تھا اب جو یہ اذکار ان کے کانوں میں پڑے تو دینِ سلام سے انہیں نفرت پیدا ہوئی۔ کیونکہ سر عمل پر اعتقاد رکھنے والے لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ ان کو زندگی کا مزہ کھرا ہوا دکھائی دینے لگا۔ اور آخرت کا تصور وبال جان سمجھا جانے لگا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ کجرا کجرا مختلف قسم کے سوالات آنحضرت سے کرتے تھے۔ اور کسی جواب سے انہیں تسکین نہ ہوتی تھی۔ کیونکہ ان کی آزادی اعتقاد کے کجی حال میں پسند نہیں چاہتی تھی۔ بت پرستی میں انہیں ہر قسم کی آزادی نصیب تھی۔ ایمان لانے کے بعد چونکہ وہ سلب ہو جاتی اس لیے بھی وہ ایمان لانے سے گریز کرتے تھے اور دل سے چاہتے تھے کہ اگر رسول کی رسالت کی تکذیب ہو جائے تو ان کے سر سے ایک ابارا اتر جائے۔

وَقُلْ لِعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ بَيْنَهُمْ وَإِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِينًا ﴿۵۳﴾ رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِكُمْ إِنَّ لَئِن شَاءَ بِرَحْمَتِكُمْ وَأَنْ يَشَاءَ بِكُمْ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا ﴿۵۴﴾ وَرَبُّكَ أَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلَى بَعْضٍ وَاتَّبَعْنَا أَوْدَ زُبُورًا ﴿۵۵﴾ قُلْ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا ﴿۵۶﴾ أُولَئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَى رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَ اللَّهِ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ﴿۵۷﴾

(اے رسول) میرے بندوں (مؤمنوں) سے کہہ دو (کہ کافروں سے) یہ نرمی سے بات کریں کیونکہ شیطان تو ایسی ہی باتوں سے فساد ڈلواتا ہے بیشک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے اللہ تمہارے حال سے خوب واقف ہے اگر چاہے گا تو تم پر رحم کرے گا اور اگر چاہے گا تو تم پر عذاب کرے گا۔ اے رسول تم نے تمہیں ان کا (ان کے اعمال کا) ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا۔ تمہارا رب جو کچھ زمین و آسمان میں ہے اس کا جاننے والا ہے اور بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دی ہے اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی (اے رسول) مشرکوں سے کہہ دو کہ خدا کے سوا جن کو تم (اپنا مبدؤ سمجھ کر) پکارتے ہو (پکار دیجو) وہ تو تمہاری کئی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں نہ بدل سکتے ہیں۔ یہ مشرک جن کی عبادت کرتے ہیں وہ خود اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے پھرتے ہیں کہ (دیکھیں ان میں سے) کون زیادہ قربت رکھتا ہے اور خدا کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں بے شک تمہارے رب کا عذاب ڈرنے کی چیب زب ہے۔

کبھی کبھی ایسا ہوتا تھا کہ جب مشرکین سے مسلمانوں کا مباحثہ ہوتا تھا تو مسلمان ان کی توہین آمیز باتوں پر منتقل ہو جاتے تھے اور سخت کلامی کرنے لگتے تھے خدا ان کو ہدایت کرتا ہے کہ ایسا نہ کرو۔ اس طریقہ سے ہدایت کا کام رک جائے گا اور شیطان کا جو منشا ہے وہ بڑا ہو جائے گا۔ وہ تمہارا لپکا دشمن ہے وہ تو یہی چاہتا ہے کہ کسی طرح ہدایت کے کام میں رخنہ پڑ جائے۔ تم کسی سے یہ بھی نہ کہو کہ تو دوزخی ہے اور میں صفتی ہوں۔ تمہارے کہنے سے کوئی دوزخی یا صفتی نہیں بن جاتا۔ یہ کام تو خدا کے اختیار میں ہے جس پر چاہے رحم کرے اور جس پر چاہے عذاب کرے۔ جنت و دوزخ کے تقسیم کرنے والے تم نہیں ہو۔ ہم نے رسول کو بھی اس کا ذمہ دار نہیں بنایا۔ جو کچھ آسمان و زمین میں ہوتا ہے خدا وہ سب کچھ جانتا ہے لہذا وہ اپنے علم کے مطابق جیسا فیصلہ چاہے گا کرے گا۔

مشرکین آنحضرت کو ذلیل نکاہوں سے دیکھتے تھے اور کہتے تھے کہ انبیاء پہلے گزر چکے ہیں فضیلت ان ہی کے لیے تھی۔ تم نبی نبی بچوں والے آدمی ہو۔ دنیا کے معاملات میں پہلے ہوئے تم کو نہ ہم پر فضیلت ہے نہ تم رسول اللہ ﷺ کے قابل ہو۔ خدا ان کے جواب میں فرماتا ہے کہ تم کیا جانو کہ انبیاء کے درمیان فضیلت کو تم نے کس بنا پر قائم کیا ہے۔ داؤد سلطنت کے مالک تھے بال بچوں والے بھی تھے مگر اس سے ان کے ایمان میں کوئی مشرق پیدا نہیں ہوا اور ہم نے ان کو اپنا رسول بنایا اور زبور عیسیٰ کتاب بھی دی پس تمہارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حقارت کی نظر سے کیوں دیکھتے ہو۔ ہمارے تمام انبیاء صاحب اہل و عیال ہوئے ہیں لیکن اس سے تمہارا رسالت میں رکاوٹ پیدا ہوئی نہ ان کی فضیلت میں فرق آیا۔ بلکہ اہل و عیال کے ساتھ رہ کر تو ان کی پاکیزگی نفس کا

اور زیادہ ثبوت ملا۔ تم مشرکین سے کہو جن کو تم خدا سمجھتے ہو ذرا وقت صحبت پکار کر دیکھو تو سہی۔ دیکھیں تو وہ تمہاری صحبت میں کیا کام آتے ہیں۔ کیا خاک کام میں آئیں گے نہ کسی تکلیف کو تم سے دور کر سکیں گے نہ زیادہ تکلیف کو تم تکلیف سے بدل سکیں گے۔ وہ تو خود خدا کی قربت کا وسیلہ تلاش کرنے والے ہیں تاکہ خدا سے زیادہ قرب ہو جائیں۔ اور جب وہ خود محتاج امداد ہیں تو تمہارا تمہاری کیا مدد کر سکیں گے۔ یعنی یہ بت جن بڑے لوگوں کی یاد میں تم نے بنا رکھے ہیں وہ بھی تمہاری مخلوق تھے اور ہماری امداد کے محتاج اور ہم سے ڈرنے والے تھے۔ جب وہی تمہارے کام نہیں آسکتے تو تمہارا ان کے مجھے جو تم نے بنا رکھے ہیں کیا کام آئیں۔ یہ تو بے حس و بے جان ہیں۔ اپنے منہ پر آئی تکھی نہیں اڑا سکتے۔

جو لوگ حضرت عیسیٰ یا حضرت مریم یا فرشتوں کو خدا مانتے ہیں ان سے کہا جا رہا ہے کہ تمہارے یہ مبدؤ تو خود خدا کے تقرب کے خواہاں ہیں اگر یہ سچ سچ خدا ہوتے تو پھر خدا سے دعا کیوں کرتے۔

وَإِنْ مِنْ قَرِيْبَةٍ إِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ أَوْ مَعَدِّبُوْهَا
عَذَابًا شَدِيْدًا ۗ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝۵۸ وَمَا مَنَعْنَا
اَنْ نُرْسِلَ بِالْآيٰتِ اِلَّا اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ۗ وَاتَّبَعْنَا مُوَدَّ النَّاقَةِ
مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ۗ وَمَا نُرْسِلُ بِالْآيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ۝۵۹ وَذَقْنَا
لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ۗ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِي اَرٰيْنَاكَ اِلَّا
فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَۃَ فِي الْقُرْاٰنِ ۗ وَنُحُوْفُهُمْ ۗ فَمَا
يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طَغْيًا ۗ نَا كَبِيْرًا ۝۶۰

کوئی بستی ایسی نہیں ہے مگر قیامت سے پہلے ہم اُس کے رہنے والوں کو ہلاک کر دیں گے (یا منافقانی کی وجہ سے) اُن پر سخت عذاب نازل کریں گے۔ یہ کتاب (الوح محفوظ) میں لکھا ہوا ہے یہیں

معجزات کے بھیجنے میں اور کوئی شے مانع نہیں ہوتی مگر یہ کہ پہلے لوگوں نے انہیں جھٹلایا اور ہم نے نمود کو (معجزہ سے) اونٹنی عطا کی جو ہماری قدرت کو دکھانے والی تھی۔ ان لوگوں نے اس پر ظلم کیا (مار ڈالا) ہم تو معجزات صرف ڈرانے کے لیے بھیجا کرتے ہیں۔ (اے رسول وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے تم سے کہا کہ تمہارے پروردگار نے ہر طرف سے لوگوں کو بکھیر رکھا ہے (کہ تمہارا کچھ بگاڑ نہیں سکتے) اور ہم نے جو خواب تمہیں دکھایا تھا تو ہم نے اُسے لوگوں کی آزمائش کا ذریعہ بنایا تھا اور اس طرح وہ درخت جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے (باسعش آزمائش ہے) ہم نے باوجودیکہ لوگوں کو طرح طرح سے ڈرایا مگر ان کی سسرکشی بڑھتی ہی چلی گئی۔

پہلی آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اس دُنیا میں کوئی ہمیشہ رہنے کے لیے نہیں آیا۔ ہر جہتی کے باشندے قیامت سے پہلے ایک نہ ایک دن یا تو طبعی موت سے مر جائیں گے یا پھر عذابِ خدا سے ہلاک ہوں گے۔ یہ کتاب (لوح محفوظ) میں لکھا جا چکا ہے اُسے کوئی بدل نہیں سکتا۔ معجزات کا سلسلہ ہم نے اس لیے بند کر دیا کہ لوگ انبیاء کو جھٹلاتے تھے اور کوئی فائدہ ان سے حاصل نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ بہت سے انبیاء کو ہم نے مجیزہ معجزہ ہی کے ہرابت کا حکم دیا۔

ہم نے صالح کی قوم کی خواہش پر پہاڑ سے اونٹنی نکالی جو ہماری قدرت کی ایک نشانی تھی لیکن ان ظالموں نے اس کی کوئی قدر نہ کی اور اُسے مار ہی ڈالا۔ ہم آیات کو ڈرانے کے لیے بھیجا کرتے ہیں مگر اس پر بھی لوگ نہیں ڈرتے۔

جس خواب کا ذکر ہے یہ وہ خواب ہے جو حضرت رسولؐ نے دیکھا تھا کہ نبی امیر حضرت کے منبر پر بندوں کی طرح اُٹھک رہے تھے۔ اس خواب کو دیکھتے ہی حضرت رسولؐ خدا بخیرہ ہونے کے پیر عمر بھرنے بنتے اور جس درخت پر لعنت کی گئی ہے اس سے مراد مروان بن حکم اور اس کی اولاد ہے جو حضرت عثمانؓ کا ذریعہ تھا اور جس کو حضرت رسولؐ نے اس کی شہادت کی وجہ سے مدینہ سے نکلوا دیا تھا اور اس کو لوگوں پر رسولؐ کہا کرتے تھے۔
(تفسیر درشنشور جلد ۱ ص ۱۹۵ مطبوعہ مصر)

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ قَالَ
عَسَىٰ أَكْبَرُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِينًا ۗ قَالَ أَرَأَيْتَكَ هَذَا الَّذِي كَرَّمْتَ
عَلَىٰ زَلَيْنِ أَعْرَتْنِ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَاحْتِنِكِنَّ ذُرِّيَّتَهُ

إِلَّا قَلِيلًا ۖ قَالَ أَذْهَبَ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَإِنَّ جَهَنَّمَ جَزَاءُكُمْ
جَزَاءً مَوْفُورًا ۗ وَاسْتَفْزِزْ مَنْ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصُوتِكَ وَأَجْلِبْ
عَلَيْهِمْ بِجَنبِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ وَعَدْلِهِمْ
وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا عُرْوًا ۖ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ
سُلْطَنٌ ۖ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ وَكِيلًا ۗ

جب ہم نے ملائکہ سے کہا آدم کو سجدہ کرو۔ انہوں نے سجدہ کر لیا مگر ابلیس نے نہ کیا اُس نے کہا کیا میں اُسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے اور (شوخی سے) بولا بھلا دیکھو تو سہی یہی وہ شخص ہے جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے اگر تو مجھے قیامت تک مہلت دے تو میں (دعویٰ سے کہتا ہوں) تھوڑے لوگوں کے سوا اس کی نسل کی جڑ کاٹنا ہوں گا۔ خدا نے فرمایا جیل دور ہو ان میں سے جو کوئی تیری پیروی کرے گا تو (یاد رہے) سب کی سزا جہنم ہوگی۔ وہ بھی پوری پوری خزا ان میں سے جن پر (چکنی چھپڑی) باتوں سے قابو پاسکے بہکا اور اپنے چیلوں کے (شکر) سوار اور پیانے سے پڑھائی کرو اور مال و اولاد میں ان سے شرکت کر لے اور خوب وعدے کر (یہ سب بیکار ہوگا) اور شیطان تو ان سے جو وعدے بھی کرتا ہے دھوکہ کے سوا کچھ نہیں ہوتا جو میرے خاص بندے ہیں ان پر تیرا زور نہیں چل سکتا اور کار سازی کے لیے تیرا پروردگار کافی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ شیطان کا بھی ایک لشکر ہے۔ مفسرین نے اس کے دو معنی رکھے ہیں ایک یہ کہ جب کسی شخص کے بچے پیدا ہوتے تو اس کے ساتھ ہی ایک بچہ شیطان کے بھی پیدا ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ شیطان نے جو قوج بنائی ہے وہ بنی آدم ہی سے بنائی ہے وہ لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈال کر ان کے ذریعے دوسروں کو بہکا تا ہے۔ یعنی آدمی کا شیطان آدمی ہی ان جاتا ہے۔ یہی صحیح ہے۔

مال و اولاد میں شرکت کا یہ طلب ہے کہ جو اولاد زنا سے پیدا ہوتی ہے چونکہ وہ شیطانی کام ہے لہذا وہ اُمی کی اولاد ہوتی اور مال میں شرکت کا یہ طلب ہے کہ حرام مال انسان شیطانی وسوسے حاصل کرتا ہے۔ جو لوگوں

شیطان و سرور کا شکار نہیں ہوتے وہی خدا کے خالص بندے ہیں۔

رَبُّكُمْ الَّذِي يُرْجِي لَكُمْ الْفَلَكَ فِي الْبَحْرِ لِيَتَّبِعُوا مِنْ فَضْلِهِ ۗ إِنَّهُ
كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ﴿۶۱﴾ وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ
تَدْعُونَ إِلَّا آيَاهُ ۗ فَلَمَّا نَجَّكُمْ إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ ۗ وَكَانَ
الْإِنْسَانُ كَفُورًا ﴿۶۲﴾ أَفَأَمِنْتُمْ أَنْ يَخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ أَوْ يُرْسِلَ
عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوا الْكُمَّ وَكَيْلًا ﴿۶۳﴾ أَمْ أَمِنْتُمْ أَنْ
يُعِيدَ كُمْ فِيهِ تَارَةً أُخْرَى ۗ فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِنَ الرِّيحِ
فَيُغْرِقَكُم بِمَا كَفَرْتُمْ ۗ ثُمَّ لَا تَجِدُوا الْكُمَّ عَلَيْنَا بِهِ تَبِيعًا ﴿۶۴﴾

تمہارا پروردگار وہ ہے جو سمندروں میں جہازوں کو چیلانا ہے تاکہ تم اپنی معاش تلاش کرو۔ بیشک وہ تم پر رحم کرنے والا ہے۔ جب تمہیں سمندر کے سفر میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو خدا کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ سب غائب ہو جاتے ہیں لیکن جب خدا نے تمہیں نجات دے کر خشکی پر پہنچا تو تم اس سے منہ موڑ بیٹھے اور انسان بڑا ہی ناشکر ہے تو کیا اس کا اطمینان ہو گیا کہ وہ تمہیں خشکی کی طرف لے جا کر (قارون کی طرح) زمین میں نہ دھنسا لے گا یا تم پر (قوم لوط کی طرح) پتھروں کا مینہ نہ برسائے گا اس وقت تم کسی کو اپنا مددگار نہ پاؤ گے یا تمہیں اس طرف سے اطمینان ہو گیا ہے کہ تم کو دوبارہ اسی سمندر میں لے جائے اور ہوا کا ایسا جھوٹا کالے آئے کہ (جہاز کے) پر چھپے اڑ جاؤ اور پھر تمہیں (کفر کی سزا میں) ڈبو کر ہلاک کر دے اور تم کو کوئی ایسا حمایتی نہ ملے جو ہمارا پیچھا کر کے تمہیں ہمارے عذاب سے بچالے۔

خدا اپنے احسانات کا ذکر کر رہا ہے۔ یہ خدا ہی کا تو فضل ہے کہ تم تلامذہ شیزہ سمندروں میں جہازوں کو لیے پھرتے ہو اور ملکوں ملکوں سے تجارت کر کے اپنی روزی بہم پہنچاتے ہو۔ اگر جہاز طوفان میں آجائے تو اس وقت خدا کے سوا تمہیں کون سجاتا ہے جن جھوٹے معبودوں کی تم عبادت کرتے ہو جب انہیں مدد کے لیے پکارتے ہو تو کیا وہ تمہاری مدد کرتے ہیں وہ تو سب غائب ہو جاتے ہیں خدا ہی طوفان سے بچا کر لانا ہے۔ خشکی میں بھی اگر چاہتا تو زمین میں دھنسا دیتا یا پتھر برساکر ہلاک کر دیتا۔ غرض کہ ہر طرح تمہاری زندگی اور موت پر اسے اختیار ہے تم اس خدا کو چھوڑ کر ایسوں کو خدا مانتے ہو جنہیں کوئی قوت حاصل نہیں۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ
الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا ﴿۶۵﴾ يَوْمَ نَدْعُوا
كُلَّ إِنْسَانٍ بِإِمَامِهِمْ ۗ فَمَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَأُولَٰئِكَ
يَقْرَأُونَ كِتَابَهُمْ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا ﴿۶۶﴾

ہم نے اولاد آدم کو عزت دی اور خشکی اور تری میں (جیوانوں اور کشتیوں کے ذریعے) ہم ان کو لیے پھرے اور ہم نے ان کو پاک چیزوں کا رزق دیا اور ہم نے ان کو اپنی کثیر مخلوق پر ترجیح دی اُس دن کو یاد کرو جب ہم ہر گروہ کو اُس کے امام کے ساتھ بلائیں گے پس جس کے دائیں ہاتھ میں اُس کی کتاب دی جائے گی وہ (خوشی سے) اپنی کتاب پڑھیں گے اور اُن پر ذرا سا ظلم بھی نہ کیا جائے گا۔

انسان پر یہ اللہ تعالیٰ کا لطف و محرم ہے کہ اپنی تمام مخلوقات پر اس کو اشرافیت عطا کی اور ان پر اس کو قابو عطا فرمایا۔ وہ خشکی میں جانوروں کی پشت پر سوار ہو کر منہ لیں طے کرنا ہے اور تری میں کشتیوں اور جہازوں پر چہاں چاہتا ہے چلا جاتا ہے۔ پھر گندی چیزوں کے رزق سے اس کو بچایا۔ پاک صاف رزق اس کو عطا کیا اور اپنی کثیر مخلوق پر اس کو فضیلت دی۔ ہر مخلوق اس کے سامنے اپنا سر نیاز خم کیے ہوئے ہے۔ اس کے بعد دیکھنا ہے کہ وہ کیا کرتا ہے قیامت دن ہر گروہ کو اس کے امام کے ساتھ بلا جائے گا۔ جنہوں نے نیک عمل کیے ہوں گے ان کا ناسخ اعمال دہنے ہاتھ میں دیا جائے گا اور وہ خوش ہو کر اس کو پڑھیں گے۔

ہرگز وہ کو امام کے ساتھ اس لیے بلا یا جائے گا کہ وہ لوگوں کے اعمال کی گواہی دے۔ امام دو قسم کے ہوتے ہیں ایک امام ہدایت کرنے والا ہوگا دوسرا گمراہ کرنے والا۔ جو گمراہ کرنے والا ہوگا اسے بھی اس کے پیروؤں کے ساتھ سزا دی جائے گی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر زمانہ میں ایک امام معصوم کا ہونا ضروری ہے جو ان کو ہدایت کھنکھے ہر انسان کو لازم ہے کہ وہ اپنی فضیلت کو برقرار رکھنے کی کوشش کرے۔ بد اعمال انسان کی فضیلت خدا کی کوئی مخلوق تسلیم نہیں کرے گی۔ جو شخص خدا کو چھوڑ کر پیچھوں، درختوں اور حیوانوں کو اپنا معبود بنا تا ہے وہ ان کے سامنے اپنا سر نیا زخم کرتا ہے وہ کیوں اس کی فضیلت کو تسلیم کریں گے۔ یہی وجہ ہے کہ پیچھوں یا درخت یا حیوان، گنہگار انسانوں کی بات کا ز جو اب دیتے ہیں نہ ان کا حکم سجالاتے ہیں لیکن جو معصوم ہستیاں ہوتی ہیں ان کے مطیع و فرمانبردار بن جاتے ہیں۔

وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ وَاضِلٌ سَبِيلًا ﴿۴۲﴾
 وَإِنْ كَادُوا لَيَفْتِنُونَكَ عَنِ الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهُ ۖ وَإِذَا لَا تَخَذُوكَ خَلِيلًا ﴿۴۳﴾ وَلَوْلَا أَنْ ثَبَّتْنَاكَ لَقَدْ كِدَّتْ تَرَكُنَ إِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا ﴿۴۴﴾ إِذَا لَا ذَقْنَاكَ ضِعْفَ الْحَيَاةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيرًا ﴿۴۵﴾

جو شخص اس دنیا میں (جان بوجھ کر) اندھا بنا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا ہی رہے گا اور نجات دہانے سے بھٹکا ہوا۔ اے رسول لوگوں نے اس کوشش میں کوئی کمی نہیں کی کہ جو قرآن ہم نے تمہارے پاس بذریعہ وحی بھیجا ہے اس سے بہکائیں تاکہ تم قرآن کے علاوہ دوسری باتوں کا افترا بنا دو اگر تم یہ کر گزرتے تبت لوگ تمہیں اپنا سچا دوست بنا لیتے اگر تم تم کو ثابت قدم نہ رکھتے تو تم بھی ضرور ذرا جھکنے لگتے اور اگر تم ایسا کرتے تو ہم اس وقت تم کو زندگی میں بھی اور نہ پھر بھی دوہرے دوہرے عذاب کا مزہ چکھا دیتے اور پھر تم کو ہمارے مقابلہ میں کوئی مددگار نہ ملتا۔

پہلی آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اس دنیا میں سمجھ بوجھ سے کام نہیں لیتا اور اپنے ہادی و رہنما کو نہیں پہچانتا باوجود آنکھیں کھولنے کے اندھا بنا ہوا ہے تو آخرت میں بھی اندھا ہی بنا رہے گا۔
 مشرکین کی بڑی خواہش یہ تھی کہ کسی طرح حضور اپنی تبلیغ سے رک جائیں اس بارہ میں جو کچھ کر سکتے تھے وہ سب کیا رشتہ کہا۔ مجنون کہا۔ طرح طرح ستایا بھی۔ بڑے بڑے لالچ بھی دیے۔ فریب سے بھی کام لیا لیکن جب کسی طرح مطلب برآری نہ ہوئی تو آخر میں مصاحبت پر آم آئے یعنی آنحضرت ان کے بتوں کو ٹرا کھینا چھوڑ دیں۔ اس کے عوض وہ ان کو اپنا سردار تسلیم کر لیں گے۔ ان کے سامنے دولت کے ڈھیر لگا دیں گے۔ مگر آنحضرت ان کی کسی بھی پیشکش پر راضی نہ ہوئے۔

سورہ النجم کی شرح کے سلسلہ میں بعض مفسرین نے غضب ڈھا ہے کہ جب مشرکین نے آنحضرت کی خوشامد و آمد کی تو آپ نے اختلافاً کچھ نرم بڑ گئے۔ چنانچہ جب سورہ النجم نازل ہوئی اور آپ مشرکین کو سنانے لگے تو جب اس آیت پر پہنچے اذراء نائم اللبث والعزیٰ وَمِنۡهُ الشَّالِیۡةُ الْاٰخِرَۃُ۔ ”پہلے“ (بھلا تم نے لات وغیرہ کی اور تیسرے پھیلے منات کو دیکھا) تو شیطان نے آپ کی زبان پر یہ الفاظ جاری کر دیے تَاٰکَ الْغَرَابِیۡبِ الْاٰوَّلٰی اِنْ شَفَعَا عَلَیْہِمْ لَسَ تُوۡجِیۡ اِیۡہِمْ a

اور کہنے لگے بس اب بات بن گئی۔ (استغفر اللہ) ”ایسے نفقہ کی تفسیر ضبط کر کے جلادینی چاہئے“ (کاتب) بعض نے یہ وجہ لکھی ہے کہ فوج مکہ کے بعد جب آنحضرت نے غزہ کعبہ میں حضرت علیؑ کے ساتھ جا کر بت شکنی شروع کی تو مشرکین بلجاہت کہتے تھے صرف ایک بت کو جو کہ مرہ پر ہے چھوڑ دیجئے۔ حضرت اس پر آم ہی ہو گئے لیکن بعد میں آپ نے اس کے بھی ٹکڑے کر ڈیئے۔

بھلا غور کیجئے ایک نبی اور وہ بھی قائم الانبیا جس کا مشن ہی بتوں کو توہن بن کرنا تھا اس طرف کیسے مائل ہو سکتا تھا۔ مذکورہ بالا آیت میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ فرضی طور پر رسول کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے۔ بعض مسلمانوں پر یہ ظاہر کرنا ہے کہ اور ان کا کیا ذکر اگر ہمارا نبی ہی بت شکنی کی طرف ذرا سا رجحان ظاہر کرے اور بت پرستوں سے میل جول کی طرف مائل ہو تو ہم اس پر بھی دُعا عذاب نازل کر دیں گے لہذا تم کو بت پرستوں کی چٹنی چٹپٹی باتوں میں اس کو ان کی دوستی کی طرف مائل نہ ہونا چاہیئے اور بتوں کی مذمت سے نہ رکنا چاہیئے۔ اپنے دین پر مضبوط ارادہ کے ساتھ ثابت قدم رہو اور ذرا سا بھی ان کی طرف مائل نہ ہو۔

وَإِنْ كَادُوا لَيَسْتَفِزُّوكَ مِنَ الْأَرْضِ لِيُخْرِجُوكَ مِنْهَا وَإِذَا لَا يَلْبَثُونَ خِلفَكَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿۴۶﴾ سُنَّۃٌ مِّنۡ قَدَرٍ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِّنۡ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلًا ﴿۴۷﴾

یہ لوگ نہیں کہہ رہے ہیں (مکہ) سے دل برداشتہ کرنے لگے تاکہ وہاں سے (شام کی طرف) نکال باہر کریں لیکن اگر ایسا کرتے تو تمہارے جانے کے بعد یہ لوگ چند روز کے سوا یہاں ٹھہر ہی نہ پاتے تم سے پہلے جتنے رسول ہم نے بھیجے ان سے ہمارا یہی طریقہ رہا اور ہمارے طریقہ میں تم کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے۔

شان نزول یہ ہے کہ یہودیوں کا ایک وفد حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا تمام انبیاء ملک شام میں قیام پذیر ہے۔ ان کے خلاف آپ نے اپنا مسکن مکہ کو بنایا یہ سنت انبیاء کے خلاف ہے لہذا اگر آپ یہاں سے منتقل ہو کر شام چلے جائیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ حضرت کی طبیعت کا میلان کچھ اس طرف ہوا مگر خدا نے منع کر دیا۔ اور یہ بتا دیا کہ آپ سے پہلے جو رسول ہم نے بھیجے ان کے ساتھ بھی ہمارا یہی دستور رہا کہ لوگوں نے جس سر زمین سے ان کو نکالا وہ خود بھی چند روز سے زیادہ وہاں نہ رہ سکے اور ذلت کے ساتھ نکال بیٹھے گئے۔ پس خدا کے اس دستور کو کوئی بدل نہیں سکتا۔

یہودیوں کا یہ ایک فریب تھا۔ وہ جانتے تھے کہ مدینہ میں چونکہ آنحضرت کی جماعت زیادہ ہو گئی ہے لہذا کسی صورت سے اُسے توڑا جائے۔ جب حضرت یہاں سے چلے جائیں تو سٹوڑے سے مسلمان آپ کے ساتھ جا سکیں گے باقی جو رہ جائیں گے ان کو ہم آزار پہنچا کر بالآخر دے کر اپنے میں شامل کر لیں گے۔

مشرکین مکہ نے اسی خیال سے آنحضرت کو مکہ سے نکلنے پر مجبور کیا تھا کہ غیر وطن میں جا کر انہیں کامیابی نہ ہوگی اور اہل مکہ ان کے زیر اثر آنے سے بچ جائیں گے لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند روز بعد ہی ان پر مصیبت نازل ہو گئی۔ فسق مکہ کے بعد وہ آنحضرت کے قدموں پر سر رکھے ہوئے جان کی امان چاہ رہے تھے اور بہت سے لوگ ترک وطن کر کے نکل بھاگے۔

اقِمِ الصَّلَاةَ لِذُلُولِكِ الشَّمْسِ إِلَى عَسْقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ ۖ إِنَّ
قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا ﴿۸۸﴾ وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً
لَكَ ۗ عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا ﴿۸۹﴾ وَقُلْ رَبِّ
ادْخِلْنِي مَدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مَخْرَجَ صِدْقٍ ۚ وَأَجْعَلْ
لِي مِنْ لَدُنْكَ سُلْطَانًا نَصِيرًا ﴿۹۰﴾ وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۗ

إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ﴿۸۱﴾ وَنُنزِلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شَفَاءٌ
وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۗ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾

نماز پڑھو سورج کے ٹھنڈے سے ات کے اندھیرے تک (نماز ظہر عصر مغرب و شام) اور نماز صبح بھی کیونکہ نماز صبح پر (دن رات دونوں کے فرشتوں کی) گواہی ہوگی اور رات کے خاص حصہ میں نماز تہجد پڑھا کر و بیعت تمہاری (خاص) فضیلت ہے قرابت کہ (قیامت کے دن) خدا تم کو مقام محمود و نیک پہنچائے اور یہ دُعا مانگا کرو کہ اے میرے پروردگار مجھے جہاں پہنچا اچھی طرح پہنچا اور مجھے جہاں سے نکال اچھی طرح نکال اور مجھے خاص اپنی بارگاہ سے ایک صاحبِ قوت مددگار عطا فرما جس سے ہر قسم کی مدد پہنچے لے رسول کہہ دو کہ (دین) حق آگیا اور باطل نیست مانا ہو۔ اس میں شک نہیں کہ باطل مٹنے والا ہی تھا۔ ہم تو قرآن میں وہی چیز نازل کرتے ہیں جو مؤمنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے مگر (خدا) نافرمانوں کے لیے تو کھٹے کے سوا کچھ بڑھانا ہی نہیں۔

صبح کی نماز پڑھنا چونکہ نیند کے غلبہ کی وجہ سے دشوار ہوتا ہے اس لیے اس کا خاص طور سے ذکر کیا گیا ہے نماز تہجد میں رسول کے لیے خاص فضیلت کا اظہار کیا گیا ہے۔ چنانچہ آنحضرت کی نماز تہجد کبھی قضا نہ ہوتی تھی۔ عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا ﴿۸۹﴾ اے ابن عباس سے مروی ہے کہ جب حضرت مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے چلے تو دُعا کرنے کے لیے خدا کا حکم پہنچا۔ آپ نے دُعا کی جسے خدا نے قبول فرمایا۔ اور یوں سچ کر دکھایا کہ جب مکہ فتح ہوا تو آپ نماز کعبہ میں تشریف لائے اور اُسے بتوں سے پاک کیا۔ اس واقعہ کو امام احمد بن حنبل نے اپنی سند میں جابر بن عبد اللہ انصاری سے یوں بیان کیا ہے کہ جب ہم مکہ میں رسول اللہ سے ساتھ داخل ہوئے تو خانہ کعبہ میں آئے وہاں تین سو ساٹھ بت خانہ کعبہ کے گرد عرب کے مختلف قبیلوں کے پوجنے کے واسطے نصب تھے حضرت رسول خدا نے ان کے گرانے کا حکم دیا چنانچہ وہ سب بت گرا دیئے گئے۔ آخر ایک بہت بڑا بت جس کا نام بَہل تھا اور اوپر نصب تھا باقی رہ گیا جب اس کو آپ نے دیکھا تو حضرت علیؓ نے فرمایا تم میرے شانوں پر چڑھو یا میں تمہارے شانوں پر چڑھوں اور اس کو گرا دیں حضرت علیؓ نے عرض کی، آپ میرے شانوں پر سوار ہوں۔ عرض حضرت رسول خدا ان کے شانوں پر چڑھے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا مجھے اس وقت نبوت کا بار بہت گراں گذرا مجھ سے کبھی ممکن نہ تھا کہ اپنے کو حرکت سے سکون۔ تب آپ آگے اور مجھے اپنے شانوں پر سوار کیا۔ عرض جب میں سوار ہوا تو خدا کی قسم میں نے اپنے کو

اس قدر بلند پایا کہ اگر چاہتا تو آسمان کو چھو لیتا۔ سچ ہے س
 علی بردوش آسمند پیشم بدوود عیاش سشد معنی نور علی نور
 آپ نے نبیل کو کھا کر زمین پر پھینکا یہاں تک کہ حضرت رسول نے فرمایا جَاءَ الْحَقُّ وَوَقَّى الْبَاطِلُ إِنَّ
 الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْفًا۔ (منقول از ترجمہ قرآن مولانا فرمان علی صاحب)
 صاحب روضۃ الاحباب نے لکھا ہے جب حضرت علیؑ نے رسول پر سوار ہوئے تو حضرت رسول نے
 فرمایا:
 (مرحبا تم پر کہ کار سخی محرابے ہو اور مر جبا مجھ پر کہ با برحق اعشار اہوں)

اس قول کے مطابق حضرت علیؑ مجسم حق تھے۔
 ...وَاجْعَلْ لِي مِنْ لَدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا اے میرا رب کہ میرے لیے اپنی طرف سے ایک
 صاحب قوت کو مددگار قرار دے۔ چنانچہ حضرت کی یہ دعا قبول ہوئی اور آپ کو علیؑ جیسا مددگار عطا فرمایا۔ اس تبلیغ میں
 صرف زبانی ہدایت سے کام نہیں چلنا بلکہ قوت سے بھی باطل کا زور توڑنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ جسے تک حضورؐ
 متذہبیں سے باطل پرستوں کو ہدایت فرماتے رہے لیکن جب ہدایت کسی طرح متاثر نہ ہوئی تو پھر قوت سے اُن کا زور
 توڑنے کی ضرورت ہوتی اس لیے آپ نے یہ دعا کی تھی۔
 شکر ان کریم مومنوں کے لیے شفا سے امراض صمد رہے جو لوگ اس کے احکام پر عمل کرتے ہیں ان کے
 فتوب امراض نفسانی سے پاک ہو جاتے ہیں اور جو خدا کے نافرمان بندے اس کو نہیں مانتے ان کے لیے آخرت
 میں خسارہ ہی خسارہ ہے۔ جسمانی امراض میں بھی قرآن کی تلاوت شفا بخش ہوتی ہے بشرطیکہ پڑھنے والا ساجد
 ہو اور تیرت خرا پر پورا پورا یقین رکھتا ہو۔

وَإِذَا النَّمٰنَا عَلَى الْإِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَا جَانِبًا ۗ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرْكَانَ
 يَؤُوسًا ﴿۸۳﴾ قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَى شَاكِلَتِهٖ ؕ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ
 اَهْدٰى سَبِيْلًا ۙ وَيَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ
 رَبِّيْ وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۴﴾ وَلِيْنِ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ
 بِالَّذِيْ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكَلِيْلًا ﴿۸۵﴾ الْاَرْحَامَةُ

۹
ع
۹

مَنْ رَبِّكَ ؕ اِنْ فَضَلَهُ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ﴿۸۶﴾

جب ہم نے انسان کو کوئی نعمت عطا فرمائی (تو بجائے شکر یہ کہے) اَللّٰهُمَّ سے منہ چھیرا اور پہلو تھی
 کرنے لگا اور جب اُسے کوئی تکلیف چھو بھی گئی تو مایوس بن بیٹھا (اے رسول) تم ان سے کہہ دو
 کہ ہر ایک اپنے اپنے طریقہ پر کارگزاری کرتا ہے پھر تم میں سے جو شخص صحیح دست پر ہے تمہارا
 پروردگار اس سے خوب واقف ہے۔ اے رسول تم سے لوگ فرح کے متعلق سوال کرتے ہیں، تم
 ان سے کہو کہ فرح بھی میرے پروردگار کے حکم سے پیدا ہوتی ہے اور اس کے متعلق تم کو بہت حضورؐ اس
 علم دیا گیا ہے (اس کی حقیقت کا علم تم کو بہت کم دیا گیا ہے) اے رسول اگر تم چاہیں تو جو قرآن ہم نے
 تمہارے پاس بھیجا ہے اُسے اٹھالے جائیں۔ پھر تم اپنے لیے ہمارے مقابلہ میں کوئی مددگار نہ پاؤ گے
 مگر یہ صرف تمہارے پروردگار کی رحمت ہے (اگر اس نے ایسا نہ کیا) اس میں شک نہیں کہ اس کا
 تم پر بڑا فضل و کرم ہے۔

پہلی آیت میں انسان کی ایک عادت کو بیان کیا گیا ہے یعنی جب اُسے کوئی آرام کی صورت نظر آتی ہے تو اللہ
 کو یاد ہی نہیں کرتا بلکہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ سب میری کوششوں کا نتیجہ ہے اور جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو مایوس ہو کر
 اور منہ بنا کر رہ جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ سب یہ میری خدا نے ڈالی ہیں۔ شخص اپنے اپنے طریقہ پر عمل کرتا ہے اور
 اس کا نتیجہ دیکھتا ہے جو صحیح دست پر چلتا ہے خدا اس سے واقف ہے۔
 کسی نے آنحضرتؐ سے سوال کیا کہ فرح کیا ہے؟ چونکہ اس کی حقیقت کا سمجھنا انسان کی طاقت سے
 باہر تھا لہذا ایک مجمل جواب دے دیا گیا کہ یہ حکم خدا ہے جس کے متعلق نہیں حضورؐ اس علم دیا گیا ہے۔
 رُوح کو خدا نے عالم امر سے بیان فرمایا ہے۔ عالم دو ہیں۔ ایک عالم خلق دوسرا عالم امر۔ عالم خلق سے
 وہ عالم مراد ہے جس میں ہر شے اسباب و وسائل کے بغیر پیدا نہیں ہوتی، جیسے دنیا کی ہر شے اپنی خلقت میں محتاج
 وسائل ہے۔ دوسرا عالم امر ہے جس میں اسباب و وسائل سے متعلق نہیں ہوتا۔ بس خدا کہتا ہے ہوا تو وہ شے
 ہو جاتی ہے۔ جیسے آدم کو نیویں باپ سے پیدا کر دیا اور حضرت عیسیٰ کو بے باپ کے۔ رُوح بھی عالم امر ہی سے ہے
 چونکہ اسباب و وسائل سے اس کا کوئی واسطہ نہیں لہذا اس کی حقیقت کا سمجھنا انسان کے لیے ناممکن ہے۔
 صرف حضورؐ اس علم دیا گیا ہے یعنی اس کے عمل کا جو بدن پر ہوتا ہے اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ رُوح کوئی چیز ہے
 وہ نہ دیکھنے میں آتی ہے نہ سُن کی جا سکتی ہے نہ اس کی کوئی جگہ بتائی جا سکتی ہے۔ جب رُوح کا دیکھنا یا چھونا
 کسی وقت ممکن نہیں تو خالق رُوح کے دیکھنے کی تمہیں دعوت ہے۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ روح سے مراد جان نہیں بلکہ وحی یا وحی کا لانا والا ہے کیونکہ مشرکین کا سوال رسول سے یہ تھا کہ قرآن تم کہاں سے لاتے ہو پس خدا نے فرمایا، اے محمد لوگو تم سے قرآن باذنیہ حصول قرآن کے متعلق سوال کرتے ہیں لہذا تم کہو کہ روح یعنی وحی میرے رب کے حکم سے آتی ہے مگر تم لوگوں کو اتنا کم علم ہے کہ تم انسانی ساخت کے کلام اور وحی ربانی سے نازل ہونے والے کلام کا فرق نہیں سمجھ سکتے۔ آگے کی آیت اس کا ثبوت ہے کہ روح سے مراد وحی ہے اگر جان مراد لی جائے تو کلام بے ربط ہو جائے گا۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سے مراد روح نبوتی ہے۔ لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ انبیاء کے اندر روح نبوتی کیا کام کرتی ہے۔ عام انسانوں میں جو روح ہے اس کو روح نبوتی سے علیحدہ رکھا گیا ہے۔

بعض نے لکھا ہے کہ روح وہ قوت ہے جو نظام بدن کو قائم رکھتی ہے۔ چونکہ وہ ایک قوت سے لہذا اس کی تحقیق کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا وہ بدن پر اس طرح چھائی ہوئی ہے جیسے پھول پر خوشبو جو نہ دیکھنے میں آتی ہے نہ سونے کی جا سکتی ہے۔

قُلْ لِّیْنَ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰی اَنْ یَّاتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ
لَا یَاتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا ﴿۸۸﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا
لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ کُلِّ مِثْلٍ فَاَبٰی اَکْثَرُ النَّاسِ
اِلَّا کُفُوْرًا ﴿۸۹﴾

اے رسول تم (منکران قرآن سے) کہہ دو کہ اگر تمام انسان اور جن جمع ہو کر یہ چاہیں کہ قرآن جیسی کتاب بنا کر لاسکیں تو اس کی مثل لانا ان سے ہرگز ممکن نہ ہوگا چاہے ایک دوسرے کے مددگار بن کر وہی ایسا کرنا چاہیں ہم نے اس قرآن میں ہر قسم کی مثالیں اول بدل کر لوگوں کو سمجھانے کے لیے بیان کر دی ہیں اس پر بھی لوگ بغیر ناشکری کے نہیں رہتے۔

اس سے پہلے سورتوں میں مطالبہ کیا گیا وہیں سورتوں کا پھر ایک سورہ کا اور اب پورے قرآن کا مطالبہ ہے یہ بے ترتیب بات قرار پاتی ہے پورے قرآن کا مطالبہ سب سے پہلے ہونا چاہیے۔ پھر لوگوں کی عاجزی پر نظر رکھ کر دس کا ہونا پھر ایک سورہ کا ہونا۔ لہذا معلوم ہوا کہ جامع قرآن نے اس کا خیال نہیں رکھا اور کہیں کی آیات کو کہیں رکھ دیا ہے۔

قرآن و انسان اور جن کی قرآن کا نہیں لاسکتے

وَقَالُوْا لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتّٰی تَنْجِرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ یَبُوْعَا ﴿۹۰﴾ اَوْ تَكُوْنَ
لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ خَنْزِیْرٍ وَّعَذِیْبٍ فَتَنْجِرَ اِلَّا نَهْرٌ خَلَّاهَا فَجَبِیْرًا ﴿۹۱﴾
اَوْ تُسْقِطَ السَّمَا ؕ کَمَا زَعَمَتْ عَلَیْنَا کِیْفًا اَوْ تَاْتِیْ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِکَةِ
قَبِیْلًا ﴿۹۲﴾ اَوْ یَكُوْنَ لَكَ بَیْتٌ مِّنْ زُخْرَفٍ اَوْ تَرْفٍ فِی السَّمَا ؕ وَ
لَنْ نُؤْمِنَ لِرُقِیْبِكَ حَتّٰی تَنْزِلَ عَلَیْنَا کِتٰبًا نُّقَرُوْهُ ۗ قُلْ سُبْحٰنَ
رَبِّیْ هَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۳﴾ وَمَا مَعَ النَّاسِ اَنْ یُّؤْمِنُوْا
اِذْ جَا ؕ هُمُ الْهُدٰى اِلَّا اَنْ قَالُوْا اَبَعَثَ اللّٰهُ
بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۴﴾

(اے رسول تم سے کفار مکہ نے) کہا جب تک تم زمین سے ایک چشمہ بہتا ہوا نہ لانا لو گے ہم تم پر ایمان نہ لائیں گے (اگر یہ نہیں تو) کھجوروں اور انگوروں کا تنہا کوئی باغ ہو اس میں تم بیچ بیچ میں نہریں جاری کر کے دکھا دو یا ہم پر آسمان ہی کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دو یا خدا اور فرشتوں کو اپنے قول کی تصدیق میں ہمارے سامنے گواہی میں لا کر آ کر دو۔ یا تمہارے رہنے کے لیے کوئی طوائف عمل برائے ہو یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ اور جب تک تم ہم پر خدا کے یہاں کی کتاب نازل نہ کرواؤ گے کہ ہم اُسے خود بھی پڑھ لیں اس وقت تک تم تمہارے آسمان پر چڑھنے کے قابل نہ ہوں گے۔ اے رسول تم ان سے کہ دو، سبحان اللہ میں ایک آدمی رسول کے سوا اور کیا ہوں۔ ہدایت آنے کے بعد لوگوں کو ایمان لانے سے کسی اور چیز نے سوائے اس کے نہیں روکا کہ وہ کہنے لگے کیا خدا نے آدمی کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔

آنحضرتؐ سے کفار و مشرکین نے جو بار بار معجزات طلب کیے ان کا سدھاسا و جواب خدا نے اپنے پیغمبرؐ کو یہ بتایا کہ تم ان سے کہو میں نے تم سے کب کہا تھا کہ میں خدا ہوں اور دنیا کی ساری چیزیں میرے اختیار میں ہیں۔ میں تو خدا کا ایک رسول ہوں اس کا پیغام لے کر تھا ہے پاس آیا ہوں۔ یا تو اس پر ایمان لاؤ یا اس پیغام میں غلطی ہو تو اُسے ثابت کرو، یہ عقائد کج کجی چھوڑو۔ اگر ایک بشر خدا کا رسول بن کر آیا ہے تو بناؤ اس کو رسول نہ ماننے کی تمہا سے پاس کیا دلیل ہے۔ کیا تمہاری طرح اس کا چلنا پھرنا، کھانا پینا، صاحب عیال ہونا پیغام رسائی میں کوئی سقم پیدا کرتا ہے۔ کیا مجھ سے پہلے جو پیغمبر آئے تھے وہ یہ سب باتیں نہیں کرتے تھے۔ تمہاری ہدایت کے لیے تم ہی جیسا آدمی آنا چاہیے تاکہ تم اس سے مانوس ہو سکو اور اس کی بات کان دھ کر سنو اگر کوئی جن یا فرشتہ آتا تو کیا تم اس سے مانوس ہو جاتے۔ تم اس سے بھی یہی کہتے کہ اس کا ثبوت پیش کرو کہ تم خدا کے رسول ہو، چونکہ تم ہماری جنس کے نہیں لہذا ہماری ضرورتوں کو تم سمجھ ہی نہیں سکتے، لہذا اولیٰس جاؤ۔

اگر کوئی رسول اُمت کے کہنے پر معجزات دکھانا ہے تو وہ اسی کا ہو جائے۔ ایک کہے یوں کر کے دکھاؤ، دوسرا کہے یوں دکھاؤ، تیسرا کہے یوں دکھاؤ اور دیکھنے کے بعد ایمان نہ لائیں بلکہ یہ کہہ دیں کہ یہ تو ٹھکانا ہوا ہے۔

قُلْ لَوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ يَّمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَرْنَا عَلَيْهِمْ
مِّنَ السَّمَاءِ مَلَكَاتٍ سُوًّا ۙ قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۗ
إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ۙ وَمَن يَهْدِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مُقْتَدٍ
وَمَن يَضِلَّ فَلَنَجِدَ لَهُم أَوْلِيَاءَ مِمَّن دُونِهِ ۗ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ عُمِيًّا ۙ وَبِكَمَا وَصَّأ مَا وَهَم جَهَنَّمَ
كَمَا خَبَتْ زِدَانَهُمْ سَعِيرًا ۙ ذَٰلِكَ جَزَاءُ وَّهُمْ بِآثَمٍ كَفَرُوا
بِآيَاتِنَا وَقَالُوا لَآئِنَّا عِظَامًا وَرُفَاتًا ۗ إِنَّا لَمَبْعُوثُونَ
خَلْقًا جَدِيدًا ۙ

اے رسول کہہ دو اگر رُٹے زمین پر فرشتے بسے جوتے اور اطمینان سے چلتے پھرتے ہوتے تو ہم ان کے لیے آسمان سے کسی فرشتہ ہی کو رسول بنا کر بھیجتے۔ اے رسول کہہ دو کہ میرے اور تمہا سے درمیان گواہی کو اللہ کافی ہے، بیشک وہ اپنے بندوں کے حالات سے خبردار اور دیکھنے والا ہے اور جس کو اللہ ہدایت کرے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جسے گمراہی میں چھوڑے تو خدا کے سوا کسی کو اس کا ولی نہ پاؤ گے۔ روز قیامت ہم ان لوگوں کو منہ کے بل اندھا، گولہ گا اور بہا اٹھائیں گے۔ ان کا ٹھکانہ جہنم ہو گا جب اس کی آگ بجھنے لگے گی تو ہم اُسے اور زیادہ بھڑکا دیں گے۔ یہ اس کا بدلہ ہو گا کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا اور کہا تھا کہ جب ہم ہڈیاں اور چوڑا چوڑا بن جائیں گے تو کیا ہم پھرنے سے اٹھائے جائیں گے۔

مشرکوں کا یہ کہنا کہ یہ کفار یا پدیرائی ہو سکتا ہے کہ خدا نے ہماری ہدایت کے لیے فرشتہ کیوں نہ بھیجا۔ خدا نے جواب دیا کہ اگر رُٹے زمین پر فرشتے بسے ہوتے تو ہم ان کی ہدایت کے لیے بھی کسی فرشتہ ہی کو رسول بنا کر بھیجتے۔ تاکہ ہدایت کا حق ادا ہو۔

دل پر کرتا ہے اثر ہم جنس کا کہتے حضورؐ ہم بھی مانیں گے نصیحت پر کوئی ہم سانسے آدمی کی عادتوں اور خصالتوں کو آدمی ہی سمجھ سکتا ہے۔ ان کے جذبات و احساسات سے انسان ہی واقف ہو سکتا ہے۔ ان کے معاشرے اور ان کے ماحول کی پیچیدگیوں کو وہی سمجھ سکتا ہے جو ان ہی جیسا ہو۔ فرشتہ بیچارہ انسانی زندگی کے لوٹ پھیر کو کیا جانے وہ تو صرف اتنا ہی کر سکتا ہے کہ جو پیغام اس کو دیا گیا ہے وہ خدا کے بندوں تک پہنچائے وہ خود عملی صورتوں میں ان باتوں کو پیش نہیں کر سکتا جن سے ان کی ہدایت کا تعلق ہے ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ہادی کا ہم جنس ہونا ضروری ہے تو کیا وجہ حضرت رسولؐ خدا کو تو ہم جنس کا ہادی بنایا گیا۔ جبکہ جن کی نوع انسان کی نوع سے مختلف ہے۔ جواب یہ ہے کہ جنات جنمور کی اُمت ہیں داخل نہیں ہیں۔ فروغ دین اسلام کے بجالانے پر جنات نکلتی نہیں تھے۔ حضرت رسولؐ خدا کی ہدایت ان سے اگر متعلق تھی تو خدا کی توحید اور اپنی نبوت سے معنی نہ کر اس کا حکم شریعت سے۔ اگر قوم جن کا ایک گروہ قرآن کے کلام خدا ہونے پر ایمان لے آیا اور بعض جنات نے اظہار طاعت و محبت کیا تو اس سے حضرت کی اُمت میں ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ حضورؐ کی رسالت کا جہاں تک متعلق ہے وہ صرف انسانوں ہی سے ہے۔ جنات کا تابع ہونا جیسے کہ حضرت سلیمانؑ کے تابع تھے اور بات ہے اور داخل اُمت ہونا اور بات ہے۔

چونکہ جنات ارضی مسکنوں میں سے ہیں لہذا قدرت نے انسان کے ساتھ شامل کر کے ان کا ذکر کیا ہے جیسا کہ سورہ رحمن میں ہے یَمْعُشَرُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَن تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ

وَالْأَرْضِ فَاَنْقَذُوا مِنَ الرَّحْمَنِ ۝۵۵“ (اے جن و انس اگر تم میں قدرت ہے تو آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل کر موت کے عذاب سے بھاگ سکو تو نکل جاؤ (انہیں نکل سکتے) يَا قِبَا بَنِي الْاَسْرَاءِ كَيْفَ تَكْتَدِبُونَ۔ اس سورہ میں ۵۵ میں دونوں کو شریک کر لیا ہے۔ کیونکہ نعمت الہی سے دونوں ہی لطف اندوز ہوتے ہیں۔ بہر حال رسول کی تعبیر میں چمنے سے رسول کی امت میں ہونا لازم نہیں آتا۔ چونکہ جنات ہماری طرح مسکلت نہیں لہذا حضور ﷺ نوع انسانی ہی کے لیے صیغہ رسالت ہوئے تھے۔

مشورہ کے مشور ہونے کے بارے میں فرماتا ہے کہ ان کو اندھا گونا گیا بہر اعمشور کیا جائے گا کیونکہ انہوں نے زندگانی دنیا میں ان احکام سے انکار کیا تھا جو رسول کی معرفت ان تک بھیجے گئے تھے اور نہ انھوں سے آثار قدرت کو دیکھ کر نہ رسول کی باتیں سن کر ایمان لائے تھے اور نہ حق بات کہنے کے لیے زبانیں کھولی تھیں لہذا قیامت میں یہ قومیں ان سے چمنے کی جائیں گی کیونکہ دنیا میں انہوں نے ان کو بیکار بنا کر رکھا تھا۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَا رَيْبَ فِيْهِۗ فَاَبٰى الظّٰلِمُوْنَ الْاَكْفُوْرًا ۝۹۹
قُلْ لَوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَاۤئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ اِذَا لَا مَسْكٰتُمْ خَشِيَةَ الْاِنْفَاقِؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ۝۱۰۰

کیا یہ لوگ یہ بھی نہیں دیکھتے کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا وہ اس پر بھی قادر ہے کہ ان کی مثل اور پیدا کرے اور اس نے ان کی موت کی عینا و مقرّر کر دی ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں اس پر یہ ظالم انکار کیے بغیر نہ رہے۔ اے رسول تم ان سے کہو اگر تم میرے رب کی رحمت کے تمام خزانوں کے مالک بھی ہو جاتے تب بھی مفلسی کے خوف سے ان کو بند رکھتے اور انسان تو ہے ہی سنگدل۔

کتاؤ کو سے کہا جا رہا ہے کہ باوجود خدا کی بیشارت نشانیاں دیکھنے کے چہر بھی تم ایسے سنگدل واقع ہوئے ہو کہ اس پر ایمان نہیں لاتے۔ تمہاری سنگدلی کا یہ عالم ہے کہ اگر تمام زمین کے خزانے تمہارے قبضہ میں دے دیجئے جاہیں تب بھی تم انھیں اس کے خوف سے خرچ کرنے پر آمادہ نہ ہو گے۔ اگر تم میں کشادہ دلی ہوتی تو کوئی

و جب نہ تھی کہ خدا کے عبود ہونے سے انکار کرتے۔ تمہارے تنگ دلوں میں اس کی خدائی کو تسلیم کرنے کی گنجائش ہی نہیں۔ کفار و کفر میں بہت لوگ اللہ بھی تھے مگر ایسے سخیل کہ کسی کو دینا جانتے ہی نہ تھے۔ غرض ان میں دونوں طرح کی سنگدلی پائی جاتی تھی۔ نہ مال خرچ کرنا چاہتے تھے نہ نبوت پر ایمان لانا۔

وَلَقَدْ اَتَيْنَا مُوسٰى تَسْعَ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ فَمَسَّلَ بَنِيۤ اِسْرٰٓءِٓلَ اِذَا جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهُ فِرْعَوْنُ اِنِّيۡ لَاطْنٰكُ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ۝۱۰۱
عَلِمْتَ مَا اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ الْاَرَبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بِصٰٓرٍ وَّ اِنِّيۡ لَاطْنٰكُ يٰفِرْعَوْنُ مُثْبُوْرًا ۝۱۰۲
اَلْاَرْضِ فَاغْرَقْنٰهُ وَّمَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا ۝۱۰۳ وَقُلْنَا مَنْ بَعْدَهُ لِبَنِيۤ اِسْرٰٓءِٓلَ اَسْكُنُوْا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا ۝۱۰۴

ہم نے موسیٰ کو نو معجزے دیئے تھے جو صریحی دکھائی دے رہے تھے تو (اے رسول) تم بنی اسرائیل سے پوچھو کہ جب موسیٰ ان کے پاس آئے تھے تو فرعون نے یہی کہا تھا تاکہ اے موسیٰ میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ کسی نے تم پر جادو کر کے دیوار بنا دیا ہے۔ موسیٰ نے کہا تم یہ ضرور جانتے ہو کہ معجزے سارے آسمانوں اور زمین کے پروردگار نے نازل کیے ہیں۔ (اور وہ بھی لوگوں کے لیے) سوچو بوجھ کی باتیں ہیں۔ اے فرعون میں تو یہ خیال کرتا ہوں کہ تیری شامت آئی ہے۔ فرعون نے یہ ٹھان لیا تھا کہ بنی اسرائیل کو ملک مصر سے نکال باہر کرے ہم نے اُسے اور جو اُس کے ساتھی تھے سب کے ڈبو دیا اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے کہا، اب تم اس ملک میں آرام سے رہو۔ جب آخرت کا

کا وعدہ آپہنچے گا تو ہم تم سب کو معیت کر لے آئیں گے۔

جو نذر معجز حضرت موسیٰ کو دیئے گئے وہ یہ تھے۔ عصا، یربیتضا، قوط، طوفان، ہڈیوں کا عذاب، جوں کا عذاب، مینڈک کا عذاب، پانی کے خون بن جانے کا عذاب، میوؤں کی کمی۔ (اس کا مفصل ذکر سورہ اعراف میں آچکا ہے)۔

مشرکین مکہ سے کہا جا رہا ہے کہ جس طرح فرعون نے موسیٰ سے کہا تھا کہ تم دیوانے ہو گئے ہو کسی نے تم پر بادلوں کو دیا ہے اسی طرح اب تم ہمارے اس رسول کے منتفق لوگوں سے کہہ رہے ہو، اِنْ تَتَّبِعُونَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُورًا "یہ ایشی ہے" (تم تو ایک دیوانے کے پیچھے چلے جا رہے ہو)۔ پس سمجھ لو جو فرعون کا حشر ہوا تھا وہی تمہارا ہونے والا ہے۔

فرعون کا حضرت موسیٰ سے یہ کہنا کہ تم پر جادو کا اثر ہے اور کفار مکہ کا حضرت کے منتفق یہ کہنا کہ یہ مسحور ہیں یعنی جادو کا ان پر اثر ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی پر جادو کا اثر ہوتا ہے لیکن اس کی دوسو تہیں ہیں۔ پہلا ظاہری ہر ان پر اثر دوسرے قولے عقلیہ پر اثر۔ ظاہر اثر تو ہو سکتا ہے جیسے فرعون کے ساحروں نے جب جادو دکھایا تو فَاَوْجِسَ فِي نَفْسِهِ خِيفَةً مُّوْتًا "ظلمہ ہو گیا" (موسیٰ اپنے دل میں خوفزدہ ہوئے)۔ چوتھو وہ جسم پر اثر کرنے والی ایک چیز تھی لہذا اس کا اثر ہوا۔ لیکن قرآن عقلیہ پر اس کا کوئی اثر نہ تھا۔ اسی طرح حضرت کے منتفق کفار مکہ جو غلط بیانی کر رہے تھے اس کی بھی یہی صورت تھی جسٹور سے کہیں کوئی بات اسی سے نہ نہیں ہوتی جو خلاف عقل و فہم ہو یا شافی ہلاکت ہو۔ برخلاف اس کے جس پر جادو کا اثر ہوتا ہے ان کی عقل ماری جاتی ہے اور ان کی ظاہری تہیں بھی اپنا کام انجام دینے سے باز رہتی ہیں۔ انبیاء کے لیے ایسا بھی نہیں ہوتا۔ حضرت موسیٰ پر ایک وقتی کیفیت تھی جو غلطی دیر بعد نازل ہو گئی مسحور انسان کے لیے ایسا نہیں ہوتا، بلکہ جب تک جادو کا اثر نہ ہو وہ اپنی ظاہری و باطنی قوتوں کو کھوٹے ہوئے رہتا ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ فرعون کا اور کفار مکہ کا کہنا انرا عدالت تھا جس کا حقیقت سے تعلق نہ تھا۔

وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنَاهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا مَبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿۱۵﴾
وَقُرْاْنَا فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَاهُ عَلٰی النَّاسِ عَلٰی مَكِّثٍ وَّاَنْزَلْنَاهُ تَنْزِيْلًا ﴿۱۶﴾
قُلْ اِمْتُوا بِهٖ اَوْ لَا تُوْمِنُوْا اِنَّ الَّذِيْنَ اَوْفَوْا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖ اِذَا يُنۡزَلُ عَلَيْهِمْ يُخِرُّوْنَ لِلۡاَذْقَانِ سَجَدًا ﴿۱۷﴾ وَيَقُولُوْنَ سُبْحٰنَ

وقف لازم

رَبَّنَا اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴿۱۷﴾ وَيَخِرُّوْنَ لِلۡاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ

وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴿۱۸﴾ السَّعِيْدَةُ ﴿۱۹﴾

ہم نے قرآن کو ٹھیک ٹھیک نازل کیا ہے اور بالکل ٹھیک ہی ہے۔ ہم نے تم کو بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ ہم نے قرآن کو مختور و مقصور اس لیے نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کے سامنے حسب ضرورت (مہلت دے دے کر) پڑھتے رہو۔ اسی وجہ سے اُسے وقفہ وقفہ سے نازل کیا۔ تم ان سے کہو کہ تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ (تمہیں اختیار ہے) بے شک اس سے قبل جن لوگوں کو (آسمان کی کتابوں کا) علم عطا کیا گیا ان کے سامنے جب پڑھا جاتا تو ٹھٹھوں سے (منز کے بل) سجدہ میں گرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارا رب ہر عیب سے پاک ہے، بے شک ہمارے رب کا وعدہ تو پورا ہوتا ہے اور یہ لوگ سجدہ کے لیے منہ کے بل گرتے ہیں اور روتے جاتے ہیں اور یہ قرآن ان کی ناکساری کو بڑھا جاتا ہے۔

کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ بار بار یہ اعتراض کیا کرتے تھے کہ کتب آسمانی اور صحائف سماوی کے خلاف قرآن کے نزول کا یہ کیا منگ ہے کہ ٹھٹھے ٹھٹھے ہو کر نازل ہوا ہے ایک باری کیوں نہ نازل ہو گیا۔ کیا خدا سوچ سوچ کر نازل کرتا ہے۔ اسی کا جواب دیا گیا یہ اس لیے ہے کہ لوگوں کو ایک ایک جگہ پر غور و فکر کرنے کا موقع ملتا ہے اور جو بات سمجھ میں نہ آئے اسے رسول سے پوچھتے رہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ مختلف اوقات میں لوگ مختلف باتوں کا جواب چاہا کرتے تھے۔ لہذا ان کو موقع موقع کے لحاظ سے جواب دئیے جاتے تھے۔ جو لوگ قرآن سے پہلے نازل ہونے والی کتابوں کا علم رکھتے ہیں جیسا ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ اندازہ کلام الہی کو سمجھتے ہوئے قرآن کے من اللہ ہونے کی تصدیق کرتے ہیں اور وہ جہاں جاکر نازل ہوتے ہیں۔

قُلْ اَدْعُوْا اللّٰهَ اَوْ اَدْعُوا الرَّحْمٰنَ ۗ اَيَّٰمًا تَدْعُوْا فَلَہٗ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی ﴿۱۷﴾
وَلَا تَجْهَرۡ بِصَلٰتِکَ وَلَا تَخَافُ بِہَا وَابْتَغۡ بَیۡنَ ذٰلِکَ سَبِيْلًا ﴿۱۸﴾
وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ لَمْ یَتَّخِذۡ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنۡ لَّہٗ شَرِیْکًا فِی الْمَلٰٓئِکَ وَّلَمْ یَکُنۡ لَّہٗ وَلِیٌّ مِّنۡ الدُّنۡیَا وَّکَبِّرۡہُ تَعْبِیْرًا ﴿۱۹﴾

السَّعِيْدَةُ

قرآن عظیم

۱۷۹

اے رسول لوگوں سے کہہ دو تم اسے اللہ کہہ کر پکارو یا رحمن کہہ کر (تمہیں اختیار ہے) جس نام میں پکارو اللہ کے تو سب نام اچھے ہی ہیں۔ (اے رسول) نہ تو اپنی ناز نہ بہت چلا کر پڑھو نہ بالکل چپکے سے بلکہ ان کے درمیان ایک اوسط طریقہ اختیار کر لو اور کہو محمد ہے اس خدا کے لیے جو نہ تو کوئی اولاد رکھتا ہے اور نہ اس کی سلطنت میں کوئی شریک ہے نہ اس میں کوئی کمزوری ہے کہ اس کا کوئی سر پرست ہو۔ اے رسول تم اس کی بڑائی اچھی طرح کرتے رہو۔

یہ جواب ہے کفار کے اس اعتراض کا جو کہتے تھے اللہ نام تو ہم نے سنا ہے مگر یہ رحمن نام آپ نے کہاں سے نکال لیا۔ خدا کے سب نام اچھے ہیں جس نام کی پابندی کرنا واجب کرو مگر یاد کرو دل سے یہ نہیں کہ زبان سے تو سب کچھ کہے جاؤ مگر دل اس کی طرف رجوع نہ ہو۔

۱۸) سُورَةُ الْكَهْفِ مَكِّيَّةٌ ۶۹

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا ۝۱
فَيَمَّا يَلِيذِرُ بِأَسَاسِيْدٍ إِذْ مِنْ لَدُنْهُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ
يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا حَسَنًا ۝۲ مَا كُنْتُمْ فِيهِ آبدًا ۝۳
وَيُنذِرُ الَّذِينَ قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا ۝۴ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ وَلَا
لَا بِأَبِيهِمْ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا
كَذِبًا ۝۵ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ مُفْسِكٌ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِذًا

الْحَدِيثِ أَسْفًا ۝۶ إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لِّهَا لِنَبْلُوَهُمْ
إِيَّاهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۝۷ وَإِنَّا لَجَاعِلُونَ مَا عَلَيْهَا صَعِيدًا جُرُزًا ۝۸

نہ تو اور احمد ہے وہ اللہ جس نے اپنے بندہ (محمد) پر کتاب نازل کی اور اس میں کسی طرح کی کمی نہ رکھی اور ہر طرح سے ٹھیک ہے تاکہ جو سخت عذاب خدا کی طرف سے کافروں پر نازل ہونے والا ہے اس سے ڈرائے اور ان مومنوں کو جنہوں نے نیک اعمال کیے ہیں یہ بشارت ہے کہ ان کے لیے (خدا کے یہاں) اچھا اجر ہے جس میں وہ ہمیشہ (اطمینان سے) رہیں گے اور ان لوگوں کو عذاب ڈرایا جائے جو کہتے ہیں کہ اللہ اولاد رکھتا ہے۔ نہ تو انہیں اس کی خبر ہے نہ ان کے باپ دادوں کو تھی۔ یہ بہت سخت کلمہ ہے جو ان کے منہ سے نکلتا ہے۔ یہ لوگ جھوٹ کے سوا بولتے ہی نہیں۔ اے رسول اگر یہ لوگ اس بات کو نہ مانتیں تو شاید تم مائے افسوس کے ان کے پیچھے اپنی جان ہی سے ڈالو گے۔ جو کچھ تم نے زمین پر ہے ہم نے اُسے زینت قرار دیا تاکہ ہم آزمائیں کہ ان میں اذیت سے عمل کون اچھا ہے اور پھر ہم ایک دن جو کچھ اس (زمین) پر ہے چٹیل میدان بنا دیں گے۔

رسول خدا چاہتے تھے کہ سب لوگ ایمان لے آئیں۔ اس بارہ میں آپ سخت پریشان رہتے تھے۔ خدا حضرت توحسین دیتا ہے کہ تم ایسے لوگوں کے لیے کیوں اپنے کو بلاکت میں ڈالتے ہو جو ایمان لانے والے نہیں۔ یہ دنیا کی چیزوں کی زینت پر مبنی ہوئے ہیں انہیں یہ خبر ہی نہیں کہ ایک دن ایسا آنے والا ہے کہ ہم اس ساری زمین کو چٹیل میدان بنا دیں گے۔

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا ۝۹
إِذْ أَوْعَى الْفِتْيَةَ إِلَى الْكَهْفِ فَعَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَتَيْنَاكَ رَحْمَةً وَ
هَيَّبْنَا مَنْ أَمْرًا شَدِيدًا ۝۱۰ فَضَرَبْنَا عَلَىٰ آذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِينَ
عَدَدًا ۝۱۱ ثُمَّ بَعَثْنَاهُمْ لِنَعْلَمَ أَيُّ الْحِزْبَيْنِ أَحْصَىٰ لِمَا لَبِثُوا

۱۲) غَنُ نَقْصُ عَلَيْكَ نَبَاهُمْ بِالْحَقِّ ۗ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَهُمْ هُدًى ۝۱۳ وَرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَمَا لُوْا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ تَدْعُوْا مِنْ دُوْنِنَا ۗ اِلٰهًا لَّمَّا قَدْ قُلْنَا اِذَا شَطَطًا ۝۱۴

کیا تم پر خیال کرتے ہو کہ اصحاب کہف اور قیم ہاری قدرت کی نشانیوں میں سے ایک عجیب نشانی تھی۔ جب کیا بارگی کچھ جوان غاریں آپہنچے اور دیکھا کرنے لگے، اے ہمارے پڑ در دگار اپنی بارگاہ سے رحمت عطا فرما اور ہمارے لیے ہمارے کام میں کامیابی عطا کر۔ تب ہم نے کئی برس تک ان کے کانوں پر پڑے ڈال دیئے (انہیں سنا دیا) پھر ہم نے انہیں چونکا دیا تاکہ ہم دیکھیں کہ دو گروہوں میں سے کس کو غاریں ٹھہرنے کی مدت خوب یاد ہے۔ اب ہم ان کا حال تم سے ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہیں۔ وہ چند جوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کی سوچ سمجھ اور زیادہ کر دی اور ان کے دلوں پر صبر سے استقلال کی گروہ لگادی (مضبوط دل بنا دیا) جب وہ اٹھ کھڑے ہوئے (بادشاہ کے کفر پر مجبور کرنے کی وجہ سے) اور کہنے لگے ہمارا رب آسمانوں اور زمین کا مالک ہے ہم اس کے سوا کسی کو اپنا معبود نہیں بنائیں گے اگر ہم ایسا کریں تو یقیناً ہم نے عقل سے دور بات کہی۔

یقتضیٰ سورہ کا ایک جزو ہے جو ان بیسی و مجبور مسلمانوں کی تسبیح و تثنیٰ کے لیے بیان کیا گیا ہے، جنہیں مشرکین مکہ نے حد ستانے تھے۔ انہیں بنایا گیا ہے کہ تم سے پہلے بھی خدا پرست لوگوں پر بڑے بڑے ظلم ہو چکے ہیں لہذا جیسے انہوں نے صبر و استقلال سے مصائب کو جھیلا تم بھی جھیلو۔

اصحاب کہف ان کو اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ اپنی بستی سے نکل کر ایک غاریں رو پوش ہو گئے تھے۔ کہف کے معنی چوچو غار کے ہیں اس لیے اصحاب کہف کہلاتے ہیں۔ دوسرے ان کو اصحاب قیم بھی کہا جاتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے حالات ایک سختی پر لکھ کر غار کے دہانے پر لکھ دیئے گئے تھے۔

جس زمانہ میں یہ لوگ تھے وہ (دقیانوس) بادشاہ روم کی سلطنت کا زمانہ تھا جو ۲۲۹ء سے ۲۵۷ء تک بادشاہت کرتا رہا۔ یہ بخت پرست تھا۔ عیسائیوں پر اس نے بڑے ظلم کیے۔ جس شہر کا یہ واقعہ ہے اس کا نام

موضوعین نے افسوس لکھا ہے۔ بہت بڑا شہر تھا۔

دقیانوس لوگوں کو بستی پرستی پر مجبور کرتا تھا۔ جو بخت پرست نہ بنا تھا اسے قتل کر دیا جاتا تھا۔ اس بستی کے چند لوگ جو خدا پرست تھے بخت پرستی پر راضی نہ ہو کر بستی سے نکل گئے۔ ان چھ کے نام یہ تھے، سلیمنا، سارنولس، تیلینا، مرطوس، نینتوس، ڈاش۔ شہر کے ہر دروازہ پر دربان مین تھے کہ جو شہر سے باہر نکلے، وہ پہلے بتوں کو سجدہ کرے۔ یہ لوگ دربان کو کسی طرح دھوکا دے کر شہر سے باہر نکل گئے۔ کچھ دور جا کر ایک چوڑے پر نظر پڑی ان لوگوں نے ہدایت کر کے اسے اپنے ساتھ لیتا جا کر وہ راضی نہ ہوا۔ یہ لوگ اسے چھوڑ کر آگے بڑھے۔ چرواسے کا کتا جس کا نام قطی تھا ان کے ساتھ ہوا۔ انہوں نے ہر چند جھکا ناچا سنا سنا ہیچانہ چھوڑا۔ جب یہ لوگ کچھ دور نکلے جاتے تو دقیانوس بادشاہ کو ان کے جانے کی خبر لگی اور وجہ معلوم ہوئی کہ وہ لوگ بخت پرستی سے انکاری ہیں۔ بادشاہ نے چند سواروں کے ساتھ ان کا پیچھا کیا۔ جب ان لوگوں نے سواروں کو دیکھا، تو بہاڑی ایک کدوہ میں جا چھپے اور بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔ ان کا غار میں جانا تھا کہ خدا نے نیند کو ان پر غالب کر دیا اور کبے سے کبے گئے۔ کتا غار کے باہر آگے کے دونوں پاؤں پھیل کر بیٹھ گیا۔ جب دقیانوس غار کے پاس پہنچا تو اپنے وزیر سے جس کا نام داریکوس تھا اور باطن باہان تھا، کہنے لگا تو غار کے اندر جا اور ان کا حال معلوم کر۔ داریکوس نے اندر جا کر چند چوچو لوگوں کو پکارا مگر آواز نہ آئی۔ اس کو بھی چونکر ان کی نجات مقصود تھی باہر جا کر کہنے لگا یہ لوگ سب کے سب تیرے خوف سے مر گئے۔ یہ سن کر دقیانوس خوش ہو گیا اور حکم دیا غار کے دروازہ کو بند کر دو۔ داریکوس نے ایک تختی پر ان کے نام اور نسب اور بھانگی کی وجہ لکھ کر یہ تختی غار کے دروازہ پر لٹکا دی۔

یہ لوگ غاریں ایسے سوئے کہ تین سو تو برس تک سوئے ہی رہے۔ اس اثنا میں دقیانوس مر گیا اور اس کے بعد کئی اور بادشاہ ہوئے اور بخت پرستی ختم ہو کر عیسائیت کا دور شروع ہوا۔ جب یہ لوگ اٹھے تو دروازہ بند پایا۔ سب نے مل کر خدا سے دعا کی تو دروازہ کھل گیا۔ اس کے بعد باہم مشورہ کیا کہ ایک شخص شہر میں جا کر کچھ کھانے کو لائے مگر اس طرح چھپ چھپ کر جائے کہ کسی کو خبر نہ ہو۔ وہ اس خیال میں تھے کہ ایک دن یا اس سے بھی کم سوئے ہیں۔ عرض تیلینا دس درہم لے کر شہر میں آئے۔ شہر کو دیکھا تو کچھ اور ہی تھا۔ وہ تعجب کرنے لگے کہ لڑکھ ایک دن میں اس شہر کا حال اس قدر متغیر ہو گیا۔ تیلینا جب بازار میں آئے تو نہ بستی کو پہچانتے تھے نہ کوئی ان کو جب نانانی کی دکان پر پہنچے تو کھانے کے بدلے اسے دقیانوسی درہم دیئے۔ نانانی نے کہا تم نے خزانہ کہاں سے پایا وہ بولے کہیں سے نہیں یہ سن کر کچھ لوگ جمع ہو گئے اور ان کو قاضی کے پاس لے گئے۔ قاضی نے درہموں کا حال پوچھا انہوں نے کہا میں اپنے باپ کے گھر سے فلاں روز لے گیا تھا۔ یہ سن کر وہ متحیر ہوا۔ آخر لوگ ان کو پوچھ کر بادشاہ کے پاس لے پہلے تو یہ روکر کہنے لگے، مجھے دقیانوس کے پاس لے جاؤ وہ مجھے مار ڈالے گا۔ لوگوں نے پوچھا دقیانوس کون ہے؟ کہنے لگے، شہر کا بادشاہ۔ لوگوں نے کہا تو دیوار نہ ہوا ہے اس کو تو مدت بھرتی اصل جہنم

ہوا اب تو فلاں شخص بادشاہ ہے جو بیندار اور حضرت عیسیٰ کے دین کا پابند ہے۔ غرض ان کو بادشاہ کے پاس لے گئے۔ وہاں انہوں نے اپنا پورا قصہ بیان کیا۔ بادشاہ نے علماء کو بلوایا اور تبلیغاً کے ساتھ غار کے پاس آیا تو بیچ پر ان لوگوں کے نام دیکھے۔ تبلیغاً اندر گیا اور اپنے ساتھیوں سے اپنا حال بیان کیا، ان لوگوں نے یمن کر سجد میں یہ دُعا کی، خداوند اچھے ہم پر بند کو غالب کر۔ غرض وہ لوگ پھر سوئے۔ بادشاہ کچھ دیر بعد اندر گیا تو ان کو سوتا پایا۔ بادشاہ کے ساتھیوں نے ان کی قعدہ میں اختلاف کیا۔ جس نے جو دیکھا وہ بیان کیا۔ الغرض وہ سوئے تو پھر حضرت رسول خدا کے زمانہ میں چونسکے اور پھر سوئے۔ اب امام آخر الزماں کے ظہور فرماتے پر جاگیں گے اور حضرت کا ساتھ دیں گے۔ (منقول از ماضیہ مترجم قرآن مولانا فرمان علی صاحب مرحوم)۔

اصحاب کہف کے متعلق دو باتیں قابل غور ہیں۔ تین سو نو برس تک سوتے رہے لیکن حشرات الارض میں سے کسی نے ان کے جسم کو کوئی آذیت نہ دی۔ حالانکہ وہ نہ کوئی نبی تھے نہ رسول۔ دوسرے اتنی طویل مدت تک بیٹوک نے ان پر کوئی اثر نہ کیا۔ حالانکہ خدائی پیٹ میں نیند نہیں آتی۔ تیسرے اتنی مدت دراز تک سوتے رہنا انسانی فطرت کے خلاف ہے۔

سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ اس وقت سے اس وقت تک کسی نے ان کے غار کے اندر جا کر ان کی حالت معلوم نہ کی۔ حسبِ مراحہ قرآن وہ زندہ ہیں اور وہ غار بھی موجود ہے۔ لوگ وہاں تک جاتے بھی ہیں لیکن کیا وجہ کسی سلطنت میں کسی نے وہاں جانے کی کوشش نہیں کی۔ بڑی بڑی لمبی تاریک سڑکوں کے اندر لوگ چلے جاتے ہیں مگر اس غار میں کوئی نہیں جاتا اور ان کے حال کا سراغ نہیں لگاتا۔ مسلمان یہ تو مانتے ہیں کہ تقریباً ستہ سو سال سے وہ زندہ ہیں۔ یہ بھی مانتے ہیں کہ وہ غار بھی موجود ہے۔ یہ بھی مانتے ہیں کہ ان تک کی نہیں گیا لیکن جب حضرت قائم آل محمد علیہ السلام کا ذکر آتا ہے تو نہ ان کی طولانی عمر مانتے ہیں اور نہ ان کا زندہ رہنا۔ کہتے ہیں دنیا کے تیاروں نے اس زمین کا چپو چپو دیکھ مارا اگر کسی خطہ زمین پر یا کسی جزیرہ میں ہوتے تو کبھی تو کسی کو نظر آتے۔

خدا کی شان دیکھو کہ چند اولیائے خدا کی اس عجیب غریب زندگی میں ایک کتاب بھی شریک ہے۔ معلوم ہوا کہ ایمانی قوت کا مظاہر جانور بھی کرتے ہیں۔ یہ کتاب دروازہ کے پاس ڈٹا بیٹھا ہے۔ نہ تو جھوکتا ہے نہ روتا چلاتا ہے نہ غار کی تاریکی سے گھبرا ہے، جانتا ہے کہ میرے ساتھ چند خاصان خدا ہیں مجھے کیسے تکلیف پہنچ سکتی ہے دہرا جانور بلعم باعور کا گلا کا ہے، وہ بھی اتنا صاحبِ عقل تھا کہ یہ پتہ چلا کہ بلعم حضرت موسیٰ کے لیے بدعا کرنے کو مجھ پر سوار ہو کر اپنی ناقصہ میں جا رہا ہے تو پھٹتے پھٹتے مر گیا۔ مگر اس نے قوتِ م نہ اٹھایا۔ ایسا ہی کنعان کا بھیڑیا تھا کہ جب حضرت یعقوب نے بلایا تو نبی کی آواز پہچان کر دوڑا چلا آیا۔ اور جب یعقوب نے پوچھا کیا تو نے میرے پوسٹ کو کھا ہے۔ تو اس نے کہا یا نبی اللہ، انبیاء اور اولاد انبیاء کا گوشت ہم پر حرام ہے قدرت الہیہ

کے ان کرشموں کو کوئی سمجھ سکتا ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ دنیا میں کوئی کام الا آتِ نیچر کے خلاف نہیں ہوتا وہ ان تمام واقعات سے سبق لیں۔

اصحاب کہف کے اس الہامی ایمان کا بھی اندازہ کیجئے۔ وہ کیسے سنت کفر پرست دور میں تھے جہاں خدا پرستی کا نام و نشان نہ تھا، جہاں بتوں کو سجدہ نہ کرنے پر آدمی جان سے مار دیا جاتا تھا۔ جہاں کوئی رسول بھی ان تک نہیں پہنچا تھا۔ ان کی ہدایت کا ذریعہ صرف رحمت الہی تھی۔ ایمان تھا اور کیسا پختہ ایمان کہ اپنی جانوں پر کھیل گئے مگر ایمان کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ ایسے ہی کامل الایمان تھے کہ خدا نے ان کے وجود کو اپنی قدرت کی نشانیوں میں سے مت رادیا۔

جس طرح قدرت نے ہمارے بارہویں امام علیہ السلام کو نظرِ خلافت سے چھپا کر رکھا ہے اسی طرح حضرت کے کامل الایمان معادوں کو بھی چھپایا ہے۔ وقت ظہور جو تین سو تیرہ امام مہدی علیہ السلام کے مدعا رکھوں گے ان میں یہ لوگ بھی شامل ہوں گے۔ معتبر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رسول خدا کے عہد مبارک میں صرف حضرت علی علیہ السلام نے اصحاب کہف سے ملاقات کی ہے۔

آءِ قَوْمِنَا اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ الْهَاتِهِ لَوْلَا يَأْتُونَ عَلَيْهِمُ الْمَلِئِينَ
بَيْنَ يَدَيْهِمْ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۗ وَإِذْ اعْتَزَلْتُمُوهُمْ
وَمَا يُعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ فَأَوْا إِلَىٰ الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ
رَّحْمَتِهِ وَيَهَيِّئْ لَكُمْ مِنْ أَمْرِكُمْ مَرْفَقًا ۗ وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا
طَلَعَتْ تَزُورُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَتْ تَقْرِضُهُمْ ذَاتَ
الشَّمَالِ وَهُوَ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۗ ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ ۗ مَنْ يَهْدِ اللَّهُ
فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۗ وَمَنْ يُضِلِّكَ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُّرْسِدًا ۗ

(وہ آپس میں کہنے لگے) افسوس یہ ہماری قوم ہے جس نے خدا کو چھوڑ کر اپنے لیے بہت سے بتوں کو

بنائے ہیں۔ یہ لوگ ان کے بنو دہونے کی کوئی ضروری دلیل کیوں نہیں پیش کرتے۔ جو اللہ پر چھوٹا بہتان
 ہاندے اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا۔ پس جب تم نے ان لوگوں سے اور ان سے بھی جن کی عبادت پر خدا
 کے سوا کرتے ہیں کتاوشکشی اختیار کر لی تو چلو (فلاں) غار میں چل بیٹھیں۔ تمہارا پروردگار اپنی رحمت تم
 پر وسیع کرے گا اور تمہارے کام میں تمہارے لیے آسانی مہیا کرے گا۔ (غرض وہ غار میں جا بیٹھے) تو
 دیکھے گا کہ جسے ریح طلوع کرتا ہے تو ان کے غار سے داہنی طرف جھک کے نکل جاتا ہے اور جب غروب
 ہوتا ہے تو ان سے بائیں طرف کتر جاتا ہے۔ وہ لوگ غار کے اندر ایک وسیع جگہ میں لیٹے ہیں۔ یہ اللہ
 کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ جسے خدا ہدایت کرے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جسے گمراہی
 میں چھوڑ دے تو تم اس کا سر پرست رہنا ہرگز نہ پاؤ گے۔

یہ غار کچھ ایسے زاویہ پر واقع تھا کہ سورج کی روشنی کسی وقت بھی اس کے دائرہ پر نہیں پڑتی تھی۔ اس
 لیے لوگ غار کے باہر سے ان کو دیکھ نہیں سکتے تھے۔

وَتَحْسَبُهُمْ اِقْبَاطًا وَهُمْ رُقُودٌ ۚ وَنَقَلْنَا لَهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ
 الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ
 لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَ لَمَلْتَ مِنْهُمْ رُعبًا ۝۱۸ ۚ وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ
 لِيَتَسَاءَلُوْا بَيْنَهُمْ ۗ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۚ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا
 اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۗ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ۗ فَابْعَثُوْا اٰحَدَكُمْ
 بِوَرِيْقِكُمْ هٰذِهِ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فليَنْظُرْ اَيُّهَا اَزْكَى طَعَامًا فليَاْتِكُمْ
 بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلِيَتَلَطَّفَ ۗ وَلَا يَشْعُرَنَّ بِكُمْ اِحْدًا ۝۱۹ ۚ اِنَّهُمْ
 اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعَبِّدُوْكُمْ فِ

مَلْتِهِمْ ۖ وَلَنْ تَفْلِحُوْا اِذَا اَبَدًا ۝۲۰ ۚ وَكَذٰلِكَ اَعْتَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْا
 اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَارِيْبٌ فِيْهَا ۚ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ
 بِدِيْنِهِمْ ۗ اَمْرُهُمْ فَمَا لَوْ اَبْنُوْا عَلَيْهِمْ بَنِيَانًا ۗ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِبِهِمْ ۗ
 قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ۝۲۱

تم انہیں جاگتا گمان کرتے ہو حالانکہ وہ سو رہے ہیں ہم انہیں کبھی داہیں طرف اور کبھی بائیں طرف کروٹیں
 بدلو ایتھے ہیں۔ ان کا کتا دونوں پاؤں پھیلائے چوکھٹ پر ڈٹا بیٹھا ہے اگر تو ان کو جھانک کر دیکھے تو
 اُسٹے پاؤں جھاگ کھڑا ہونے سے دل میں دہشت سما جائے (جس طرح) اپنی قدرت سے ان کو سٹلایا
 (اپنی قدرت سے) ان کو (جگا کر) اٹھایا تاکہ آپس میں کچھ پوچھ کچھ کریں۔ ان میں سے ایک نے
 کہا (بھلا) اس غار میں تم کتنی مدت ٹھہرے۔ کہنے لگے، ایک دن یا اس سے بھی کم (اس کے بعد) کہنے لگے
 اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کتنی مدت ٹھہرے (خیر) اب اپنے میں سے کسی کو اپنا روپیہ سے کر شہر کی
 طرف بھیجو تو وہ جا کر دیکھ بھال لے کر کونسا کھا اچھا ہے اس میں سے (بقدر ضرورت) تمہارے لیے کھا
 لے آئے اور چاہیے کہ ذرا ہوشیاری سے کام کرے ایسا نہ ہو کہ کسی کو تمہاری خبر ہو جائے۔ اگر ان لوگوں کو
 تمہاری اطلاع ہو گئی تو یا تو وہ تمہیں سنگسار کر دیں گے یا پھر تم کو اپنے دین کی طرف پھیر لے جائیں گے
 تو پھر تم کبھی کامیاب نہ ہو گے (غرض) ہم نے بول ان کی قوم کے لوگوں کو ان کی اطلاع کرائی تاکہ وہ
 دیکھ لیں کہ خدا کا وعدہ یقیناً سچا ہے اور قیامت کے آنے میں کچھ بھی شے نہیں (اطلاع ہونے کے بعد
 قوم کے لوگ) ان کے بارہ میں جھگڑنے لگے۔ ان کی رائے یہ ہوتی تھی (بطور یادگار) یہاں کوئی عمارت
 بنوادو۔ ان کا پروردگار ان کے حال سے خوب واقف ہے۔ جن قومیں کی رائے ان کی رائے پر غالب
 آئی انہوں نے کہا ہم تو یہاں پر (غار کے پاس) ایک مسجد بنائیں گے۔

کرٹیں بنانے کی وجہ سے لوگوں کو یہ گمان ہو سکتا تھا کہ وہ جاگ رہے ہیں۔ خدا فرماتا ہے کہ وہ جاگ نہیں رہے

بلکہ سوچے ہیں۔ ہم اپنی قدرت سے ان کو روٹیں دلو اور دینے ہیں تاکہ دورانِ خون کا سلسلہ جاری رہے۔
حسبِ تصریح قرآنی تین سو سال کے بعد جب وہ بیدار ہوئے تو جس وقت وہ سوئے تھے اور جس وقت وہ بیدار ہوئے تھے اس کے لحاظ سے انہوں نے ایک دن یا اس سے زیادہ وقت بتایا۔ اس سے قبل یہ واقعہ ہو چکا ہے کہ حضرت عزیر کو سو برس مژدہ رکھنے کے بعد خدا نے اٹھا کر آیا تھا اس کے بر قدرت میں سب کچھ ہے۔
شہرِ اقیقش میں اس وقت دو گروہ تھے۔ ایک بت پرستوں کا دوسرے عیسائیوں کا۔ بت پرستوں کی تجویز یہ تھی کہ بطور یادگار ایک مقبرہ بنا دیا جائے۔ اللہ ہی بہتر جاننا ہے کہ یہ لوگ کس عقیدہ کے تھے اور کس ارادہ سے یہاں آئے تھے۔ عیسائی گروہ نے کہا یہاں جبکہ کیوں نہ بنا دیا جائے یعنی اگر جہاں لوگ خدا کی عبادت کیا کریں۔ عیسائی مٹو نہیں نے لکھا ہے کہ اصحابِ کہف دو سو برس بعد جاگے تھے لیکن قرآن تین سو نو برس بیان کرنا ہے لہذا عیسائیوں کا کہنا غلط ہے کیونکہ خدا سے بہتر ان کے حالات وہ نہیں جانتے تھے وہ جو کچھ کہتے تھے سنی مشائخ بائیں تھیں۔

اصحابِ کہف کے سلسلہ میں جن لوگوں کی راستے فار پر مقبرہ بنانے کی تھی، مولانا مودودی صاحب نے تفہیم القرآن جلد ۱۵ پر قبورِ صما پر عمارت یا مسجد بنا نا جائز قرار نہیں دیا اور اگر ای قرار دیا ہے اور زیارت قبور کرنے والوں پر احادیث سے ممانعت ثابت کی ہے۔ اس سلسلہ میں چار حدیثیں بھی لکھی ہیں۔ بہر حال وہ جاہلیں ان کا عقیدہ جانے۔ ہمارے اثر کی احادیث سے ذقروں پر عمارت بنانا ممنوع ہے نہ زیارت قبور۔
عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي زِيَادَةِ الْقُبُورِ قَالَ إِشْتَهَرُوا بِسَوْتِ بَكْرِ فَإِذَا رَغِبْتُمْ عَنْهُمْ اسْتَوْجِسُوا (فروع کافی جلد ۲)
فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے زیارت قبور کے متعلق کہ فرمے تم سے مانوس ہوتے ہیں۔ جب تم ان سے الگ ہوتے ہو تو گھبراتے ہیں۔

اس قسم کی بہت سی احادیث ہماری کتب احادیث میں موجود ہیں جن کو طوالت کے خیال سے ترک کیا جاتا ہے۔ قبور بنانا یا ان پر قبور تعمیر کرنا اور تحقیق اپنے عزیزوں، بزرگوں یا دینی رہنماؤں کی یادگار کے طور پر ہوتا ہے۔ ان کی زیارت کرنا یا فاتحہ پڑھنا داخلِ شرک کیوں ہے۔ اگر خدا سمجھ کر کوئی زیارت کرنا تو بے شک شرک ہوتا۔ رہا مسجد بنانا تو کوئی فقیر کو مسجد نہیں بنانا اور نہ مسجد ہے۔ مسجد علیہ سے بنائی جاتی ہے۔ ان ان شاہد تقدس میں خدا کی عبادت کرنا کیوں شرک بن جائے کہ شرک کو مستأود سمجھ کر گناہ والے ذرا اس پر غور نہیں کرتے کہ شرک کا اطلاق کس صورت میں ہوتا ہے۔ مسجد نبوی میں جہاں قبر مبارک رسول ہے وہیں لوگ نمازیں پڑھتے ہیں۔ اگر یہ شرک ہے تو وہاں ایسا کرنے کیوں اجازت دی جاتی ہے۔ شرک تو اس صورت میں ہو گا جبکہ خدا کا شرک سمجھ کر کسی کی عبادت کی جائے۔ قبر رسول کی زیارت کرنے والے کیا شرک کہے جائیں گے۔ کیا حضرت رسول خدا جنت البقیع میں قبور کی زیارت کے لیے نہیں اشریف لے جاتے تھے۔ کیا حضرت حمزہ کی قبر کی زیارت کے لیے نہیں جاتے تھے یا خدیجہ کی

يَا أُولِي الْأَبْصَارِ - حجت البقیع کے مقابلہ میں کہہ کر سمار کرنے والوں میں ملاقت ہے کہ خاکِ بدر میں روضہ رسولؐ کو بھی اسی نظر سے دیکھیں۔ ست نون تو ایک ہی ہونا چاہیے، مگر شیعوں کی عداوت میں اور شیعوں سے بغض رکھنے میں لوگوں نے امر حق کو ترک کر دیا ہے۔

سَيَقُولُونَ ثَلَاثَةً رَّابِعَهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَيَقُولُونَ خَمْسَةً سَادِسَهُمْ كَلْبُهُمْ ۗ
رَجْمًا بِالْغَيْبِ ۚ وَيَقُولُونَ سَبْعَةً ۖ وَثَامِنَهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ قُلْ رَبِّ
أَعْلَمُ بِعَدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ ۗ

عقرب کچھ لوگ (نصاری) کہیں گے وہ تین نہیں ہیں چوتھا ان کا کتا ہے اور دوسرے (یہودی) کہیں گے وہ پانچ ہیں اور چھٹا ان کا کتا ہے۔ یہ سب اسکل کی باتیں ہیں۔ کچھ لوگ کہیں گے سات ہیں اور آٹھواں ان کا کتا ہے۔ اے رسول تم کہو، میرا رب ان کے شمار کو خوب جانتا ہے اور ان کی گنتی حضور سے ہی لوگ جانتے ہیں۔

بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ چونکہ سات کے بعد خدا نے کوئی قول ذکر نہیں کیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہی تعداد صحیح ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ فقیر یہودیوں نے آئینت سے اس لیے پوچھا تھا کہ آپ نہ جانتے ہوں گے تو ہم آپ کی کتب سماوی سے بے خبری ثابت کریں گے۔ تعداد بنانے سے خدا نے اس لیے گریز کیا کہ اگر صحیح تعداد بتائی جائے گی تو یہودی اذراہ عناد آئینت کو جھوٹا کہنے لگیں گے اور جھگڑے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ لہذا اس بارہ میں غمخوشی ہی بہتر ہے البتہ رسولوں کو آگاہ کر دیا گیا یہی مطلب ہے مَّا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ کا۔

فَلَا تَمَارِفِهِمْ إِلَّا مَرَأَ ظَاهِرًا ۖ وَلَا تَسْتَفْتِ فِيهِمْ مِنْهُمْ أَحَدًا ۖ
وَلَا تَقُولَنَّ لِي سَأَىٰ إِلَّي فَاعِلٌ ذَٰلِكَ غَدًا ۗ ۝۱۳ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ۗ ز
وَإِذْ كَرَّرْنَا بِكَ إِذَا نَسِيتَ وَقُلْنَا عَسَىٰ أَنْ يَهْدِيَنَّ رَبِّي لِأَقْرَبَ
مِنْ هَٰذَا ارْشِدًا ۗ ۝۱۴ وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ

وَأَزْدَادُوا انْتِعَا ۝۲۵ قُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوا

اے رسول تم ان لوگوں سے اصحاب کہف کے بارہ میں سرسری گفتگو کے سوا زیادہ جھگڑا نہ کرو اور ان کے بارہ میں کسی سے کچھ پوچھو بھی نہیں اور کسی کام کی نسبت نہ کہا کرو کہ میں اس کو کل کروں گا مگر انشاء اللہ کہہ کر۔ اگر (انشاء اللہ) کہنا مجھوں جاؤ تو جب یاد آئے اپنے پروردگار کو یاد کر لو (انشاء اللہ کہہ لو) اور کہو امید ہے کہ میرا رب ایسی بات کی ہدایت فرمائے جو رہنمائی میں اس سے بھی زیادہ قریب ہو اصحاب کہف اپنے غار میں نو اوپر تین سو برس رہے تم کہہ خدا ان کے ٹھہرنے کی مدت سے خوب آگاہ ہے یعنی اصحاب کہف کے بارہ میں یہودیوں سے جھگڑا نہ کرو اور اس معاملہ میں ان کی رائے بھی نہ لو ان کی تعداد کا معلوم کرنا یا کیسے رہے کب تک رہے کتا کیسا تھا۔ کوئی بات نہیں جس کے لیے جھگڑا ہو اصل تو وہ سبقت ہے جو اس واقعہ سے ملتا ہے۔

یہودیوں نے جب حضرت سے اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے حالات پوچھے تھے تو آپ نے فرمایا تھا میں کل باتوں کا لیکن انشاء اللہ کہنا مجھوں گئے تھے۔ لہذا وحی ایک آن کے لیے رک گئی۔ پھر بنایا گیا کہ جس وقت یاد آجایا کرے کہہ لیا کرو۔ اصحاب کہف غار میں تین سو نو سال رہے اس کے بعد فرماتا ہے اللہ بہتر جانتا ہے کتنے دن رہے۔ پچھلے تعداد بتانا پھر یہ کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تین سو نو کی تعداد لوگوں کی بیان کی ہوئی ہے۔ اصلی تعداد خدا ہی جانتا ہے۔

ان کے رہنے کی مدت کو اور ان کی تعداد دونوں کو خدا نے ظاہر کرنا مصلحت نہیں سمجھا۔ کیونکہ اگر ظاہر کیا جاتا تو یہودی حضرت کو ہتھلانے لگتے اور جھگڑے کی بنیاد پڑ جاتی۔ تعداد کے معلوم نہ ہونے سے ایمان میں کیا سترق پڑتا ہے اور جو سبق اس واقعہ سے ملتا ہے اس میں کیا تقمید ہوتا ہے۔ سبق تو یہ دینا تھا کہ جو لوگ حیات بعد الموت کے قابل نہیں وہ سچے لیں کہ جیسے ان لوگوں کو تین سو نو برس سلا کر اٹھا کر لایا گیا ہے یہی قیامت کے عروجوں کو نکال کھڑا کرے گا۔ یہاں نسبت ان کی نسبت رسول کی طرف دی گئی ہے جو ہمارے عقیدہ کے خلاف ہے۔ دراصل یہ رسول کو مخاطب کر کے امت کو تعلیم دی گئی ہے جیسا کہ آیت میں اور بھی کئی جگہ ایسا ہے۔ رسول کی ذات سبوں سے ممتاز ہوتی ہے۔

لَهُ غَيْبُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَبْصِرْ بِهِ وَأَسْمِعْ مَا لَهُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ قَوْلٍ لَوْ لَا يَشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا ۝۲۶ وَأَتْلُ مَا أُوْحِيَ إِلَيْكَ

مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۖ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا ۝۲۷ وَأَصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ ۚ تَرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تَطْعَمَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا ۝۲۸

آسمان وزمین کی تمام پوشیدہ باتوں کا وہ جاننے والا ہے۔ کیا کہنا اس کے دیکھنے کا کیا کہنا اس کے سننے کا لوگوں کے لیے اس کے سوا کوئی سرپرست نہیں اور وہ اپنے کام میں کسی کو شریک نہیں بناتا۔ اے رسول جو کتاب تمہارے رب کی طرف بذریعہ وحی نازل ہوئی ہے اسے پڑھا کرو۔ اس کی باتوں کو کوئی بدل نہیں سکتا اور تم اس کے سوا کوئی پناہ کی جگہ بھی نہ پاؤ گے جو لوگ صبح و شام اپنے پروردگار کو یاد کرتے ہیں، اور اس کی خوشنودی کے خواہاں ہیں ان کے ساتھ تم خود بھی اپنے نفس پر صبر کرو اور ان کی طرف سے اپنی نظر کو نہ پھیرو کہ تم دنیا کی زندگی کی آرائش کو چاہتے لگو اور جس کے قلب کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہے اس کی بات نہ ماننا۔ اس کا کام سراسر زیادتی ہے۔

مشرکین مکہ آنحضرت سے بار بار کہا کرتے تھے کہ آپ ہمارے معاملہ میں روز بروز سخت ہوتے جا رہے ہیں ہمارے آقا و اہلداد کو جاہل بتاتے ہیں اور ہمارے بتوں کی توہین کرتے ہیں، ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ آپ اپنے رویہ میں تبدیلی کریں۔ کچھ ہم آپ کی مان لیں کچھ آپ ہماری مان لیجئے تاکہ قوم میں پھوٹ نہ پڑے۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ کلام خدا میں کوئی کسی قسم کی تبدیلی نہیں کر سکتا۔ رسول صرف ہمارا کلام پہنچانے کے ذمہ دار ہیں ان کو تبدیلی کا کوئی اختیار نہیں۔

جو مالدار لوگ تھے وہ غریب مسلمانوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے اور رسول کے پاس ان کا بیٹھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ جو رسول کے بڑے مقرب صحابی تھے اور زہد و فقر کا یہ عالم تھا کہ ایک اونٹنی چادر پرانی ان کے پاس تھی۔ ساری ضروریات لباس اسی سے پوری کرتے تھے۔ گرمی کا

الذائقہ

صبر و تقویٰ

وہ لوگ ہیں انشاء اللہ کہہ لو

موسم تھا اس کو اور اسے ہونے خدا رب رسول ہیں آئے اور آپ کے پاس بیٹھے۔ اتنے میں عین ابن حبیبین پہنچے اور آپ سے ملنے آیا تو اسے حضرت سلمان کی چادر کی بو بڑی معلوم ہوئی کہنے لگا جس میں آیا کہ میں تو ان لوگوں کو مٹا دیا کیجئے۔ اس کے بار میں یہ آیت نازل ہوئی اور رسول کو ایسے لوگوں کی بات ماننے سے منع کیا گیا کہ جو نہ کہ بر دنیا کی زینت کے خواہاں تھے اور ہمارے ذکر سے غافل۔

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ قَدْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمَرْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ إِنَّا
أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا أَحَاطَ بِهَا كُلُّ شَيْءٍ وَان تَسْتَعِينُوا
يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهُ بِمَسِّ الشَّرَابِ وَسَاءَتْ
مُرْتَفَعًا ۝۷۹

اے رسول کہہ رہا ہے رب کی طرف سے جو آیا ہے وہ حق ہے پس جس کا دل چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کافر ہی بنا ہے۔ ہم نے ظالموں کے لیے (دوزخ کی) آگ تیار رکھی ہے جس کی قیامتیں (دیواریں) اسے گھیر لیں گی اگر وہ فریاد کریں گے تو ان کی فریاد ہی ایسے کھولتے ہوئے پانی سے کی جائے گی جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو گا وہ منہ کو جھون ڈالے گا۔ کیا پانی ہے اور جہنم کیا بڑا ٹھکانہ ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ
عَمَلًا ۝۸۰ أُولَئِكَ لَهُمْ جَدَّتْ عَدْنٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ
يُجْعَلُونَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا مِنْ
سُنْدُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُتَّكِنِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ نِعْمَ الثَّوَابُ
وَحَسْبَتْ مُرْتَفَعًا ۝۸۱

جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کیے تو ہم کسی اچھے کام کرنے والے کے اجر کو ضائع نہیں کرتے ایسے لوگوں کے لیے جنتیں ہیں۔ ان لوگوں کے (قدموں کے) نیچے نہیں بہتی ہوں گی ان کو وہاں سونے کے کنگنوں سے آراستہ کیا جائے گا اور ان کو باریک شیم ورد بیز شیم کے (اعلیٰ قسم کے شیم سے بنے ہوئے) سبز لباس پہنائے جائیں گے اور تختوں پر بیٹھے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ کیسا اچھا ثواب اور کیسی اچھی جگہ ہے۔

بعض لوگوں کا اعتراض ہے کہ کنگن عورتوں کا زیور ہے نہ کہ مردوں کا۔ جواب یہ ہے کہ کسی ملک کے رسم و رواج کا قیاس تمام دنیا کے رسم و رواج پر نہیں کیا جاتا۔ ایک زمانہ میں بادشاہ لوگ سونے کے کنگن پہنتے تھے پس مقصد یہاں شان و نشان سے رہنا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جن نیک بندوں نے راہ خدا میں ظلموں میں گھر لوسہ کی ہتھکڑیاں پہنی ہوں گی قیامت میں ان کے ہاتھوں میں سونے کے کڑے ڈالے جائیں گے اور اس طرح ان کی انبیازی شان ظاہر کی جائے گی۔ اور جن لوگوں نے ظالموں کے ہاتھوں میں تقید ہو کر بوسیدہ لباس ہو جانے پر صبر کیا ہو گا ان کو حریر و دیبا کے لباس پہنائے جائیں گے۔ یہ دونوں چیزیں اظہار شان و علو مرتبت کے بیان ہیں۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلًا رَجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ
وَحَفَفْنَاهُمَا بِنَخْلٍ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زُرْعًا ۝۸۲ كُنَّا الْجَنَّتَيْنِ
أَتَتْ أَكْهَابًا وَلَمْ تَظْلَمْ مِنْهُ شَيْئًا ۝۸۳ وَفَجَّرْنَا خِلْفَهُمَا نَهْرًا ۝۸۴
وَكَانَ لَهُ
ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهِ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَنَا أَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَأَعَزُّ
نَفْرًا ۝۸۵ وَدَخَلَ جَنَّتَهُ وَهُوَ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ ۝۸۶ قَالَ مَا أَظُنُّ أَنْ
تَبِيدَ هَذِهِ أَبَدًا ۝۸۷ وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً ۝۸۸ وَلَئِنْ رُودَتْ
إِلَى رَبِّي لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِنْهَا مُنْقَلَبًا ۝۸۹ قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ

يُجَاوِرُهُ أَكَفَرْتَ بِالَّذِي خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ سُوءَكَ
رَجُلًا ۖ لَكِنَّا هُوَ اللَّهُ رَبُّهُ وَلَا أُشْرِكُ بِرَبِّي أَحَدًا ۝۳۸

ان لوگوں سے اُن دو شخصوں کی مثال بیان کرو جن میں سے ایک کو ہم نے انگوٹوں کے دو باغ دے رکھے ہیں اور ان کے چاروں طرف غرمے کے تخت لگا دیئے ہیں اور ان کے درمیان کھیتی بھی لگا دی ہے۔ یہ دونوں باغ خوب پھل لائے اور پھل لانے میں کچھ کمی نہیں کی۔ ان کے درمیان نہر بھی جاری کر دی ہے۔ جب اس میں پھل لگے تو اپنے ساتھی سے جو اس سے باتیں کر رہا تھا کہنے لگا میں تجھ سے مال میں بھی زیادہ ہوں اور تجھے میں بھی بڑھا ہوا ہوں (یہ باتیں کرتا ہوا) اپنے باغ میں جا پہنچا (اس کی حالت یہ تھی) کہ (کفر کی وجہ سے) اپنے اوپر ظلم کر رہا تھا (غرض) وہ کہہ بیٹھا کہ مجھے تو اس کا گمان بھی نہیں ہونا کہ کبھی یہ باغ اُجڑ جائے گا اور میں یہ قیاس بھی نہیں کرتا کہ قیامت قائم ہوگی (اور بالفرض اگر ہوئی بھی تو) جب میں اپنے پُروردگار کی طرف لوٹا ہوا جاؤں گا تو اس سے کہیں اچھی جگہ پاؤں گا۔ اس کے ساتھی نے جو اس سے باتیں کر رہا تھا کہا تو اُس پُروردگار کا منکر ہے جس نے پہلے تجھے سچی سے پیدا کیا پھر لطف سے پھر بالکل ٹھیک مرنے دیا لیکن ہم (تو یہ کہتے ہیں کہ) وہی خدا میرا پُروردگار ہے اور میں تو اپنے پُروردگار کا کسی کو ساتھی نہیں بناتا۔

وَلَوْلَا إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتِكَ قُلْتَ مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ
إِنْ تَرَىٰ أَنَا أَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَوَلَدًا ۖ فَعَسَىٰ رَبِّي أَن يُّؤْتِيَنِي
خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَاءِ فَتُصْبِحُ صَمِيدًا
زَلِقًا ۖ أَوْ يُصْبِحَ مَا وَهَا غُورًا فَلَنْ نَّسْتَطِيعَ لَهُ طَلَبًا ۖ وَأُحِيطَ
بِشْرِهِ فَاصْبِرْ يَقْلِبْ كَفَيْهِ عَلَىٰ مَا أَنْفَقَ فِيهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ

عَرُوشَهَا وَيَقُولُ لِيَلَيْتَنِي لَمْ أُشْرِكْ بِرَبِّي أَحَدًا ۖ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ
فِتْنَةٌ يَنْصُرُونَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَمَا كَانَ مُنتَصِرًا ۝۳۹

جب تو اپنے باغ میں آیا تو یہ کیوں نہ کہا کہ یہ سب خدا ہی کے چلنے سے ہوا ہے کیونکہ بغیر خدا کی مدد کے کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ اگر مال و اولاد کے لحاظ سے تو مجھے کم سمجھتا ہے تو عنقریب ہی میرا پُروردگار مجھے وہ باغ عطا فرمائے گا جو تیرے باغ سے کہیں بہتر ہوگا اور تیرے باغ پر کوئی ایسی آفت نازل کئے گا کہ (خاک سیاہ ہو کر) چیل چیل پکنا صفا چٹ میدان ہو جائے گا یا اس کا پانی نیچے اُتر کر اسے خشک بنا دے تو پھر تو کسی طرح اُسے نہ پاسکے گا (چنانچہ عذاب نازل ہوا) اور اس کے باغ کے پھل (آفت میں) گھر گئے تو وہ اُس مال پر جو اس باغ کی تیاری میں صرف کیا تھا کفایت نہیں ملنے لگا۔ باغ (کی یہ حالت تھی کہ) اپنی ٹہنیوں پر اُدھار گرا ہوا تھا۔ وہ کہنے لگا کاش میں اپنے پُروردگار کا کسی کو شریک نہ بناتا اور خدا کے سوا کوئی تکرور نہ تھا کہ اس کی مدد کرتا اور نہ اس کی مدد کی گئی۔

اس واقعہ سے یہ سبق ملتا کہ انسان کو اپنی دولت اور اپنی جماعت پر گھنڈہ نہ کرنا چاہیے۔ خدا کو کسی کی حالت بدلتے دیر نہیں لگتی۔ انسان کو چاہیے کہ ہر وقت اسے غالب انداز ہے۔ دنیا میں جو کچھ ہے وہ سب خدا ہی کا ہے۔ نیک اور غرور خدا کو پسند نہیں۔ ایسا کرنا درحقیقت خدا کی عظمت و کبریائی کو حقارت کی نظر سے دیکھنا اور اس کی خدائی کا انکار کرنا ہے۔ مغرور کا ہر ایک دن نیچا ہو کر ہی رہتا ہے۔ اس کے یہ قدرت میں سب کچھ ہے۔ وہ دم بھر میں مالدار کو غریب اور غریب کو امیر بنا سکتا ہے۔ عسکرینہ کو ذلیل اور ذلیل کو عزیز کر سکتا ہے۔

هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلَّهِ الْحَقِّ ۖ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَخَيْرٌ عُقْبًا ۖ وَاضْرِبْ
لَهُمْ مَثَلًا لِّلْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَاۤ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهَا
نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيمًا تَذْرُوهُ الرِّيْحُ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى

كُلِّ شَيْءٍ مُّسْتَدْرًا ﴿۳۵﴾ الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرًا أَمَلًا ﴿۳۶﴾

یہیں سے معلوم ہوا کہ کار سازی خدا سے برحق کے لیے ہے جو انعام میں سے ہے وہی بہتر ہے اور جو انجام وہ دکھائے وہی سب اچھا ہے۔ اے رسول ان لوگوں سے زندگانی دنیا کی مثال بیان کرو جو اس پانی کی مانند ہے جسے ہم نے آسمان سے برسا یا پس اس سے نباتات پھوٹ نکلی پھر وہ جھس بن کر رہ گئی جسے ہواؤں نے اڑا دیا اور خدا ہر چیز پر قادر ہے۔ مال اور اولاد زندگانی دنیا کی زینت ہیں، اور باقی رہنے والی نیکیاں تمہارے رب کے نزدیک ثواب ہیں اس سے کہیں زیادہ اچھی ہیں اور آرزو کی راہ سے بھی (بہتر ہیں)۔

دُنیا میں تین قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں اول وہ جن کو مال جمع کرنے کی طرف کوئی رغبت نہیں ہوتی صرف جان بچانے کے لیے تھوڑا سا کما لیتے ہیں۔ بوریا ان کا فریض ہوتا ہے اور ایک چھٹی پانی چادر ان کا لباس یہ خدا کے نیک بندے ہیں جو زینت دنیا کی طرف توجہ نہیں کرتے صرف آخرت کی بہتری پر ان کی نظر رہتی ہے۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو مال جمع تو کرتے ہیں مگر حلال طریقہ سے۔ راہ خدا میں خرچ بھی کرتے ہیں۔ روز قیامت ان سے حساب کتاب ہوگا۔ تیسرے وہ لوگ ہیں جو حلال و حرام کی تمیز کیے بغیر مال جمع کیے جاتے ہیں ایسے لوگوں کے لیے کھلا جہنم ہے۔

خدا نے زندگانی دنیا کی ایک مثال دی ہے وہ بارش کے پانی کی مانند ہے کہ اس کی وجہ سے کھیتیاں لہلہا اٹھتی ہیں لیکن چند روز کی بہا ہوتی ہے۔ سبز ہونے کے بعد وہ پٹی پڑنے لگتی ہیں پھر ہواؤں کے جھونکوں سے ٹوٹ کر زمین پر گر پڑتی ہیں پھر جھس بن کر ہوا میں اڑ جاتی ہیں۔ ایسے ہی آدمی پیدا ہوتا ہے رفتہ رفتہ جوان ہوتا ہے آخر ایک روز مگر قبر میں جا پہنچتا ہے اور جو مال و متاع جمع کیا تھا سب چھوڑ جاتا ہے۔

بے شک مال اور اولاد زندگانی دنیا کی زینت ہیں لیکن اگر مال کو حکم خدا کے مطابق صرف نہ کیا جائے اور اولاد کی صحیح طریقہ سے تربیت نہ کی جائے تو یہی دونوں بلائے جان بن جاتی ہیں۔ انسان مال کے جمع و خرچ میں ہزار گناہ کا بوجھ اپنے سر پر لے لیتا ہے اور نالائق اولاد اس کی نجات آخرت میں ضل و لٹنے والی ہو جاتی ہے۔ خدا کے یہاں بہتر نہیں اچھراں نیکیوں کا ملے گا جو دُنیا میں باقی رہنے والی ہیں جیسے اچھی کتابیں تصنیف کرنا۔ کنواں کھدوانا۔ دینی درسگاہیں قائم کرنا۔ مسجدیں بنوانا۔ غریبوں کی مدد کرنا وغیرہ۔

وَيَوْمَ نُسَبِّحُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً ۖ وَحَشَرْنَا لَهُمْ فَلَمَّ نَعَادِرُ مِنْهُمْ
أَحَدًا ﴿۳۷﴾ وَعَرَضُوا عَلَيَّ رَبِّكَ صَقَاءً لَقَدْ جِئْتُمُونَا كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ
مَرَّةٍ ۖ زَبَلٌ زَعَمْتُمْ ۗ لَنْ نَجْعَلَ لَكُمْ مَوْعِدًا ﴿۳۸﴾ وَوَضَعَ الْكِتَابَ فَاتْرَى
الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ وَيَقُولُونَ يُوبِلْتَنَا مَالِ هَذَا الْكِتَابِ
لَا يَغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا ۖ وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا
حَاضِرًا ۗ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا ﴿۳۹﴾

قیامت کے روز ہم پہاڑوں کو (بادل کی طرح) چلا دیں گے اور تم زمین کو دیکھو گے کہ کھلی پڑی ہوگی کہیں نام کو نباتات نہ ہوگی) اور ہم ان کو جمع کریں گے کسی ایک کو (غیر بلائے) نہ چھوڑیں گے۔ وہ سب کے سب تمہارے رب کے سامنے قطار در قطار پیش کیے جائیں گے (اس وقت ہم یاد دلاؤں گے کہ جس طرح ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا اسی طرح (آج کے دن) تم کو ہمارے پاس آنا پڑا۔ تم سمجھتے تھے کہ ہم نے تمہارے لیے کوئی وعدہ کا وقت مقرر ہی نہیں کیا۔ لوگوں کے اعمال کی کتاب سامنے رکھی جائے گی۔ اس وقت تم مجرموں کو دیکھو گے کہ جو کچھ اس میں لکھا ہے اسے دیکھ دیکھ کر سہمے جاتے ہوں گے اور کہتے ہوں گے ہائے ہائے (ہماری کم نجاتی) یہ کیسی کتاب ہے جس میں نہ ہمارا کوئی چھوٹا سا عمل چھوڑا گیا ہے نہ بڑا سب ہی کو تو درج کر لیا ہے جو کچھ انہوں نے کیا ہوگا سب ان کے سامنے موجود ہوگا۔ تمہارا رب کسی پر ظلم نہ کرے گا۔

جو لوگ قیامت کو جھٹولے پڑے ہیں اور اس خیال میں مست ہیں کہ مرنے کے بعد کچھ نہ ہوگا۔ ان کو آگاہ کیا جا رہا ہے کہ ہوگا اور ضرور ہوگا۔ بچے سے لے کر بوڑھے تک سب ہی کو بلایا جائے گا اور اول روز سے آخر تک جو کچھ کسی نے کیا ہوگا اس کی آنکھوں کے سامنے رکھا جائے گا۔ تاکہ انہیں معلوم ہو کہ انبیاء نے جو قیامت کی خبر

دی تھی وہ بالکل سچی تھی۔ دیکھو خدا کا وعدہ پورا ہو گیا۔ آج کا دن ہے جس کے آنے کا وعدہ کیا تھا۔ اب تاؤ بیچ کر کہاں جاؤ گے۔ خدا کسی پر ظلم نہیں کرے گا بلکہ جو سزا تم کو ملے گی وہ تمہارے ہی اعمال کی بدولت ملے گی۔

عج کر دنی غور عیش آمدن ہمیش

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ ۗ إِفْتَخَذُ وَنَهُ وَذُرِّيَّتَهُ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِي وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ۗ بِئْسَ لِلظَّالِمِينَ بَدَلًا ۝۵۱ مَا أَشْهَدُكُمْ خَلْقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَا خَلْقِ أَنْفُسِهِمْ ۚ وَمَا كُنْتُمْ مُتَخَذَ الْمُضِلِّينَ عَصَدًا ۝۵۱

وہ وقت یاد کرو جب ہم نے ملائکہ سے کہا تھا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا۔ وہ قوم جن سے تمہاریس حکم خدا سے نکل جیگا تو (اسے بنی آدم) کیا تم اس کو اور اس کی اولاد کو مجھے چھوڑ کر اپنا سرپرست بنا لو گے حالانکہ وہ تمہارا پیکار دشمن ہے اور (ہمارے یہاں) ظالموں کے لیے برا بدلہ ہے میں نے نہ تو ان کو آسمان زمین کی پیدائش کے وقت مدد کو بلایا تھا نہ ان کے نفسوں کی خلقت میں ان کو شریک کیا تھا۔ میں گمراہ کرنے والوں کو اپنا مددگار نہیں بنا کرتا۔

قیامت کا ذکر کرنے کے بعد اب پھر آدم اور شیطان کی نافرمانی کا قصہ چھیڑا ہے تاکہ لوگ آگاہ ہوں کہ نافرمانی کرنے والوں کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ وہ سمجھ لیں کہ شیطان ان کے پیچھے لگا ہوا ہے اور وہ ان کا کھلا دشمن ہے۔ اس نے آدم سے اپنی دشمنی کا اظہار اسی وقت کر دیا تھا جب ہم نے آدم کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ اسی طرح تمام ظالموں کو برا بدلہ ملے گا۔ جو لوگ شیاطین کے پیچاری ہیں وہ دام فریب میں پھنسے ہوئے ہیں۔ وہ ذرا یہ سمجھیں کہ شیاطین کو سرپرستی کا کیا حق ہے۔ وہ خدا کی مخلوق ہیں خالق نہیں ہیں۔ وہ نہ آسمان و زمین کی پیدائش کے وقت موجود تھے کہ ان سے مدد لیتا اور نہ خود اپنی تخلیق کے وقت ان کا وجود تھا کہ ان کے کہنے کے مطابق ان کو بنا جاتا۔ پس ایسی صورت میں خدا کو چھوڑ کر مخلوق کو اپنا سرپرست بنا لینا کونسی دانتی ہے۔ یہاں یہ سوال

ابلیس کا قصہ

شیطان کو سرپرست نہ بناؤ

پیدا ہوتا ہے کہ اگر آسمان و زمین کی پیدائش کے وقت شیاطین موجود نہ تھے تو اور کون موجود تھا۔ جیسے اور کوئی نہ تھا وہ بھی نہ تھے۔ پھر اس کا ذکر کیوں کیا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث لَوْلَا لَمْ نَخْلُقْكَ لَأَفْلَاكَ (اے رسول اگر تم نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا) سے یہ پتہ چلتا ہے کہ افلاک و زمین کی پیدائش کے وقت وجود محمدی مجسم نوری موجود تھا۔ وہ اپنے وجود مادی کی خلقت کے وقت بھی موجود تھے۔

موجود تھا۔ وہ اپنے وجود مادی کی خلقت کے وقت بھی موجود تھے۔ ایک مجرم ایک مفصل ایک خدا کی نافرمانی مخلوق کی اس قابل ہو سکتی ہے کہ اسے کوئی اپنا ولی و سرپرست بنائے۔ آتش پرستوں نے شیطان کو شریک خدا بنا کر اس کی پرستش کی اور اب تک کر رہے ہیں۔ ان کے عقیدہ میں دو خدا ہیں، ایک یزدان دوسرے اہرمین یعنی شیطان ہے۔ وہ خدا سے زیادہ شیطان سے ڈرتے ہیں، کہتے ہیں کہ نیکی کی دنیا کا مالک خدا ہے اور بدی کی دنیا کا شیطان ہے۔ اگر ہم شیطان کی عبادت نہ کریں گے تو وہ ہم کو بدی کے سمندر میں ڈبوئے گا۔ جب شیطان و خدا کے درمیان کشمی ہوتی ہے تو شیطان غالب آجاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں بدی زیادہ ہے نیکی کم ہے۔ انسان کی حماقت کی یہ حد آخر ہے۔

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر شیطان خدا کی مخلوق ہے تو خدا نے اس مایہ فساد کو پیدا ہی کیوں کیا۔ نہ اسے پیدا کرتا نہ دنیا میں لگا رہی پسلیتی۔ جواب یہ ہے کہ خدا نے شیطان کو شیطان بنا کر پیدا نہیں کیا بلکہ وہ خود شیطان بنا۔ اگر شیطان ہی پیدا کرتا تو خلقت آدم سے لاکھوں برس پہلے وہ خدا کی عبادت کیوں کرتا۔ وجود آدم سے حسد کرنے اور سبھا کے حکم سے نافرمانی کرنے پر وہ شیطان بن گیا۔ رہا یہ کہ اسے مہلت کیوں دی گئی تو یہ اس کی سابقہ عبادت کا اجر تھا۔ اگر نہ دیا جاتا تو حسد اس صاحب انصاف قرار نہ پاتا۔

دوسرے انسان کی نیکی اس وقت تک نیکی ہے جب تک وہ شیطان و وسوسوں کا مقابلہ کر کے بدی سے بچتا ہے۔ اگر بدی نہ ہوتی تو پھر نیکی قابل اجر قرار نہ پاتی۔ جب نیکی کرنے سے کوئی بچتا ہے ہی نہ ہو تو پھر نیکی کرنا اختیار ہی نہ ہو گا بلکہ مجبوراً ہو گا۔

وَيَوْمَ يَقُولُ نَادُوا شُرَكَاءِيَ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُم مَّوْبِقًا ۝۵۲ وَرَأَى الْمَجْرُمُونَ النَّارَ فَظَنُّوا أَنَّهُمْ مُوَاقِعُوهَا وَلَمْ يَجِدُوا عَلَيْهَا مَصْرَفًا ۝۵۳ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هَذَا الْقُرْآنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرِ شَيْءٍ جَدَلًا ۝۵۴ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ

۱۹۹

وَيَسْتَعْفِرُوا رَبَّهُمْ اِلَّا اَنْ تَاْتِيَهُمْ سَنَةٌ اَوْ لَيْلٌ اَوْ يَاتِيَهُمْ
الْعَذَابُ قُبْلًا ۝۵۵

(ڈرو اس دن سے) جب خدا فرمائے گا کہ جن لوگوں کو تم میرا شریک بنائے ہوئے تھے اسان کو پکارو وہ لوگ پکاریں گے وہ کوئی جواب ہی نہ دیں گے اور ہم ان دونوں کے درمیان ایک مہلک آڑ بنا دیں گے اور گنہگار لوگ آگ کو دیکھ کر سجدہ جائیں گے کہ وہ اس میں جھونکے جائیں گے اور اس سے بچنے کا کوئی راستہ انہیں نہ ملے گا۔ ہم نے لوگوں کو سمجھانے کے لیے اس قرآن میں ہیر پھیر کر مثالیں بیان کر دی ہیں لیکن انسان تو تمام مخلوق سے زیادہ جھگڑا لوبہ ہے۔ جب ان کے سامنے ہدایت آچکی تو اسے ماننے اور اپنے رب کے سامنے معافی چاہنے سے کس چیز نے روک دیا اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ وہ اس بات کے منتظر ہیں کہ ان کے ساتھ بھی وہی سب کچھ ہو جو پہلی قوموں کے ساتھ ہوا ہے یا وہ عذاب کو سامنے آتا دیکھ لیں۔

قرآن میں ہدایت کا کوئی گوشہ چھوڑا نہیں گیا۔ روشن دلائل اور واضح براہین بیان کی گئیں۔ پہلی قوموں کے واقعات سامنے رکھے گئے طرح طرح سے مثالیں لے کر سمجھایا گیا۔ اس کے بعد امتی سے ڈوکر دانی کھنے کا کیا موقع تھا مگر نہیں انسان تو بات بات پر جھگڑا کرتا ہے۔ وہ تو اس عذاب کا منتظر ہے جو پہلے لوگوں پر آچکا ہے

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ اِلَّا مَبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ ۚ وَيَجَادِلُ الَّذِينَ كَفَرُوا
بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهٖ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوا اٰيَاتِي وَمَا اَنْذَرُوهُنَّ ۝۵۶
وَمَنْ اٰظَمَ مِنْ ذِكْرِ بَايَاتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَفِي مَا قَدَّمَتْ
يَدُهٗ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَفْقَهُوْهُ وَفِيْ اٰذَانِهِمْ
وَقْرًا ۚ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَهْتَدُوْا اِذَا اَبَدًا ۝۵۷ وَرَبُّكَ

الْغُفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ۙ لَوْ يَُوْا خِذْهُمْ بِمَا كَسَبُوْا الْعَجَلُ لَهُمُ الْعَذَابُ
بَلْ لَهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْبِلًا ۝۵۸ وَتِلْكَ الْقُرٰى
اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ۝۵۹

ہم نے مسلمانوں کو نہیں بھیجا مگر بشارت دینے والا اور ڈرنے والا بنا کر کافر لوگ جھوٹی باتوں کا سہارا پکڑنے جھگڑا کرتے ہیں تاکہ اس کے ذریعے حق کو اپنی جگہ سے ہٹا دیں۔ انہوں نے ہماری آیات کو اور جس سے وہ ڈرائے گئے تھے مذاق قرار دیا۔ اس سے زیادہ ظالم کون ہو گا جسے جب خدا کی آیتیں یاد دلائی جائیں تو وہ ان سے منہ پھیر لے اور جو کام اس کے ہاتھوں نے کیے ہیں انہیں بھول جائے ہم نے ان کے دلوں پر پرے ڈال دیئے ہیں کہ وہ حق بات کو نہ سمجھ سکیں اور ان کے کانوں میں بہرہ لین پیدا کر دیا ہے۔ اگر تم ان کو ہدایت کی طرف بلاؤ تو وہ ہرگز ہدایت قبول کرنے والے نہیں اور (مے رسول) تیرا رب بڑا بخشنے والا اور تم کرنے والا ہے۔ اگر ان کے گناہوں کی سزا میں دھڑ پکڑتا تو فوراً ان پر عذاب نازل ہو جاتا لیکن ان کے لیے ایک عہد کا وقت مقرر ہے وہ (اس سے بچنے کے لیے) کوئی پناہ کی جگہ نہ پائیں گے۔ یہ بستیاں (جو تم دیکھتے ہو) ان کے سرکش باشندوں کو ہم نے ہلاک کیا اور ہم نے ان کی ہلاکت کا وقت مقرر کر دیا ہے

ہم اسے انبیا و مرسلین جب کافروں کے سامنے دلائل و براہین کو پیش کرتے ہیں تو اپنی جہالت کی بنا پر سبائے ان کو تسلیم کرنے کے لڑائی جھگڑے پر اتر آتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس شور و شغب میں حق کو دھالیں۔ وہ آیات الہی کا مذاق اڑانے لگتے ہیں تاکہ لوگ ان آیات کی طرف توجہ نہ کریں۔ جب حق بات کسی طرح مانتے ہی نہیں تو گو بائبل سمجھو کہ ہم نے ان کی آنکھوں پر پرے ڈال دیئے اور کانوں کو بہرہ کر دیا یعنی اپنی توفیقاً ان سے سبک کر لیں۔ اب وہ اپنے خود ہلاکت میں ڈالتے ہیں تو ڈالیں، ہمارا فرض ہے کہ رسولوں کو بھیج کر انہیں سمجھائیں بھیجائیں۔ رسولوں کا کام یہ ہے کہ ہمارے پیغام ان تک پہنچائیں۔ ہم زبردستی کسی کی گردن پر کراچی بات سنانا نہیں چاہتے۔ وہ کیوں نہیں عقل سے کام لیتے۔ ہم عذاب میں جلدی اس لیے نہیں کرتے کہ شایہ سمجھ جائیں ورنہ ان کے عذاب کا جو وقت ہے اس پر تو وہ آکر ہی سہے کا اور پھر ان کو ہمیں پناہ نہ ملے گی۔

وَ اِذْ قَالَ مُوسٰى لِقٰسَمِهٖ لَا اَبْرٰحَ حَتّٰى اَبْلُغَ مَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِ

حَقْبًا ۶۰ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنَهُمَا نِسِيَا حُوتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي
الْبَحْرِ سَرَبًا ۶۱ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتَاهُ إِنِّي جَدَا نَازِلٌ لَقِينَا
مَنْ سَفَرَنَا هَذَا أَنْصَابًا ۶۲ قَالَ أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ
فَاتَّيْنَا نَسِيتُ الْحُوتَ زَوْماً أَنْسِينِيهِ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ وَاتَّخَذَ
سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا ۶۳ قَالَ ذَلِكَ مَا كُنَّا نَبْغُ فَارْتَدَّ
عَلَىٰ آثَارِهِمَا قَصَصًا ۶۴

جب موسیٰ نے اپنے ساتھی جوآن سے کہا جب تک میں دونوں دریاؤں کے ملنے کی جگہ پر نہ پہنچ جاؤں
چلنے سے باز نہ آؤں گا (در صورت ملاقات نہ ہونے کے) چاہے برسوں یوں ہی چلنا پڑے۔ جب یہ
دونوں دریاؤں کے ملنے کی جگہ پہنچے تو اپنی (مجھنی ہوئی) مچھلی چھوڑ چلے تو اُس نے دریا میں اپنا راستہ
بنا کر راہ لی۔ جب دونوں کچھ اور آگے بڑھ گئے تو موسیٰ نے اپنے جوآن سے کہا ہمارا ناشتہ لاؤ، اس
سفر سے ہمیں بڑی ٹھکن ہو گئی ہے۔ جوآن نے کہا آپ نے اس پر غور نہیں کیا جب ہم دریا کے کنارے
اس پتھر پر بیٹھے تھے تو میں مچھلی وہیں جھول گیا اور اس کا ذکر کرنا آپ سے مجھے شیطان ہی نے جھلا دیا اور
عجب طرح سے اُس نے دریا میں جانے کی راہ نکال لی۔ فرمایا یہی وہ جگہ ہے جس کی ہمیں تلاش تھی۔
پھر دونوں اپنے نشانِ ترم دیکھتے ہوئے لوٹے۔

یہاں سے حضرت موسیٰ کا قصہ شروع ہوتا ہے۔ خدا سے باتیں کرنے اور توبت کے ملنے کے بعد
حضرت موسیٰ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ خدا نے مجھ پر بڑا فضل کیا ہے اب مجھ سے زیادہ کوئی عالم نہیں۔ اتنی سی
بات گرفت میں آگئی کہ نبی ہو کر تم نے ایسا گمان کیوں کیا۔ دوسرا ہوتا تو کچھ بھی پوچھ گچھ نہ ہوتی مگر طے جن کے
رتبے ہیں سوائے ان کو سوا شکل ہے۔ غور کا ہلکا سا شائبہ بھی دل میں کیوں آیا۔ ایسی ہی باتوں کو سن کر لوگ کہتے
ہیں۔ فوراً جبریلؑ آمو جو دہوئے اور خدا کا یہ پیغام پہنچا یا کہ تم سفر کرو اور جہاں روم و فارس کی مڑوں پر

دو دریا ملتے ہیں وہاں ایک عالم سے ملاقات ہوگی اس سے مل کر علم سیکھو۔
بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ مقام وہ تھا جہاں موجودہ شہر خرطوم کے قریب دریا تے نیل کی دو شاخیں
البحر الابيض اور البحر الازرق آگرتی ہیں۔

ایک سوال یہ ہے کہ یہ جوآن جو حضرت موسیٰ کے ساتھ تھا کون تھا۔ اکثر مفسرین شیعہ و سنی نے اس کا نام یوشع
بن نون بن افرام بن یوسن لکھا ہے جو نبی تھے لیکن عقل اس کو تسلیم نہیں کرتی کیونکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء پر
شیطان کا تسلط نہیں ہوتا لیکن یہاں تو شیطان کا تسلط ظاہر ہو رہا ہے جیسا کہ جوآن کے اس کلام سے ظاہر ہوتا
ہے کہ نہیں جھلایا اس کو مگر شیطان نے۔

بہت جستجو کے بعد مولانا سید علی حسینی صاحب مرحوم کی تفسیر لوامع التنزیل کے دیکھنے کے بعد
یہ مشکل حل ہوئی۔ انہوں نے تحریر فرمایا ہے کہ یہ جوآن حضرت موسیٰ نے بطور ایک راہنما کے اپنے ساتھ لے لیا تھا۔ جب
مجمع البحرین کا پتہ چل گیا تو اُسے رخصت کر دیا۔ اگر حضرت یوشع بن نون ہوتے تو حضرت موسیٰ انہیں رخصت نہ
کرتے۔ اور آخر تک اپنے ساتھ رکھتے۔

دوسری بات یہ قابل غور ہے کہ جو ناشتہ حضرت موسیٰ کے ساتھ تھا اس میں مچھلی شامل تھی۔ دریا
کے کنارے پتھر پر یہ دونوں صاحب بیٹھے تھے وہیں ناشتہ رکھا تھا۔ جب گرسفر دور کرنے کے لیے ستر ہاتھ جو
ہو گا تو پانی کی چھتیلیں مچھلی پر پڑتی ہوں گی اور وہ زندہ ہو کر دریا میں چلی گئی ہوگی۔ یہ واقعہ حضرت موسیٰ کے ساتھی
نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ پھر یہ بات سمجھنے میں کوئی دشواری نہ تھی کہ یہ آپ حیات ہے لیکن نہ تو جناب موسیٰ
نے بیان نہ ہی ان کے ساتھی نے۔ اس کی کوئی وجہ مفسرین نے نہیں لکھی۔ ایک صاحب نے یہ وجہ لکھی ہے کہ جب
لوٹے تو راستہ بھول گئے اور وہ جگہ نظروں سے ناگیب ہو گئی۔ چونکہ حضرت خضرؑ سے ملنے کی جگہ کا پتہ چل گیا تھا لہذا
زیادہ جستجو اس جگہ کے ملنے کی نہ کی گئی بلکہ ذہن حضرت خضرؑ کی ملاقات کی طرف متوجہ رہا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت خضرؑ کے متعلق تفسیر البرہان میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے فقول ہے کہ ان کا اسمی نام تالیبا
بن عاص بن ارفخشذ بن سام بن نوح ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ فریدون بادشاہ کے زمانہ میں تھے۔ ان کا معجزہ یہ
تھا کہ خشک کڑی ہاتھ میں لیتے تو سبز ہو جاتی اور بے گیاہ زمین پر چلتے تو سبز لہلہا لہلہا لگتا۔ ان کا قصہ قرآن
میں صرف ایک ہی جگہ ملتا ہے۔ یہ بھی پتہ نہیں چلنا کہ یہ کس قوم پر مشعوث تھے۔

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِمَّنْ
لَّدُنَّا عِلْمًا ۶۵ قَالَ لَهُ مُوسَىٰ هَلِ اتَّبَعَكَ عَلَىٰ أَنْ تُعَلِّمَنِي مِمَّا عَلَّمْتَ
رُشْدًا ۶۶ قَالَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ۶۷ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَىٰ

مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خُبْرًا ﴿۶۸﴾ قَالَ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ صَابِرًا وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا ﴿۶۹﴾

وہاں دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ کو پایا جسے ہم نے اپنی طرف سے رحمت عطا کی تھی اور اپنی بارگاہ سے علم بخشا تھا۔ خنزیرے موسیٰ نے کہا کیا (آپ کی اجازت ہے کہ) میں اس غرض سے آپ کے ساتھ رہوں کہ جو رہنمائی کا علم خدا کی طرف سے آپ کو دیا گیا ہے اس میں سے کچھ مجھے بھی سکھا دیجئے۔ خنزیر نے کہا تم میرے ساتھ رہ کر صبر کی طاقت نہیں رکھتے (اور سچ یہ ہے کہ) جو بات آپ کے علمی اعماط سے باہر ہے اس پر آپ صبر کیسے کر سکیں گے۔ موسیٰ نے کہا آپ ان شاء اللہ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور کسی امر میں آپ کی نافرمانی نہ کروں گا۔

قابل غور بات یہ ہے کہ حضرت خنزیر نے یہ کیسے جان لیا کہ حضرت موسیٰ صبر نہ کر سکیں گے ابھی تو کوئی معاملہ نہ آیا ہی نہ تھا قبل از وقت کسی پر بالخصوص نبی پر الزام لگانا کہاں تک درست تھا۔ بات یہ تھی کہ حضرت خنزیر کو اللہ تعالیٰ نے علم باطنی عطا فرمایا تھا لہذا انہوں نے واقعات کے پیش آنے سے پہلے ہی ان کی طبیعت کا اندازہ کر لیا تھا۔ دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ صبر کے معنی یہاں کیا ہیں۔ عام طور پر کسی مصیبت کے برداشت کرنے کو صبر کہتے ہیں لیکن یہاں تو کسی مصیبت نازل ہوتی تھی جس کے متعلق حضرت خنزیر نے کہا کہ آپ صبر نہ کر سکیں گے۔ آئینہ واقعات سے معلوم ہو گا کہ صبر کے معنی فعل فاعل پر اعتراض نہ کرنے کے ہیں اور بے صبری کے معنی ہونے اعتراض نہ کرنے کے۔ اگر کسی عزیز یا پیشوا نے دین کے مرنے پر رو دیا جائے تو اسے بے صبری نہیں کہتے۔ لہذا غم حسین علیہ السلام پر اعتراض کرنا مصیبت نہیں تو اور کیا ہے۔

قَالَ فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ أُحَدِّثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿۷۰﴾ فَاذْهَبْ فِي السَّيْفِينِ خَرَقَهُمَا وَقَالَ أَخْرَقْتَهُمَا لَتُعْرِقَ أَهْلَهُمَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا أَمْرًا ﴿۷۱﴾ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿۷۲﴾ قَالَ لَا تُؤَاخِذْ بَمَا

نَسِيتَ وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا ﴿۷۰﴾ فَاذْهَبْ فِي السَّيْفِينِ خَرَقَهُمَا وَقَالَ أَخْرَقْتَهُمَا لَتُعْرِقَ أَهْلَهُمَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا أَمْرًا ﴿۷۱﴾

خنزیر نے کہا اگر آپ میرے ساتھ رہنا ہی چاہتے ہیں تو آپ کسی چیز کے متعلق مجھ سے سوال نہ کریں جب تک میں آپ سے خود نہ بیان کروں۔ غرض دونوں چل دیئے۔ یہاں تک کہ دونوں ایک شہر میں سوار ہوئے تو (پار اترنے کے بعد) خنزیر نے اس میں سوراخ کر دیا۔ موسیٰ نے کہا، یہ کیا عجیب بات آپ نے کی۔ خنزیر نے کہا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ رہ کر ہرگز صبر نہ کر سکو گے۔ موسیٰ نے کہا جس امر کو میں بول گیا ہوں اس کے بارہ میں مجھ سے مواخذہ نہ کیجئے اور مجھ پر اس معاملہ میں اتنی سختی نہ کی جائے (جو ہو گیا اسے جانے دیجئے) غرض پھر دونوں چلے یہاں تک ایک دہکے سے ملے خنزیر نے اسے قتل کر دیا۔ موسیٰ نے کہا (کیا خوب) کیا آپ نے ایک بے گناہ کو قتل کر ڈالا جس نے کسی کو قتل بھی نہیں کیا یہ آپ نے برا کام کیا۔

پہلی بار حضرت خنزیر نے اَلَمْ أَقُلْ کہا یعنی میں نے نہیں کہا تھا اس کے بعد آگے چل کر اَلَمْ أَقُلْ لَكَ فَرَا بِالْبَيْتِ کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا۔ تم سے کہہ کر مخاطب پر تاکید کرنا مقصود تھا۔ اس سلسلہ میں یہ بات قابل غور ہے کہ موسیٰ علیہ السلام باوجودیکہ اولو العزم انبیاء میں سے تھے مگر پھر بھی انہوں نے تین بار وعدہ خلافی کی اور جھوٹ بولا۔ وعدہ خلافی تو عام لوگوں کے لیے بھی قابل مذمت ہے اور نبی تو پھر نبی ہے۔ جواب یہ ہے کہ شریعت ظاہری کی رو سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہی کہنا چاہیے تھا کیونکہ حضرت خنزیر نے ایک بار نہیں میں با وہ کام کیا جس سے ایک زینار آدمی کے جذبات جھڑک اُٹھتے ہیں۔ جب کوئی خلاف شرع امر ایک مقدس انسان کی طرف سے دیکھا جاتا ہے تو بے اختیار دیکھنے والے کے منہ سے ایسا ہی نکلتا ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ کی زبان سے نکلا۔ لہذا یہ امر قابل مواخذہ نہیں ہو سکتا۔ اب رہا حضرت خنزیر نے ایسا کیوں کیا، اس کی وجہ آگے آئے گی۔

علم دو قسم کے ہیں۔ ایک علم ظاہری دوسرے علم باطنی۔ شریعت کا تعلق علم ظاہری سے ہوتا ہے یعنی جب تک کوئی عمل وقوع میں نہ آئے شریعت اس پر کوئی حکم نہیں لگاتی۔ جناب امیر کے زخمی ہونے کے بعد کسی نے عرض کیا جب آپ جانتے تھے کہ ابن مہم آپ کی طرف تل سے تو آپ نے اسے قتل کیوں نہ کر دیا۔ فرمایا صدر و جرم سے پہلے سزا دینا شریعت میں نہیں۔ علم باطنی رکھنے والا ظہور و عمل سے پہلے ہی جان لیتا ہے کہ فلاں

سورج جو غمخیز ہے کیا تھا اس کی مرمت ہو سکتی تھی اور شستی کو پھر دریا میں چلایا جاسکتا تھا۔ لیکن دشمن نے جہاز تو کسب ہوتا۔

اسی طرح اگر لوگ کو قتل نہ کیا جانا اور وہ مؤمن ماں باپ کو کافر بنا لینا یا کفر اختیار نہ کرنے پر ان کو مار ڈالنا تو وہ مؤمنوں پر کیا ظلم ہوتا۔ خدا کو مؤمنوں کی مخالفت ضروری ہوتی ہے یا ایک کافر کی۔

رہا دیوار کا مسئلہ، اگر غمخیز اسے سیدھا کھڑا نہ کرتے اور گر پڑتی اور لوگ ان تیبیوں کے باپ کا دفن کر دے ضرر از لوٹ کر لے جاتے تو تیبیوں کو کتنا سخت نقصان پہنچتا۔ خدا نے تیبیوں کا مال لگا کر ضروری کھانا ان تیبیوں کا جو ناجائز مال پر تصرف کرنا چاہتے تھے۔

خلاصہ اس تعلیم کا یہ ہے کہ کسی نبی کو اپنے علم پر غرور نہ ہونا چاہیے فوق کل ذی علیہ علیہ۔ اس دنیا میں ایک سے ایک بڑھ کر عالم پایا جاتا ہے۔ اسی علم کی بنا پر خدا نے انبیاء کے درمیان فضیلت کے درجات قائم کیے ہیں، تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ (۲/۲۵۳)

تمام انبیاء میں از روئے علم سے بڑا اور جو خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔ ان کو خدا نے ماکان و ممالک کا علم عطا فرمایا تھا اور جو کچھ حضرت نے جانتے تھے وہ سب کھا دیا۔ جیسا کہ خدا فرماتا ہے، وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ۔

نبوت نامتناہس لوگ کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ نے پے در پے جھوٹ بولے۔ بار بار کہتے تھے اب میں ایسا نہیں کروں گا اور پھر اعتراض کر بیٹھتے تھے۔

جواب یہ ہے کہ انسان کی فطرت ہے کہ جب کوئی امر خلاف شرع دیکھتا ہے تو بے خود ہو کر اعتراض کر بیٹھتا ہے۔ چونکہ شریعت ظاہری کی رو سے تیبیوں واقعہ خلاف شرع تھے اور حضرت موسیٰ سے مضبوط ہوس کا لہذا اعتراض کر دیا۔ یہ جھوٹ نہ تھا بلکہ فطری اور شرعی جذبہ کا اظہار تھا۔

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ ذِي الْقُرْبَيْنِ وَقُلْ سَأَلْتُمْ عَنِ اللَّهِ وَمَنْ كَفَرَ بِهِمْ يُضَيِّقْ لَهُمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَاتِهِمْ ذَلِكَ ظَلْمٌ عَظِيمٌ ﴿۸۶﴾
إِنَّمَا مَكَّنَّا لَهُ فِي الْأَرْضِ وَآتَيْنَاهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ﴿۸۷﴾ فَاتَّبَعَ سَبَبًا ﴿۸۸﴾ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا قُلْنَا يَا ذَا الْقُرْبَيْنِ إِنَّمَا أَنْتَ تُعَذِّبُ وَإِنَّمَا أَنْتَ تُخَذِّفُ فِيهِمْ حُسْنًا ﴿۸۹﴾ قَالَ إِنَّمَا مِنْ ظَلَمٍ فَسَوْفَ

تُعَذِّبُهُ ثُمَّ يُرَدُّ إِلَىٰ رَبِّهِ فَيُعَذِّبُهُ عَذَابًا نُكْرًا ﴿۸۵﴾ وَإِنَّمَا مِنْ أَمْنٍ وَعَمَلٍ صَالِحًا فَلَهُ جَزَاءُ الْحُسْنَىٰ وَسَنَقُولُ لَهُ مِنْ أَمْرِنَا يُسْرًا ﴿۸۸﴾

اے رسول تم سے لوگ ذوالقرنین کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ وہ کون ہیں ابھی تم کو اس کا حال بتائے دیتا ہوں (خدا فرماتا ہے) بے شک ہم نے ان کو مرنے سے زمین پر قدرت عطا کی تھی اور ہم نے ان کو ہر چیز کے ساز و سامان مے رکھے تھے۔ اس نے پہلے (مغرب کی طرف جانے کے لیے) سامان سفر درست کیا جب چلتے چلتے آفتاب کے غروب ہونے کی جگہ پہنچا تو اسے ایسا دکھائی دیا کہ سورج کالی کالی کچھڑ کے چشمہ میں ڈوب رہا ہے اور اسی جگہ کے قریب ایک قوم آباد پائی۔ ہم نے کہا، اے ذوالقرنین تم کو اختیار ہے سزاوارہ ان کو (کفر کی وجہ سے) سزا دو (کہ ایمان لے آئیں) یا ان کے ساتھ حسن سلوک کا طریقہ اختیار کرو (کہ وہ ایمان قبول کر لیں)۔ ذوالقرنین نے کہا کہ جو کچھ کرے گا ہم بہت جلد اس کو ضرور سزا دیں گے پھر وہ (قیامت میں) اپنے پروردگار کے سامنے ٹوٹا کر لایا جائے گا۔ اور وہ (خدا) بڑی سے بڑی سزا لے گا۔ اور جو ایمان لے آیا اور نیک کام کیے تو اس کے لیے اچھے سے اچھا بدلہ ہے اور ہم بہت جلد اسے اپنے کاموں میں سے اسان کام کرنے کو کہیں گے (یعنی نرم احکام دیں گے)۔

سندرز ذوالقرنین کے بارہ میں مفسرین کا سمجھنا اختلاف ہے کہ یہ نبی تھے یا نہ تھے۔ نبی ہوں یا نہ ہوں لیکن اس انکار نہیں کیا جاسکتا محمد صالح اور دیندار تھے ورنہ قرآن میں ان کا ذکر اس شان سے نہ ہوتا۔ اسی ہدایت کے سلسلہ میں مخالفت قوموں نے دوبار ان کی پیشانی پر تلوار ماری جس کے دو نشان بن گئے اسی وجہ سے ان کو ذوالقرنین سمجھتے تھے۔ یہ ایک تملیل القدر اور صاحب ہمت بادشاہ تھے۔ یونان کا شہر مقدونسیہ ان کا دار السلطنت تھا۔ مغرب سے مشرق تک اور جنوب سے شمال تک ان کی حکومت کا پرچم لہراتا تھا اپنی سلطنت میں جو دورے کیے ان کا ذکر شدہ ان میں ہے۔

جب ان کا سفر مغرب کی طرف ہوا تو سورج کو ایک گدھے کے چشمے میں ڈوبتا ہوا پایا یعنی کوئی سمندر آخری حد پر تھا۔ خدا نے ان سے کہا یہاں قُلْنَا كَاللَّغَطِ أَوْفَعَيْنَا نَبِيٌّ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے ان کو بزرگیہاں بتایا گیا کہ جو کافر قومیں ان علاقوں میں تھیں وہیں چلے تو ان کو کفر اختیار کرنے کی وجہ سے سزا دو تاکہ وہ دینداری اختیار کریں یا ان سے اچھا سلوک کرو تاکہ وہ خود سمجھ بوجھ کر خدا پرست بن جائیں۔ چنانچہ

سندرز ذوالقرنین کا قصہ

ذوالقربین نے یہ طے کر لیا کہ ایسا ہی کریں گا۔
ذوالقربین کا زمانہ پانسو سال قبل مسیح بتایا جاتا ہے۔

ثُمَّ اتَّبِعْ سَبَأًا ۙ ۹۸ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطَّلِعُ عَلَىٰ
 قَوْمٍ لَّمْ يَجْعَلْ لَهُم مِّنْ دُونِهَا سِتْرًا ۙ ۹۹ كَذَٰلِكَ وَقَدْ أَحَطْنَا بِمَا
 لَدَيْهِ خُبْرًا ۙ ۱۰۱ ثُمَّ اتَّبِعْ سَبَأًا ۙ ۱۰۲ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ
 مِنْ دُونِهِمَا قَوْمًا ۙ ۱۰۳ لَّا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ قَوْلًا ۙ ۱۰۴ قَالُوا يَا
 الْقَرْنَيْنِ إِنَّا يَا جُوجُ وَمَا جُوجُ مُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ
 لَكَ خُرْجًا عَلَا ۙ ۱۰۵ أَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ۙ ۱۰۶

چلتے چلتے جب آفتاب کے طلوع ہونے کی جگہ پہنچے (مغرب مشرق کی طرف چلے) تو سوج ایک
 ایسی قوم کے سر پر طلوع کر رہا تھا جن کے لیے ہم نے آفتاب کے سامنے (دھوپ بچنے کے لیے)
 کوئی آڑ نہیں بنائی تھی اور تھا بھی ایسا ہی (کوئی مکان ان کے لیے نہ تھا) اور ذوالقربین کے پاس جو
 کچھ تھا ہم کو اس سے پوری واقفیت تھی۔ وہاں سے ایک اور راہ اختیار کی یہاں تک کہ جب چلتے چلتے
 دو پہاڑوں کے درمیان پہنچے تو دونوں دیواروں کے اس طرف ایک قوم ملی جس کی بات شکل سے سمجھ
 میں آتی تھی (ایک ترجمان کے ذریعہ) انہوں نے کہا لے ذوالقربین یا جوج ماجوج رشتے زمین پر
 فساد کرتے ہیں اگر آپ اجازت دیں تو ہم آپ کے پاس اس غرض کے لیے چندہ جمع کر دیں کہ آپ
 ہمارے اور ان کے درمیان کوئی دیوار بنا دیں۔

جب سکندر اور ان کے ساتھی مشرقی حصہ میں پہنچے تو وہاں ایک ایسی وحشی قوم کو دیکھا جو آفتاب کی تمازت
 سے بچنے کے لیے گھر بنانا بھی نہیں جانتے تھے۔ نباتات ان کی خوراک تھی۔ بارش ہوتی تو پہاڑوں کے غاروں میں

جا چھپتے۔ وہاں سے چلے تو دو پہاڑوں کے درمیان ایک اور وحشی قوم کو آباد پایا جن کی بات بھی سکندر اور ان کے
 ساتھیوں کی سمجھ میں نہ آتی تھی۔ آخر کسی ترجمان کے ذریعہ سے انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور کہا کہ یا جوج ماجوج
 بڑے فسادی ہیں ہمیشہ لوٹ مار کرتے رہتے ہیں ہم ان وحشیوں سے سخت پریشان ہیں۔ آپ ہمیں ان کے ظلم سے
 بچالیں۔ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار ایسی کھڑی کر دیں کہ وہ پھر ہم تک نہ آسکیں جو کچھ خرچ ہو گا
 ہم چھپ رہے کہ آپ کو دے دیں گے۔

مولانا فرزان علی صاحب مرحوم نے اپنے ترجمہ قرآن کے حاشیہ پر تحریر فرمایا ہے۔

”ایک روایت میں ہے کہ یا جوج ماجوج حضرت یافث بن نوح کی اولاد سے دو گروہ ہیں بعض
 کو ترک اولیوں کو پہاڑی کہتے ہیں۔ یہ لوگ تین قسم کے تھے۔ ایک ایسے تھے جن کے قد
 تاڑکے درخت کے برابر تھے۔ دوسرے ایسے جوڑے جن کی لمبائی چوڑائی برابر تھی۔ تیسرے
 بڑے کتے کہ ان کا ایک کان اوڑھنا اور ایک بچھونا تھا اور ان کی تعداد چار لاکھ تھی۔ ان میں سے
 کوئی نہ مرنے، جب تک اپنے نطفہ سے ہزار جوان لڑنے والے دیکھ نہ لیتا۔ یہ اس قدر قوی تھے
 کہ پہاڑ اور لوہے کی بھی ان کے سامنے کوئی حقیقت نہ تھی۔ گھاس، پتے، آدمی اور جانور حرام و
 حلال ہر چیز کھا جاتے تھے۔ جب یہ حمل کرتے تو اس قوم کا ستینا ناس کر دیتے“

خدا کی جہاں بے شمار مخلوق اس دُنیا میں رہتی ہے ان میں سے ایک مخلوق یہ بھی ہے جو نہ کہ قرآن میں ذکر ہے لہذا
 ان کا ذکر نہیں ہو سکتا لیکن یہ بات کان کو نہیں لگتی کہ وہ یافث بن نوح کی اولاد میں سے تھے۔ کیونکہ نسل انسانی
 میں سوائے اس نسل کے جس کا بیان ہوا اور کہیں جسمانی اور نفسانی حالت میں اتنا تغیر نہیں پایا گیا کہ انسانوں
 سے شائبہ ہی نہ رہے۔ قد ہوں تو تاڑکے، کان ہوں تو ہاتھی کے کانوں سے بڑھ کر، ماد میں ایسی کہ آلا بکاس کی

سب کھا جائیں۔ ایک جنگلی وحشی مخلوق تو ہو سکتی ہے لیکن انسان کی نسل کیسے مان لیا جائے۔
 پھر جس قدر مضحکہ خیز ہے یہ امر کہ جب تک اس قوم کا کوئی شخص اپنے نطفہ سے ایک ہزار لڑتے جوان نہ دیکھ لیتا،
 مرنے ہی نہ تھا۔ گویا یہ سب بائیس اس کے اختیار میں تھیں، مزاجی اور ایک ہزار جوان پیدا کرنا بھی۔ ایسی داستانیں
 طبع ہر ہوشیار میں تو کھپ سکتی ہیں لیکن قرآن جسبی مقدس کتاب کے حاشیہ پر زب نہیں دینیں۔

مولانا مرحوم نے اس روایت کا حوالہ بھی کسی کتاب سے نہیں دیا۔ اگر یہ کچھ دیکھتے کہ خدا کی ایسی مخلوق
 بھی تھی جن کے حالات یہ تھے تو خیر مضائقہ نہ تھا۔ نسل انسانی سے اس کا پیوند لگانا کیوں ضروری سمجھا گیا۔ ہم نے
 اپنی اس تفسیر میں ایسی باتوں میں جو مفسرین نے بے پڑا ہی سے لکھ دی ہیں تفسیق کرنا ضروری سمجھا ہے۔

قَالَ مَا مَكَّنِّي فِيهِ رَبِّي خَيْرٌ فَأَعِينُونِي بِقُوَّةٍ أَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ

رَدَمًا ۹۵ اتُونِي زُبْرَ الْحَدِيدِ حَتَّىٰ إِذَا سَاوَيْتَ بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ
انفُخُوا حَتَّىٰ إِذَا جَعَلَهُ نَارًا قَالَ اتُونِي افرغ عَلَيْهِ قِطْرًا ۹۶
فَمَا اسطَاعُوا أَن يَظْهَرُوهُ وَمَا اسْتَطَاعُوا لَهُ نَقْبًا ۹۷ قَالَ هَذَا
رَحْمَةٌ مِن رَّبِّي فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ رَبِّي جَعَلَهُ دَكَّاءَ وَكَانَ
وَعْدُ رَبِّي حَقًّا ۹۸

ذوالقرنین نے کہا جو کچھ خدا نے مجھے دیا ہے وہ (تمہارے چندے سے) کہیں بہتر ہے۔ بس تم اپنی قوت سے میری مدد کرو تاکہ میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک روک بنا دوں (انجام مجھے کہیں سے) لوہے کی سیلیں لادو تاکہ میں دونوں کنکریوں کے درمیان بلند دیوار بنا دوں۔ (چنانچہ وہ لوگ لے آئے اور بڑی دیوار بنائی گئی) پھر حکم دیا کہ (اس کے گرد آگ لگا کر) پھونکو یہاں تک کہ اس کو لالہ انکارا بنا دیا تو کہا کہ اب مجھے تانا بنا دو کہ اسے پھلکا کر دیوار پر اٹھیل دوں۔ غرض وہ دیوار ایسی (مضبوط اور اونچی) بنی کہ (یا جوج ماجوج) نہ تو اس پر چڑھ سکتے تھے اور نہ اس میں نقب لگا سکتے تھے۔ ذوالقرنین نے کہا یہ سب میرے رب کی مہربانی ہے۔ جب میرے پروردگار کا وعدہ (قیامت) آئے گا تو اس کو ڈھا کر سموار کر دے گا۔ اور میرے پروردگار کا وعدہ سچا ہے۔

انہی آیت میں چند باتیں قابل ذکر ہیں :

- (۱) وہ قوم دولت مند تھی ورنہ دیوار کا خرچ برداشت کرنے کی پیشکش نہ کرتی۔
- (۲) ذوالقرنین نے جب لوہے کی سیلیں ان سے مانگیں تو انہوں نے لاکھ حاضر کر دیں۔ ایک ایسی اونچی دیوار کے لیے ہزاروں سیلوں کی ضرورت ہوتی ہوگی۔ اتنا لوہا فراہم کرنا پھر اسے لاکھ سیلیں بنانا ظاہر کرتا ہے کہ فنِ حِدادی میں ان لوگوں کو کمال حاصل تھا۔ کتنی لمبی چوڑی سیلیاں بنائی گئی ہوں گی اور پیران میں آنکھ تیز کرنے کے لیے جو ایندھن استعمال کیا گیا ہوگا، سمجھ سے باہر ہے۔ پھر سیلوں کی درازوں کے اندر تانا پھلکا کر ڈالنا سب سے زیادہ تعجب نیز ہے۔ اتنی لمبی پریشہ شدہ نیز تانا کیونکر پہنچایا گیا ہوگا اور کس ظرف کے ذریعہ سے

ذوالاکیا ہوگا غسل حیران ہے کہ کس زمانہ میں جو سائنس کا زمانہ کہلاتا ہے اور برقی قوت کے ذریعہ سے دھاتیں پگھلائی جاتی ہیں یہ کام آسانی سے نہیں کیا جا سکتا۔ اب ہزار ہا برس پہلے انسان کی برقی ضرورت مجیر العقول ہے۔ (۳) یہ دیوار جو اس قدر مضبوط تھی کہاں گئی۔ اب تو کسی ملک میں اس کا وجود نظر نہیں آتا۔ ورنہ روٹے زمین کی سطح پر ڈھلکانے والے اور پتھریں پتھریں کو چھان مارنے والے ضرور اس کا ذکر کرتے۔ یا جوج ماجوج کا وجود بھی نظر نہیں آتا۔ قدرت نے ان دونوں کو فکاہ علاقہ سے پریشانی کر دیا ہے قیامت میں دونوں چیزیں ظاہر ہونگی چائنا وال (دیوار چین) جسے ستر سکندر کہتے ہیں یقیناً وہ دیوار نہیں جو ذوالقرنین نے بنائی تھی کیونکہ یہ لوہے کی بنی ہوئی نہیں۔ تصور کیجئے کہ اس دیوار کی تعمیر میں کس قسم کے آلات استعمال کیے گئے ہوں گے اور کتنی محنت و مشقت کے بعد اس کو بنایا گیا ہوگا۔ حالانکہ ذوالقرنین کے سفر میں جن قوموں کا ذکر قرآن میں کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہایت جاہل قومیں تھیں بعض تو ٹھکر بنا بھی نہ جانتی تھیں۔ پس ایسے زمانہ میں فنِ حِدادی اور تعمیر میں برقی فن کی شان ہی شان ہے۔

یہاں ذوالقرنین کا قصہ ختم ہو جاتا ہے۔ یہودیوں نے مشرکین کو کڑے مل کر کہا کہ مجھ سے جا کر اصحاب اور ذوالقرنین کا حال پوچھو۔ منشا یہ تھا کہ چونکہ وہ تاریخ سے ناواقف ہیں اور ہماری کتابوں کا مطالعہ بھی نہیں کیا اس لیے یا تو جواب دے ہی نہ سکیں گے یا دیں گے تو غلط سلسلہ ہوگا لہذا دونوں حالتوں میں ہم ان کا مذاق اڑائیں گے۔ لیکن جب قرآن نے یہ دونوں قصے بیان کیے تو حیران ہو گئے۔ کیونکہ پورے واقعات سے وہ خود بے خبر تھے۔

وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَمُوجًا فِي الْبَعْضِ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَجَمَعْنَاهُمْ
جَمَاعًا ۹۹ وَعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِلْكَافِرِينَ عَرْضًا ۱۰۰ الَّذِينَ
كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِي غِطَاءٍ عَن ذِكْرِي وَكَانُوا لَا يَسْتَطِيعُونَ سَمْعًا ۱۰۱
اَفْحَسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوا اَنْ يَتَّخِذُوا عِبَادِي مِنْ دُوْنِي اَوْلِيَاءَ اِنَّا
اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ نُزُلًا ۱۰۲

اس روز ہم ان میں سے بعض کو چھوڑ دیں گے کہ آپس میں ٹھکر کر سمندر کی موجوں کی طرح گٹھ مٹھ جائیں گے اور صورت چھوٹ کا جائے گا اور ہم سب کو جمع کریں گے اور اس دن کافروں پر جہنم کو حکم چھلائیں

ذوالقرنین کا دیوار بنانا

۱۱۴

کریں گے یہ وہ لوگ ہوں گے جن کی آنکھیں ہماری یاد سے پردہ میں تھیں اور (عداوت کی وجہ سے) رسول کی بات کو سن ہی نہ سکتے تھے۔ کیا جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہے اس خیال میں ہیں کہ مجھے چھوڑ کر میرے بندوں کو سرپرست بنا لینے پر ان سے کوئی پوچھ گچھ نہ ہوگی ہم نے کافروں کی مہانداری کے لیے جہنم تیار کر رکھی ہے۔

ذوالقرنین کے قصہ کے بعد کافروں کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ جو مہلت تم نے دے رکھی ہے اس کی وجہ سے قیامت کے لیے خبر نہ ہوں۔ جب صور بھونکا جائے گا تو عرصہ معشر میں سب جمع ہوں گے وہاں ان کافروں کی خبر لی جائے گی جو دنیا میں دولت کے نشہ میں ہم کو بھولے پڑے ہے اور مجھے چھوڑ کر میرے بندوں کو اپنا مبعود و سرپرست بنا بیٹھے۔ مجھ سے بھاگ کر جائیں گے کہاں؟

وَقُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۝۱۳ الَّذِينَ ضَلَّ سَعِيَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ۝۱۴ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِمْ فَبُطِئَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا تُنْقِمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزَنًا ۝۱۵ ذَٰلِكَ جَزَاؤُهُمْ جَهَنَّمَ بِمَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَرُسُلِي هُزُوًا ۝۱۶ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۝۱۷

اے رسول کہہ دیا ہم ان لوگوں کا پتہ بتا دیں جو اڑھٹے اعمال سب سے زیادہ خسارہ میں ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی زندگانی دنیا کی تمام کوششیں بیکارگیں اور وہ اس خیال میں پڑے ہوئے ہیں کہ وہ اچھے کام کر رہے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیات کو اور (روز قیامت میں) اس کی ملاقات کو جھٹلایا تھا ان کے سب اعمال ضائع گئے پس ہم (روز قیامت) ان کے لیے میزان حساب قائم ہی

کریں گے کفر اختیار کرنے کی وجہ سے یہی جہنم ان کی سزا ہے۔ انہوں نے میری آیات اور میرے رسولوں کا مذاق اڑایا تھا۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کیے ان کی مہمانی کے لیے فردوس کے بانٹا ہوں۔

مروی ہے کہ ابن کوائے جناب امیر عبد السلام سے پوچھا کہ ان آیات سے کون لوگ مراد ہیں۔ حضرت نے فرمایا، خراج پھر فرمایا تو اور تیسرے اصحاب۔ کیونکہ ان کو ابھی خراج سے تھا۔ آخر آیت میں جن ایمان والوں کا ذکر ہے ان سے مراد ابوذر و سلمان و مقداد و عمار یا مشر ہیں۔

خَلِدِينَ فِيهَا لَا يَبْغُونَ عَنْهَا حِوَلًا ۝۱۸ قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مَدَادًا لَّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفَذَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَذَ كَلِمَاتِ رَبِّي وَلَوْ جُنَّا بِمِثْلِهِ مَدَدًا ۝۱۹ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُ الْوَاحِدُ ۝۲۰ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِمْ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِمْ أَحَدًا ۝۲۱

(یہ ایمان و عمل صالح کرنے والے جنبت الفردوس میں) ہمیشہ رہیں گے اور وہاں سے بٹھنے کی کبھی ختم نہیں نہ کریں گے۔ اے رسول کہہ دو اگر میرے رب کی باتوں کے کھنسنے کے لیے تمام سمندر کا پانی سیاہی بن جائے تو میرے رب کے کلمات تمام ہونے سے پہلے سمندر ختم ہو جائے گا اگرچہ ہم ویسا ہی ایک سمندر اس کی مدد کو لے آئیں۔ اے رسول کہہ دو بے شک میں تم ہی جیسا ایک بشر ہوں (مگر فرق یہ ہے کہ میرے اوپر وحی ہوتی ہے۔ تمہارا مبعود خدائے واحد ہے پس جو اپنے رب کی ملاقات کی امید رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔

کلمات مراد خدا کی نعمتیں اس کی سنتیں اور اس کی حد حساب باہر مخلوق کے جس کی طاقت ہے کہ ان کو شمار کر سکے۔ بنا بر مشہور روایت خدائے اٹھارہ ہزار عالم بنائے ان میں سے ایک زمین بھی ہے اس زمین کے بحر و بر

میں اس کی کتنی مخلوق بنتی ہے اور کبھی کبھی صفتیں اُس نے دکھائی ہیں وہ شمار و اعداد کی حد سے باہر ہیں۔ اس کی مخلوق میں ایک ذات علی بن ابی طالب علیہ السلام کی ہے۔ جن کے متعلق حضرت رسول خدا نے فرمایا ہے، لَوْ كَانَ الْبَرِيءُ أَفْكَرًا مَّا وَالْبَحْرُ مَدَادًا وَآلِ الْجِنِّ حَسَابًا وَالْأَنْفُسُ كِتَابًا مَا أَحْصَوْا أَهْضًا لَعَلَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ (اگر تمام باغات قلم بن جائیں اور تمام دریا سبھی بن جائیں اور تمام جن حساب کرنے والے اور تمام انسان لکھنے والے ہوں تو بھی علی کے فضائل کا احصا نہیں کر سکتے۔) پس جب ایک انسان کے فضائل کی یہ صورت ہے تو کس کی طاقت کھنڈا کی صنعتوں کا احصا کرے۔ ایک ایک نعمت میں بے شمار نعمتیں شامل ہوتی ہیں۔

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (۲۱۸)۔ خداوند عالم نے تمام اقوام عالم کی ہدایت کے لیے جن انبیاء و مرسلین کو بھیجا۔ وہ انہی کی ایک فرشتے۔ لوگوں نے ان کی ہدایت کو قبول کرنے سے اس لیے انکار کیا کہ وہ ان ہی جیسے آدمی تھے۔ ان کی سمجھ میں یہ بات نہ آتی تھی کہ ایک آدمی خدا کا فرستادہ کیسے ہو سکتا ہے وہ چاہتے تھے کوئی فرشتہ آتا یا ان کی قوم کا کوئی امیر کبیر ہونا۔ اور اسی بنا پر ان کو جھٹلاتے رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق بھی یہی صورت رہی۔ کفار و مشرکین یہی کہتے رہے آپ تو ہم ہی جیسے آدمی ہیں۔ ان کے جواب میں کہا گیا کہ میں تم جیسا آدمی ضرور ہوں لیکن خدا نے مجھے صاحب وحی بنایا ہے میں جو کچھ کہتا ہوں اسی وحی کے مطابق کہتا ہوں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لباس بشری میں ضرورت تھے لیکن عام انسانوں سے بلحاظ خصوصیات آپ کو کوئی نسبت نہ تھی۔ سنگگیر نہ تھے بھی اگر چہ پتھر ہوتے ہیں لیکن جو اہل ہات سے ان کو کیا نسبت۔ خاک کا کلبہ سے کیا مقابلہ۔ فرشتہ اگر بشری لباس میں آجائے جیسا کہ اکثر ایسا ہوا۔ مریم کے پاس فرشتہ بشری لباس میں آیا حضرت ابراہیم و لوط کے پاس فرشتے جو ان لوگوں کی صورت میں آئے۔ سرکارِ دو عالم کی خدمت میں وجہ کبھی کی صورت میں آئے تو کبھی اس سے ان کی ملکی خصوصیت برطرف ہو جاتی تھی۔ لباس بدلنے سے ذات تو نہیں بدلی جاتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک نوری مخلوق ہیں۔ انسانوں کی ہدایت کے لیے جب ان کو بھیجا گیا تاکہ لوگ ان سے مانوس رہیں۔ اگر فرشتہ کو بھی بھیجا جاتا تو جیسا خدا فرماتا ہے مردہ بن کر بھیجا جاتا۔ پس رحل کو عام لوگوں کی طرح سمجھ لینا غلطی ہے۔ لہذا بشری کے علاوہ بہت سی باتیں ان کے اندر ایسی پائی جاتی تھیں جو بشریت کی حد و رس سے باہر تھیں مثلاً سوتے وقت آنکھوں کا سونا دل کا نہ سونا، جس طرح آگ سے دیکھنا اسی طرح پتھر سے دیکھنا، ان کے بدن پر بھی نہ بیٹھنا، انھیں ہر رات میں جسم سے تہی روشنی چھوٹا کر دکھانے میں شمع کا کام ہے، پسینہ میں خوشبو آتا، ان کے فضل کو زمین کا شکل لینا، جمہا یا انگڑائی نہ لینا، ان سبحانی انبیاءات کے علاوہ بہت سی بھی عام انسانوں سے ممتاز تھے پس ان سب باتوں کے پیش نظر ان کو عام انسانوں جیسا نہیں کہا جاسکتا۔ وحی سے جو ان کے اور عام انسانوں کے درمیان فصلِ تمیز ہے اس کا تعلق عام انسانوں سے نہیں ہو سکتا۔ ہر ظرف کے لیے ایک منظور تھا گا کہ ہوتا ہے۔ عطر کو مٹی کے کوزوں میں نہیں رکھا جاتا۔ وحی کا تعلق نبی سے ہوتا ہے اور نبی اکمل انسان ہوتا ہے وہ صورت میں ضرور بشر ہوتا ہے لیکن اپنی خصوصیات کی بنا پر

نوع انسانی سے جب تک ایک نوع ثابت ہوتا ہے۔

۱۹) سُورَةُ مَرْيَمَ مَكِّيَّةٌ ﴿۲۳﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

كَلِمَاتٍ ۙ ذَكَرَ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا ﴿۲۳﴾ اِذْ نَادَى رَبَّهُ
نِدَاءً خَفِيًّا ﴿۲۴﴾ قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ
شَيْبًا وَلَمْ أَكُنْ بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا ﴿۲۵﴾ وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ
مِنْ وَرَائِي وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا ﴿۲۶﴾
يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ﴿۲۷﴾

کہ آیا عرصہ (اے رسول) یہ تھا کہ سے رب کی اس خاص رحمت کا ذکر ہے جو اس نے اپنے بندے
ذکر کیا پر کی تھی۔ جب اس نے اپنے رب کو دعویٰ آواز سے پکارا کہ کہا ایسے پلنے والے میری ہڈیاں کمزور ہو گئیں
اور سر بڑھاپے (کی آگ) سے بھرا (بال سفید ہو گئے) اور میرے رب میں تیری بارگاہ میں دعا کر کے
کبھی محروم نہیں رہا اور میں اپنے مرنے کے بعد اپنے وارثوں سے ڈرتا ہوں (مبادا دین کو برباد کر دیں۔)
اور میری بی بی (ام کلثوم بنت عمران) بانجھ ہے پس تو مجھے اپنی بارگاہ سے ایک جانفشین (فرزند) عطا فرما
جو میری اور یعقوب کی نسل کا مالک ہو اور اے میرے پروردگار اس کو اپنا پسندیدہ بندہ بنا۔

یہ سورہ ہجرت جہش سے پہلے نازل ہوا تھا کیونکہ حضرت جعفر نے نجاشی بادشاہ حبشہ کے سامنے جب اُس نے

قرآنی آیات سننی جا سکتی ہیں اسی سورہ کی تلاوت کی تھی۔

جناب زکریا نے وہی آواز میں اس لیے دعا کی کہ ان کو بڑھاپے میں اولاد کے لیے دعا کرتے شرم آتی تھی۔ ان کی عمر اس وقت ۹۹ سال کی پہنچی تھی اور بی بی کی عمر ۸۸ سال کی تھی اور چھ فطرۃ بانچھ تھیں۔ خیال ہوگا اگر آواز بلند ہوگا تو لوگوں نے سن لی تو میرے اوپر نہیں گئے کہ اس کئی گزری عمر میں اولاد کے لیے دعا کرتے ہیں۔ تو میں اس امر کا اظہار کر رہے تھے کہ اب میں اس قابل نہیں رہا کہ میرے اولاد ہو سکیں چونکہ تو نے میری کوئی دعا نہ نہیں کی اس لیے اتنی ہی کر یہ دعا بھی رو نہ کرے گا۔ اس دعا میں یہی عرض کر رہے ہیں کہ میں ایک فرزند کی درخواست اس لیے کر رہا ہوں کہ بیت المقدس کی جو خدمت میری سپرد ہے اپنے خاندان میں کسی کو اس کے لیے اہل نہیں پاتا خوف ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ خدمت اولاد و عقبیت سے نکل جائے اور ایسے لوگوں کے پاس پہنچ جائے جو اس کے اہل نہ ہوں۔ اگرچہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور بی بی بھی بانچھ ہے مگر جو میرا مقصد ہے وہ تیری بارگاہ میں پیش کر رہا ہوں اور تیرے رحم و کرم کا امیدوار ہوں بنائے اور ایسا نیک نے جو تیرا پسندیدہ ہو۔

حضرت زکریا حضرت ہارون کی اولاد سے تھے۔ بیت المقدس کے اندران کے سو کوئی نہیں جاسکتا تھا۔ یہی اندر جا کر روشنی کرتے اور پورے جلائے تھے۔ راہب لوگ دوسرے حصوں میں رہتے تھے باہر میں اٹھتے بیٹھتے تھے یہ بڑی مفلس خدمت تھی جو قوم نے ان کے سپرد کی تھی۔ اسی خدمت کے برقرار رہنے کے لیے پنا مانگ رہے تھے۔

يٰۤاٰنَا بَشْرٰكُ بٰعِلْمٍ اَسْمٰهُ يَحْيٰى لَمْ نَجْعَلْ لَهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ۝
 قَالَ رَبِّ اَنْتَ يَكُوْنُ لِىْ عِلْمٌ وَّكَانَتْ اِمْرًا نِّىْ عَاقِرًا وَّ قَدْ بَلَغْتَ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ۝
 قَالَ كَذٰلِكَ جَاءَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلٰى هٰٓئِيْنَ وَّقَدْ خَلَقْتَكُ
 مِنْ قَبْلُ وَّلَمْ تَكُ شَيْئًا ۝
 قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّىْ اٰيَةً ۝
 قَالَ اٰيٰتُكَ اَلَّا تُكَلِّمُ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ۝
 فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ
 فَاَوْحٰى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ۝

خدا نے کہا) اے زکریا ہم نہیں ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا اس سے پہلے ہم نے

کسی کو اس کا ہم نام نہیں پیدا کیا۔ زکریا نے کہا اے میرے رب میرے لڑکے ہوگا دراصل ایک میری بی بی بانچھ ہے اور میں حد سے زیادہ بڑھاپے تک پہنچ گیا ہوں۔ خدا نے کہا، ایسا ہی ہوگا۔ خدا نے کہا تیرے رب پر ایسا کرنا آسان ہے۔ میں نے تجھے اس سے پہلے پیدا کیا دراصل ایک تو کوئی شے نہ تھا۔ زکریا نے کہا اے میرے رب میرے لیے کوئی علامت مقرر کر فرمایا، تیرے لیے علامت یہ ہے کہ تو لوگوں سے تین رات دن بات نہ کر سکے گا۔ پس زکریا محراب عبادت سے نکل کر قوم کے پاس آئے اور اشارہ سے بتایا کہ تم لوگ صبح و شام خدا کی تسبیح کیا کرو۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت زکریا اور خدا کے درمیان جو کام تھا وہ فرشتہ کے ذریعہ سے ہوا حضرت یحییٰ سے پہلے یہ نام ہی کا تھا۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ حضرت یحییٰ چھ ماہ کے حمل کے بعد پیدا ہوئے۔ سوائے حضرت یحییٰ اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے اور کوئی بچہ چھ ماہ کے حمل کے بعد پیدا ہو کر زندہ نہیں رہا۔ ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب حضرت زکریا دعا میں یہ فرما رہے تھے کہ تو میری ہر دعا کا قبول کرنے والا ہے میں مایوس نہیں ہوں تو پھر کیا معنی ہیں اس کہنے کے کہ میرے لڑکے ہوگا جبکہ میں بوڑھا ہوں اور بی بی بانچھ ہے۔ اس سے تو سننا مایوسی کہتی ہے۔ بات یہ ہے کہ یہ کہنا کہیے پیدا ہوگا۔ اس شک کو دور کرنے کے لیے خدا کا آیا مجھے اور میری بی بی کو جو ان کے بنانے کا یا موجودہ صورت ہی ہیں۔ خدا نے جواب دے دیا کہ اسی حالت میں ہوگا۔

نشانی طلب کرنا اس لیے تھا کہ لوگوں کو آگاہ کر دیا جائے کہ میرے یہاں بچہ پیدا ہونے والا ہے اگر بچہ پیدا ہونے کے بعد اطلاع ہوگی تو لوگ خیال کریں گے کسی اور کا بچہ اٹھا لیا ہے۔ اس شک کا دور کرنا ضروری تھا۔ محراب کے معنی مسئلے کے ہیں۔ رفتہ رفتہ اس جگہ کے معنی میں استعمال ہونے لگا جہاں امام کھڑا ہوتا ہے۔ تین رات سے مزاحمتیں رات اور دن ہیں۔ وقت عبادت ان کی زبان کھلی رہتی تھی۔ البتہ جب قوم کے پاس آتے تھے تو زبان بند ہو جاتی تھی۔

يٰۤاٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ۚ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَ صَبِيًّا ۝
 وَحَنَّا نَا مِّنْ لَّدُنَّا وَّزَكٰوَةٌ ۚ وَاٰتَيْنٰهُ لَبًّا ۚ وَاٰتَيْنٰهُ لَبًّا ۚ وَاٰتَيْنٰهُ لَبًّا ۚ وَاٰتَيْنٰهُ لَبًّا ۚ وَاٰتَيْنٰهُ لَبًّا ۚ
 عَصِيًّا ۝
 وَاٰتَيْنٰهُ لَبًّا ۚ وَاٰتَيْنٰهُ لَبًّا ۚ وَاٰتَيْنٰهُ لَبًّا ۚ وَاٰتَيْنٰهُ لَبًّا ۚ وَاٰتَيْنٰهُ لَبًّا ۚ

اے یحییٰ، کتاب (توریت) کو مضبوطی کے ساتھ لو۔ ہم نے انہیں بچپن ہی میں یہ قوت فیصلہ (توریت)

عطا کی اور اپنی طرف نرم دلی اور پاکیزگی عطا کی اور وہ خود بھی پرہیزگار اور ماں باپ سے نیکی کرنے والے تھے اور کسٹرن مافرمان نہ تھے سلام ہو ان پر جس روز پیدا ہوئے اور جس روز مرے گی اور جس روز زندہ (قبر سے) اٹھائے جائیں گے۔

حضرت یحییٰؑ خدا کے مخصوص بندوں میں سے تھے۔ چار برس کے سن میں انہوں نے پوری توریت حفظ کر لی تھی۔ خدا کا خوف اس قدر ان کے دل پر غالب تھا کہ سو بھی روٹی کے سوا کوئی چیز نہ کھاتے تھے، ہاٹ کے کپڑے پہنتے تھے اور اس قدر روتے تھے کہ ان کے شمارے زخمی ہو گئے تھے۔ ان کی والدہ نے غم سے کے دو ٹکڑے ان کے رخساروں پر باندھ دیئے تھے مگر وہ ان کو بھی رہنے نہ دیتے تھے۔

حضرت زکریاؑ کی موجودگی میں عذاب جہنم کا ذکر نہ کرتے تھے ایک بار اس لیا تو گھر چھو کر روتے پھرتے ہوئے جنگل کی طرف نکل گئے۔ ماں باپ تلاش کو نکلے تو سجدہ میں پڑا۔ مشکل تمام سجا بجا کھلائے۔ عمر بھر شادی نہ کی۔ لوگوں کی ہدایت میں اپنا وقت زیادہ صرف کرتے تھے۔ ان کی شہادت کا سبب یہ ہوا کہ اس زمانہ کے بادشاہ کے پاس بیروٹیس نامے ایک سین عورت تھی جو اس کے بھائی غلب کی بیوی تھی۔ اس جرم پر حضرت یحییٰ نے اسے ملامت کی اور کہا تیرے لیے جائز نہیں۔ اس پر وہ عورت ان کی بھائی دشمن بن گئی۔ جب خود بوڑھی ہونے لگی اور بادشاہ کی تو بجز اپنی طرف کم باقی تو اپنی نوجوان لڑکی کو جو پہلے شوہر سے تھی بنا سکا، بادشاہ کے سامنے پیش کرنے لگی۔ بادشاہ اس پر عاشق ہو گیا اور اپنی زوجیت میں لینا چاہا۔ حضرت یحییٰ سے راضی نہ ہوئی۔ آپ نے فرمایا وہ تیرے اور عوام ہے۔ ایک جشن میں جب بادشاہ نشہ میں پھونڈ تھا اس خبیث عورت نے اس لڑکی کو سولا سنگھار سے آراستہ کر کے پیش کیا۔ بادشاہ نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اس نے کہا بیٹھے میری ایک آہش پوری کیجیے۔ اس نے کہا بناؤ وہ کیا ہے۔ وہ بولی، یحییٰ کا سر۔ اس نے فوراً حضرت یحییٰ کے قتل کا حکم دے دیا۔ علمائے یہود نے کہا اگر ان کا خون زمین پر گرسے گا تو پھر زمین سے ایک انر رو بہ نہ ہوگا۔ اس نے کہا، ان کا خون ایک گڑھے میں گراؤ اور طشت میں رکھ کر ان کا سر لاؤ۔ آپ کے قتل کے بعد گڑھے سے خون نے جوش مارنا شروع کیا ہر چند اس پر مٹی ڈالتے تھے مگر وہ برابر جوش لگا کر اوپر آ رہا۔ یہاں تک کہ ایک میل بن گیا پھر بخت نصر عیسائی بادشاہ نے حملہ کیا اور قتل عام کا حکم دیا۔ بادشاہ کے ساتھ ستر ہزار یہودی مارے گئے۔ تب اس خون کا جوش ختم ہوا۔

حضرت یحییٰ کی غذا مٹیاں اور چمکی شہد تھا وہ بھی بے سدر مق۔ فقیرانہ لباس میں وہ لوگوں کو ہدایت کرتے پھرتے تھے اور توبہ کا حکم دیتے تھے۔ لوگوں سے کہتے تھے اگر دو کرتے تمہارے پاس ہوں تو ایک اپنے ننگے بھائی کو دے دو با جس کے پاس دو ڈونڈیاں ہوں وہ ایک اپنے بھنو کے بھائی کو دے دے۔ لوگوں کو ننگے کرنے اور حق سے زیادہ لینے سے روکتے تھے تاکہ ظاہر باطن دونوں پاک ہو جائیں۔ لوگ ان کو بوجھنا پتھر مینے والا کہتے تھے۔ ان کی نبوت کو تمام بنی اسرائیل نے تسلیم کر لیا تھا۔

حضرت یحییٰ کا قصہ

عند انہ ان کا کتنا اثر مہربانہ تھا کہ خدا نے ان پر زندگی میں سلام بھیجا، ان کے مرنے کے دن بھی اور ان کے قبر سے اٹھنے کے دن بھی۔ پھر خدا نے ان کا نام بھی خود ہی رکھا۔ نیز یہ کہ میں ہی ان کو نبوت عطا کی۔ وہ ایک شمن ایمان کے حکم قتل پر ذرا ہراساں نہ ہوئے۔ سجدہ کثرتا دیا مگر جو حکم شرع تھا اس کے خلاف حکم دینا گوارا نہ کیا۔ کس قدر مشا بہ حسین حضرت یحییٰ کے حالات حضرت امام حسینؑ سے۔ جناب یحییٰ کا خون ستر ہزار بنی اسرائیلیوں کے قتل کے بعد جوش مارنے سے نکلا گیا تھا مگر امام حسینؑ کا خون اپنی ناک جوش مارنے سے نہیں رکا اور ظہور قائم آل محمد کے وقت تک جوش مارا ہے گا۔ امر بنی کے امیہا میں جس طرح جناب یحییٰ نے سر کٹا دیا، امام ظالم نے بھی اسی طرح اپنی جان عزیز نہیں کی۔

سر داد نہ داد دست ر دست یزدید
صحت کر بنے الا الہ است یبنا

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ اتَّيَبَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ۙ (۱۶)
فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُونِهِمْ حِجَابًا ۗ فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۗ (۱۷) قَالَتْ إِنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمَنِ مِنْكَ إِنْ كُنْتَ فَتِيًّا ۗ (۱۸)
قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا ۗ (۱۹) قَالَتْ أَنَّى يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا ۗ (۲۰) قَالَ كَذَلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلِيمٌ هَاتِي بِحُجَّتِكَ فَإِنَّ نَأْسًا مِمَّنْ كَانُوا كَاذِبِينَ ۗ (۲۱)

(۱۶) اس کتاب (قرآن) میں مریم کا ذکر بھی کرو جب وہ لوگوں سے الگ ہو کر (غسل کے لیے) کُوب ولے مکان میں چلی گئیں اور اس نے لوگوں کے سامنے پڑھ کر لیا۔ ہم نے اپنی روح (جبریل) کو ان کے پاس بھیجا۔ وہ اچھے خاصے آدمی کی صورت میں ان کے سامنے آکھڑا ہوا۔ مریم نے کہا اگر تو پرہیزگار ہے تو میں تجھ سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں۔ فرشتہ نے کہا میں تمہارے رب کا پیغام بر ہوں تاکہ تم کو پاک و پاکیزہ رکھا

وقف لا زاد

الذبح

حضرت مریم کا قصہ

عطا کروں۔ مریم نے کہا میرے لڑکا کیسے ہوگا اور آسمان کیسے میرا تعلق کسی مرد سے نہیں رہا اور میں بدکار ہوں۔ فرشتہ نے کہا، تم نے شکیب کہا لیکن تمہارے رہنے فرمایا ہے کہ یہ بات (بے باپ کے بچے پیدا کرنا) میرے لیے آسان ہے۔ تاکہ اس کو پیدا کر کے ہم لوگوں کے لیے اپنی نشانی قرار دیں اور اپنی رحمت کا ذریعہ بنائیں۔ اور یہ بات فیصل شدہ ہے۔

بنی اسرائیل میں یہ رسم تھی کہ جب کوئی عورت چاہتی تھی کہ اس کا لڑکا بیت المقدس کی خدمت کرے تو بحالت حمل یہ نذرمان لیتی تھی جو جب پیدا ہو کر فراسیانا ہوگا تو میں اس کو بیت المقدس کی نذر کروں گی۔ جناب مریم کی والدہ حضرت نے بھی یہ نذر بحالت حمل مانی لیکن ولادت ہوئی تو لڑکی پیدا ہوئی۔ سخت پریشان تھیں کہ اب کیا کروں۔ لڑکی کو نذر کھنے کا دستور نہ تھا۔ بہر حال عدنان کی نذر قبول کر لی۔ یہ تمام واقعات سورہ آل عمران میں بیان ہو چکے۔ یہاں پھر یہ واقعہ اس وقت سے بیان کیا جاتا ہے جب سیانہ ہو کر حضرت مریم بیت المقدس میں آچکی تھیں اور حضرت زکریا نے ان کے لیے ایک حجرہ مخصوص کر دیا۔ وہ وہیں مختلف رکوع عبادت خدا سبحانی تھیں۔ ایک دن غل بھیلے پورب کی طرف ایک مکان میں گئیں اور پردہ چھوڑ دیا۔ ناگاہ جبریل آئیں بصورت انسان وہاں آئے۔ حضرت مریم انہیں دیکھ کر گھبراہٹیں اور خدا سے پناہ مانگنے لگیں۔ فرشتہ نے کہا گھبراہٹے نہیں خدا کا فرستادہ پیغام نہ ہوں۔ یہ بتانے آیا ہوں کہ آپ کے ایک لڑکا پیدا ہوگا۔

جس طرح حضرت زکریا نے انہما لقب کیا تھا جناب مریم نے بھی کیا۔ اگرچہ صورتیں مختلف تھیں۔ وہاں کبرستی تھی تو یہاں بے شوہر کے بچہ ہونا۔ خدا نے دونوں جگہ یہی فرمایا کہ میرے لیے آسان ہے۔ غور طلب یہ امر ہے کہ جس کے معنی کیا ہیں۔ اگرچہ دو نامراد ہے تو یہ غلط ہے کیا کہیں سے ابھی تاکہ کسی مرد نے ان کے بدن کو چھو انہما نہ تھارے کیسے ہو سکتا ہے بلکہ جس کے معنی تعلق کے ہیں۔ یعنی جب میرا کسی مرد سے تعلق نہیں رہا تو پھر ولادت فرزند کیسی۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص کو نام سے سننا نہیں یعنی کوئی تعلق نہیں۔ اس کے بعد یہ فرمایا کہ میں بدکار عورت بھی نہیں، اس معنی کی مرید سے عورت کا کسی مرد سے ناجائز تعلق ہونا یا بدکاری کہلاتا ہے یہی صورت قرآن کے متعلق لا مہتہ الا المظہرؤن (۱۶) کی ہے۔ وہاں بھی جس کے معنی تعلق رکھنے اور اس کے معانی و مطالبہ سمجھنے کے ہیں نہ کہ چھوئے کے۔ اگرچہ عربی نام یہی ہے کہ اس کے الفاظ کو مزین و منور چھوڑا جائے۔ مگر بغیر طہارت ہی لوگ چھو لیتے ہیں۔ لیکن منوی اشارت سے ایک جاہل آدمی ان کے منہ ایم سے اس کی تفسیر آویں سے تعلق نہیں رکھ سکتا۔ اس کے معنی تعلق تو ان ہی لوگوں کا ہو سکتا ہے جو صداق آیت تلمیذ ہیں۔ یوں سمجھئے کہ وہی جو چاہے کرے۔

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهَا مَكَانًا قَصِيًّا ﴿۳۱﴾ فَاجَاءَهَا الْمَخَاضُ إِلَىٰ

جَذَعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ لَيْلِي خِمْتُ قَبْلَ هَذَا وَكُنْتُ نَسِيًا مَّنْسِيًا ﴿۳۲﴾

(فرشتہ کے بشارت دینے کے بعد ہی) وہ حاملہ ہو گئیں پھر اس کی وجہ سے لوگوں سے الگ ہو کر ایک دور کے مکان میں چلی گئیں (جب جننے کا وقت قریب آیا) تو دروزہ ان کو ایک سوکھے درخت خرما کی جڑ کے پاس لے آیا (اس وقت) مریم کہنے لگیں، کاش میں اس سے پہلے مرجاتی اور بھولی بسری ہو جاتی۔

یہ حمل عام عورتوں کا سا نہ تھا جو نو ماہ بعد بچہ پیدا کرتا ہے بلکہ اس کا تعلق عالم امر سے تھا۔ جہاں اسباب و مسائل منقود ہوتے ہیں اور صرف کئے کئے یا ارادہ کرنے سے وہ شے وجود میں آجاتی ہے۔ حضرت عیسیٰ کی خلقت کا تعلق عالم امر سے تھا نہ کہ عالم خلق سے۔

جب دروزہ عارض ہوا تو جناب مریم بیت المقدس سے نکل کر بہت دور کسی مقام پر چلی گئیں۔ اس کی بہت پریشانی کہ وہ کنواری تھیں اگر بیت المقدس ہی میں بچہ پیدا ہوتا تو جو لوگ بیت المقدس کے خدمت گزار وہاں رہتے تھے انہیں گھبرائے اور باز پرس شروع ہو جاتی۔ سوچتی ہوں گی یہاں سے دور جا کر بچہ جنوں اس کے بعد چھو ہوگا دیکھا جائے گا۔ یہ تو بھگتی تھیں کہ جو بچہ میرے شکم میں ہے وہ معمولی بچہ نہیں حکم خدا سے ہے۔ لیکن پھر جو عورت کی حیا کا تقاضا تھا اسے پورا کیا۔

جہاں پہنچیں وہاں کھجور کے دوسو کئے درخت کھڑے تھے۔ ایک چادر تان کر سو بیٹھیں۔ جب حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے تو ان کو ریشہ کہہ دیا کہ میں اس کے تعلق لوگوں سے کیا کہوں گی اور اپنی برأت کا کیا ثبوت دوں گی۔ انتہائی پریشانی کے عالم میں کہنے لگیں کاش میں اس سے پہلے مرجاتی اور کوئی میری اس حالت کو نہ دیکھتا۔

یہودیوں کی روایت تو یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا ہوئے بلکہ واقعہ ہے جناب مریم کی منگنی ایک شخص یوسف سے ہوئی تھی چونکہ یہودیوں میں یہ رسم تھی کہ شادی یعنی تختی سے پہلے عورت اپنے منگیتر سے ہم بستری نہیں ہرگز تھی اور مریم و یوسف لگے تھے لہذا اس رسم کی خلاف ورزی مریم کے لیے باعث پریشانی بنی ہوئی تھی۔ سرسید احمد خاں صاحب نے اس روایت کو قبول کیا ہے اور وہ اپنی تفسیر میں کہتے ہیں کہ ہمارے ہندوستان میں بھی یہی رسم ہے۔

لیکن یہ خیال غلط ہے۔ اگر سلیبی کا کوئی باب ہوتا تو قرآن میں جابجا عیسیٰ بن مریم نہ کہا جاتا بلکہ اس اہمیت کا تعلق باپ سے ظاہر کیا جاتا۔ دوسرے جناب مریم کو خداوند عالم صدیقہ کا لقب نہ دینا۔ ان کی طہارت اور اصطفا کا ذکر نہ کرنا تیسرے ایسے لوگ کو جڑا جائز طریق سے پیدا ہوا ہونا خدا اپنی آیت بیان نہ کرنا۔ ان کو انبار رسول نہ بنانا۔ جو تھے یہودی اتنا سخت ہنسا کر نہ کرتے۔ پانچویں حضرت عیسیٰ آغوش مادر میں اپنی ماں کی عصمت کی گواہی نہ دیتے۔ یہودیوں کو جو کہ حضرت عیسیٰ سے سخت عداوت تھی اور وہ ان کو خدا کا رحل نہیں مانتے تھے اس بنا پر انہوں نے یہ جھوٹی روایت گڑھی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ جب ولادت حکم خداوند اور بارادہ الہی ہوئی تھی تو پھر حضرت مریم نے یہ کیوں کہا، کاش میں مرجاتی

کسی آدمی سے ہرگز کلام نہ کروں گی مقصد یہ تھا کہ اس معاملہ میں تم اپنی زبان سے کچھ نہ کہو۔ جو کوئی اعتراض کرے گا اس کی جواب ہی ہمارے ذمہ ہے۔ بنی اسرائیل میں چھ روزہ رکھنے کا طریقہ جاری تھا۔ جب کوئی امرام پیش آجاتا تو وہ چھ روزہ رکھتے تھے۔ جناب مریم کا روزہ اظہارِ شکرت کی بنا پر تھا کہ خدا نے ان کو ایک امرام سے نجات بخشی۔ سلام میں چھ روزہ جائز نہیں۔

جب بچہ کو مریم کو دہیں لے کر چلیں تو یہودی راہبوں وغیرہ نے انہیں آگھیرا اور کہنے لگے اے ہارون کی بہن یہ تو بہت بُری بات تم سے عمل میں آئی۔ ہارون کی بہن کے متعلق مفسرین میں اختلاف ہے۔ (۱) ہارون بنی اسرائیل میں ایک بدکار آدمی تھا۔

(۲) چونکہ جناب مریم اولاد ہارون سے تھیں لہذا بطور طنز کہا گیا کہ ایسے جلیل القدر خاندان کی لڑکی ہو کر تم نے یہ کام کیوں کیا۔ عسدر میں یہ طریقہ ہے کہ کسی خاندان کی طرف نسبت سے کسی کو پکارتے تھے۔ مثلاً یا اناہم مدائن (اے ہمدانی جانی) پس لوگوں کا یہ کہنا اے ہارون کی بہن انہیں شرمانے کے لیے تھا۔

فَاشَارَتْ إِلَيْهِ ۖ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ۙ قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ قَدْ آتَنِي الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ۙ وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا إِنْ مَا كُنْتُ مَ وَأَوْصَنِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ۙ وَبَرًّا بِوَالِدَتِي ۙ وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا ۙ وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا ۙ ذَٰلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۙ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ ۙ مَا كَانَ لِلَّهِ أَنْ يَتَّخِذَ مِنْ وَلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهُ ۙ إِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۙ وَإِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۙ هَٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۙ

حضرت مریم نے حضرت عیسیٰ کی طرف اشارہ کیا (کہ جو پوچھنا ہے اس سے پوچھ لو) انہوں نے کہا

بصلاہم گوو کے بچے سے کیونکہ کلام کریں (اس پر وہ بچہ بقدرتِ خدا خود ہی) بول اٹھا، میں بے شک خدا کا بندہ ہوں مجھے اُس نے کتاب عطا فرمائی ہے اور مجھ کو نبی بنایا ہے۔ اور جہاں کہیں میں رہوں مجھے صراطِ برکت بنایا ہے اور جب تک زندہ رہوں مجھے نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کی تاکید کی ہے اور والدہ کا فرماں بردار رہنے کی اور مجھے کرشم اور نافرمان نہیں بنایا (اور خدا کی طرف سے) جس دن پیدا ہوا ہوں اور جس دن دل کا اور جس دن زندہ کر کے اٹھا کر اٹھایا جاؤں گا خدا کا مجھ پر سلام ہے۔ یہ ہے مریم کے بیٹے عیسیٰ کا سچا قصہ جس میں لوگ غواہِ مخلوق کیسے کیا کرتے ہیں، خدا کے لیے کسی طرح سزاوار نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنا دے وہ اس سے پاک ہے۔ وہ تو جب کسی کام کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے کہتا ہے ہو جا بس وہ شے ہو جاتی ہے۔ بیشک اللہ میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی، پس اس کی عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔

حضرت عیسیٰ نے فرمایا میں اللہ کا بندہ ہوں شیطان کا بندہ نہیں یعنی زنا زادہ نہیں جیسا کہ لوگ مان کر تے ہیں۔ دوسرے صاحبِ کتاب ہوں یعنی رسول ہوں۔ میرے نبی ہوں۔ چوتھے میں جہاں کہیں رہوں گا اللہ کی برکت میرے ساتھ ہے گی۔ اللہ کا بندہ کہہ کر نصاریٰ کے اس عقیدہ کی تردید کر دی کہ وہ خدا کے بیٹے ہیں۔ رسول و نبی کہہ کر یہودیوں کے اس عقیدہ کا ابطال کر دیا کہ عیسیٰ بیخبر نہیں۔ مبارک کہہ کر یہودیوں کے اس عقیدہ کو باطل قرار دیا جو کہتے تھے ان کا وجود بنی اسرائیل کے لیے باعثِ نعمت ہے۔ خدا فرماتا ہے عیسیٰ کے بارے میں لوگ خواہ مخواہ شک میں پڑے ہوئے ہیں اور انہیں اللہ کا بیٹا سمجھ کر اس حق سے عدولی کر رہے ہیں۔ خدا کو کوئی بیٹا نہیں، وہ وحدہ لا شریک ہے نہ اس کی بی بی ہے نہ بیٹا نہ کوئی کتبیہ اب رہا عیسیٰ کا بے باپ کے پیدا کرنا تو خدا کے نزدیک کوئی بڑی بات نہیں۔ وہ اس بات کا محتاج نہیں کہ ہر شے کو اسباب و سائل سے پیدا کرے بلکہ جب وہ کسی مخلوق کی خلقت کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے کہتا ہے ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔ ایسی مخلوق عالم امری کی مخلوق کہلاتی ہے۔ خدا کی طرف جانے کا سیدھا راستہ یہ ہے کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے۔

فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ ۖ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۙ أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ ۙ يَوْمَ يَأْتُونا لَكِنِ الظَّالِمُونَ الْيَوْمَ فِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ ۙ وَأَنذَرَهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۙ إِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْأَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا ۙ

وقف لازم

عَلَيْهَا وَالْبَيْنَا يُرْجَعُونَ ﴿۳۰﴾

مختلف گروہ آپس میں اختلاف کرنے لگے پس جن لوگوں نے کفر اختیار کر لیا ان کے لیے بڑے سخت دن ہیں (قیامت) خدا کے سامنے حاضر ہونے سے خرابی ہوگی۔ جس دن یہ ہمارے سامنے حاضر ہوں گے کچھ سنتے اور دیکھتے ہوں گے مگر آج تو ظالم لوگ کھلی گمراہی میں ہیں (اے رسول) تم ان کو حسرت اور افسوس کے دن سے ڈراؤ جب قطعی فیصلہ کر دیا جائے گا اس وقت تو یہ لوگ غفلت میں پڑے ہیں اور ایمان نہیں لاتے ایک دن زمین اور جو کچھ اس پر ہے اس کے اثر و مالک ہم ہی ہوں گے اور ب ہماری طرف لوٹ کر جائیں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علیؑ کے بارہ میں اختلافی صورتیں پیدا ہوئیں۔ یہودیوں نے ان کی نبوت سے انکار کیا، عیسائیوں نے انہیں خدا کا بیٹا کہا اور مسلمانوں نے انہیں خدا کا رسول کہا۔

وَ اذْ كُرْ فِي الْكِتَابِ اِبْرٰهِيْمَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا ﴿۳۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ
 يَا بَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَّلَا يَبْصُرُ وَّلَا يُغْنِي عَنْكَ شَيْئًا ﴿۳۲﴾ يَا بَتِ
 اِنِّيْ قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاَتَّبِعْنِيْ اِهْدِكْ صِرَاطًا
 سَوِيًّا ﴿۳۳﴾ يَا بَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ
 عَصِيًّا ﴿۳۴﴾ يَا بَتِ اِنِّيْ اَخَافُ اَنْ يَّمْسَكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ
 لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ﴿۳۵﴾ قَالَ اَرَاغِبُ اَنْتَ عَنِ الْمِهْتٰى يَا اِبْرٰهِيْمُ ؕ لِيْنِ لَّمْ
 تَنْتَهٗ لَا رَجْمَ لَكَ وَاَهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ﴿۳۶﴾

(اے رسول) قرآن میں ابراہیم کا بھی ذکر کرو وہ بڑے سچے نبی تھے (وہ وقت یاد کرو) جب انہوں نے

ع ۵

حضرت ابراہیمؑ

اپنے (منزلوں) باپ سے کہا اے باپ آپ ایسی چیزوں کی کیوں عبادت کرتے ہیں جو نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں اور نہ کچھ آپ کے کام ہی آسکتے ہیں۔ بابا جی میرے پاس (خدا کی طرف سے) وہ علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا پس آپ میری پیروی کیجئے میں آپ کو سیدھی راہ دکھا دوں گا۔ بابا جی شیطان کی عبادت نہ کیجئے بے شک شیطان خدا کا نافرمان بند ہے۔ بابا جی میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ میں خدا کا عذاب آپ پر نازل نہ ہو جائے اور آپ شیطان کے ساتھی بن جائیں (آڈرنے) کہا، اے ابراہیم کیا تم ہمارے خداؤں سے نفرت کرتے ہو۔ اگر تم بازن آؤ گے تو میں تمہیں سنگسار کر دوں گا۔ میرے پاس ہمیشہ کے لیے دُور ہو جاؤ۔

آڈرنے حضرت ابراہیمؑ کا چچا تھا۔ آپ کے والد کا نام تارح تھا۔ چونکہ تارح انتقال کر گئے تھے اس لیے حضرت ابراہیمؑ آڈرنے کی پرورش میں آ گئے تھے کسی نبی کا باپ کافر نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ عہدہ نبوت کی توہین ہے۔ آڈرنے بت نر آش تھا وہ نہ صرف کافر تھا بلکہ کافر کا فر تھا۔ اس کے یہاں بت سازی کی فیکٹری تھی۔ حضرت ابراہیمؑ نے ہر جہت سمجھا یا مگر وہ نہ سمجھا۔

حضرت ابراہیمؑ کی ہرجاوت دیکھنے کے قابل ہے کہ باوجود اس کے کہ تمام قوم کافر تھی اور ان کے ساتھ وہ چچا بھی تھا جس کی پرورش میں تھے مگر پھر بھی امر حق کی تبلیغ سے نہ روکتے تھے اور پوری قوت سے اس کی مخالفت کرتے رہتے تھے شیطان کی لوگ عبادت تو نہیں کرتے تھے لیکن اس کے بہکانے میں آکر بتوں کی عبادت کرتے تھے پس یہ بھی بالواسطہ شیطانی ہی کی عبادت تھی۔

قَالَ سَلِّمْ عَلٰیكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ﴿۳۷﴾ وَاَعْتَرٰكُمْ
 وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ ۗ عَسٰى اَلَّا اَكُوْنَ بِدُعَاۗءِ
 رَبِّيْ شَقِيًّا ﴿۳۸﴾ فَلَمَّا اعْتَرٰلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَوْ هَبْنَا
 لَهٗ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۗ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿۳۹﴾ وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ
 رَّحْمٰتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ﴿۴۰﴾

ع ۵

حضرت ابراہیم نے کہا (اچھا تو میں تو چل دیا) سلام میں تیرے لیے اپنے رب سے مغفرت کی دعا کروں گا بیشک وہ میرے اوپر بڑا مہربان ہے۔ میں تم کو بھی چھوڑنا ہوں اور ان بتوں کو بھی جن کی خدا کو چھوڑ کر تم لوگ ٹوٹا کرتے ہو اور میں اپنے رب کی عبادت کروں گا۔ امید ہے کہ میں اپنے رب کی عبادت سے محروم نہ رہوں گا غرض جب ابراہیم نے ان لوگوں کو اور جن کی عبادت کرتے تھے ان کو چھوڑ دیا تو ہم نے انہیں استحقاق (جیسا بیٹا) اور یعقوب (جیسا پوتا) عطا کیا اور ہم نے سب کو نبی بنایا اور ہم نے ان سب کو اپنی رحمت سے کچھ عنایت فرمایا اور ہم نے ان کے لیے سچائی کی زبان علی کو عطا کیا۔

اعتراف یہ ہے کہ حضرت ابراہیم نے ایک کافر کے لیے سلام علیک کیوں کہا یعنی سلامتی کیوں چاہی؟ جواب یہ ہے کہ عام طریقہ یہی ہے کہ چلتے وقت کہا کرتے ہیں اچھا سلام ہمیں ہی چل دیا۔ اس سے سلامتی مقصود نہ تھی بلکہ نعت کا اظہار تھا۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ ایک کافر کے لیے دعائے مغفرت کا وعدہ کیوں کیا جواب یہ ہے کہ یا تو یہ اس لیے ہے کہ پرورش کے سلسلہ میں جو احسان آکر لے ان پر کیے تھے اس کے بدلہ میں فرمایا بتوں کو ناپا کرنا خدا کے اختیار میں تھا۔ انہوں نے بطور شرک یہ جولو کہہ دیا۔ یا پھر یہ اس کے قبول ایمان کے متعلق تھا یعنی میں خدا سے دعا کروں گا کہ اسے قبول ایمان کی توفیق دے کہ اس کے گناہ بخش دے۔

وَجَعَلْنَا لَهُمُ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا (۱۹) کا ترجمہ مفسروں نے مختلف کیا ہے۔

(۱) ہم نے ان کو سچی نام وری عطا کی۔

(۲) ہم نے ان کے لیے اعلیٰ درجہ کا ذکر خیر دیا میں بھی متاثر دیا۔

(۳) ہم نے ان کے لیے ایک سچی بلند آواز عطا کی۔

اکثر مفسرین نے مؤخر الذکر ترجمہ کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں۔ بلند زبان ہونا کوئی تعریف نہیں نہ عرف عام میں ایسا کہا جاتا ہے۔ بلند زبان کہنا تو صاحب زبان کی توہین ہے۔

حضرت ابراہیم جب خازن کعبہ کی تعمیر میں مصروف تھے تو یہاں اور کئی دعائیں کی تھیں ایک دعا یہ بھی تھی کہ وَجَعَلْنَا لِي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ (۲۶) یعنی میرے لیے آخر زمانہ میں ایک سچی زبان عطا کر۔ آخری زمانہ سے مراد نبوت کا آخری زمانہ ہی ہو سکتا ہے۔ یعنی نبوت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ایک سچی زبان سدا رہے۔

تفسیر صفائی میں جو الہ تفسیر فی الامم من عسکری علیہ السلام سے منقول ہے کہ آیه وَوَهَبْنَا لَهُمُ مِنْ رَحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمُ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا۔ میں دو بار لہم آیا ہے اور اس میں ہم کا مراد صحیح

حضرت ابراہیم و اسحاق و یعقوب علیہم السلام ہیں اور ساری آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے ابراہیم و اسحاق و یعقوب کو اپنی رحمت سے اپنا رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عطا کیا۔ اور ان کے لیے سچائی کی زبان علی بن ابی طالب کو مقرر کیا (اس کی مزید توثیق القرآن البیّن ترجمہ مولانا امجد حسین صاحب کاظمی طبع دار انصاف پریس لاہور میں ملاحظہ کیجئے)۔

پس آیه مذکورہ وَجَعَلْنَا لَهُمُ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا۔ (۱۹) میں علیؑ کا صفت نہیں ہے بلکہ ہم معرفت سے یعنی علی بن ابی طالب مراد ہیں۔ مراد یہ ہے کہ نبوت کے آخری دور میں جب جمہور طہ کی کثرت ہوگی اور کتاب خدا کی غلط فہمی اور غلط معانی بیان ہونے لگیں گے تو اس وقت ایک سچی زبان (علیؑ) ان کو صحیح معانی و مطالب بتانے کے لیے موجود ہونی چاہیے اور ان کے بعد ہر زمانہ میں ایک سچی زبان موجود رہے گی حضرت ابراہیمؑ ہال سے نکل کر ہستنا فارس میں چلے گئے اور وہاں سات برس تک رہے۔ اس کے بعد پھر ہال میں آگئے اور بتوں کو توڑا چھوڑا۔ اسی زمانہ میں نزدیکی آگ میں پھینکے گئے جو ان پر نازل ہوئی تھی۔ اس کے بعد حیران پہنچے اور حضرت سارہ سے نکاح کیا۔ کچھ دن بعد وہاں سے سارہ اور ان کے بھائی لوط کو ساتھ لے کر ملک شام پہنچے۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مُوسَىٰ إِنَّهُ كَانَ مُخَاصًا وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا ﴿۵۱﴾
 وَنَادَيْنَاهُ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ الْأَيْمَنِ وَقَرَّبْنَاهُ نَجِيًّا ﴿۵۲﴾ وَوَهَبْنَا لَهُ مِنْ رَحْمَتِنَا أَخَاهُ هَارُونَ نَبِيًّا ﴿۵۳﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إسماعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا ﴿۵۴﴾ وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا ﴿۵۵﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إدریسَ زَانَاةً كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا ﴿۵۶﴾ وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿۵۷﴾ أُولَئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ مِنْ ذُرِّيَةِ آدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ زَوْجًا مِنْ ذُرِّيَةِ إِبْرَاهِيمَ وَأَسْرَائِيلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمَنِ

خَرُّوا سُجَّدًا وَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّكَ السُّجُودِ ٥٨

(اے رسول) قرآن میں موسیٰ کا ذکر کرو وہ میرا خالص بندہ اور صاحب شریعت نبی تھا ہم نے ان کو طور کے دامن کی طرف سے آواز دی اور ہم نے انہیں راز کی باتیں کرنے کے لیے قریب بلایا اور ہم نے ان کو اپنی خاص مہربانی سے ان کے بھائی ہارون نبی کو عنایت فرمایا۔ اور اس کتاب (قرآن) میں اسمعیل کا ذکر کرو وہ وعدہ کے سچے تھے اور بھیجے ہوئے پیغمبر تھے اپنے نگر والوں کو نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کی تاکید کیا کرتے تھے اور خدا کے نزدیک پسندیدہ تھے۔ اور کتاب میں ادريس کا ذکر کرو وہ بڑے سچے نبی تھے۔ ہم نے ان کو بلند کر کے اونچی جگہ پہنچا دیا۔ یہ سب یا جنہیں خدا نے اپنی نعمت دی آدم کی اولاد سے ہیں جنہیں ہم نے (طوفان کے وقت) کشتی میں سوار کر لیا تھا اور ابراہیم و یعقوب کی اولاد سے ہیں اور ان لوگوں میں سے ہیں جن کو ہم نے ہدایت کی اور منتخب کیا جب ان کے سامنے خدا کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو سجدہ میں رشتے ہوئے گر پڑتے ہیں۔

رسول کا درجہ نبی سے اونچا ہوتا ہے لیکن یہاں دونوں کے لیے سُبَّحُوا لِقَابِ رَبِّكَ کہا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول کا اطلاق فرشتہ پر بھی ہوتا ہے لہذا اس شکر کو دور کرنے کے لیے نبی ساتھ میں رکھا گیا تاکہ معلوم ہو کہ یہ رسول نبی تھا فرشتہ نہ تھا۔

حضرت اسمعیل بڑے صادق الوند تھے جن سے جو وعدہ کر لیتے تھے اُسے بغیر پورا کیے نہ رہتے تھے۔ حضرت ادريس حضرت آدم کی پانچویں پشت میں تھے اور حضرت نوح کے پردادا تھے۔ آپ پر بہت سے صحیفے نازل ہوئے۔ فنِ کتابت، علم نجوم، علم حساب، علم ہیئت اور فنِ خیاطت نراز و اور بہمان کے موجد ہیں۔ ہمیشہ روزہ رکھنے اور اتنی عبادت کرتے تھے کہ فرشتوں کو حیرت ہوتی تھی۔ خدا نے آپ کو آسمان پر اُٹھایا تھا۔ ان انبیاء کا سلسلہ نسلِ آدم علیہ السلام سے چلا۔ طوفانِ نوح میں ان کے آباؤ اجداد کشتیِ نوح میں تھے۔ جب طوفانِ نوح ہوا تو ان کی نسل سے حضرت ابراہیم ہوئے اس سے آگے جو سلسلہ چلا اس کا ذکر آیت میں ہے۔

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهْوَاتِ فَسُوفَ يَلْقَوْنَ عَذَابًا ٥٩ إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ

الْجَنَّةِ وَلَا يظْلَمُونَ شَيْئًا ٦٠ جَدَّتْ عَدْنُ فِي النَّارِ وَعَدَّ الرَّحْمَنُ عِبَادَهُ بِالْغَيْبِ إِنَّهُ كَانَ وَعْدُهُ مَأْتِيًا ٦١ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا سَلْمًا وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَعَشِيًا ٦٢ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًا ٦٣

ان کے بعد کچھ ناخلف ان کے جانشین ہوئے جنہوں نے نمازوں کو ضائع کیا اور نفسانی خواہشوں کی پیروی کی، عنقریب ہی یہ لوگ اپنی مگرابی کی سزا بھگتیں گے مگر ان جن نے توبہ کر لی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے وہ سدا بہار باغوں میں رہیں گے اور ان پر ذرا بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔ اپنی جنٹوں کا خدانے ان سے غائبانہ وعدہ کر لیا ہے بیشک اس کا وعدہ آنے والا ہے لوگ وہاں سلام کے سوا کوئی یہودہ بات نہیں گے ہی نہیں، وہاں صبح و شام ان کے لیے ان کا کھانا تیار ہے گا یہی وہ جنت ہے کہ ہمارے بندوں میں سے جو پرہیزگار ہو گا ہم اُسے اس کا وارث بنا لیں گے۔

ابن عباس کا قول ہے کہ جن لوگوں نے نمازیں پڑھی چھوڑی اور شہواتِ نفسانی میں مبتلا ہوئے ان سے مراد یہودی ہیں۔ انہوں نے انبیاء علیہم السلام کی نسلوں کو تباہ کیا۔ جب نماز چھوٹی تو خدا سے بھی ترکِ تعلق ہوا۔ اس کے بعد شيطان کو اپنے حال میں چھانٹنا آسان ہو جاتا ہے۔ حضرت رسول خدا نے فرمایا کہ یہ لوگ میری ہجرت کے سات سال بعد پیدا ہو گئے اور جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے واسطے بڑی مضبوط عمارتیں بنوائیں گے اور نعمتیں گھوڑوں پر سوار ہوں گے یہ نبی امیر کا ماز تھا جنہوں نے آسودہ رسول کو ترک کر کے فیصر و کسری کے طرز زندگی کو اختیار کیا اور خلافت الہیہ کو ملکیت کے قالب میں لا ڈالا نتیجہ یہ ہوا کہ نام کے مسلمان تو رہ گئے مگر اسلام غائب ہو گیا۔

وَمَا تَنْزِيلُ الْإِلَٰهِ بِأَمْرِ رَبِّكَ ٦٤ لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِينَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذَلِكَ ٦٥ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ٦٦ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا

فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَاتِهِ ۗ هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا ﴿۶۵﴾ وَقِيْلُ الْاِنْسَانُ
 عِزًا مَّامِتٌ لِّسَوْفٍ اُخْرِجُ حَيًّا ﴿۶۶﴾ اَوْلَادٍ يَذْكُرُ الْاِنْسَانَ اَنَا خَلَقْتُهُ
 مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا ﴿۶۷﴾

فرشتوں نے کہا (اے رسول) ہم آپ کے پروردگار کے حکم کے بغیر (دنیا میں) نازل نہیں ہوتے۔ جو کچھ
 ہمارے سامنے ہے اور جو کچھ ہمارے پیچھے ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کچھ اسی کا ہے اور
 تمہارا پروردگار بخوبی جاننے والا نہیں ہے سائے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کا
 مالک وہی ہے پس تم اسی کی عبادت کرو اور اسی کی عبادت پر ثابت قدم رہو جہاں تمہارے علم میں کوئی ایسا
 کام نام بھی ہے اور جبرئیل آدمی (ابن بن خلف) تعجب سے کہا کرتے ہیں کیا جب میں مر جاؤں گا تو پھر
 جینا جاؤں گا قبر سے نکالا جاؤں گا۔ کیا وہ آدمی اس کو یاد نہیں کرنا کہ اس کو اس سے پہلے ہم نے پیدا
 کیا جبکہ وہ کچھ بھی نہ تھا۔

یہودیوں نے کفار قریش سے کہا کہ محمدؐ سے ایسا سوال کرنا چاہیے جس کا جواب وہ دے ہی نہ سکیں اس
 صورت میں ہم کو ان کا مذاق اڑانے کا موقع ملے گا۔ چنانچہ یہودیوں نے کہا ان سے جا کر پوچھو کہ اصحاب کہف
 اور ذوالقرنین کون تھے اور ان کا قہر کیا ہے۔ چنانچہ جب یہ سوال کیا گیا تو حضرت خاموش رہے اور وحی کا
 انتظار کیا۔ اس پر کفار نے طعن زنی شروع کر دی، کہنے لگے محمدؐ کو خدا نے چھوڑ دیا اب وہ انہیں کچھ نہیں بتانا جب
 جبرئیل وحی لے کر آئے تو آپؐ نے تاخیر کا سبب پوچھا، انہوں نے کہا ہم حکم خدا کے پابند ہیں جب وہ
 حکم دیتا ہے تب نازل ہوتے ہیں۔

فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيَاطِينَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ
 جِثِيًّا ﴿۶۸﴾ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمَنِ عِتِيًّا ﴿۶۹﴾
 ثُمَّ لَنَحْنُ أَعْلَمُ بِالَّذِينَ هُمْ أَوْلَىٰ بِهَا صِلِيًّا ﴿۷۰﴾ وَإِنْ مِنْكُمْ الْاَوَادِمَا

كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿۶۱﴾ ثُمَّ نَبَّحْنَا الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَدَرُوا
 الظَّالِمِينَ فِيهَا حِثْيًا ﴿۶۲﴾ وَاذُنَاتُ عَلَيْهِمْ اِثْنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ
 كَفَرُوا لِلَّذِينَ اٰمَنُوْا اَسْمٰى الْفَرِيقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَاَحْسَنُ نَدِيًّا ﴿۶۳﴾

(اے رسول) تمہارے پروردگار کی قسم ہم ان کو اور شیاطین کو جمع کر دیں گے پھر ہم ان سب کے جہنم کے
 گرد گھٹنوں کے بل حاضر کریں گے پھر ہم ہر گروہ میں سے ایسے لوگوں کو الگ نکالیں گے جو ذیبا ہیں
 خدا سے اور ان کی نسبت زیادہ اگڑے پھرتے تھے۔ پھر جو لوگ جہنم میں جھونکے جانے کے زیادہ سزاوار
 ہیں ہم ان سے خوب واقف ہیں۔ تم میں سے کوئی ایسا نہیں جو جہنم پر سے نکلے (کیونکہ کل صراط
 اسی پر ہے) یہ تمہارے پروردگار کا حتمی و لازمی وعدہ ہے۔ پھر ہم پر ہرگز گواہوں کو بچالیں گے اور
 نافرمانوں کو گھٹنوں کے بل اس میں چھوڑ دیں گے۔ جب ہماری روشن آیات ان کے سامنے پڑھی گئیں
 تو جو لوگ کافر ہیں ایمان والوں سے پوچھتے ہیں ہم دونوں میں سے ان زیادہ بہتر ہے اور کس کی محفل
 زیادہ اچھی ہے۔

وَإِنْ مِنْكُمْ الْاَوَادِمَا۔ سے معلوم ہوتا ہے کہ جہنم پر جو کل صراط قائم ہوگا اس پر سے گزرنا
 تو سب ہی کو پڑے گا جو نیک ہوں گے وہ نہایت تیزی کے ساتھ اس پر سے گزر جائیں گے جو بے ہوں گے وہ اس
 میں ادھر ادھر کٹ کٹ کر گریں گے۔

وَكَمْ اَمَلْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اٰثَانًا وَّرِعِيًّا ﴿۶۴﴾ قُلْ مَنْ كَانَ
 فِي الصَّلَاةِ فَلْيَدِدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدَدًا ۗ حَتَّىٰ اِذَا رَا وَا مَا يُوعَدُوْنَ
 اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ ۗ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَاَضْعَفُ
 جُنْدًا ﴿۶۵﴾ وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰهْتَدَوْا هُدًى ۗ وَاَلْبَقِيَّتُ الصَّلٰحٰتُ

کل صراط سے گزرنا

خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ مَرَدًا ﴿٤٦﴾ أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا
وَقَالَ لَا وَتَيْنَ مَالًا وَوَلَدًا ﴿٤٧﴾ أَطَّلَعَ الْغَيْبَ إِمَّا اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ
عَهْدًا ﴿٤٨﴾ كَلَّا سَنَكْتُبُ مَا يَقُولُ وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿٤٩﴾
وَنُرِثُهُ مَا يَقُولُ وَيَأْتِينَا فَرْدًا ﴿٥٠﴾

حالات کہ ہم نے ان سے پہلے بہت سی جماعتوں کو ہلاک کر دیا جو ان سے ساز و سامان اور ظاہری نمود میں کہیں زیادہ اچھے تھے۔ اے رسول کہہ دو جو کلمہ ہی میں پڑا ہے خدا اس کو ڈھیل ہی دیتا چلا جاتا ہے یا اس کو وہ اس چیز کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے عذاب یا قیامت تو اس وقت ان کو معلوم ہو جائے گا کہ تیرے میں کون بدتر ہے اور یہ کہ تجھے کے لحاظ سے کون کمزور ہے۔ جو لوگ راہ راست پر ہیں خدا ان کی ہدایت کو اور زیادہ کرتا جاتا ہے اور باقی رہنے والی نیکیاں تو تھامے پروردگار کے نزدیک بلحاظ ثواب بھی بہتر ہیں اور انجام کے لحاظ سے بھی۔ اے رسول، تم نے اس شخص پر بھی غلبہ کی جس نے ہماری آیتوں سے انکار کیا اور کہنے لگا (اگر قیامت ہوگی تو بھی) مجھے مال اور اولاد ضرور ملے گی۔ کیا اسے غیب کا حال معلوم ہو گیا ہے یا اس نے خدا سے عہد پر ہمان لے رکھا ہے، ہرگز نہیں۔ جو کچھ یہ کہتا ہے ہم اسے لکھ لیتے ہیں اور اس کے لیے اور زیادہ عذاب بڑھاتے ہیں اور اولاد کے متعلق جو کچھ کہتا ہے ہم ہی اس کے مالک ہوں گے اور یہ تو ہمارے پاس تین تہا آئے گا۔

باقیات الصالحات وہ چیزیں ہیں جو مرنے کے بعد انسان کے لیے اجر و ثواب کا باعث ہوتی ہیں۔ مثلاً مسجد بنوانا، کنواں کھدوانا، کوئی سڑک بنوانا، سرائے یا پل بنوانا وغیرہ۔
کفار و مشرکین میں جو لوگ مال دار تھے جہاں سے قیامت کا ذکر ہوتا تو انہیں مسلمانوں سے کہتے تھے جو طرح ہیں مال و اولاد میں تھامے اور یہاں فریقت ہے قیامت میں بھی ہوگی۔

مر وی ہے کہ عاص بن وائل نے خواب میں بنی اسرائیل سے کچھ قرض لیا تھا اور دینے میں ڈرتا تھا جب خواب میں نے زیادہ تقاضا کیا تو اس نے کہا کیا تمہارا عقیدہ نہیں ہے کہ بہشت میں سونا، چاندی، ریشمی پوشاکیں غرض سب کچھ

لے گا انہوں نے کہا بے شک ہمارا ہی عقیدہ ہے۔ عاص نے کہا تو بس میں وہیں تمہارا قرض چکا دوں گا۔ اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی اور عذاب کی خبر دی گئی۔

وَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ إِلَهَةً لِيَكُونُوا لَهُمْ عِزًّا ﴿٥١﴾ كَلَّا سَيَكْفُرُونَ
بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿٥٢﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَا أَرْسَلْنَا الشَّيَاطِينَ
عَلَى الْكٰفِرِينَ تَتَوَّضَعُونَ حَتَّىٰ إِذَا نَزَّلْنَا الْبُرْءَانَ عَلَى الْكٰفِرِينَ لِيَكُونُوا لَهُمْ عِزًّا ﴿٥٣﴾
يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمَنِ وَفَدًّا ﴿٥٤﴾ وَنَسُوقُ الْمُجْرِمِينَ إِلَى
جَهَنَّمَ وَرِدًّا ﴿٥٥﴾ لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ
عَهْدًا ﴿٥٦﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا ﴿٥٧﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ﴿٥٨﴾

انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو معبود بنایا تاکہ انہیں عزت حاصل ہو۔ (ہرگز نہیں ہوگی) بلکہ ان کے معبود ان کی عبادت سے انکار کریں گے اور وہ ان کے دشمن بن جائیں گے (اے رسول) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ہم نے کافروں پر شیاطین کو چھوڑ رکھا ہے تاکہ وہ ان کو خوب بہکا لیں۔ (اے رسول) تم ان کے معاملہ میں جلدی نہ کرو ہم تو ان کے لیے عذاب کے دن گن رہے ہیں۔ قیامت کے دن ہم پر ہر تیز گاروں کو رحمن کی یعنی اپنی طرف ہمانوں کی طرح جمع کریں گے اور مجرموں کو جہنم کی طرف ہنکا لیں گے۔ یہ لوگ وہاں شفاعت کچھ بھی مالک نہ ہوں گے بلکہ وہی شفاعت کر سکیں گے جنہوں نے خدا سے اجازت لے لی ہو۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ رحمان خدا نے (عزیر) نبی کو بیٹا بنا لیا ہے (اے رسول کہہ دو) تم نے اتنی سخت بات کہی ہے کہ

شیاطین کو کافروں کے بہکانے کے لیے عین کرنا بظاہر یہ بتانا ہے کہ خدا خود لوگوں کو بہکانا چاہتا ہے بات یہ ہے کہ جو لوگ کفر میں مد سے بڑھ گئے ہیں اور کسی طرح ایمان کی طرف آنا ہی نہیں جانتے تو خدا نے ان کی طرف سے اپنی توجہ ہٹا لی اور ان کو شیاطین کے حوالے کر دیا کہ اور زیادہ گناہ کریں تاکہ وہ سخت سے سخت عذاب کی مستحق ہوں

قیامت میں کسی کو اجازت نہ ہوگی کہ کسی گنہگار کی سفارش کرے سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے سفارش کرنے کی اجازت لے لی ہو اور وہ محمد و آل محمد ہیں۔

یہودیوں نے عزیر بن یوسف کا بیٹا کر دیا۔ کم بختوں نے کسی سخت بات کہی ہے کہ (تفسیل آگے لگے گی)

تَكَادُ السَّمَوَاتُ يَنْفَطِرْنَ مِنْهُ وَتَجْرُّ الْأَرْضُ وَمِثْلُ مَا يَخْلُقُ ۙ
 ۹۰
 أَنْ دَعَا الرَّحْمَنُ وَلَدًا ۙ ۹۱ وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمَنِ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا ۙ ۹۲
 إِنَّ كُلُّ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتَى الرَّحْمَنِ عَبْدًا ۙ لَقَدْ
 أَحْصَاهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ۙ ۹۳ وَكَلَّمَهُمْ آيَاتِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَرَدًّا ۙ ۹۴ إِنَّ الَّذِينَ
 آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَنُ وُدًّا ۙ ۹۵ فَإِنَّمَا يَسْرُنَا
 بِلِسَانِكَ لِنُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِينَ وَنُنذِرَ بِهِ قَوْمًا لَدًّا ۙ ۹۶ وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ
 مِنْ قَرْنٍ هَلْ تُحْسِبُهُمْ مِنْ أَحَدٍ أَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ۙ ۹۷

(اس سخت کلمے کے خدا کے بیٹا ہے) قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گر پڑیں لوگوں نے خدا کے لیے بیٹا قرار دیا حالانکہ خدا کے لیے کسی طرح شایان نہیں کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے۔ آسمان وزمین میں عینی جینز ہیں وہ خدا کے سامنے بندہ ہی بن کر آنے والی ہیں۔ خدا نے ان سب کے اپنے علم کے احاطہ میں گھیر لیا ہے اور ان کو گن لیا ہے۔ روز قیامت سب کے سب اس کے سامنے اکیلے آئیں گے۔ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کیے ہیں خدا ان کی محبت لوگوں کے دل میں پیدا کرنے کا (اسے رسول) قرآن کو تمہاری (عربی) زبان میں اس لیے نازل کیا ہے کہ تم اس سے پرہیز گاروں کو بشارت دو اور جھگڑا لو قوم کو (عذابِ خدا سے) ڈراؤ۔ ہمنے ان سے پہلے کئی جماعتوں کو ہلاک کر ڈالا

کفار کو یا ایمان نہ لائے تھے

۹۷

بھلا ان میں سے تم کسی کو دیکھتے ہو یا ان کی کچھ جھنک ہی سنتے ہو۔

لوگوں کے لیے بیٹا تو اس لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ بڑا ہو کر ان کا مددگار ہوگا۔ بھلا خدا کو اس کی کیا ضرورت۔ وہ نہ کسی کی مدد کا محتاج ہے نہ کسی کے مشورہ کا۔ جن لوگوں نے حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا کہا (یہودی) یا حضرت عیسیٰ کو ابنِ اللہ کہا (نصاری) انہوں نے اپنا اور پر ظلم کیا اور وعدہ لاشریک خدا کے متعلق بڑی سخت بات کہی۔ ماہین آسمان وزمین جتنی مخلوق پائی جاتی ہے وہ سب خدا کی مخلوق ہے وہ ایک ایک کو جانتا ہے۔ قیامت میں سب اس کے بندے بن کر اس کے سامنے حاضر ہوں گے۔

جو لوگ ایمان لائے والے اور نیک عمل کرنے والے ہیں خدا ان کی محبت لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دیتا ہے تاکہ ان کی دوستی سے وہ بھی اعمال صالح بجالانے رہیں اور ایمان پُرست ہوگی سے قائم رہیں۔

تفسیر درمشورہ سبوطی و مواہب لدنیہ اور صواعقِ محرقہ میں ہے کہ ذیلی نے براء سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول خدا نے حضرت علی سے فرمایا کہ لے علی، کہہ خدا دنیا میں اپنی بارگاہ سے برے لیے عہد و پیمانہ اور محبت قرار دے اور مومنین کے دل میں میری محبت قائم کرے۔ چنانچہ اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ ابن عباس سے بھی یہی روایت منقول ہے۔

امیر المؤمنین علیہ السلام سے محبت کرنا جزو ایمان ہے۔ صاحبِ ارجح المطالب نے یہ حدیث رسولِ انفل کی ہے۔ لے علی اگر کوئی شخص اتنی عبادت کرے جتنے دن نوح (ابن قوم میں سے) (۹۵ برس) اور کوہ احد کے برابر سواراہِ ندیم سے اور پیاوہ ایک ہزار حج کرے اور صفا و مہر کے درمیان غلغم قتل کیا جائے اور لے علی اگر وہ تمہاری محبت نہ رکھتا ہو تو وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھ سکتا۔

اللہ شامع فرماتے ہیں سے

الْحَبَّ مَا الْأَمُّ وَحَقَّ مَتَى
 أَعَاتِبُ فِي حُتْ هَذَا الْفَتْحِ
 فَهَلْ زُوَجَّتْ فَطِمْمَةً غَيْرَهُ
 وَفِي غَيْرِهِ هَلْ آتَى هَلْ آتَى

اسے جو ان کی محبت میں مجھے کب تک لوگ ملامت کریں گے۔ کیا فطیمہ کا شوہر ان کے سوا کوئی اور ہے کیا ان کے سوا کسی اور کی شان میں بھی سورہ ہل آتی نازل ہوا ہے

سورة طه مكيه ۲۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

طه ۱ مَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَى ۙ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَخْشَى ۚ ۲ تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ۙ ۳ الرَّحْمٰنُ عَلٰى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۚ ۴ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرَى ۚ ۵ وَاِنْ تَجَهَّرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰ ۙ ۶ اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى ۙ ۷ وَهَلْ اَتٰكَ حَدِیْثُ مُوسٰى ۙ ۸ اِذْ رَاْنَا رَافِقًا لِّهٖ لَهْلَهٗ اَمْكُوْا اِنِّىْ اَنْتَ نَارًا لَّعَلِّ اَتٰیكُمْ مِنْهَا نَفْسٌ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ۙ ۱۰

(اے طہ القرب سول) جو نے قرآن تو پڑھنے کے لئے نازل نہیں کیا کہ تم اپنے کو مشقت میں ڈالو۔ یہ تو نصیحت ہے اس شخص کے لئے جو غم سے ڈرتا ہے۔ یہ اس خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے جس نے زمین کو پیدا کیا اور بلند آسمانوں کو بھی وہ زمین سے جو آتش کی سلطنت پر حکمران ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں اور جو کچھ ان کے درمیان سے اور جو کچھ زمین کے نیچے ہے وہ سب اسی کا ہے (وہی سب کا مالک ہے) اگر تم پر کبر و تکبر اور تعویب اور توہر بھیدا اور چھپی ہوئی بات کو جانتا ہے اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ (اے رسول) تم نہ کسی کی منبری پہنچیں جب

وقت لازم

انہوں نے آگ کو دیکھا تو اپنے عمر والوں سے کہا یہ ہیں عظم و میں نے ایک آگ دیکھی ہے کیا عجب کریں اس میں سے ایک انگارہ تمہارے لیے لے آؤں یا آگ کے پاس جا کر راستہ کا پتہ چلاؤں۔

طہ حضرت رسول خدا کا لقب خدا کا دیا ہوا ہے جس کے معنی ہیں اے سے طیب طہر سگ۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت رسول خدا ابتدائے رسالت میں بڑی سخت عبادت کرتے تھے۔ شب و روز اس عبادت کا سلسلہ جاری رہتا تھا یہاں تک کہ آپ کے پائے افسردہ ہو جاتے تھے۔ جسم میں درد رہتا تھا مگر آپ عبادت میں کمی نہ کرتے تھے۔ دس سال اسی عبادت میں گزرتے بلکہ اس سورہ میں خدا نے سب سے پہلے رسول کو اتنی زیادہ عبادت روکا ہے۔ فرمایا ہے، اے رسول! یہ قرآن اس لیے نازل نہیں کیا جا رہا کہ تم اپنے کو اتنی مشقت میں ڈالو۔

عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى کا مطلب نہیں کہ خدا عرش پر بیٹھا ہے کیونکہ اس کے لیے کوئی مکان نہیں کوئی چیز اسے اناطہ نہیں کر سکتی۔ یہاں عرش سے مراد تمام کائنات ہے یعنی وہ تمام کائنات پر اپنا حکم چلا رہا ہے۔ یہی وہ کائنات ہے جسے وہ کائنات کو پیدا کر کے مصلح ہو بیٹھا ہے۔ سب کچھ نہیں کرتا۔ یہ عقیدہ کھانا کھانے سے وہ مصلح نہیں بلکہ اس کا حکم جاری و ساری ہے اور تمام کائنات اس کے اقتدار کے تحت ہے۔ جیسا کہ جانتا ہے کہ اس کی مخلوق کے عرش بھی ہے جب اس پر بیٹھا ہے تو تمام کائنات پر حکمران ہے۔ بلاشبہ کہتے ہیں کہ اس کی ریکورڈ تمام عوالم پر قائم ہے۔ انھار ہزار عالم اس کے بندے ہوئے ہیں اور اس کے زیرِ حکم ہیں۔ وہ ہر غیبی بات کو جانتا ہے چاہے وہ کہیں بھی ہو اب اس کے بعد حضرت موسیٰ کا قصہ شروع ہوتا ہے۔

حضرت موسیٰ آجیب مہر سے مکمل کرشمہ مدین پہنچے تو حضرت شعیب کی رانگی سے شادی کر لی۔ دس برس ان کے پاس رہے اس کے بعد وطن لوٹنے کا خیال دل میں پیدا ہوا۔ بی بی کو ساتھ لے کر پیادہ پا چل پڑے۔ وادی طور میں پہنچے تو رات نے آلیا۔ ادھر بی بی کو درد زہ شروع ہو گیا۔ اول تو اندھیری رات پھر سخت سردی پھر بی بی کا یہ عالم۔ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ سچے پیدا ہوا تو یہ شکر لاتی ہوئی کہ کہیں سے آگ ل جائے تو تپنے کا بندوبست کریں۔ اسی فکر میں تھے کہ طور کی طرف سے آگ کی دھندلے نظر آئے۔ بی بی سے کہا میں جاتا ہوں تاکہ اس آگ سے کوئی انگارہ لاکر یہاں آگ روشن کر دوں۔ عرض درخت کے قریب گئے تو ایک عجیب عالم نظر آیا کہ درخت جل رہا ہے لیکن اس کی سبزی بستی ہے۔ زمین سے آسمان تک نور پھیلا ہوا ہے۔ سب سے زیادہ آواز ہی اربی ہے۔ ایسا خوف دل پر چھایا کہ بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو یہ آواز کان میں آئی، اے موسیٰ! اپنے حیرت زدہ ہو کر کہا، اے پکارنے والے تو کہیں ہے؟ آواز سننا ہوں مگر نہ دیکھتا ہوں۔ جواب ملا، میں تیرے آگے بیٹھ جائوں اور پھر پھر طرف ہوں تیرے منہ سے زیادہ قریب ہوں۔ سمجھ کر یہ آواز غیر معمولی ہے۔ کہنے لگے آخر تو کون سے۔ آواز آئی اِنَّا اَنزَلْنٰكَ مِنْ تَرَابْتِ هُوں۔ اللہ اللہ کیسا عجیب وقت تھا کہ خدا اپنے بندہ سے کلام کر رہا تھا۔ موسیٰ نے کہا، اے اللہ! میں تیرے قریب ہوں۔ اللہ اللہ کیسا عجیب وقت تھا کہ خدا اپنے بندہ سے کلام کر رہا تھا۔ موسیٰ نے کہا، اے اللہ! میں تیرے قریب ہوں۔ اللہ اللہ کیسا عجیب وقت تھا کہ خدا اپنے بندہ سے کلام کر رہا تھا۔ موسیٰ نے کہا، اے اللہ! میں تیرے قریب ہوں۔

پھر آواز آئی فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى (۲) لوگوں نے تیرے تڑکے کہا ہے کہ اپنے زون
فرزند کی محبت دل سے نکال دو۔ مگر یہ تو اول ماں کو نہیں لگتی۔ اگر زن و فرزند کی محبت، محبت خدا کے خلاف ہے تو اس کا
حکم کیوں دیا گیا تاکہ کیوں کی گئی ہے۔ تمام انبیاء کو اس محبت سے بچایا کیوں نہیں گیا۔ بات تو اتنی ہی تھی کہ تم وادی مقدس
طوی میں اس وقت ہو اور خدا تم سے ہم کلام ہو رہا ہے لہذا عظمت الہی کا اقتضایہ ہے کہ عظیمیاً باہر ہنہ ہو جاؤ۔ خدا تو
خدا ہی ہے مشاہدہ مقادیر میں جانے والے باہر ہنہ ہو جاتے ہیں۔ یہ کہنا بھی غلط ہے کہ مراد کمال کی جو تیناں تھیں۔ کیسے
ممکن ہے کہ ایک نبی مراد کمال کی جو تیناں پہناتا۔ جو لوگ جو تا پہن کر نماز پڑھنا جائز جانتے ہیں وہ عظمت الہی پر ایک
کاری ضرب لگاتے ہیں۔

اں جن کا یہ خیال ہے کہ جو تیناں اتارنے سے یہ طلعہ بخیا کر فی الحال زن و فرزند کا خیال دل سے نکال کر ہماری طرف
منوج ہو تو یہ ضرور صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس وقت حضرت موسیٰ کے دل میں بنی بی بی جیہی ہمارے جوئے تھے اور حضرت
نبوت کے معاملہ میں بات چیت کرنا چاہتا تھا لہذا ہر طرف سے خیال ہٹا کر اس کی بات سننی چاہیے تھی۔

فَلَمَّا اَتَهَا فَوَدَىٰ مُوسَىٰ ۙ اِنِّي اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۗ اِنَّكَ بِالْوَادِ
الْمُقَدَّسِ طُوًى ۙ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوَسَّۙ اِنِّىۤ اَنَا اللّٰهُ
لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدْنِيۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيۙ اِنَّ السَّاعَةَ اِنْتِیۙ
اَكَادُ اَخْفِيهَا لَتَجْزِیۙ كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰ ۗ فَلَا یُصَدِّکُ عَنْهَا مَنۢ لَّا
یُؤْمِنُ بِهَا وَاَتَّبَعۙ هُوَ لَهٗ فَتَرَدٰی ۙ

اب موسیٰ اور خدا کے درمیان بات چیت یوں شروع ہوئی :

جب موسیٰ وہاں آئے تو آواز آئی اے موسیٰ میں تمہارا رب ہوں پس اپنے جوتے اتار دو۔ کیونکہ تم
وادی مقدس طوی میں اس وقت ہو۔ میں نے تمہیں (نبوت کے لیے) منتخب کر لیا۔ پس جو وحی کی جا
رہی ہے اسے کان دیکر سنو۔ بیشک میں ہی اللہ ہوں کوئی معبود نہیں مگر میں۔ لہذا تم میری ہی عبادت
کو اور میرے ذکر سے نماز پڑھو۔ قیامت ضرور آئے گی ہے میں اسے چھپائے رکھوں گا تاکہ ہر شخص

(اس کے خوف سے نیکی کرے اور) جیسی گوشش کی ہے اُسے ویسا ہی بدلہ دیا جائے گا کہہ دو کہیں ایسا نہ ہو
کہ جو شخص اُسے (دل سے) نہیں ماننا اور اپنی خواہش نفس کے پیچھے پڑا ہے وہ نہیں اس (فکر
سے) روک دے تو تم تباہ و ہوجاؤ گے۔

کیسی پیاری گشتگر ہے اپنا تعارف بھی کرایا بار بار ہے اور نبوت کے فرائض بھی بتائے جا رہے ہیں۔ قیامت کے
ڈرا یا بھی جا رہا ہے اور محتاط رہنے کی تعلیم بھی دی جا رہی ہے۔ بلاکت سے بچنے کو بھی کہا جا رہا ہے

وَمَا تِلْكَ بِمِیْنِكَ یٰمُوسٰی ۙ قَالَ هٰی عَصٰی اَتَوَكَّوْا عَلَیْهَا وَاَهْسَبُ
بِهَآءِ اَعْنٰی وَاَلِیۙ فِیْهَا مَارِبٌ اٰخَرٰی ۙ قَالَ الْفِیۤ اٰیٰتِیۤ اِمُوسٰی ۙ فَالْقَهَا
فَاِذَا هِیۙ حِیۤۃٌ تَسْعٰ ۙ قَالَ خُذْهَا وَاَلَا تَخَفُ ۙ وَقَفَّۙ سَعِیۤدُهَا سَیۤرَتَهَا
الْاُولٰٓئِ ۙ وَاَضْمَمَ یَدَکَ الِیۙ جَنَاحِکَ تَخْرُجُ بَیۤضًا مِّنۢ غَیۡرِ سُوۡءٍ
اٰیۃٌ اٰخَرٰی ۙ لِیُرِیۤکَ مِّنۢ اٰیٰتِنَا الْکُبْرٰی ۙ اِذْ هَبَّ الِیۙ فِرْعَوۡنَ اِنَّہٗ
طَغٰی ۙ قَالَ رَبِّ اَسْرِحْ لِیۙ صَدْرِیۙ ۙ وَیَسِّرْ لِیۙ اَمْرِیۙ ۙ وَاَحْلِلْ لِیۙ
عُقَدَۃً مِّنۢ لِّسَانِیۙ ۙ یَفْقَهُوۡا قَوْلِیۙ ۙ وَاجْعَلْ لِیۙ وَزِیۡرًا مِّنۢ اٰہْلِیۙ ۙ
ہٰرُونَ اَخِیۙ ۙ اَشَدُّۤ دَبٰہَۙ اَزْرِیۙ ۙ وَاَشْرِکْہٗ فِیۙ اَمْرِیۙ ۙ کَکَ
نُسَبِحَکَ کَثِیۡرًا ۙ وَنَذِکُکَ کَثِیۡرًا ۙ اِنَّکَ کُنْتَ بِنَآبِصِیۡرًا ۙ

اے موسیٰ تمہارے دامنے ہاتھ میں کیا چیز ہے۔ انہوں نے کہا یہ میری لاشی ہے۔ اس پر میں تکبیر کر لینا
ہوں اور اپنی بھری کے لیے پتے جھاڑتا ہوں اور دوسرے کام بھی لیتا ہوں۔ خدا نے فرمایا اے موسیٰ

اسے (زمین پر) ڈال دو۔ جو نبی اُسے ڈالا وہ سانپ بن کر دوڑنے لگا۔ خدا نے فرمایا اسے پکڑ لو اور ڈرو مت۔ ہم پھر اسے پہلا ہی سانپ بنا دیں گے اور اپنے ہاتھ کو ذرا اپنی نبل میں کر لو اور وہ بغیر کسی بیماری کے سفید روشنی والا ہو کر نکلے گا اور سراسر معجزہ ہے تاکہ تم کو اپنی (قدرت کی) بڑی نشانیاں دکھائیں۔ اب تم فرعون کے پاس جاؤ اس نے بہت سرکشی اختیار کی ہے۔ موسیٰ نے کہا اے میرے رب میرے سینہ کو گشاہہ کر دے اور میرے خاندان سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا دے اور اس سے میری کمر کو مضبوط کر دے اور میرے امربتوت میں اسے شریک قرار دے تاکہ تم بکثرت تبیخ کریں اور تیری بادبہت زیادہ کریں تو ہی ہمارے حال کا دیکھنے والا ہے۔

ذرا دیکھنا بیان کا انداز کیسا عجیب غریب ہے۔ دیکھتے ہوئے کہ موسیٰ دہشت زدہ ہیں کیسا زور اہم اختیار کیا ہے۔ علام الغیوب کا اس لامعی کے متعلق سوچنی ہوتی ہاتھیں تھی یہ سوال کہ یہ کیا ہے بڑی صحت پر مبنی تھا۔ چونکہ عاصی موسیٰ سانپ بننے والا تھا لہذا پہلے موسیٰ کی زبان سے اس کی تصدیق خرائی کہ یہ لامعی ہی ہے تاکہ بعد میں موسیٰ کو یہ شبہ نہ ہو کہ وہ موسیٰ سے میں نے اسے کبھی کسی سانپ کو نوٹ نہیں پکڑ لیا تھا جو سردی سے ششپڑا ہو۔ موسیٰ کو کہنا چاہیے تھا کہ یہ میری لامعی ہے سوال کا جواب تم پر ہوتا لیکن انہوں نے بات کو بہت بڑھا دیا تاکہ اپنے منہ سے ذرا زیادہ دیر بات چیت رہے۔ دوسرا معجزہ بدبیشنا تھا سفید ہاتھ تو برس کی بیماری میں بھی ہوتا ہے لہذا موسیٰ کو پہلے سے بتا دیا تھا کہ وہ برس کی وجہ سے سفید نہ ہوگا بلکہ ہماری قدرت سے آفتاب کی طرح چمکدار ہوگا۔

جب یہ دو معجزات شے دیکھے گئے تب ان کی نبوت کا پورا ثبوت ہو گیا۔ یہ دونوں معجزے کیوں کیے گئے۔ ہر نبی کو وہی معجزہ دیا جاتا ہے جو اس کمال کا توڑنے والا ہو جو اس کی امت کو حاصل ہو۔ فرعون کے زمانہ میں جا دو گروں کو کمال حاصل تھا۔ خدا کو معلوم تھا کہ موسیٰ کا مقابلہ جا دو گروں سے کر لیا جائے گا۔ لہذا عاصی کے سانپ بننے کا معجزہ دیا گیا اور اس خیال سے کہ سانپ یا فرعون کے کارکن اُن پر نہ ٹوٹ پڑیں یہ بیضا کا معجزہ دیا گیا جس کی چمک دیکھنے ہی بیہوش ہو جائیں یا زمین پر گر پڑیں۔ جب یہ دونوں معجزے دے دیے گئے تب جمجم ہوا کہ اب فرعون کے پاس جاؤ وہ بہت سرکشی ہو گیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ایسے سرکشی لوگ جو خدائی کا دعویٰ کرتے ہوں خدا ان کو خود کیوں نہیں ہلاک کر دیتا۔ جواب یہ ہے کہ خدا کی خدائی کوئی چھین جانے والی چیز نہیں وہ اپنے سرکشی بندوں کو اسبندہ کے ذریعہ سے راہ ہدایت دکھانے کا موقع دیتا ہے۔ وہ پہلے اس کو ہر طرح سمجھانے بھانسنے ہیں خدائی حجت اس پر تمام کرتے ہیں۔ جب کسی طرح نہیں مانتا تو مجبوراً اس کو ہلاک کیا جاتا ہے۔

نبوت ملنے کے بعد موسیٰ نے جو دعائیں مانگیں اب فرعون کو سمجھئے :

۱- میرے سینہ کو گشاہہ کر دے یعنی میں دشمن کے مقابلہ میں تنگ دل نہ ہوں پوری بہمت سے اس کا مقابلہ کر لوں۔
 ۲- امربتوت کو آسان کر دے یعنی یہ بھاری بوجھ جو مجھ اکیلے پر ہے اس کو میرے کسی ساتھی کے ذریعہ ہلکا کر دے۔
 ۳- میری زبان کی تسکین کو کھول دے۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ بچپن میں فرعون کے محل میں پہنچے تھے تو آسیہ و فرعون دونوں کو پسند آئے تھے اور انہوں نے حضرت موسیٰ کو اپنا بیٹا بنا لیا تھا۔ فرعون کو جب پیارا آیا تو اس نے گود میں اٹھالیا حضرت موسیٰ نے اس کی دائی ہڈی پکڑ کر دوسرے ہاتھ سے ایسا نیا بچہ مارا کہ وہ بلا لگا اور حضرت موسیٰ کو یہ بچہ کر زمین پر پکڑے تاکہ ہونہ ہو یہ وہی بنی اسرائیل والا بچہ ہے جس کے متعلق نبیوں نے پیش گوئی کی ہے کہ وہ یل قاتل ہوگا اور میری سلطنت کی تباہی کا باعث بنے گا۔ آسیہ نے کہا کیا بچوں کی سی باتیں کرتے ہو۔ بچہ ہے تہا کے کال پر ہاتھ رکھ دیا ہوگا۔ فرعون نے کہا یہ بات نہیں اس نے اس زور سے مارا ہے جیسے لوہے کا ستھوڑا گتا ہے۔ میرا جڑا تک لیا گیا ہے آخر طے پایا کہ استخوان لیا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک شطت میں دیکتے ہوئے کوئلے اور دوسرے میں چمکتے ہوئے لعل رکھے گئے۔ مقصد یہ تھا کہ اگر اس نے لعل اٹھایا تو یقیناً وہی خطرناک بچہ ہے اور اگر کوئلہ اٹھایا تو بے شک عام بچوں جیسا ہے حضرت موسیٰ نے وحی ربانی کو کلام میں رکھ لیا جس سے ان کی جان بچ گئی لیکن زبان عمل جانے سے گنت پیدا ہو گئی۔ جانگ ڈمایا تھی کو میرے خاندان سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا دے اور میری پشت کو اس سے مضبوط کر دے۔ یہاں چند باتیں قابل غور ہیں :

- (۱) نبوت ملنے پر نبی کا جانشین بننا ضروری ہوتا ہے۔ پس اس قاعدہ کے مطابق ہمارے رسول کا جانشین بھی اعلان رسالت کے ساتھ ہی ہونا چاہیے جیسا کہ دعوت ذوالعشرہ میں ہوا۔
 - (۲) نبی کو اپنا جانشین خود بنانے کی اجازت نہیں در نہ موسیٰ خدا سے یہ دعا کیوں کرتے۔
 - (۳) نبی کا جانشین نبی کے خاندان میں سے ہونا چاہیے کسی غیر خاندان سے نہیں در نہ حضرت موسیٰ اپنے خاندان سے مخصوص کیوں کرتے۔
 - (۴) انھیں خاندان ہونا چاہیے جیسے بھائی یا بیٹا جیسا کہ موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون کے لیے درخواست کی۔
 - (۵) وہ جانشین نبی کا پشت پناہ ہوتا ہے چنانچہ حضرت موسیٰ نے کہا، میری کمر اس سے مضبوط کر دے۔
- سورۃ الم نشرح پارہ ۳۰ میں رسول سے کہا جا رہا ہے،
- اَلَّذِي كَفَّرْجَكَ صَدْرَكَ ۗ وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ ۗ الَّذِي اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۗ وَرَآءَ سَدِّ اَنْفِ اَعْمٰی ۗ
- کیا تم نے تہا کے سینہ کو گشاہہ نہیں کر دیا اور جو بوجھ تہا کی پشت کو توڑے، اُسے آناڑ نہیں دیا۔ حضرت موسیٰ اور حضرت رسول خدا کے واقعات و زارت کے سلسلہ میں کتنے ملے جلتے ہیں۔ جب ہی تو حضرت رسول خدا نے فرمایا ہے، یا علیؑ انت متقی بمنزلتہ ہارون من موسیٰ (اے علیؑ تہا کی منزلت میرے نزدیک ہی ہے جو ہارون کی منزلت موسیٰ کے نزدیک تھی) یعنی جس طرح ہارون علیہ السلام امر رسالت میں موسیٰ کے شریک تھے اسی طرح تم امر رسالت میں میرے شریک ہو۔

ابن مروارید اور ابن عساکر نے اسماء بنت عمیس سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت رسول خدا کو جب بستر (مکہ) کا ایک پہاڑ کے مقابلہ میں دیکھا کہ آپ فرماتے تھے کہ خداوند میں علی کے بارہ میں تجھ سے وہی سوال کرتا ہوں جو میرے بھائی موسیٰ نے کیا تھا کہ میرے سینہ کو کشادہ فرما اور میرا کام میرے لیے آسان فرما میری زبان کی گڑھ کھول دے تاکہ میری بات اچھی طرح سمجھی اور میرے اہمیت میں سے میرے بھائی علی کو میرا وزیر بنا اور اس کے ذریعہ سے میری پشت مضبوط کر اور میرے کام میں اس کو شریک بنا تاکہ ہم دونوں کثرت سے تیری تسبیح کریں اور کثرت سے تیری یاد کریں تو ہماری حالت دیکھ ہی رہا ہے۔ (تفسیر درمختور جلد ۴ مطبوعہ مصر)۔

قَالَ قَدْ أُوتِيتَ سُؤْلَكَ يَا مُوسَىٰ ۝٣٧ وَلَقَدْ مَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرَىٰ ۝٣٨ إِذْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمَمِكَ مَا يُوحَىٰ ۝٣٨ أَنْ أَقْذِفِيهِ فِي التَّابُوتِ فَآقْذِفِيهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَا حُذُوءَ عَدُوٍّ لِّى وَعَدُوًّا لِّى وَالْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي ۚ وَلِتُصْنَعَ عَلَىٰ عَيْنِي ۝٣٩

اے موسیٰ تمہاری سب درخواستیں منظور کی گئیں اور تم پر ایک بار اور احسان کر چکے ہیں جب ہم نے تمہاری ماں کو وحی کی جو یہ تھی کہ تم اے (موسیٰ کو) صندوق میں رکھو کہ صندوق کو دریا میں ڈال دو۔ دریا اُسے دھکیل کر کنارہ سے لگا سے گا، اُسے میرا دشمن اور موسیٰ کا دشمن اُٹھالے گا اور میں نے تم پر اپنی محبت کا پر تو ڈال دیا (جو دیکھتا پیا کرتا) تاکہ تم میری خاص نگرانی میں پالے پوسے جاؤ۔

یہاں وحی کا لفظ جو ماد موسیٰ کے لیے منہ بولا گیا ہے وہ بمعنی الہام ہے۔ وحی شریعی صرف مسلمان پر نازل ہوتی ہے۔ نعل (شہد کی گواہی) کے لیے بھی یہ لفظ آیا ہے۔ وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّعْلِ (۱۸) اس کے معنی بھی یہ ہیں کہ یہ بات خدا نے تمہاری گواہی کے دل میں ڈال دی۔

جو کہ فرعون کا یہ حکم تھا کہ بنی اسرائیل میں جو بچہ پیدا ہوا ہے فوراً ذبح کر دیا جائے اس لیے حضرت موسیٰ کی والدہ کو یہ خوف تھا کہ اگر فرعون کو پتہ چل گیا تو بچہ تو ذبح ہو گا ہی میں بھی مصیبت میں مبتلا ہوں گا۔ لہذا مطابق وحی الہی ایک کٹڑی کا صندوق بنا کر اس میں حضرت موسیٰ کو لے آیا اور صبر کی سہل سینہ پر رکھ کر دریا سے نیل میں چھوڑ کر چلی آئیں۔ فرعون واسیر صبح کے وقت قتل کی چھت پر بیٹھے دریا کی موجوں کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ صندوق یا تابوت موسیٰ کا

بہت ہتھامل کے پاس جاگا۔ فرعون نے دیکھا تو اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ اسے نکال کر محل میں لے آؤ۔ اُسے کا تقدس سے پہلے گزرنے کا۔

إِذْ تَمْشِي أُخْتُكَ فَتَقُولُ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ مَن يَكْفُلُهُ ۗ فَرَجَعْنَاكَ إِلَىٰ أُمَمِكَ كَتَمَّ عَيْنَاهَا وَلَا تَحْزَنَ ۗ هُوَ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَرَجَّيْنَاكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنَّاكَ فُتُونًا ۚ فَلَبِثْتَ سِنِينَ فِي أَهْلِ مَدْيَنَ ۚ ثُمَّ جِئْتَ عَلَىٰ قَدَرٍ يَا مُوسَىٰ ۝٣٧ وَأَصْطَفَيْنَاكَ لِنَفْسِي ۝٣٨ إِذْ هَبَّ آنتَ وَآخُوكَ بآيَتِي وَلَا تَنْبِيَا فِي ذِكْرِي ۝٣٩ إِذْ هَبَّ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ أَنَّهُ طَغَىٰ ۝٣٩ ففُتُوْلًا لَّهُ قَوْلًا لِّئَلَّا يَعْلَمَ ۚ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَحْشَىٰ ۝٣٩

جب تمہاری بہن علی اور فرعون کے گھر میں جا کر کہنے لگی کیا میں تمہیں ایسی دایہ بتا دوں جو اسے اچھی طرح پالے تو اس تذہیر سے ہم نے تم کو بچھو تمہاری ماں کے پاس پہنچا دیا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور تمہاری جلائی میں کڑھنے نہیں اور تم نے ایک شخص قبیلے کو مار ڈالا تھا (اور سخت پریشان تھے) تو ہم نے تم کو اُس غم سے نجات دی اور ہم نے تمہارا اچھی طرح امتحان کر لیا۔ پھر تم کو کسی برس تک مدین کے لوگوں میں جا کر رہنے پھر تم (عمر کے) ایک اندازہ پر آگئے اور میں نے تم کو اپنی رسالت کے لیے منتخب کیا پس اب تم اپنے بھائی کو لے کر مع ہمارے معجزات کے جاؤ اور (دیکھو) میری یاد میں سستی نہ کرنا۔ تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ بیشک وہ بڑا سرکش ہو گیا ہے اس کے پاس جا کر نرمی سے بات کرو تاکہ وہ نصیحت مان لے اور ڈر جائے۔

جب حضرت موسیٰ کی ماں صندوق موسیٰ کو دریا میں ڈالنے چلیں تو اسے لڑکے کو بھی ساتھ لے لیا جب صندوق دریا میں چھوڑا تو لڑکی سے کہا میں تو جان ہوں تاکہ کسی کو شہید نہ ہو، تم یہاں کھڑی دکھینی رہو کہ جانا کہاں ہے۔ جب فرعون کے نوکر صندوق کو محل میں لے گئے تو وہاں دائی کی تلاش ہوئی۔ کئی دایاں آئیں مگر حضرت موسیٰ نے کسی دائی کی جانائی کو نہ مانگا۔ فرعون اور اسے سخت پریشان تھے کہ کیا کریں۔ دایوں کے ساتھ حضرت موسیٰ کی بہن بھی محل فرعون میں آئی

ہو گئی تھیں۔ انہوں نے کہا اگر آپ لوگ کہیں تو میں آپ سنیٹ خاندان کی دان کو بلا لاؤں ممکن ہے ان کا دودھ پی لیں۔ فرعون نے کہا جلد ہی بلا لاؤ۔ یہ وہاں سے اپنی ماں کے پاس آئیں اور ان کو ساتھ لے گئیں۔ موسیٰ نے فوراً ان کی گود میں جا کر غٹھاٹ کر لیا۔ ان کا دودھ پینا شروع کر دیا۔ یوں ماں دیکھ کر گویا پٹینا ہوا بیٹا مل گیا۔ جس خدانے موسیٰ کو کافرہ موت کا دودھ نہ پینے دیا کیسے ممکن تھا کہ حضرت رسول خدا کو کافرہ کا دودھ پلوانا۔ پس معلوم ہوا کہ صلیب اور ٹوبہ جن کا دودھ حضرت نے پیا تھا مسلمان تھیں۔ غلبت برا ہی برقیں۔

دوسرا قصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ صلیب پر لٹ کر جان ہوتے تو ایک وزیر مکر نے کے لیے شہر میں نکلے۔ دیکھا کہ ایک قبلی (قوم فرعون کا آدمی) ایک اسرائیلی سے لڑ رہا ہے۔ اسرائیلی نے حضرت موسیٰ کو دیکھا تو مدد کے لیے بلایا۔ انہوں نے پہلے تو اس قبلی کو سمجھایا بھجا بھجا جسے مانا تو ایک گھونسا اس کو مارا جس کے صدمے سے وہ مر گیا۔ حضرت موسیٰ سخت پریشان ہوئے۔ دوسرے روز بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا کہ ایک قبلی اسی اسرائیلی سے لڑ رہا ہے۔ اُس نے پھر موسیٰ کو مدد کے لیے بلایا۔ آپ نے کہا تو بڑا شہری آدمی ہے روز کسی نہ کسی سے لڑا رہتا ہے۔ پھر قبلی کو ڈانٹا۔ اُس نے کہا کیا آپ مجھے بھی اسی طرح قتل کرنا چاہتے ہیں جیسے کہ قبلی کو قتل کر چکے ہیں۔ عرض اس قبلی نے جا کر فرعون کو اطلاع دی اُس نے کہا کہ موسیٰ کو پکڑ لاؤ۔ اتنے میں موسیٰ آل فرعون موسیٰ کے پاس پہنچے اور کہا لوگ آپ کے قتل کا ارادہ رکھتے ہیں لہذا فوراً یہاں سے چلے جائیے۔ پتا نچو اس کے بعد موسیٰ مدینے میں حضرت شعیب کے پاس چلے گئے۔

یس نے اپنے نفس کے لیے نہیں انتخاب کر لیا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اپنے کام کے لیے۔ فرعون کی طرف موسیٰ دباؤوں و دونوں کو بھیجا اور تاکید کردی کہ برزخی اس سے بات چیت کرنا تاکہ اس کے دل پر اثر ہو۔ سختی سے بات کرو گے تو وہ ہل جائے گا اور کام بگڑ جائے گا۔

قَالَ رَبَّنَا إِنَّا نَخَافُ أَنْ يُفْرِطَ عَلَيْنَا أَوْ أَنْ يَطْفِنَا ۖ قَالَ لَا تَخَافَا إِنِّي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَأَرَى ۚ ﴿٣٦﴾ فَاتَّبِعْهُ فَقُولَا إِنَّا رَسُولَا رَبِّكَ فَأَرْسِلْ مَعَنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ۚ قَدْ جِئْنَاكَ بِآيَاتٍ مِّنْ رَبِّكَ وَالسَّلَامُ عَلَيْنَا ۚ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَىٰ ۖ ﴿٣٧﴾ إِنَّا قَدْ أُوحِيَ إِلَيْنَا أَنَّ الْعَذَابَ عَلَىٰ مَن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ۖ ﴿٣٨﴾

موسیٰ و ہارون نے عرض کی اے ہمارے پروردگار ہم اس سے ڈرتے ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی کرنے لگے یا

کر شہی دکھائے۔ خدانے کہا ڈرو مت میں تم دونوں کے ساتھ ہوں۔ سننا ہوں اور دیکھتا ہوں۔ تم دونوں اُس کے پاس جاؤ اور کہو ہم تیرے رب کے رسول ہیں ہمارے ساتھ نبی اسرائیل کو بھیج دے اور ان کو سنا نا چھوڑ دے ہم تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے معجزہ لے کر آئے ہیں اور سلام ہوا اس پر جو ہدایت کی پیڑی کرے ہم پر یہ وحی کی گئی ہے کہ عذاب نازل ہوگا اس شخص پر جو (آیات خدا کو) ٹھٹھلائے اور ان سے روگردانی کرے۔

قَالَ فَمَنْ رَبُّكُمَا يُمُوتُ ۖ ﴿٣٩﴾ قَالَ رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَىٰ كُلَّ شَيْءٍ حَيَاةً ۖ ثُمَّ هَدَىٰ ۖ ﴿٤٠﴾ قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُونِ الْأُولَىٰ ۗ ﴿٤١﴾ قَالَ عَلِمَهَا عِنْدَ رَبِّي فِي كِتَابٍ لَا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنْسَى ۖ ﴿٤٢﴾ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ مَهْدًا ۖ وَوَسَّلَاكُمُ فِيهَا سُبُلًا ۖ وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ۖ فَأَخْرَجْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْ تَبَاتِ شَجَرَةٍ ۖ ﴿٤٣﴾ كُلُوا وَارْعَوْا أَنْفُسَكُمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّأُولِي النُّهَىٰ ۖ ﴿٤٤﴾ وَلَقَدْ آرَيْنَا آيَاتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَأَبَىٰ ۖ ﴿٤٥﴾ فَرَعُونَ نَعْنَعُ عَطَاكِي جِيرَا سَعِ (راو راست کی طرف) ہدایت کی فرعون نے کہا پہلے لوگوں کا حال تو بہت اُو موسیٰ نے کہا اس کا علم میرے رب کے پاس ایک کتاب میں ہے۔ میرا رب بہکتا ہے نہ بھولتا ہے وہ وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنایا اور تمہارے لیے اس میں راستے بنائے اور آسمان سے پانی برسایا پس ہم نے اس سے مختلف قسم کی گھانسیں نکالیں۔ کھاؤ اور اپنے چوپایوں کو بھی چراؤ۔ بے شک

فرعون نے کہا تم دونوں کا رب کون ہے حضرت موسیٰ نے کہا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر شے کو اس کی خلقت عطا کی جیرا سے (راو راست کی طرف) ہدایت کی فرعون نے کہا پہلے لوگوں کا حال تو بہت اُو موسیٰ نے کہا اس کا علم میرے رب کے پاس ایک کتاب میں ہے۔ میرا رب بہکتا ہے نہ بھولتا ہے وہ وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنایا اور تمہارے لیے اس میں راستے بنائے اور آسمان سے پانی برسایا پس ہم نے اس سے مختلف قسم کی گھانسیں نکالیں۔ کھاؤ اور اپنے چوپایوں کو بھی چراؤ۔ بے شک

اس میں عقلمندوں کے لیے خدا کی نشانیاں ہیں۔ ہم نے اسی زمین سے تم کو پیدا کیا اور اسی میں (مرنے کے بعد) تم کو لوٹا کر لائیں گے اور دوبارہ اسی سے تم کو نکلالیں گے۔ میں نے منہ عیون کو ساری نشانیاں دکھادیں مگر اُس نے جھٹلایا اور ماننے سے انکار کر دیا۔

فرعون نے سوال کیا تمہارا رب کون ہے۔ یہ نہیں کہا کہ تمہارا خدا کہاں ہے چونکہ وہ اس کا تہی تھا کہ سب لوگوں کا پالنے والا وہی ہے لہذا یہ جاننا چاہتا تھا کہ اس کے سوا اور کس کو اپنا رب مانے ہوئے ہیں۔ وہ سب کہتا تھا ان ارباب تکبر الٰہی (میں تمہارا سب بڑا پالنے والا ہوں)۔ جناب موسیٰ صرف اتنا جواب دے سکتے تھے رَبَّنَا اللَّهُ مگر انہوں نے حسب ضرورت کلام کو طول دیا اول تو ذکر مینو دین لذت حاصل کی دوسرے یہ کہ اس کی مخصوص صفات کا ذکر کرنا بھی ضروری سمجھا پہلے یہ کہ ہر شے کو مناسب صورت سے پیدا کرنے والا وہی ہے۔ اس کے سوا دوسرا نہیں ہو سکتا۔ ضمنائے بھی بنا لیا گیا کہ ٹولنے کو رب کہتا ہے مگر تو کسی چیز کا پیدا کرنے والا نہیں۔ دوسرے یہ کہ خدا نے ہر شے کو پیدا کر کے اُسے صحیح راستہ بھی بتایا۔ نتیجہ میں یہ طاقت نہیں تو تو ہر ایک کو گمراہ کرنے والا ہے۔ سبحان اللہ کیا کہنا اس اسلوب بیان کا کرم الفاظ میں سب کچھ بتا گئے۔

قَالَ اجْتَنَّا لِنُقْرِجَنَّكَ مِنْ بَرْنِكُمْ لِنَمُوتَ ۝۵۷ فَلَمَّا تَبَيَّنَكَ لِمِثْلِهِمْ بَسَّاسًا فَفُتِنَا لِمِثْلِهِمْ بَسَّاسًا ۝۵۸ قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمَ الزَّيْنَةِ وَأَنْ يُحْشَرَ النَّاسُ ۝۵۹ فَتَوَلَّىٰ فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهُ ثُمَّ أَتَىٰ ۝۶۰ قَالَ لَهُمُ مُوسَىٰ وَإِنَّكُمْ أَتَّيْتُمُوهُ بِالْإِغْوَاءِ لِيُؤْتِيَكُمْ مِنْهُ شَرْهًا ۝۶۱ فَوَقَّعَ خَبْرًا ۝۶۲

فرعون نے کہا اے موسیٰ کیا تم اس لیے ہمارے پاس آئے ہو کہ اپنے جادو کے زور سے ہمارے ملک سے ہمیں نکال دو۔ ہم بھی تمہارے سامنے ویسا ہی جادو پیش کریں گے لہذا اب تم اپنے اور ہمارے درمیان ایک

وقت مقرر کرو اس کے خلاف نہ تم کریں گے نہ تم۔ ایک صاف سُتھری جگہ میں مقابلہ ہو۔ موسیٰ نے کہا، تمہارے مقابلے کا وقت زینت (عبید) کا دن ہو سب لوگ دن چڑھے وہیں جمع ہو جائیں۔ پس فرعون کوٹ گیا اور اپنے جادو کا سامان جمع کرنے لگا پھر مقابلہ کے لیے آیا موسیٰ نے ان لوگوں سے کہا تمہارا ستیا ناس ہوا اللہ پر جھوٹ بہتان مت بانڈو ورنہ تم پر عذاب نازل کر کے ملیا میٹ کر دے گا۔ جس نے اس پر افسوس کیا وہ نام اور ہا۔ پھر انہوں نے اپنے معاملہ میں جھگڑا شروع کیا اور چپکے چپکے ہاتھ کھینچنے لگے۔

فرعون نے اپنے عمل میں داخلہ کے سات دروازے رکھے تھے اور سب پر پہرہ دار بٹھا دیئے تھے تاکہ کوئی اجنبی داخل نہ ہو۔ آخری دروازہ پر درندے چھوڑ دیئے تھے حضرت موسیٰ و ہارون جب ساتویں دروازہ پر پہنچے تو درندے ان کے قدموں پر ٹوٹنے لگے اور یہ دونوں بھائی بے خوف و خطر فرعون کے محل میں داخل ہو گئے۔ فرعون نے اپنے درباریوں کے سخت پریشانی سے موسیٰ و ہارون کو دیکھ کر غصہ میں بھر گیا۔ ڈانٹ کر کہا، تم کون ہو اور بے اجازت کیسے آئے۔ حضرت موسیٰ نے کہا ہم خدا کے رسول ہیں ہم تیری ہدایت کے لیے بھیجے گئے ہیں۔ تو نبی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے کی اجازت دے۔ اس نے سپاہیوں کو بلا کر حکم دیا کہ انہیں پکڑ کر قید خانہ میں بند کر دو۔ یہ سنتے ہی حضرت موسیٰ نے اپنا عصا اٹھتے چھوڑا وہ اُڑ دھا بن کر فرعون کی طرف چلا خوف سے اس کا پاخانہ نکل گیا۔ اور یہ بھینسا دکھا کر درباریوں کو بے ہوش کیا۔ فرعون نے فریاد کی موسیٰ اسے روکو۔ حضرت موسیٰ نے اُڑدے کو پکڑا تو وہ پھر عصا بن گیا۔ فرعون نے سمجھا کہ یہ جادو کا کھیل ہے۔ اب نرمی سے باتیں کرنی شروع کیں۔ اس زمانہ میں جادو کا بڑا زور تھا اور ملک مصر میں بڑے بڑے گرو گمنال بائے جاتے تھے منہ عیون نے مقابلہ کے لیے ایک دن تقریر کیا۔ حالانکہ جادو گروں کی کبھی کسی ملک پر حکومت نہیں ہوتی مگر یہ فرعون کی خردمانی تھی کہ اس نے سمجھا موسیٰ ملک پر جادو سے قبضہ کرنے آئے ہیں۔ الغرض مہلت لے کر وہ موسیٰ سے مقابلہ کی تیاری کرنے لگا۔ جہاں جہاں نامور جادو گر تھے سب لہایا۔ اور انہیں بڑے بڑے انعام دیئے کا وعدہ کیا۔

فرعون مجتہد اور جادو کے فرق کو سمجھا ہی نہ تھا۔ کیا سمجھتا اس نے ایسا مقابلہ کبھی دیکھا ہی نہ تھا مگر تھا بہت گھبرایا ہوا۔ موسیٰ کا رعب اس کے دل پر اچھی طرح چھا گیا تھا۔ اُس نے اس بارہ میں اپنے سارے درباریوں کو جمع کر کے مشورہ کیا۔

قَالَ اِنَّ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يٰرِبٰنِ اَنْ يُخْرِجٰكُمْ مِنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذٰبٰهَا بَطْرِ يَتٰيَكُمُ التَّلٰٓئِ ۝۶۳ فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ اُتُوْا صٰفَّآءَ ۝۶۴ وَقَدْ اَفْلَحَ

فرعون نے کہا اے رب! ان دو جادو گروں کے زور سے ہمارے ملک سے ہمیں نکال دو۔ ہم بھی تمہارے سامنے ویسا ہی جادو پیش کریں گے لہذا اب تم اپنے اور ہمارے درمیان ایک

الْيَوْمَ مِنْ اسْتَعْلَى ۖ ﴿۶۷﴾

انہوں نے (دباریوں نے) کہا (آپ پریشان نہ ہوں اس کے سوا اور کچھ نہیں) کہ یہ دونوں جادوگر ہیں اس ارادہ سے آئے ہیں کہ اپنے جادو کے زور سے نہیں اس ملک سے نکال باہر کریں اور تمہارے اچھے خاصے مذہب کو مٹادیں تو تم بھی اپنے جلیتر (جادو) جمع کرو اور پراباندھ کر مقابلہ کے لیے آؤ۔ جو آج غالب آگیا وہی منکر المرام ہے گا۔

قَالُوا يَا مُوسَىٰ إِنَّمَا أَنْتَ تُنْقِئُ وَإِمَانٌ تَكُونُ أَوَّلَ مَنْ نَلِقَىٰ ۖ ﴿۶۸﴾ قَالَ بَلَدُ الْقَوْمِ ۖ فَأَذَابُ لَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ بِمِخْلٍ لِّبِهِ ۖ مِنْ سِحْرِهِمْ ۖ إِنَّهَا لَتَشْعَلُ ۖ ﴿۶۹﴾ فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ خِيفَةً مُوسَىٰ ۖ ﴿۷۰﴾ قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلَىٰ ۖ ﴿۷۱﴾ وَأَلْقِ مَا فِي يَمِينِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوا ۖ إِنَّمَا صَنَعُوا كَيْدٌ سِحْرٌ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتَىٰ ۖ ﴿۷۲﴾ فَالْقَى السَّحْرَةَ سُجَّدًا ۖ فَالِقًا أَمْنًا ۖ بَرَبِ هَرُونَ وَمُوسَىٰ ۖ ﴿۷۳﴾

انہوں (جادوگروں) نے کہا اے موسیٰ پہلے تم ڈالو گے یا ہم پہلے ڈالیں۔ موسیٰ نے کہا تم ہی ڈالو۔ (پس انہوں نے اپنے کرتب دکھائے)۔ موسیٰ کو ایسا معلوم ہوا کہ ان کی رسیاں اور چھڑیاں دوڑ رہی ہیں تو موسیٰ نے اپنے دل میں کچھ دہشت سی پائی۔ ہم نے کہا اے موسیٰ ڈرو نہیں، غالب تم ہی رہو گے۔ جو تمہارے دہشتے ہاتھ میں ہے (عصا) اُسے زمین پر ڈالو جو کرتب انہوں نے دکھائے ہیں وہ ان سب کے نکل جائے گا۔ انہوں نے جو کچھ دکھایا ہے وہ ایک جادوگر کا کرتب ہے۔ جادوگر کہیں جائے گا کامیاب نہیں ہو سکتا۔ پس تمام جادوگر سجدہ میں گر پڑے اور کہنے لگے ہم ہارن و موٹی کے رب پر ایمان لے آئے۔

صورت یہ ہوئی کہ جب عہہ کا دن آیا تو مصر کے تمام لوگ متاثر و مکینے کے لیے میدان میں جمع ہو گئے فرعون بڑے ٹھٹھے سے کامیابی کی امید میں تخت پر بیٹھا حواس لگے درباری بھی حاضر تھے۔ جادوگر کئی سوئی تیار تھے اور نور و کعبہ میں چمکے ہوئے ایک طرف تھے اور موٹی و ہارون کبل کے کرتے پہنے ہوئے دوسری طرف علیحدہ کھڑے تھے۔ جادوگر دل کے گر و کھٹال نے اپنے چیلوں کو حکم دیا، کام شروع کرو۔ انہوں نے رسیوں اور تیلی تیلی چھڑیوں کو ہوا میں چھینا کاہ وہ سب اپنے بن کر لہانے لگے۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ نے اپنے عصا کو زمین پر چھوڑا تو وہ اڑا دھا بن کر ہوا میں اڑا اور جادوگر دل کے سامنے سانپوں کو نکل گیا۔

ساحر بڑے مجھدار تھے۔ ناکام ہوتے ہی سمجھ گئے کہ موٹی نے جو کچھ دکھایا ہے وہ جادو نہیں ہے جادو سے الٹا کوئی چیز ہے۔ وہ جادوگری میں اتنا کمال رکھتے والے تھے کہ اس فن میں اس سے بالاتر کوئی کرتب ان کے ذہن میں نہیں تھا۔ جب اپنے اس کمال کو ذلیل و خوار ہوتے دیکھا تو یہ یقین کر لینا ضروری تھا کہ موٹی نے جو دکھایا ہے وہ صرف خدا کی طاقت عطا کردہ کوئی چیز ہے جب ہی تو فوراً ایمان لے آئے۔ انہوں نے جو کچھ کہا وہ یہ تھا کہ ہم رب ہارون و موٹی پر ایمان لے آئے۔ یعنی فرعون جو اپنے کو ہمارا رب بتاتا ہے ہمارا رب نہیں ہے بلکہ رب موٹی و ہارون ہمارا رب ہے۔ یہیں سے معجزہ اور جادو کا فرق ظاہر ہو جاتا ہے۔ معجزہ پر جادو غالب نہیں آسکتا معجزہ جادو پر غالب جاتا ہے۔

قَالَ آمَنْتُمْ لَهُ قَبْلَ أَنْ آذِنَ لَكُمْ ۗ إِنَّهُ لَكَبِيرُكُمُ الَّذِي عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۗ ﴿۷۴﴾ فَلَا قِطْعَنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ مِنْ خِلَافٍ ۗ وَلَا وَصَلْبَنَكُمْ فِي جُدُوعِ النَّحْلِ ۗ وَلَتَعْلَمُنَّ إِنَّا أَشَدُّ عَذَابًا وَأَبْقَىٰ ۖ ﴿۷۵﴾ قَالُوا لَنْ نُؤْتِرَكَ عَلَىٰ مَا جَاءَنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالَّذِي فَطَرَنَا فَاقْضِ مَا أَنْتَ قَاضٍ ۖ إِنَّمَا تَقْضِي هَذِهِ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۗ ﴿۷۶﴾ إِنَّا آمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطِيئَتَنَا وَمَا أَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ۗ وَاللَّهُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۖ ﴿۷۷﴾

فرعون نے (جادوگروں سے) کہا تم میری اجازت کے بغیر اس پر ایمان لے آئے یہی تمہارا وہ گروہ ہے جس نے تم کو جادو سکھایا ہے۔ میں تمہارے ہاتھ پیر اس طرح کاٹ دوں گا کہ ایک طرف کا ہاتھ دوسری

طرف کا پیر اور خدا کی شانوں پر تمہیں سولی پر چڑھا دوں گا تب تمہیں پتہ چلے گا کہ تم دونوں میں کون عذاب دینے میں سب سے زیادہ نڈت ہے اور کس کا عذاب زیادہ باقی رہنے والا ہے۔ انہوں نے کہا مجھ پر آہم کے سامنے آئے ہیں انہیں دیکھ کر تم بھی تجھے نزیح نہیں دے سکتے اس ذات پر جس نے ہمیں پیدا کیا ہے اب جو تیرا دل چاہے کر۔ تو ہم پر اس دنیا کی زندگی میں حکومت کر سکتا ہے۔ ہم اپنے رب پر ایمان لے آئے ہیں تاکہ وہ ہماری خطاؤں کو بخشے خاص اس جادو کے گناہ کو جس پر تو نے ہمیں مجبور کیا تھا۔ اللہ کی ذات سب سے بہتر ہے اور اس کو سب سے زیادہ قیام ہے۔

بھانسنے والے ان جادوگروں کا کیسا پتہ ایمان تھا کہ باوجود ایسی سخت سزا سننے کے ان کے ایمان میں ذرہ برابر سرق نہ آیا۔ توفیق الہی جس کے شامل حال ہو ذرا سی دیر میں اس کی حالت مل جاتی ہے۔

إِنَّهُ مَنْ يَأْتِ رَبَّهُ مُجْرِمًا فَإِنَّ لَهُ جَهَنَّمَ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ ۗ^{۷۷}
وَمَنْ يَأْتِهِ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصَّالِحَاتِ فَأُولَٰئِكَ لَهُمُ الدَّرَجَاتُ الْعُلَىٰ ۗ^{۷۸}
جَنَّتٌ عَدْنٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۗ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ مَنْ تَزَكَّىٰ ۗ^{۷۹} وَلَقَدْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ ۙ أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِي فَاصْرَبْ لَهُمْ
طَرِيقًا فِي الْبَحْرِ يَبْسًا ۖ لَا تَخَفْ دَرَكًا وَلَا تَحْشَىٰ ۗ^{۸۰} فَاتَّبَعَهُمْ
فِرْعَوْنُ يُجْنَدُهُ ۖ فَغَشِيَهُمْ مِنَ الْيَوْمِ مَا غَشِيَهُمْ ۗ^{۸۱} وَأَضَلَّ فِرْعَوْنُ
قَوْمَهُ وَمَآ هَدَىٰ ۗ^{۸۲}

جو کوئی اپنے رب کے پاس مجرم بن کر آئے گا اس کے لیے جہنم ہے جہاں نہ تو وہ مرے گی گا نہ زندہ ہی رہے گا اور جو مؤمن بن کر رہے گا اور نیک اعمال کیے ہوں گے تو ان کے لیے بلند درجات ہیں جنت کے

لاحول ولاقوة الا للہ

۳
۱۲

باغ میں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اس میں ہمیشہ رہیں گے جو پاکیزہ نفس بن کر رہے گا اس کی یہی جزا ہے۔ ہم نے موسیٰ کو وحی کی کہ نبی اسرائیل کو لے کر راتوں رات نکل جاؤ پھر دریا میں لاطھی مار کر ایک ٹھوکھا راستہ ان کے لیے نکالو تم کو نہ تو دشمن کے سچھپا کرنے کا خوف ہے گا نہ ڈوبنے کا ڈر فرعون نے مع اپنے لشکر کے ان کا پیچھا کیا پھر دریا (کے پانی کا ریل) جب ان پر چھپا گیا سو چھا گیا۔ فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کر کے (ہلاک کر ڈالا) اور ان کو ہدایت نہ کی۔

جب فرعون نے شکست کھائی تو موسیٰ حکم خدا بنی اسرائیل کو مہر سے لے کر روانہ ہوئے۔ راستہ میں دریا حائل تھا مطالبہ وحی آپ نے پانی پر عصارا مارا، پانی ادھر ادھر چھٹ گیا اور دریا میں بارہ راستے بن گئے بنی اسرائیل ان راستوں سے آرام دریا عبور کر کے اس پار جا پہنچے۔ جب فرعون کو یہ پتہ چلا کہ موسیٰ بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر چل دیئے ہیں تو اس نے ان کا پیچھا کیا جب دریا تلے پر پہنچا تو دیکھا کہ بنی اسرائیل دریا کو عبور کر گئے ہیں۔ اس نے جا کر بولتے دریا میں بنے ہوئے تھے انہی سے دریا پار کرنا ہے۔ جب مع لشکر دریا کے بیچ میں پہنچا تو دریا کاڑ کا ہوا پانی ریا مار کر ادھر سے ادھر ہو گیا۔ فرعون مع لشکر کے غرق ہو کر ہلاک ہو گیا۔ کم سخت نہ خود بچا۔ اپنی قوم کو بچا سکا۔

يٰۤاِبْنَٓ اِسْرٰٓءِٓلَٓ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَاَعَدْنَاكُمْ جَانِبَ الطُّورِ
الْاَيْمَنِ وَاَنْزَلْنَا عَلَیْكُمْ الْمَنَّٰنَ وَالسَّلٰوَةَ ۗ^{۸۰} كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا
رَزَقْنَاكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِیْهِ فِیَجَلَ عَلَیْكُمْ غَضَبِیْ ۗ وَمَنْ یَّحْلِلْ
عَلَیْهِ غَضَبِیْ فَقَدْ هَوٰى ۗ^{۸۱} وَاِنِیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاَمِنَ
وَعَمِلَ صٰلِحًا تَمَّ اِهْتَدٰى ۗ^{۸۲}

اے بنی اسرائیل ہم نے تم کو تمہارے دشمن سے نجات دی اور طور کے دائیں طرف تمہاری حاضری کے لیے وقت مقرر کیا اور ہم نے تم پر من و سلویٰ نازل کیا جو پاک چیزوں کا رزق ہم نے دیا ہے وہ کھاؤ اور کسی قسم کی شرارت نہ کرو ورنہ تم پر میرا غضب نازل ہو جائے گا اور جس پر میرا غضب نازل ہوا وہ ہلاک ہو گیا اور جو

کوئی توبہ کر لے اور ایمان لائے اور نیک کام کرے میں اس کے گناہ بخشے والا ہوں جبکہ وہ ثابت قدم رہے۔

طور پر مالے کا وہ توبہ دینے کے لیے تھا۔

من و سلوای کے متعلق بائبل میں ہے کہ بنی اسرائیل کی طرح دشمنوں کی جھڑپوں پر ایک پیڑنمودار ہوتی تھی جو دھینے کی گری کی طرح ہوتی تھی۔ لوگ اسے چبھی میں بے بس کر آنا بناتے اور روٹی پکاتے تھے اور بیڑیوں وہاں کثرت سے پیدا ہو گئیں انہیں کاٹ کر بیٹوں لیتے تھے۔ یہ کھانا چالیس برس لوگوں کو کھانا پڑا۔
مؤرخین اسلام کا بیان یہ ہے کہ صبح سویرے جھڑپوں پر بنی اسرائیل جیسی قوم کے اناج کی ایک روٹی ہوتی تھی جس پر ایک جینی ہوتی ٹیڑھی ہوتی تھی۔ یہ کھانا چالیس روز تک آیا اس کے بعد اٹھ گیا۔

مفسرین کا بیان یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو یہ حکم تھا کہ ہر شخص ایک روٹی اور ایک بیڑی اپنے حصہ کی اٹھائے اس سے زیادہ نہیں کھائے بنی اسرائیل نے سرکشی کی اور بعض لوگ اس خوف سے کل نزل بند نہ ہو جانے کی کئی روٹیاں اٹھا لیتے تھے اور جو تاخیر سے پہنچتے تھے وہ محروم رہ جاتے تھے لہذا خدا نے نازل کرنا بند کر دیا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصّٰوَابِ۔

فَمَآ اَهْتَدٰی کَا مَطْلَبٍ یَّرۡہٰہُ کَرِیۡمًا وَّعَمِلۡ سَالِحًا کَعَمَلِ اٰلِ عِمۡرَانَ الَّذِیۡنَ اٰتٰتۡنَا ذُرِّیَّتَہٗمۡ ۙ وَہُوَ اَبۡرَہٰمُ النَّبِیُّ الۡحَمِیۡدُ
نہ ہے تو اس کے گناہ نہیں بخشے جائیں گے۔ ابن حجر عسقلانی نے صوفی محققین لکھا ہے کہ حضرت رسول خدا کے اولاد کی ولایت ہدایت ہے۔

تفسیر صافی میں بروایت کافی امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے یہ آیت پڑھ کر اپنے سینہ کی طرف اشارہ کیا اور سہ ماہی الخ لایتنا یعنی اس سے مراد ہماری ولایت ہے۔

وَمَا اَجَلٰکَ عَنِ قَوْمِکَ یٰمُوسٰی ﴿۸۳﴾ قَالَ ہُوَ اَوْلَآءِ عَلٰی اَثَرِیۡ وَ
عَجَلْتُ لِبٰنِکَ رَبِّ لِتَرٰیہٗ ﴿۸۴﴾ قَالَ فَاِنَا قَدۡ فَنَنَّا قَوْمَکَ مِنْۢ بَعْدِکَ
وَاصَلٰہُمُ السّٰمِیۡرِیۡہٗ ﴿۸۵﴾ فَرَجَعَ مُوسٰی اِلَی قَوْمِہٖ غَضَبَانَ اَسِیۡفًا
قَالَ یٰقَوْمِ اَلَمْ یَعِدْکُمْ رَبُّکُمْ وَعَدَّ اِحْسَانًا اَفَطَالَ عَلَیْکُمُ الْعَہْدُ
اَمْ اَرَدْتُمْ اَنْ یَّجِیۡلَ عَلَیْکُمْ غَضَبٌ مِّنۡ رَبِّکُمْ فَاَخَلَفْتُمْ مَّوْعِدِیۡ ﴿۸۶﴾

جب موسیٰ اپنی قوم کے ستر آدمی لے کر طور کی طرف چلے اور فوراً آگے بڑھ گئے تو ہم نے کہا لے موسیٰ تم نے اپنی قوم سے آگے چلنے میں کیوں جلدی کی۔ عرض کی وہ بھی تو میرے پیچھے ہی چلے آ رہے ہیں۔ آگے میرے رب، یہ جلدی کر کے اس لیے بڑھ آیا ہوں کہ تو مجھ سے خوش ہے۔ خدا نے فرمایا ہم نے تمہارے آنے کے بعد تمہاری قوم کا امتحان لیا اور سامری نے ان کو گمراہ کر چھوڑا۔ پس موسیٰ اپنی قوم کی طرف غصہ اور رنج کی حالت میں پلٹے اور قوم سے کہنے لگے کیا تم سے تمہارے پڑوسگار نے (توبہ دینے کا) اچھا وعدہ نہیں کیا تھا تو کیا تمہارے وعدہ میں عرصہ لگ گیا یا تم نے چاہا کہ تم پر تمہارے پڑوسگار کا غضب ٹوٹ پڑے کہ تم نے میرے وعدہ (خدا کی عبادت) کے خلاف کیا۔

واقعہ یہ ہے کہ جب خدا نے توبہ دینے کے لیے حضرت موسیٰ کو طور پر بلایا تو قوم نے سٹ مار دی کہ ہم تجی آپ کے ساتھ نہیں گے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ نے ستر آدمی منتخب کیے اور ان کو لے کر چلے۔ وہ لوگ ٹکے ٹکے چلے آ رہے تھے حضرت موسیٰ توبہ دینے کے شوق میں بھرے ہوئے تھے لہذا ان لوگوں کو راستہ ہی میں چھوڑ کر وہ آگے بڑھ گئے تھے۔ حضرت موسیٰ کے جانے کے بعد سامری نے بیغضب دیا کیا کہ بنی اسرائیل جتنا زیور قطیلوں کی عورتوں سے چھین کر لے آئے تھے اس کو اکٹھا کیا جو منوں کی مقدار میں تھا۔ اُس نے بنی اسرائیل سے کہا جس خدا سے بنے موسیٰ طور پر جاتے ہیں میں اُسے نہیں تمہارے لیے ٹھکانے دیتا ہوں۔ چنانچہ اُس نے وہ سب سونا پھینکا کہ ایک بچھڑے کی صورت بنا لی۔ بنی اسرائیل موسیٰ سے پہلے گائے کی پریش کر چکے تھے ان کے دل میں اس کی محبت تھی۔ سامری نے ان کے دل کی بیماری بھجور کر اس بچھڑے سے ایک ایسی آواز پیدا کی جو گائے کے بچھڑے کی آواز سے شباہ تھی۔ بنی اسرائیل سے کہا یہ تمہارا خدا بول رہا ہے تم اس کی بات نہیں سمجھتے میں سمجھتا ہوں، یہ کہہ کر اسے کہہ کر میں تمہارا معبود ہوں۔ وہ احمق برہمن کر سجدہ میں گر پڑے۔

اس میں اختلاف ہے کہ سامری کون تھا۔ بعض نے لکھا ہے یہ سامریہ کا رہنے والا تھا، بنی اسرائیل سے آملان تھا۔ بعض نے لکھا ہے یہ سناری کا پیشہ کرتا تھا اس لیے اُس نے سونے کا بچھڑا بنا ڈالا۔ آواز کے پیدا کرنے میں بھی اختلاف ہے بعض نے لکھا ہے اُس نے جادو کے ذریعے آواز پیدا کی۔ بعض نے لکھا ہے کہ اس کے اندر دوسرا رخ کو دیکھے تھے جب سونا ان میں سے گزرتی تھی تو آواز نکلتی تھی۔ لیکن یہ بچھڑے کی ہی آواز تو نہیں ہو سکتی تھی۔ بعض نے لکھا ہے کہ اس کے اندر ایک آدمی بٹھا دیا تھا وہ بچھڑے کی ہی آواز نکالتا تھا۔ لیکن بچھڑے کے قالب میں آدمی کے بیٹھنے کی گنجائش کہاں۔ دوسرے بنی اسرائیل کہتے ہی احمق سہی کیا اتنا بھی بیوقوف نہ ہو کہ اس کے اندر آدمی لگسا بیٹھا ہے۔ بہر حال جو صورت بھی ہو اس نے بنی اسرائیل کو گمراہ کر دیا اور مجھائے خدا کے وہ بچھڑے کی پوجا کرنے لگے۔ جب حضرت توبہ دینے لے کر طور سے لوٹے اور قوم کا یہ حال معلوم ہوا تو فر غصہ آیا اور سخت رنج ہوا۔ اور

ساری کا تفسیر

ڈانٹ کر کہا کہ تم میرے آنے سے پہلے ہی یہ تم کیا کر بیٹھے۔ میرا انتظار تو کیا ہوتا۔
 بعض لوگوں نے سامری کے متعلق ایک عجیب حکایت بیان کی کہ یہ بنی اسرائیل میں سے تھا جب یہاں ہوا تو اس کی ماں
 یہ خوف ہوا کہ قتل کر ڈالا جائے گا۔ لہذا ایل کے کھانے ایک جزیہ میں ڈال دیا تھا۔ خدا نے جبریل کو اس کی پرورش کا حکم دیا
 اس لیے وہ جبریل کی صورت کو پہچانتا تھا اور چونکہ جبریل سے اس کی پرورش کا حکم تھا کہ جبریل کے مرکب کے تم تلے کی خاک جس جیسے
 میں ڈال دی جائے وہ بولنے لگتی ہے لہذا وہی خاک اس نے بچھڑے میں ڈال دی تھی۔ لاجعل ولا قوۃ الا بائد۔ ایک
 مشرک اور جبریل کے ہاتھوں پرورش۔ (آگے مفصل ذکر آئے گا۔)

قَالُوا مَا أَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بَلْ كُنَّا هُمْلًا وَآزَارًا مِنْ زِينَةِ
 الْقَوْمِ فَقَدْ فَهِمْنَا فَكَذَلِكَ أَلْقَى السَّامِرِيُّ ۙ فَاخْرَجَ لَهُمْ عَجَلًا
 جَسَدًا آلِهَةً خُورًا فَقَالُوا هَذَا إِلَهُكُمْ وَإِلَهُ مُوسَىٰ هَٰ فَنَسِيَ ۙ أَفَلَا
 يَرُونَ إِلَّا يَرْجِعُ إِلَيْهِمْ قَوْلًا وَلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا ۙ وَ
 لَقَدْ قَالَ لَهُمْ هَارُونَ مِنْ قَبْلُ يَقَوْمِ إِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهِ وَإِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمَنُ
 فَاتَّبِعُونِي وَأَطِيعُوا أَمْرِي ۙ قَالُوا لَنْ نَبْرَحَ عَلَيْهِ عَڪْفِينَ حَتَّىٰ
 يَرْجِعَ إِلَيْنَا مُوسَىٰ ۙ

انہوں نے کہا ہم نے آپ کے وعدے کے خلاف اپنے اختیار سے نہیں کیا بلکہ بات یہ ہوئی کہ قبیلوں کے زیورات
 جو ہم پر لائے گئے تھے ہم نے ان کو لاکر جیدیک یا اور سامری نے بھی ایسا ہی کیا پس اس نے ان کے لیے
 ایک کچھڑا بنایا جو ڈکراتا تھا۔ لوگ دکھار اٹھے یہ تمہارا خدا ہے اور موسیٰ کا خدا ہے موسیٰ اسے قبول کیا کیونکہ
 دیکھتے تھے کہ وہ نہ تو ان کی بات کا جواب دیتا ہے نہ ان کے لیے نقصان کا اختیار رکھتا ہے۔ ہارون
 نے پہلے ہی ان سے کہا تھا کہ میری قوم تمہارا اس کے ذریعے امتحان لیا جا رہا ہے اس میں شک نہیں

تمہارا رب خدا ہے تو تم میری پیروی کرو اور میرا حکم مانو۔ انہوں نے کہا جب تک موسیٰ
 نہ آئیں ہم تو اس کی پستش پر ڈٹے بیٹھے رہیں گے۔

کیسی بے وقوف قوم تھی جو یہ سمجھی کہ جس کو سامری نے خود بنا لیا ہے وہ ان کا منہ دیکھے ہو سکتا ہے نہ بولتا
 ہے نہ کسی طرف کا ہے۔ حضرت ہارون برابر سمجھاتے رہے کہ تمہاری عقلوں پر کیا پردے پڑ گئے ہیں کہ اس کچھڑے
 کی پوجا پر آمادہ ہو گئے ہو۔ مگر شیطان جو ان کے سر پر سوار تھا۔ کیا مانتے اس کو جو دھڑا دھڑا نظر سجدے کرتے گئے۔

قَالَ يٰ هَارُونَ مَا مَنَّكَ إِذْ رَأَيْتَهُمْ ضَلُّوا ۙ أَلا تَتَّبِعَنِ ۙ أَفَعَصَيْتَ
 أَمْرِي ۙ قَالَ يَبْنَؤُمْ لَا تَأْخُذْ بِحِجَّتِي ۙ وَلَا بَرَأْسِي ۙ إِنِّي خَشِيتُ
 أَنْ تَقُولَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِي ۙ قَالَ فَمَا
 خَطْبُكَ يَا سَامِرِيُّ ۙ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوا بِهِ فَقَبَضْتُ
 قَبْضَةً مِّنْ أَثَرِ الرَّسُولِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذَلِكَ سَوَّلَتْ لِي نَفْسِي ۙ
 قَالَ فَازْهَبْ فَإِنَّ لَكَ فِي الْحَيَاةِ أَنْ تَقُولَ لَا مِسَاسَ وَإِنَّ لَكَ
 مَوْعِدًا لَّنْ يُخْلَفُهُ ۙ وَانْظُرْ إِلَى إِلَهِكَ الَّذِي ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا
 لَّنُحَرِّقَنَّهُ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهُ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ۙ إِنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ الَّذِي
 لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۙ

موسیٰ نے کہا اے ہارون جب تم نے دیکھ لیا تھا کہ یہ گمراہ ہو گئے تو تمہیں میری پیروی (قتال)
 کرنے سے کس چیز نے روکا انہوں نے کہا اے میرے ماں جاتے آپ نہ میری داڑھی کچھڑے نہ

میرے سر کے بال، میں تو اسی سے ڈرا کہ آپ (واپس اگر) یہ نہ کہیں کہ تم نے نبی اسرائیل میں چھوٹا ڈال دی اور میری بات کا بھی خیال نہ رکھا۔ پھر سامری سے فرمایا، تو بتا تیرا کیا حال ہے۔ اُس نے کہا مجھے وہ چیز دکھائی دی جو اور لوگوں کو نہ سوجھی، میں نے جبریل کے گھوڑے کے نشان قدم کی ایک ٹمٹھی خاک اٹھالی وہی میں نے (بچھڑے کے قالب میں) ڈال دی اس وقت میرے نفس نے مجھے یہی بھائی موٹی نے کہا چل (دور ہو) تیرے لیے اس دنیا کی زندگی میں تو (بیزنا ہے) کہ کہتا پھرے گا مجھے نہ چھوٹا (دور نہ بنا چھڑھ آئے گا۔ اور آخرت میں) تیرے لیے یقینی (عذاب کا) وعدہ ہے کہ ہرگز تجھ سے خلاف نہ کیا جائے گا اور تو اپنے مشرکوں کو دیکھ جس کی عبادت پر تو ڈٹا بیٹھا ہے کہ تم یقیناً اسے جلا کر (راکھ کر) ڈالیں گے۔ پھر اسے تشریح کر کے دریا میں اڑا دیں گے۔ تمہارا مبدود تو بس وہی خدا ہے جس کے سوا کوئی اور مبدود برحق نہیں اس کا علم ہر چیز پر چھایا ہوا ہے۔

سامری کا یہ کہنا کہ میں نے جبریل کے گھوڑے کے قدم کی خاک اٹھالی تھی اس کی من گھڑت بات تھی جس کو باور نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ درایت اس کے خلاف ہے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ سامری بنی اسرائیل کے ساتھ تھا، یقیناً وہ سب کے ساتھ دریا سے پار ہوا۔ فرعون نے حرب جاپا کر دریا پار کر کے تو اس کا گھوڑا آگے نہیں بڑھنا تھا تو جبریل گھوڑی پر سوار ہو کر آئے اور اُسے آگے بڑھایا۔ تب فرعون کا گھوڑا دریا میں داخل ہوا۔ اس صورت میں سامری نے ان کے گھوڑے کے قدم کے نیچے کی مٹی کیسے اٹھالی۔ مٹاں میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ سامری کا قول ہے نہ کہ خدا کا۔ وہ اپنے بیان میں درحقیقت دھوکہ سے کام لے رہا تھا۔ جھلایہ کیسے ممکن ہے کہ جو چیز اوروں کو غلط نہ آئی ہو وہ سامری کو نظر آگئی ہو۔ یہ قدومیت اس میں کہاں سے آگئی کہ جبریل کو بھی پہچان گیا اور ان کے گھوڑے کے قدم کی مٹی کی اس تاثر کو بھی۔ یہ سب من گھڑت باتیں ہیں جو اُس نے حضرت موسیٰ سے بیان کیں اور جن پر حضرت موسیٰ کو سخت غصہ آیا اور اپنے سامنے سے ہٹ جانے کو کہا۔ جیسا ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ یہ روایت تو بالکل ہی بے سرو پائے کہ سامری کو جو بنی اسرائیل سے تھا قتل کے خوف سے جب اس کی ماں نے ایک جزیرہ میں ڈال دیا تو جبریل نے اس کو بگم خدا پرورش کیا۔ جبریل نے دیکھی کہ پلانہ رسول کو سامری میں خصوصیت کیوں کر پیدا ہوگئی کہ جبریل اس کی دایاں کر بیٹھے۔ نہ وہ نبی خاتمہ نبی کا بیٹا صاحب ایمان۔ پھر یہ تک کیسے بیٹھے گی۔ یہ کہ، ابھی غلط ہے کہ وہ جبریل کو پہچاننا تھا۔ اس کے سنی تو یہ ہوئے کہ حضرت جبریل اس کو بتاتے تھے کہ میں جبریل ہوں، تیری پرورش کے لیے خدا نے مجھے بھیجا ہے۔ تب جب یہ کہے کہ یہ روایت مولانا فرغان علی صاحب رحمہ نے اپنے مترجم قرآن کے حاشیہ میں لکھ دی ہے۔

اب ذرا حضرت ہارون سے کی بات پر ایک گہری نظر ڈالیے۔

جناب موسیٰ نے جب منہ کر قوم گراہ ہوگئی تو غصہ میں بھر گئے۔ الواج تورت کو زہین پر پھینک کر حضرت ہارون کی طرف بڑھے اور ان کی داڑھی اور سر کے بال پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور کہا یہ سب کچھ تم اپنی آنکھوں سے دیکھا کیے۔ اور ان کی روک تھام نہ کی، ان سے کیوں نہ لڑے۔ حضرت ہارون نے عرض کی کہ صرف اس خیال سے ہیں نے ایسا نہ کیا کہ آپ واپس آکر مجھ پر یہ الزام نہ لگائیں کہ تم نے نبی اسرائیل میں چھوٹا ڈال دی اور میری بات کا لحاظ نہ رکھا کہ میں کہہ گیا کیا تھا کہ ان کو نبی کا رہنا متفرق نہ ہونے دینا۔

حضرت ہارون نے سورہ اعراف میں جو کچھ کہا تھا اس کو بھی اس آیت سے ملا لیتے تو پوری بات سمجھ میں آ جاتے گی۔ اس قوم نے مجھے کزور بنا دیا تھا اور قرب تھا کہ یہ مجھے قتل کر ڈالیں پس آپ قوم میں میری شہادت نہ کریں اور مجھے ظالم قوم میں سے قرار نہ دیں۔ اب بات صاف ہوگئی۔ حضرت ہارون پوری قوم سے کیسے جنگ کرتے جب ان کے ساتھی بہت ہی کم تھے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ جب خلافت حضرت علیؑ کو زدی گئی تو انہوں نے جنگ کیوں نہ کی۔ ایسی حالت میں جبکہ ہارون کی طرح آپ کو حد درجہ کزور بنا دیا گیا تھا اور چند آدمیوں کے سوا کوئی آپ کا ناصر و مددگار نہ تھا آپ کیسے جنگ کرتے۔ دوسرے اگر کرتے تو مسلمانوں میں غارت جیگی شروع ہو جاتی اور جو نئے مسلمان تھے وہ اپنے سابق دین کی طرف پلٹ جاتے۔ اس سے اسلام کو کیسا شدید نقصان پہنچتا جسے علیؑ جیسا حامی اسلام کو نہ گوارا کر سکتا تھا۔ سامری کو دنیا میں جس عذاب کا سامنا ہوا وہ یہ تھا کہ اُسے ایسا شدید عذاب چڑھا کر لوگوں سے کہتا تھا مجھے نہ چھوڑنا ورنہ تم بھی بخار میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ مارا مارا پھرتا تھا لوگ اس کے قریب جانا پسند نہ کرتے تھے۔ اسی حالت میں وہ اہل جہنم ہوا۔ حضرت موسیٰ نے اس کے بنائے ہوئے بچھڑے کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے آگ میں رکھ دیا جب جلا کر خاک ہو گیا تو اسے دریا میں بہا دیا۔

كَذَلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ آتَيْنَاكَ مِنْ لَدُنَّا ذِكْرًا ۚ ﴿٩٩﴾ مَنْ أَعْرَضَ عَنْهُ فَإِنَّهُ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وِزْرًا ۚ ﴿١٠٠﴾ خَلِدِينَ فِيهِ ۖ وَسَاءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حِمْلًا ۚ ﴿١٠١﴾ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ۚ ﴿١٠٢﴾ يَتَخَفَتُونَ بَيْنَهُمْ إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا عَشْرًا ۚ ﴿١٠٣﴾ خَنْ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ إِذْ يَقُولُ أَمْثَلُهُمْ

طَرِيقَةً إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا يَوْمًا ۝۱۳۰

ایسے ہی ہم تم سے پہلے لوگوں کے قصے بیان کرتے ہیں اور ہم نے ہی تمہارے لیے اپنے پاس سے
فُتَّانِ عَطَا كَيْفَ جَوَّ كُنِي اس سے رُوگردانی کرے گا وہ روز قیامت گناہوں کا بوجھ اٹھائے گا۔
اور وہ اس حال میں ہمیشہ رہیں گے۔ کیا ہی بُرا بوجھ ہے جو یہ لوگ قیامت کے دن اٹھائیں گے۔
جس دن صور پھونکا جائے گا اور ہم اس روز مجرموں کی آنکھیں نیلی (اندھی) کر کے جمع کریں گے۔
آپس میں چپکے چپکے کہتے ہوں گے ہم لوگ (بہت سے بہت) کوئی دس دن ٹھہرے ہوں گے۔
جو کچھ یہ لوگ کہیں گے ہم خوب جانتے ہیں۔ جو ان میں سب سے زیادہ ہوشیار ہو گا بول اٹھے گا ہم تو
(زیادہ سے زیادہ) ایک دن ٹھہرے ہوں گے۔

پہلے صور میں سب لوگ مر جائیں گے، دوسرے صور میں سب اٹھ کھڑے ہوں گے اور میدانِ شتر کی طرف
دوڑتے جائیں گے۔ ان کے ہوش ایسے پرانڈہ ہوں گے اور ہشت انتہی جھپائی ہوئی ہوگی کہ انہیں یہ بھی یاد ہے گا
کہ وہ مرنے کے بعد قبر میں با عالم برزخ میں کتنے دن ٹھہرے تھے۔ کوئی کہے گا دس دن کوئی کہے گا صرف ایک ہی
دن۔ زمین اس روز ہمار ہو کر ایک عظیم میدان بن جائے گی۔ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر سطحِ ارض پر پھیل جائیں گے۔
دراؤں کا بانی زمین کو کولے گی، جنکل جل کر خاک ہو جائیں گے یہی میدانِ شتر ہو گا اس کے بعد اللہ جو چاہے گا کرے گا۔

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّي نَسْفًا ۝۱۳۱ فَيَذَرُهَا قَاعًا
صَفْصَفًا ۝۱۳۲ لَا تَرَى فِيهَا عِوَجًا وَلَا أَمْتًا ۝۱۳۳ يَوْمَ يَذَّتَّبِعُونَ
الدَّاعِيَ لَأَعْوَجَ لَهُ ۚ وَخِشَعَتِ الْأَصْوَاتُ لِلرَّحْمَنِ فَلَا تَسْمَعُ إِلَّا
هَمْسًا ۝۱۳۴ يَوْمَ يَذَّ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ
وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا ۝۱۳۵ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ

بِهِ عِلْمًا ۝۱۳۰ وَعَدَّتِ الْوُجُوهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ
ظُلْمًا ۝۱۳۱ وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَنْفُ ظُلْمًا وَلَا
هَضْمًا ۝۱۳۲ وَكَذَلِكَ أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا وَصَرَّفْنَا فِيهِ مِنَ
الْوَعِيدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ أَوْ يُحَدِّثُ لَهُمْ ذِكْرًا ۝۱۳۳

لوگ تم سے پہاڑوں کے متعلق پوچھتے ہیں کہ (قیامت میں) ان کا حشر کیا ہو گا۔ (اے رسول) تم کہہ دو کہ میرا
پروردگار انہیں ریزہ ریزہ کر کے اڑائے گا اور زمین کو ایک عظیم میدان بنائے گا۔ نہ تو اس میں
موڑ دیکھے گا نہ اونچ نیچ، اس روز لوگ ایک پرکارنے والے (اسرافیل) کے پیچھے سیدھے دوڑے
آئیں گے کوئی کچی نہ ہوگی اور آوازیں اس دن خدا کے سامنے اس طرح بیٹھ جائیں گی کہ گنگناہٹ کے
سوا کچھ اور نہ سنے گا۔ اس دن کسی کی شفاعت کام نہ آئے گی مگر جس کو خدا نے اجازت دی ہو اور اس
کا بولنا پند کرے جو کچھ لوگوں کے سامنے ہے یا کچھ ان کے پیچھے ہے خدا سب باتوں کو جانتا ہے
اور لوگ اپنے علم سے اس پر حاوی نہیں ہو سکتے۔ (اس دن) لوگوں کے منہ زندہ و پابندہ خدا کے
سامنے جھک جائیں گے۔ جس نے ظلم کا بوجھ اٹھایا وہ یقیناً ناکامیاب رہا اور جس نے اچھے اچھے کام
کئے اور خاموش رہا اس کو نہ کسی طرح کی بے انصافی کا ڈر ہے نہ کسی نقصان کا۔ ہم نے اسی طرح قرآن
کو عربی زبان میں نازل فرمایا اور اس میں عذاب کے وعدے طرح طرح سے بیان کیے تاکہ لوگ پرہیزگار
بنیں یا ان کے مزاج میں عبرت پیدا کرے۔

فَتَعَلَى اللَّهِ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ
يُقَضَىٰ إِلَيْكَ وَحْيُهُ ۚ وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا ۝۱۳۴ وَلَقَدْ عَاهَدْنَا آلَ
آدَمَ مِنْ قَبْلِ فَنَسَىٰ وَلَمْ نُجِدْ لَهُ عِزْمًا ۝۱۳۵ وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَكِ كِتَابَ

اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَى ۖ فَقُلْنَا يَا آدَمُ إِنَّ هَذَا
عَدُوٌّ لَكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقَى ۗ إِنَّ لَكَ
الْأَنْجُوعَ فِيهَا وَالْأَنْعَامَ ۗ ۱۱۸ ۖ وَآتَاكَ لَظْمًا فِيهَا وَلَا تَصْحَى ۗ ۱۱۹

پس دو جہاں کا بادشاہ خدا نے برتر و اعلیٰ ہے۔ اے رسول قرآن پڑھنے میں اس سے پہلے کہ تم پر پوری
وحی نہ آجائے جلدی نہ کرو اور یہ کہا کرو میرے رب میرے علم کو اور زیادہ کر۔ ہم نے آدم سے پہلے ہی
عہد لے لیا تھا کہ اس درخت کے پاس نہ جانا تو آدم نے اسے ترک کر دیا اور ہم نے ان میں ثبات
استقلال نہ پایا۔ جب ہم نے ملائکہ سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کر لیا مگر ابلیس نے
انکار کیا۔ ہم نے کہا اے آدم یہ تمہارا اور تمہاری بی بی کا دشمن ہے۔ تم دونوں کو جنت سے نہ نکلاؤ
تو مصیبت میں پھنس جاؤ گے۔ بہشت میں تمہیں یہ آرام ہے کہ نہ یہاں بھوکے رہو گے نہ تنگے
نہ پیاسے رہو گے نہ دھوپ کھاؤ گے۔

قرآن کے جلدی نہ پڑھنے کا واقعہ یہ ہے کہ جب حضرت پر وحی نازل ہوتی تو اس خیال سے کہ شاید وحی
کا کوئی لفظ دھیان سے جاننا ہے آپ بعض الفاظ کو جبریل کے ساتھ دہرانے لگتے تھے۔ بعض مفسرین نے لکھا
ہے کہ آغاز رسالت میں جب آپ کو اخذ وحی کی عادت نہ ہوتی تھی تو جو وحی اترتی تھی آپ اس کو بار بار دہرانے
تھے تاکہ کوئی لفظ ذہن سے نکل نہ جاتے۔

بعض نے لکھا ہے کہ انہائی شوق میں آپ اس کو پڑھنے میں جلدی کرتے تھے۔
باوجودیکہ حضرت کو ہر قسم کا علم دیا گیا تھا وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ يَكُن تَعْلَمُ (۲۱۳) مگر پھر بھی آپ
کو یہ علم تھا کہ یہ کہا کرو، میرے پالنے والے میرا علم زیادہ کر۔ بندہ کو چاہیے کہ خدا کتنا ہی علم دے پھر بھی خدا کے
علم کے مطابق وہ ایسا ہی ہوتا ہے جیسے ایک قطرہ سمندر کے مقابلے میں۔ لہذا اس سے ہر وقت زیادتی علم کے لیے
وفا کرتی چاہیے۔

آدم کا قصہ۔ پہلے سورہ بقرہ میں گزر چکا ہے۔ یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ آدم جنت میں جو تمہیں آرام
ہے وہ دنیا میں نہ ملے گا۔ وہاں بھوک بھی لگے گی پیاس بھی۔ بدن کے لیے لباس نہ ملے گا۔ دھوپ سے بچنے
کا سامان بھی کرنا ہوگا۔ پس شیطان کے بہکانے میں اگر جنت کو نہ کھو بیٹھنا۔ آدم نے وعدہ کر لیا تھا کہ شیطان کے

بہکانے میں نہ آئیں گے مگر پھر بھول گئے۔ یہ سب وہاں کی باتیں ہیں جہاں کے معاملات کو سمجھنا ہماری عقل سے باہر ہے
فشیطان شروع ہی سے یہ کہنا چلا کہ آجے کہ شیطان کی بیرونی نکر ویر نہ ہارا کھلا دشمن ہے اس سے بچے
رہو۔ آدم جو شیطان کے بہکانے میں آگئے وہ اس لیے نہیں کہ وہ خدا کے حکم کو ماننا ضروری نہ سمجھتے تھے یا بعد از
اسے حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ انہوں نے وعدہ کر لیا تھا مگر بھول گئے۔ یہ صرف اس بنا پر ہوا کہ ان کے ارادہ
میں کمزوری تھی۔ عزم و ارادہ ہی ایک چیز ہے جو کسی بات پر قائم رکھتا ہے۔ انبیائے اولوالعزم وہ
انبیاء ہیں جو اپنے ارادوں پر مضبوطی سے قائم رہے۔ ہزار بلائیں سسر پڑیں مگر انہوں نے اپنے ارادوں میں جنتی
نہ پیدا ہونے دی۔ آدم علیہ السلام سے جو ترک اولی ہوا وہ صرف عزم کی کمزوری سے ہوا۔ وہ وعدہ کو نہ سمجھتے مگر
ظالم شیطان نے وہ چکنی چٹری باتیں کیں اور ایسا فریب کیا کہ آدم اپنا وعدہ بھول گئے جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

فَوَسَّوَسَ إِلَيْهِ الشَّيْطَانُ قَالَ يَا آدَمُ هَلْ أَدُلُّكَ عَلَى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ
لَّيَالِي ۗ ۱۲۰ ۖ فَكَلَامُنَا فَبَدَّتْ لَهُمَا سَوَاتِنُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفْنَ
عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ز وَعَصَى آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَى ۗ ۱۲۱ ۖ ثُمَّ اجْتَبَاهُ
رَبُّهُ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدَاهُ ۗ ۱۲۲ ۖ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا بَعْضُكُمْ
لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۗ فَمَا يُابِتُنَّكُمْ مِّنِّي هُدًى ۗ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا
يَضِلُّ وَلَا يَشْقَى ۗ ۱۲۳ ۖ وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً
ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى ۗ ۱۲۴

شیطان نے آدم کے دل میں وسوسہ پیدا کیا، کہنے لگا آدم کیا میں تمہیں ہمیشگی کی زندگی کا درخت
اور ہمیشہ رہنے والی سلطنت بتا دوں پس ان دونوں نے اس میں سے کچھ کھایا اور ان کا کابھیجا
ان پر ظاہر ہو گیا اور وہ دونوں بہشتی درخت کے پتے اپنے آگے پیچھے چپکانے لگے اور آدم نے

اپنے پروردگار کی نافرمانی کی پس بے راہ ہو گئے اس کے بعد ان کے پروردگار نے انہیں برگزیدہ کیا، ان کی توبت قبول کی اور ہدایت کی۔ خدانے کہا تم دونوں بہشت کے نیچے اتر جاؤ تم میں ایک دوسرے کا دشمن ہے۔ اگر تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت پہنچے تو (تم اس کی پیروی کرنا کیونکہ) جو کوئی میری ہدایت پر چلے گا وہ نہ تو گمراہ ہوگا اور نہ کسی مصیبت میں مبتلا ہوگا اور جو میرے ذکر سے روگردانی کرے گا تو اس کی زندگی تنگی سے بسر ہوگی اور قیامت کے دن ہم اُسے اندھا ٹھائیں گے۔

انہی آیات میں چند باتوں پر غور کرنا ہے :

- ۱- دشمن جب اپنے تمام حیلوں میں ناکام ہو جاتا ہے تو پھر دوستی کا اظہار کر کے اپنے مقابل کو چیت کر دیتا ہے شیطان نے بھی یہ طریقہ اختیار کیا۔ خیر خواہ ہی کراؤم سے کہا میں نہیں ایسی ہی تدبیر بتاتا ہوں کہ ہمیشہ جنت ہی میں رہو اور ایک ایسے کو مت کے مالک بنو جو کبھی ختم نہ ہو۔
- ۲- اوجھے درج کی خواہش بشریت کی روگوں کا خون ہے آدم لالچ میں اگر یہ قبول گئے کہ یہ کون کہا رہا ہے۔ شیطان نے جو کچھ کیا تمنا ان کی نظر کے سامنے تھا۔ قدرت کی طرف سے جو سزا ملی تھی وہ بھی پیش نظر تھی۔ مگر بشریت کے نقصانے کو کیا کرتے آگے شیطان کے چھندے ہیں۔
- ۳- خدانے آدم کو تاج دیا تھا کہ تم یہاں ایک ایسے نظام پر ہو جہاں نہ تمہیں مجھو کہ پیاس کی تکلیف ہے لباس کی فکر نہ رہنے کے لیے کسی مکان بنوانے کا غم۔ یہاں سے جاؤ گے تو ہر ساری تکلیفیں ایک بات تم پر ٹوٹ پڑیں گی اور چوٹی سے ایڑی تک پسینہ بہاؤ گے تب ایک لقمہ میسر آئے گا۔ یہ سب کچھ آدم کے علم میں تھا مگر ان کی اور ان کی اولاد کی قسمت میں جو کچھ تھا وہ تو ہونا ہی تھا۔
- لیکن اس کے ساتھ اس پر بھی نظر رکھنی چاہیے کہ آدم سے جو کچھ ہوا اُسے شیطان ظہور میں آیا وہ نہ ازاراہ سرکشی و بغاوت تھا نہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ان بے نیازی میں ازاراہ شکست شہرہ تھا بلکہ قبولِ جُحُود کے آزار میں مبتلا ہو کر اپنا نقصان کر بیٹھے۔
- ۴- پھل کھانے ہی جنت کا لباس بدن سے اتر پڑا۔ یہ پہلی تکلیف تھی جو شیطان کے چھندے میں آکر ان کو پہنچی۔ پھر زمین پر آکر جو محنت و مشقت کے پہاڑ ان پر گرے۔ دونوں میاں بی بی اپنی اپنی شراکتوں کو درخت کے پتوں سے چھپانے لگے۔ زمین کے باسی بننے کے لیے یہ پہلا سبق تھا جو آدم و حوا کو دیا گیا کہ وہاں باکر اپنا لباس اپنے ہاتھ سے تیار کرنا ہوگا۔ جنت کی رعایتیں ختم ہوئیں۔ خدا کے حکم کی تعمیل میں پاپے قبول چکے ہی سے ہوائی کوتاہی بھی کیوں ہوتی۔
- ۵- آدم کی نافرمانی ہماری جیسی نافرمانی تھی۔ ہم تو جو گناہ کرتے ہیں باغیاہ جہنمت سے کرتے ہیں آدم تو خدا کے فرمانبردار بندے تھے۔ رُو سے زمین پر نہی بننا سے گئے تھے۔ ان کی گرفت اس لیے ہوئی

جو قبول کر بھی ایسا کیوں ہوا۔ اولاد آدم کے لیے جُحُودِ جُحُودِ مَعَاذِ ہے لہذا آدم کی اس نافرمانی کو عام انسانوں کی مصیبت کی فہرست میں داخل کرنا چاہیے۔ بشریت کے تقاضا سے راہِ راست سے ہٹ ضرور گئے۔ مگر عبودیت کے کسی گوشہ میں آگ نہیں لگی شیطان کی طرح کوٹا نہیں تھی۔ ورنہ تو ان کا انتخاب عمل میں آنا نہ توبہ قبول ہوتی اور نہ اللہ کی ہدایت (توفیق) کا ان سے تعلق ہوتا۔

- ۶- ان کو علیہ الارض ہی بنا تھا ایک نایاب انسان آنا تو انہیں زمین پر ہی تھا لیکن ذرا جلدی کر بیٹھے اور حکم خداوندی میں جو وقت میں تھا اس سے پہلے ان کو زمین پر آنا پڑ گیا۔
- ۷- بنا تو پہلے ہی دیا تھا کہ شیطان تمہارا دشمن ہے جو اپنی کارستانیوں سے باز نہ آئے گا۔ تمہاری اولاد کو چاہیے کہ اس سے باخبر رہیں اور تمہارے اقدار سے سبق لیں اور جو ہادی ہماری طرف سے وقتاً فوقتاً آتے رہیں ان کی ہدایت پر عمل کرتے رہیں۔
- ۸- جو نافرمانی ہوئی تھی وہ آدم و حوا دونوں سے ہوئی تھی۔ مگر ذکر کیا گیا ہے صرف عصیانِ آدم کا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حوا کا جو بزرگوں نبوت سے تعلق نہ تھا اس لیے کہہ ہوں کھانا ان کے لیے داخل عصیانِ حوا تھا۔ آدم کے لیے بجا غلط نبوت اتنی ہی بات بھی داخل عصیانِ کن گئی۔ سچ ہے جن کے رُتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے۔

قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمَى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيرًا ﴿۲۶۸﴾ قَالَ كَذَلِكَ
 اتَّكَأْتَنَا فَسَيِّئَتُهَا ۚ وَكَذَلِكَ الْيَوْمَ تُنْسَى ﴿۲۶۹﴾ وَكَذَلِكَ نَجْزِي
 مَنْ أَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِآيَاتِ رَبِّهِ ۗ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَدُّ
 أَلْفَى ﴿۲۷۰﴾ أَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمَا أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنَ الْقُرُونِ يَمْشُونَ
 فِي مَسْجِدِهِمْ ۗ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّأُولِي النَّهْيِ ﴿۲۷۱﴾ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ
 سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاجِلٌ مُّسَمًّى ﴿۲۷۲﴾ فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا
 يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا ۚ

وَمِنْ آتَائِي إِلَيْكَ فَيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْتَهُمْ وَأَظْهَرْتَ الْفِتْنَةَ لَكُمْ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۱۳۰﴾

وہ کہے گا الہی میں تو دنیا میں سیانکھا تھا تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا۔ خدا فرمائے گا، ایسا ہی ہونا چاہیے۔ تیرے پاس ہماری نشانیاں آئیں تو انہیں جھٹلا بیٹھا اسی طرح آج تو بھی جھٹلا دیا جائے گا اور جس نے حد سے تجاوز کیا اور اپنے پروردگار کی آیتوں پر ایمان نہ لایا اس کو بھی ہم یوں ہی بدلہ دیں گے اور آخرت کا عذاب بڑا سخت اور باقی رہنے والا ہے۔ کیا ان (اہل مکہ) کو خدا نے یہ نہیں بتا دیا تھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنے لوگوں کو ہلاک کر ڈالا ہے۔ جن کے گھروں میں یہ لوگ چلتے پھرتے ہیں اس میں عقلمندوں کے لیے قدرت کی نشانیاں ہیں۔ اگر تمہارے پروردگار کی طرف سے پہلے ہی ایک وعدہ اور (عذاب کی) وقت مقرر نہ ہوتا تو (ان کی حرکتوں سے) عذاب آنا لازمی بات تھی۔ (اے رسول) جو کچھ یہ کفار کہا کرتے ہیں تم اس پر صبر کرو اور آفتاب نکلنے سے پہلے اور غروب ہونے سے قبل اپنے پروردگار کی حمد و ثنا کے ساتھ تسبیح کیا کرو، اور کچھ رات کے وقتوں میں اور ان کے کناروں میں تسبیح کرو تاکہ تم نہال ہو جاؤ۔

طہ: آیت ۱۳۰ کے قبل نماز صبح مراد ہے اور قبل غروب سے نماز عصر اور اطراف شب سے مغرب و عشا اور دن کے اطراف سے نماز ظہر و نافذ ظہر مراد ہے۔ یوں پانچوں نمازوں کی تصریح ہو جاتی ہے۔

وَلَا تَمَدَّنْ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفِثَنَّهُمْ فِيهَا ۗ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَآبَقَىٰ ﴿۱۳۱﴾ وَأَمْرًا هَلَكًا بِالصَّلَاةِ وَأَصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۗ لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَىٰ ﴿۱۳۲﴾ وَقَالُوا لَوْلَا بَيَاتِنَا بِآيَةِ مِنْ رَبِّهِ ۗ أَوْلَمْ تَأْتِهِم بَيِّنَاتٌ مَّا

فِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ﴿۱۳۱﴾ وَلَوْ أَنَّا أَهْلَكْنَاهُمْ بِعَذَابٍ مِّن قَبْلِهِ لَقَالُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ آيَاتِكَ مِّن قَبْلِ أَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزَىٰ ﴿۱۳۲﴾ قُلْ كُلُّ مُتَرَبِّصٍ فَتَرَبَّصُوا ۗ فَسَتَعْلَمُونَ مَنِ اصْطَبَأَ الصِّرَاطَ السَّوِيَّ وَمَنِ اهْتَدَىٰ ﴿۱۳۳﴾

اے رسول تم آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھو زندگی دنیا کی اس شان و شوکت کو جو ہم نے ان میں مختلف لوگوں کو دے رکھی ہے تاکہ ہم اس میں ان کی آزمائش کریں اور تیرے رب کا رزق بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور تم خود بھی اس کے پابند رہو۔ ہم تم سے روزی تو طلب کرتے نہیں ہم تو خود تم کو روزی دیتے ہیں اور پرہیزگاری کا تو انعام بخیر ہے۔ (اہل مکہ) کہتے ہیں کہ اپنے پروردگار کی طرف سے کوئی معجزہ (ہماری مرضی کے مطابق) کیوں نہیں لاتے تو کیا جو (پیش گوئیاں) اگلی کتابوں اور (توریت و انجیل) میں ہیں (اس کی گواہ ہیں) وہ بھی ان کے پاس نہیں پہنچیں۔ اگر ہم ان کو اس رسول سے پہلے ہلاک کر ڈالتے تو کہہ دیتے کہ اے پالنے والے تو نے اس سے پہلے ہمارے پاس رسول کیوں نہ بھیجا۔ ہم اپنے ذلیل و رسوا ہونے سے پہلے تیری آیتوں کی پیروی کرتے۔ کہہ دو شخص اپنے انجام کا منتظر ہے تو تم بھی انتظار کرو پھر تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ سیدھی راہ والے ہدایت یافتہ کون ہیں (اور کبھی پرکون ہیں)۔

یہاں سے آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اے رسول! جن لوگوں نے حرام طریقہ سے دولت جمع کر لی ہے اور بڑے سخاٹ سے زندگی بسر کر رہے ہیں تم انہیں آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھو۔ حلال روزی جو ہم نے تم کو دی ہے چاہے وہ تھوڑی ہی ہے لیکن وہ اس حرام کمائی سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ ایک بار آپ کے یہاں مہمان آیا۔ آپ نے ایک بیوی سے قرض آٹا مانگا۔ اس نے کہا بغیر کوئی چیز گرو رکھے نہ دوں گا۔ پس

یہ آیت آپ کو تسلی دینے کے لیے نازل ہوئی۔

جب یہ آیت نازل ہوئی وَأَمْرٌ آهَلَكَ بِالصَّلَاةِ (۲۰) تو آپ آٹھ ماہ تک حضرت علیؓ کے دروازہ پر نماز صبح کے وقت آکر فرماتے تھے،

الصَّلَاةُ رَحْمَتُ اللَّهِ أَسْمًا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا (الْأَحْزَابُ ۳۳)

یہودیوں سے کہا جا رہا ہے کہ تم ان سے پہلے جو کتابیں نازل ہو چکی ہیں کیا وہ تم نے پڑھی تھیں؟ ان سب کا عطر اس قرآن میں موجود ہے۔ یہ کتاب ایک ایسا شخص پیش کر رہا ہے جس نے تمہاری کتابوں کو پڑھا ہی نہیں۔ پس اس سے بڑا ثبوت اس کی نبوت کا اور کیا ہو سکتا ہے۔ اس پر مزید یہ کوئی چیز طلب نہیں کرنا پھر اسے نہ ماننا تمہاری حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔

اسے عمل رسولؐ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے اہل بیت کون تھے۔ آپ نے کبھی کسی نبی کے دروازہ پر جا کر ایسا نہیں کیا۔



۲۱) سُورَةُ الْاَنْبِيَاءِ مَكِّيَّةٌ ﴿۲۱﴾

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ ﴿۱﴾ مَا يَأْتِيهِمْ
مِّنْ ذِكْرٍ مِّن رَّبِّهِمْ مُّحَدَّثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ ﴿۲﴾ لَاهِيَةً
قُلُوبُهُمْ ۗ وَاَسْرُ وَالنَّجْوَىٰ ۗ وَالَّذِينَ ظَلَمُوا ۗ هَلْ هَذَا اِلَّا بَشْرٌ
مِّثْلُكُمْ ۗ اَفَتَاتُونَ السَّحْرَ وَاَنْتُمْ تَبْصُرُونَ ﴿۳﴾ قُلْ رَبِّي يَعْلَمُ الْقَوْلَ
فِي السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ ۗ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۴﴾ بَلْ قَالُوا اضْغَاثُ
اَحْلَامٍ ۗ بَلْ اَفْتَرَاهُ ۗ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۗ فَلْيَاْتِنَا بِآيَةٍ ۗ كَمَا
اُرْسِلَ الْاَوَّلُونَ ﴿۵﴾

لوگوں کے حساب کا وقت قریب آپہنچا اور وہ غفلت میں منہ موڑے ہی پڑے ہیں۔ جب ان کے پروردگار کی طرف سے کوئی نیا حکم آتا ہے تو اسے کان لگا کر سن تو لیتے ہیں پھر منہ می مذاق میں اڑا دیتے ہیں۔ ان کے دل (آخرت کے خیال سے بالکل) بے خبر ہیں۔ یہ ظالم چپکے چپکے کا ناچوڑھی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ شخص (محمدؐ کو کچھ بھی نہیں) بس تم ہی جیسا ایک آدمی ہے تو کسب تم دیدہ و دانستہ جاؤ وہیں پھینتے ہو۔ رسولؐ نے کہا میرا رب ان تمام باتوں کو سنتا ہے جو آسمان میں ہوں یا زمین میں، وہ بڑا سننے والا اور جاننے والا ہے۔ بلکہ بعض تو یہ بھی کہنے لگتے ہیں یہ قرآن تو

خواہاے پریشان کا مجموعہ ہے بلکہ جھوٹ موٹ بنا لیا ہے بلکہ یہ شخص شاعر ہے اگر یہ سچا رسول ہے تو جس طرح پہلے پیغمبر معجزات اپنے ساتھ لاتے تھے یہ بھی کوئی معجزہ لانا۔

قیامت کے قریب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نبی آخر الزمان آچکے اور ان کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں تو سمجھ لیا جائیے کہ زندگی کا ثبات کا بڑا حصہ ختم ہو گیا متھوڑا سا حصہ باقی ہے کیونکہ خدا نے اپنا آخری نبی بھیج کر آگاہ کر دیا کہ بس اس کی آمد قریب قیامت کی وسیل ہے۔

غفلت میں پڑے ہونے کا مطلب ہے کہ دنیا کے پیش و آرام اور کاروبار کی گھاگھی نے ان کو آخرت کی طرف سے ناخلف بنا دیا ہے اور دنیا کے کھیل تماشوں میں ایسے غرق غلب ہوئے ہیں کہ اس کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے کہرنے کے بعد کیا ہوگا۔

مشرکین مٹو کر گوشیاں اس بارہ میں کرتے تھے کہ یہ شخص جو دعوی رسالت کرتا ہے آخر ہے کیا۔ یہ رسول تو ہونے نہیں سکتا کیونکہ ہم ہی جیسا آدمی ہے۔ ہماری طرح سارے کام کرتا ہے پھر اسے رسول کیسے مان لیا جائے جہلا اس کی باتوں میں جو خواہاے پریشان کی طرح کبھی کبھی بیان کرتا ہے دیدہ و دانستہ کیسے آجائیں۔ اور ان افترا پر دازوں کو کیسے صحیح مان لیں یہ کچھ بھی نہیں ایک مرد شاعر ہے۔ یاد روز ہے اگر رسول ہوتا تو جسے پہلے انبیاء معجزات دکھاتے تھے یہ بھی کوئی ایسا معجزہ دکھانا جیسا ہم چاہتے ہیں۔ چونکہ جاہل تھے اور بات سمجھنے کی قابلیت نہ تھی لہذا ایسی ہی بگو اس کرتے رہتے تھے۔ چاہے وہ کتنی ہی کا نا پسوس کریں اللہ تو ان سب کی باتوں کو سنتا ہے۔

مَا اَمَّتْ قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنَاهَا ۚ اَفَلَمْ يُؤْمِنُوْنَ ۙ وَمَا ارْسَلْنَا قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا تُوحِيْ اِلَيْهِمْ فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷﴾

ہم نے ان سے پہلے جن بستیوں کو ہلاک کیا تھا کیا (وہ معجزہ دیکھ کر) ایمان لے آئے تھے (جو یہ ایمان لے آئیں گے) لے رسول ہم نے تم سے پہلے بھی آدمیوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا تھا ہم ان کے پاس وحی بھیجا کرتے تھے (جیسے تمہارے پاس بھیجتے ہیں)۔ اگر تم غور نہیں کرتے تو عالموں سے پوچھ دیکھو۔

مفسرین نے اہل الذکر کے مصداق میں بہت کچھ اختلاف کیا ہے۔ بعض نے کہا ہے اس سے مراد علمائے اہل کتاب ہیں لیکن صحیح نہیں کیونکہ ان کے پاس محرف کتابیں ہیں جن میں سے آنحضرت کا ذکر ہی اڑا دیا ہے بعض نے کہا قرآن مراد ہے لیکن قرآن صامت ہے وہ کیونکہ بنائے گا۔ بعض نے کہا کہ علمائے وقت مراد ہیں کیونکہ ان کے درمیان تو بے حد اختلاف ہے۔ بہتر فرقے بنائے بیٹھے ہیں۔ لہذا اہل الذکر کچھ اور ہی لوگ ہیں۔ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا ہے ہم اہل ذکر ہیں، ان سے پوچھنے کے لیے اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ تیب سماوی کے عالم ہیں وہ انبیاء کے حالات کو صحیح طور سے بتا سکتے ہیں۔ ان کے معجزات اور ان کی قوموں کے انکار کا پورا پورا حال بتا سکتے ہیں۔

وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا ۙ اَلَّا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ﴿۸﴾ ثُمَّ

صَدَقْنَاهُمُ الْوَعْدَ ۙ فَاَنْجَيْنَاهُمْ وَمِنْ نَّشَأُوْا وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۹﴾ لَقَدْ

اَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ۙ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰﴾ وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ

قَرْيَةٍ كَانَتْ ظٰلِمَةً ۙ وَاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا ۙ اٰخِرِيْنَ ﴿۱۱﴾ فَلَمَّا اَحْسَوْا

بَاْسَنَا اِذَا هُمْ مِنْهَا يَرْكُضُوْنَ ﴿۱۲﴾ لَا تَرْكُضُوْا وَاَرْجِعُوْا اِلٰى مَا اَنْزَرْنَا مِنْ

فِيْهِ ۙ وَمَسٰكِنَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْئَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ قَالُوْا اَيُّوَيْلٰنَا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴﴾

فَمَا زَالَتْ تِلْكَ دَعْوَاهُمْ حَتّٰى جَعَلْنَاهُمْ حَصِيْدًا ۙ اٰخِمِدِيْنَ ﴿۱۵﴾

ہم نے ان سے پیغمبروں کو ایسا جسم نہیں دیا تھا کہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور اس دنیا میں ہمیشہ رہنے والے ہوں۔ پھر ہم نے (کافروں کے متعلق) جو وعدہ کیا تھا اسے سچ کر دکھایا۔ ان (پیغمبروں) کو اور جن کو ہم نے چاہا عذاب سے بچالیا اور حد سے بڑھنے والوں کو ہلاک کیا۔ ہم نے تو تم لوگوں پر وہ کتاب (قرآن) نازل کی ہے جس میں تمہارا ذکر بھی ہے تو کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے۔ بہت سی بستیوں کو جن کے باشندے ظالم تھے ہم نے تباہ و برباد کر دیا اور ان کے بعد دوسرے لوگوں کو پیدا کیا۔

جب لوگوں نے ہمارے عذاب کو محسوس کیا تو ایک ایسی جگہ گئے (ہم نے کہا) جھاگو نہیں اور انہیں بتیوں میں لوٹ جاؤ جن میں تم جین کرتے تھے تاکہ تم سے کچھ پوچھ گچھ کی جائے۔ وہ لوگ کہنے لگے، اے ہمارے شامت بیشک ہم سرکش تھے۔ عرض وہ تو برابر یہی پکارا کیسے یہاں تک کہ ہم نے انہیں کٹی ہوئی کھیتی کی طرح ٹھنڈا کر کے رکھ دیا۔

اہل مکہ سے کہا جا رہے کہ تم ہمارے رسول کی رسالت سے اس لیے انکار کرتے ہو کہ وہ کھاتے پیتے چلتے پھرتے ہیں لیکن بے وقوف ہم نے اس سے پہلے ہی بہت سے رسول بھیجے تھے۔ جو لوگ حد سے آگے بڑھ گئے اور انہوں نے ہمارے رسولوں کو ستایا تو آخر ہم نے ان کو ہلاک کر دیا اور اس شرک و کفر کی سزا میں بتیوں کی بستیاں تیار کر دیں۔ تم ان سے سبق لیں نہیں حاصل کرتے۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعِبَانِ ۖ لَوِ اَرَدْنَا اَنْ نَّتَّخِذَ لَهُمْ اَوْلَادًا لَّتَّخَذْنَاهُمْ مِنْ لَدُنَّا اِنْ كُنَّا فاعِلِينَ ۙ ۱۷ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۚ وَلَكُمْ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ ۙ ۱۸ وَلَءِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ عِنْدَهُ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ ۚ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ۙ ۱۹ يَسْبَحُوْنَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ۙ ۲۰ اِمَّا اتَّخَذُوا الْهٖةَ مِّنْ اَرْضٍ هُمْ يَنْشُرُوْنَ ۙ ۲۱ لَوْ كَانَ فِيْهِمَا الْهٖةُ ۙ ۲۲ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۙ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۙ ۲۳ لَا يَسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ ۙ ۲۴

ہم نے آسمان و زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے بیکار تو نہیں پیدا کیا اگر ہم کوئی کھلوانا چاہتے

اور بس یہی ہیں کرنا ہوتا تو اپنے ہی پاس سے کر لیتے (یعنی ہم خود ہی کھیل لیتے مگر ہمارے لیے نشانیاں نہیں) بلکہ تم تو حق کو ناحق کے سر پر کھینچ مانتے ہیں تو وہ باطل کے سر کو کچل دیتا ہے اور وہ اسی وقت نیست و نابود ہو جاتا ہے افسوس ہے تم پر کہ ایسی ناحق باتیں بنا کر کرتے ہو حالانکہ جو فرشتے آسمان و زمین میں ہیں سب اسی کے بندے ہیں اور جو فرشتے اس کی سرکار میں ہیں نہ تو وہ اس کی عبادت کی شیخی مانتے ہیں اور نہ (عبادت سے) ٹھکتے ہیں۔ رات دن اس کی تسبیح کیا کرتے ہیں۔ کبھی کاہلی نہیں کرتے۔ ان لوگوں نے جو مہمود زمین پر بنا رکھے ہیں کیا وہی (لوگوں کو) زندہ کریں گے اگر آسمان و زمین میں چند مہمود ہوتے تو دونوں کب کے برباد ہو گئے ہوتے۔ جو باتیں لوگ اس کے بارے میں کہتے ہیں وہ ان تمام عیبوں سے پاک ہے، وہ عرش کا مالک ہے جو کچھ وہ کرتا ہے اس کی پوچھ گچھ نہیں ہو سکتی ان اور لوگوں سے پوچھ گچھ ہوگی۔

یعنی آسمان و زمین اور کچھ ان کے درمیان مخلوق باقی جاتی ہے یہ ہم نے کوئی کھیل نشانہ نہیں بنایا۔ ان کے درمیان ایک حکیمانہ نظام ہے ہر شے میں اس کی قدرت کا کوئی نشانیاں ہیں۔ ذرہ سے لے کر آفتاب تک نقطہ سے لے کر سمندر تک ایک پتی سے لے کر پورے درخت تک ایک درہر کا ل اور قادر مطلق کا بنایا ہوا نظام ہے جو چل رہا ہے۔ دیکھنے والی آنکھ اور سمینے والا دل ہونا چاہیے۔ کیا کھیل تماشے کی چیزیں ایسی ہی بنائی جاتی ہیں۔ اگر ہمیں کھیلنا ہی ہوتا تو خود اس کے نظام کو بڑھ کر رہ جاتے۔ اپنی مخلوق کو اس کشمکش میں کیوں ڈالتے۔ انسانوں کے لیے ایک نظام حیات کیوں قائم کرتے ان کی مخلوق کا استعجاب کیوں لیتے۔ ان سے حق و باطل میں تمیز کیوں کرتے۔ دنیا و آخرت کے جھگڑے میں انہیں کیوں ڈالتے۔ یہ سب کارخانہ بے شمار صنایع پر مبنی ہے۔ اس کے راز سمجھانے کے لیے ہم نے اپنے پیغمبروں کو بھیجا۔ اپنی کتابیں نازل کیں جن کی مدد سے انہیں ستر کر کے۔

ہم نے جو کچھ بنایا ہے اس کے متعلق اپنے بندوں کے لیے جو احکام نازل کیے ہیں وہ سب حق ہی حق ہے۔ باطل کو ہماری حکومت میں کوئی راہ نہیں۔ ہم حق کے انتہوں باطل کی سس کوئی کرتے رہتے ہیں۔ حق کے سامنے باطل کے پیر نہیں جھنڈے دیتے۔

نہا راستیا ناس جو تم خدا کے متعلق کسی لغو اور دور از عقل باتیں کرتے ہو کہتے ہو فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں۔ ہمارے نہ جوڑو ہے نہ اولاد۔ آسمان و زمین میں جو کچھ ہے ہماری مخلوق ہے۔ یہ فرشتے سب ہمارے بندے ہیں ہمارے عبادت گزار ہیں وہ عبادت کر کے شیخی نہیں بگھارتے جو ہم نے انہی عبادت کی ہے۔ تو لوگ کہتے ہیں ان میں یہ بات نہیں۔ وہ دن رات خدا کی تسبیح کرتے ہیں۔ غور تو کرو یا جن چیزوں کو ہماری مخلوق میں سے تم نے اپنا مہمود بنا رکھا ہے کیا ان میں یہ طاقت ہے کہ مرنے کے بعد کسی کو زندہ کر سکیں۔ اتنی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی کہ اگر آسمان و زمین میں چند خدا ہوتے تو کیا یہ نظام

برقرار رکھتا تھا۔ کیا یہ کارنامہ اس عاقلانہ نظام کے ساتھ چل سکتا تھا۔ ایک جم میں اگر فوٹوغرافیوں کا نظام جم برقرار رکھتا ہے ایک چھوٹے سے گھر میں اگر دو کمپنیاں ہوں تو کیا وہ گھر تباہی و بربادی سے بچ سکتا ہے۔ ہر مدبر و منتظم ہی چاہے گا کہ جو کچھ ہو میری لاش سے ہو میرے حکم سے ہو۔ کیا اس صورت میں دو کمپنوں کے درمیان لڑائی جھگڑا پیدا ہو گا سر جھٹول نہ ہوگی۔ پس جب یہ چھوٹے چھوٹے نظام دو کمپنوں کے درمیان نہیں چل سکتے تو کارخانہ عالم کیسے چل سکتا ہے۔ اگر کوئی خدا ہوتے تو یہ تو کس کا بگڑا پچا ہوتا۔ پس جن جن کو تم اپنا مہبود سمجھتے ہو ان کو نظام عالم میں کوئی دخل نہیں۔ یہ سب تمہارا خیالی پلاؤ ہیں، جن کو حقیقت سے دوڑ کا واسطہ نہیں سمجھو اور اپنی حماقت پر شہماؤ۔ خدا قادر مطلق ہے اس سے پوچھو کچھ کا نہیں کوئی حق نہیں وہ جیسا چاہتا ہے کرتا ہے ہاں وہ تمہاری ایک ایک بات کے متعلق باز پرس کرے گا اس کے لیے تیار ہو۔

اَمْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ الْهَلَّةِ قُلًا مَا تَوَابُرْهَا نَكْمٌ ۚ هَذَا ذِكْرٌ مِّنْ مَّعَىٰ
وَذِكْرٌ مِّنْ قَبْلِي ۗ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۗ الْحَقُّ فَهُمْ مُّعْرِضُونَ ﴿۲۳﴾ وَ
مَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا
فَاعْبُدُونِ ﴿۲۴﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا ۗ سُبْحٰنَهُ ۗ بَلْ عِبَادٌ
مُّكْرَمُونَ ﴿۲۵﴾ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُوَ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ ﴿۲۶﴾ يَعْلَمُ مَا
بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنْ ارْتَضَىٰ وَهُوَ مِنَ
خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ ﴿۲۷﴾ وَمَنْ يَقُلْ مِنْهُمْ إِنِّي إِلَهٌ مِّنْ دُونِهِ فَذٰلِكَ
نَجْزِيهِ جَهَنَّمَ ۗ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ﴿۲۸﴾

کیا ان لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر کچھ اور مہبود بنا رکھے ہیں (لے رسول ان سے کہو تم کوئی دلیل تو پیش کرو جو لوگ میرے ساتھ ہیں (اس زمانہ والے) ان کی کتاب (قرآن) اور جو مجھ سے پہلے تھے ان کی کتابیں

(توریت وغیرہ) موجود ہیں ان سے خدا کا شریک ثابت کرو بلکہ ان میں سے اکثر تو حق بات کو جانتے ہی نہیں تو جب حق کا ذکر آتا ہے تو منہ پھیر لیتے ہیں۔ ہم نے تم سے پہلے جو رسول بھیجا تو اس کے پاس بھی وحی بھیجتے رہے کہ ہمارے سوا کوئی مہبود قابل پریشانی نہیں تو میری عبادت کیا کرو۔ (ال لکلمہ) کہتے ہیں خدا نے فرشتوں کو اپنی اولاد (بیٹیاں) بنا رکھا ہے حالانکہ وہ اس سے پاک ہے بلکہ وہ (فرشتے) خدا کے معزز بندے ہیں وہ اس کے سامنے بڑھ کر بول نہیں سکتے اور وہ اس کے حکم پر چلتے ہیں۔ غرض جو کچھ ان کے سامنے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے وہ سب خدا جانتا ہے یہ لوگ اس شخص کے سوا جس سے خدا راضی ہو کسی کی سفارش بھی نہیں کرتے اور وہ اس کے خوف سے ہر وقت ڈرتے رہتے ہیں جو کوئی کہے کہ خدا نہیں میں خدا ہوں تو ہم اس کو جہنم کی نرا دیں گے اور ہم ظالموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔

پہلے خدا نے عقلی دلائل سے سمجھا کر خدا کے سوا کوئی مہبود نہیں ہے اس عقلی دلائل سے سمجھا جاتا ہے کہ انہی سے سابقہ پر جو کہ ہیں یا صحیفے نازل ہو چکے ہیں ان سے خدا کے سوا اور کسی کا مہبود ہونا کہیں ثابت نہیں۔ اس طرح تمہارے زمانہ میں جو قرآن نازل ہوا ہے اس سے بھی کہیں یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خدا کے سوا کوئی مہبود بھی ہے۔ (لے ال لکلمہ) اگر تم خدا کے سوا اور کوئی اپنا مہبود بنائے ہو تو عقلی یا عقلی کسی دلیل سے لینے اس عقیدہ کو صحیح ثابت کرو۔ فرشتوں کو تم اس لیے قابل پریشانی سمجھتے ہو کہ وہ خدا کی بیٹیاں ہیں لیکن یہ تمہاری فکر اس سے ہے۔ یہ ثابت کرو کہ خدا کو انہیں بیٹیاں بنانے کی کیا ضرورت پیش آئی۔ اور اگر اس لیے تم ان کو مہبود بنائے ہو تو وہ تمہاری سفارش کریں گے تو تمہارا یہ عقیدہ بھی غلط ہے اس کے سامنے بغیر اجازت کوئی سفارش نہیں کر سکتا۔ فرشتے اس کے بندے ہیں اور اس کے حکم کے خلاف کوئی بات نہیں کر سکتے۔ تم اس پر غور کرو کہ جن مشرکوں سے خدا راضی نہیں اس کے فرشتے ان کی سفارش کیوں کریں گے۔ وہ تو اس کے غضب سے ہر وقت ڈرتے رہتے ہیں۔ اگر کوئی اپنے کو خدا کہے تو اس کی سزا یہ ہے کہ تم ان کی میں جہنم دیا جائے گا۔

اَوَلَمْ يَرِ الَّذِينَ كَفَرُوا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا وَ
جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۗ اَفَلَا يُؤْمِنُونَ ﴿۲۹﴾ وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ
رَوَاسِي اَنْ تَمِيدَ بِهِمْ ۗ وَجَعَلْنَا فِيهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ﴿۳۰﴾
وَجَعَلْنَا السَّمٰوٰتَ سَفَافًا مَّحْفُوٰظًا ۗ وَهُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا

مُعْرِضُونَ ﴿۳۲﴾ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ﴿۳۳﴾

یہ کافر لوگ اس پر بھی غور نہیں کرتے کہ یہ آسمان وزمین بستر تھے ہم نے انہیں کھول دیا اور پانی (برسنا کر) برشنے کو اس سے زندہ کیا۔ کیا وہ اسے نہیں مانتے۔ اور ہم نے زمین پر پہاڑ قائم کیے تاکہ انہیں لگے جھک نہ جائے اور زمین میں ہم نے اس لیے لمبے چوڑے راستے بنائے تاکہ وہ اپنی منزل تک جا پہنچیں اور ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنایا اور آسمان کی وہ خدائی آیات سے منہ پھیرے ہوئے ہیں اسی نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو پیدا کیا اور یہ سب آسمان میں تیر رہے ہیں۔

آسمان وزمین کے بستر ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ دونوں آپس میں بندھے ہوئے تھے اور خدائے ان کو کھول دیا بلکہ یہ مطلب ہے کہ آسمان پانی نہیں برساتا تھا ہم نے اس سے پانی برسایا اور زمین نباتات نہیں اگاتی تھی ہم نے اس سے غلہ اگایا اور پانی سے ہرشے کو زندگی بخشی اس کے معنی یہ ہیں کہ روئے زمین پر بیٹھے جاندار پائے جاتے ہیں ان کی زندگی پانی پر موقوف ہے۔ نباتات کی زندگی پانی سے ہے اگر پانی نہ ملے تو روئے زمین کی تمام مخلوقات مر جائے گی۔

زمین پر پہاڑ اس لیے بنائے کہ وہ لوگوں کو لے کر طے مجھے نہیں۔ اجرام سماوی میں زمین سب سے چھوٹا کرہ ہے اور سب سے ہلکا ہے لہذا پہاڑوں کی میٹھی اس میں ٹھونک کر مضبوط بنا دیا۔ علاوہ بڑی پہاڑوں کے بے شمار فوائد ہیں پھر اس نے اپنی قدرت سے پہاڑوں میں اور زمین کی سطح پر چوڑے اور تنگ راستے بنائے تاکہ آدمی ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف سفر کر سکے۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ آسانی جاسکے۔ اُس نے آسمان کو کسی محفوظ چھت بنا لیا کہ اس کا کوئی گوشہ ٹوٹتا ہے نہ زلزلے کے آثار اس پر نمایاں ہیں۔ پھر اس نے رات اور دن بنائے چاند سورج بنائے ان کے علاوہ اور بہت سے ستارے بنائے جو اپنے اپنے مدار پر تیرتے رہتے ہیں۔ یعنی گھومتے رہتے ہیں۔ تیرتے رہنے سے یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ فلک کوئی ٹھوس چیز نہیں بلکہ ایک خلا کا سمندر ہے جس میں ستارے اپنے اپنے مقررہ راستوں سے گزرتے رہتے ہیں۔

انہی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی توجیہ کی شہادت میں بہت سی چیزوں کو بیان فرمایا ہے۔ یہ سب چیزیں اپنا نظام جدا جدا رکھنے والی ہیں ان سب نظاموں کو بیک وقت چلانے والا خدائے واحد ویکت ہے کیا یہ سب چیزیں کھیل تماشا کہی جاسکتی ہیں۔ کیا اس تمام مخلوقات سے جو فوائد انسانی نظام حیات کے بظاہر رکھنے

میں پہنچ رہے ہیں کوئی ذی عقل اُن سے انکار کر سکتا ہے۔ کافر لوگ اگر اس پر بھی غور نہیں مانتے اور اس کا ذکر میں کرنا موزوں سمجھتے ہیں۔ رسول کی بات مان لگا کر نہیں سنتے تو یہ ان کی دیوانگی نہیں تو اور کیا ہے سب کچھ اکٹھا سے دیکھنے کے بعد بھی جو لوگ خدا کو چھوڑ کر اس کی مخلوق کو خدا بنائے ہوئے ہیں کیا وہ اس قابل نہیں کہ انہیں جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں جھونک دیا جائے۔

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِن مَّتَّ فِهِمُ الْخُلْدُونَ ﴿۳۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَنَبَلُّوكُم بِالنَّارِ وَالْحَيْرِ فِتْنَةً وَاللَّيْنَا تَرْجَعُونَ ﴿۳۵﴾ وَإِذْ أَرَأَيْتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ يَتَّخِذُونَكَ إِلهًا زُورًا ۗ أَهَذَا الَّذِي يَذْكُرُ آلِهَتَكُمْ ۗ وَهُمْ يَذْكُرُونَ السَّحْمَنَ هُمْ كَفَرُوا ۗ ﴿۳۶﴾ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَجٍ ۗ سَأُورِيكُمْ آيَاتِي فَلَا تَسْتَعْجِلُون ۗ ﴿۳۷﴾

ہم نے تم سے پہلے (لے رسول) کسی آدمی کو ہمیشہ کی زندگی نہیں دی۔ پس اگر تم مر جاؤ تو کیا یہ لوگ ہمیشہ زندہ رہیں گے (ہرگز نہیں) ہر نفس موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے۔ ہم تم کو ہدی اور نیکی میں امتحان لے کر آ رہے ہیں اور ہماری طرف تم لوٹ کر آؤ گے۔ لے رسول جب کافر لوگ تمہیں دیکھتے ہیں تو مذاق اڑاتے ہیں کہتے ہیں کیا یہی حضرت ہیں جو ہمارے عبودوں کا ذکر (بُرائی سے) کرتے ہیں اور یہ لوگ خدا کی یاد سے انکار کرتے ہیں (تو ان کی بیوقوفی پر سننا چاہیے) آدمی تو بڑا جلد باز پیدا کیا گیا ہے عنقریب میں تمہیں اپنی نشانیاں دکھاؤں گا پس تم جلدی نہ کرو۔

جب یہ طے شدہ بات ہے کہ اس دنیا میں کوئی ہمیشہ رہنے والا نہیں ایک نہ ایک دن سب کو مرنا ہے تو یہ کفار و مشرکین اپنی موت کو کیوں بھولے بیٹھے ہیں۔ تمہارے مرنے کی تو دعائیں مانگتے ہیں لیکن اپنی موت کا تصور نہیں کرتے۔ کیا یہ موت کے پنجوں آنے سے بچ جائیں گے۔ ہم نے جو لوگوں کو نبوت دی ہے وہ سب اس کے خوش حالی اور بد حالی دونوں میں ان کا امتحان لیں اور یہ دیکھیں کہ خوش حالی کے زمانہ میں یہ سب کچھ فراموش تو نہیں

ہو جاتے ہیں یاد رکھتے ہیں یا نہیں۔ اور فلسفی ہیں اور مذہبی کے وقت میں یہ کیسے مصلحت تو نہیں بن جاتے ہیں۔ ہماری طرف سے منہ تو نہیں موڑ لیتے۔ ہماری رحمت سے مایوس تو نہیں ہو جاتے۔ بہر حال دونوں حالتوں میں اپنے عمل کے یہ مختار ہیں جو چاہیں کریں۔ آخر ایک دن انہیں ہلکے سا آنے پر لے گا تب ان سے سمجھ لیں گے۔

کفار حضرت رسول خدا کا مذاق اڑاتے تھے۔ معلوم کیا کیا کہتے ہوں گے۔ ان میں سب سے بڑی بات جو بار بار ان کی زبان پر آتی ہوگی وہ یہ ہے کہ حضرت کی طرف اشارہ کر کے کہتے تھے کہ یہ ہیں وہ جناب جو ہلکے بہودوں کو برا کہتے ہیں، ان کو اہل قرآنیتے ہیں انہیں تو درحقیقت اپنی بے عقلی کا مذاق اڑانا اور باطل پرستی کا ماتم کرنا چاہیے تھا کہ وہ ایسے بتوں کو اپنا مہبود سمجھتے ہیں جنہیں خود انہوں نے اپنے ہاتھوں سے گھڑا ہے اور جو کسی طرف کے نہیں۔ نہ بیٹے نہ پوتے۔

چونکہ انسان فطرتاً جلد باز ہے اس لیے جب رسول ان کو عذاب سے ڈراتے ہیں تو کہتے ہیں اے ہم پر لاتے کیوں نہیں یعنی طلب عذاب میں اپنی فطرت کے مطابق جلدی کرتے ہیں۔ وہ جلدی نہ کریں عنقریب ان پر عذاب آئے گا اور ضرور آئے گا۔ وہ بچنے کے نہیں۔

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۳۸﴾ لَوْ يَعْلَمُ الَّذِينَ كَفَرُوا حِينَ لَا يَكْفُونُ عَنْ وُجُوهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُورِهِمْ وَلَا هُمْ يَنْصَرُونَ ﴿۳۹﴾ بَلْ تَأْتِيهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ رَدِّهَا وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿۴۰﴾ وَلَقَدْ اسْتَهْزَىٰ بُرْسُ بْنُ مَرْزَبَانَ مِنْ قَبْلِكَ فَنَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿۴۱﴾

کافر لوگ کہتے ہیں اگر تم سچے ہو تو بناؤ یہ قیامت کا وعدہ کب پورا ہوگا جو لوگ کافر ہو گئے ہیں کاش اس بزرگی حالت سے واقف ہوتے جب بہت کم کی آگ میں گھرے ہوں گے تو نہ اپنے چہروں سے آگ بٹھا سکیں گے نہ اپنی پیٹھ سے اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔ (قیامت کچھ جتا کر تو آنے سے رہی بلکہ وہ تو اپنا تک ان پر اڑے گی وہ حیران ہو کر رہ جائیں گے نہ اس کے ہٹانے کی ان میں طاقت ہوگی۔

نہ ان کو ہلکت دی جائے گی۔ اے رسول تم سے پہلے بھی پیغمبروں کے ساتھ مسخر اپن کیا جا چکا ہے تو ان مسخر اپن کمنے والوں کو اس سخت عذاب گھیر لیا جس کی وہ سنسی اڑا یا کرتے تھے۔

قیامت کے حالات جب حضور بیان فرماتے تو مشرکین مذاق اڑاتے، کہتے یہ سب نے دھمکانے کی باتیں ہیں جو صورتیں عذاب کی یہ بیان کرنے ہیں سب من گھڑت ہیں۔ اگر سچے ہیں تو خدا کے اس وعدہ کو پورا کر کے کہیں نہیں دکھاتے۔ خدا بہت کم کے عذاب کی تصدیق کرتے ہوئے فرماتا ہے قیامت جب آئے گی تو ایک ایک ان پر ان پڑے گی ایسا نہیں ہوگا کہ پہلے سے اس کا وعدہ اور ایسا جانتے۔ جب آئے گی تو کسی کی مجال نہیں کہ اسے ہٹائے۔ یا ہلکے ہو جائیں گے۔ اس کے بعد رسول کی تسلی کے لیے کہا جا رہا ہے کہ کفار و مشرکین تم سے پہلے رسولوں کا مذاق بھی اڑا چکے ہیں۔ تم اس کی پڑاہ نہ کرو، اپنے کام کو جاری رکھو ہم ان سے جہالت لیں گے۔

قُلْ مَنْ يَكْفُرْ بِالْبَيْتِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمَنِ ۖ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُعْرِضُونَ ﴿۳۸﴾ اَمْ لَهُمُ الْاِهْتِمَامُ مِنْ دُونِنَا ۚ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يَصْحَبُونَ ﴿۳۹﴾ بَلْ مَتَّعْنَا هُمُوهَا وَاَبَاءَهُمْ حَتَّىٰ طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ۚ اَفْهَمْ الْغَالِبُونَ ﴿۴۰﴾ قُلْ اِنَّمَا اُنذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ۚ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَاءَ اِذَا مَا يُنذَرُونَ ﴿۴۱﴾

(اے رسول ان سے پوچھو) رات یا دن میں خدا کے عذاب سے تمہیں بچانے والا کون ہے (ڈرنا کیسا) بلکہ یہ لوگ تو خدا کے رب مجھے کا ذکر سننے سے بھی منہ پھیر لیتے ہیں۔ کیا ان کے کچھ مہبود ہیں جو ان کو ہمارے عذاب سے بچا سکتے ہیں (وہ کیا بچا سکتے) خود اپنی مدد آپ نہیں کر سکتے اور نہ ہماری ہی تائید انہیں حاصل ہوگی۔ بلکہ ہم ہی نے ان کو اور ان کے بزرگوں کو آرام اور چین دیا یہاں تک کہ ان

کی عمریں بڑھ گئیں کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ ہم روئے زمین پر چاروں طرف سے قبضہ کرتے اور اس کو فتح کرتے چلے آتے ہیں تو کیا (اب بھی) یہی لوگ غالب ہیں تو ان سے کہہ دو میں تو لوگوں کو وحی کے مطابق عذاب سے ڈراتا ہوں مگر تم لوگ تو گویا بہرے ہو بہروں کو جب ڈرایا جاتا ہے تو آواز ہی کو نہیں سنتے۔

اے رسول جو لوگ تمہارے ذکر کو سننا نہیں چاہتے ان سے کہہ دو کہ اگر رات یا دن میں خدا کا عذاب تمہیں آگھرے تو تمہارا کون سا پہرہ بچا رہے جو اس سے تم کو بچالے گا جو تمہارے وجود کو دلینے کو عذاب الہی سے نہیں بچا سکتے وہ جھلکے تو کیا بچائیں گے۔ انہیں ہماری کوئی تائید حاصل نہیں چونکہ یہ لوگ اور ان کے آباؤ اجداد خوشحالی کی زندگی بسر کرتے رہے اور ان کی عمریں بھی بڑھ گئیں لہذا اس کی بدستوری میں یہ آخرت کا خیال اور خدا کی بالادستی سب کچھ بھول گئے اور اس خیال میں لگی ہے کہ ہماری حکومت ہماری دولت اور عزت کون ہم سے چھین سکتا ہے لیکن وہ اس بات کو نہیں دیکھتے کہ ہم انہیں زمین کے برجستہ میں گھیرتے چلے آ رہے ہیں اور اپنی حکومت کی شان دکھاتے ہیں۔ طرح طرح کی بلائیں ان پر آتی رہتی ہیں۔ کبھی قحط پڑتا ہے کبھی کوئی بیماری۔ کبھی سیلاب کبھی آتشزدگی۔ کبھی آبی جنگ، ان سب بلاؤں سے عرصہ حیات ان پر تنگ ہو جاتا ہے اور ان کی ساری بیکری دم بھر میں نکل جاتی ہے۔ جس زمین پر ان کی حکومت ہوتی ہے حوادث روزگار سے وہ ان کے قبضہ سے نکل جاتی ہے۔

اے رسول! تو ان سے کہہ دو کہ جس عذاب سے تمہیں ڈراتا ہوں وہ اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ وہی کی بنائی ہوئی بات کہتا ہوں مگر افسوس ہے کہ تم تو دل کے بہرے ہو نہیں کیا ڈراؤں۔ میری بات سن تو لیتے ہو مگر اس کو ماننے نہیں اور تمہی ان سچی کرتے رہتے ہو پس گویا تم کا فون سے ٹپٹ بہرے ہو۔

وَلٰئِنْ مَسْتَهْمُ فَحَاۡتَۃٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلٰتَنَا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۲۶﴾ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْۡئًا وَّاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنٰ بِهَا وَاكْفٰى بِنَا حٰسِبٰیۡنَ ﴿۲۷﴾

اگر کہیں تمہارے پڑوے گا کہ عذاب کی ذرا سی ہوا بھی لگ گئی تو کہنے لگے ہائے افسوس واقعی ہم ہی

ظالم تھے اور جو قیامت کے دن (بندوں کے اعمال تو لے کے لیے) انصاف کی ترازو میں کھڑی کر دیں گے۔ پس کسی شخص پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ اگر ایک رائی کے دانے کے برابر بھی کوئی عمل ہو گا تو ہم اسے حاضر کر لیں گے اور ہم حساب کرنے کے لیے بہت کافی ہیں۔

روز قیامت جو میزان اعمال نصب ہو گا اس سے مراد میزان عدل و انصاف ہے یعنی از روئے عدل ہر ایک کے نیک و برے عمل کو جانچا جائے گا۔ لوگوں کو سمجھانے کے لیے ترازو کا ذکر کیا گیا۔ ورنہ وہ کوئی ایسی ترازو نہ ہوگی جیسی ہم چیزوں کے تولنے میں استعمال کرتے ہیں۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ رحمت کے اعمال اس کے نبی کے اعمال کے مقابل رکھ کر دیکھے جائیں گے کہتے ہیں اس نبی کے عمل سے ملتے جلتے ہیں کہتے ہیں اس کے خلاف ہیں۔ جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے، لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْمِيزَانَ ﴿۲۵﴾ (ہم نے اپنے رسولوں کو معجزات سے کریم کیا اور ان کے ساتھ ہم نے کتاب اور میزان نازل کی)۔ کتاب سے مراد کتاب تشریحی نہیں کیونکہ ایسی کتاب کوئی رسول اپنی ماں کے پیٹ سے لے کر نہیں آتا بلکہ اس کتاب سے مراد کتاب جو دی ہے۔ میزان سے مراد اس کے اعمال ہیں پس اسی کے مطابق اس کی امت کے اعمال کی جانچ ہوگی۔ علمائے اخلاق کا خیال ہے کہ یہ میزان اخلاق حسنہ کا خط و وسط ہو گا جو میزان اعمال قرار دیا جائے گا۔ جو عمل اس خط و وسط سے نیچے اوپر ہوں گے وہ افراطی صورت میں ہوں گے یا تفریطی۔ انہی کے لحاظ سے ان کو جزا و سزا ملے گی۔

لوگوں کا یہ خیال کہ کوئی عمل خدا سے پوشیدہ رہے گا غلط ہے وہاں تو رائی کے دانے کے برابر جو عمل جہاں بھی کیا ہو گا اس کو خدا کے سامنے حاضر کیا جائے گا۔ جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی اس کو اس کے لحاظ سے اچھا بدلہ ملے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی اس کو اس کے لحاظ سے سزا دی جائے گی۔

وَلَقَدْ اَتَيْنَا مُوسٰى وَهٰرُونَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءَ وَذَكَرَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۸﴾ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ وَهَم مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَ هٰذَا ذِكْرٌ مَّبْرُكٌ اَنْزَلْنٰهُ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكَرُوْنَ ﴿۳۰﴾

ہم نے موسیٰ و ہارون کو (ایسی کتاب دی جو) حق و باطل میں فرق کرنے والی ہے جو قلوب میں روشنی

میزان روز قیامت

عقوبت

پیدا کرنے والی ہے جس میں ذکر الہی ہے پرہیزگار لوگوں کے لیے جو بے دیکھے اپنے رب خوف کھاتے ہیں اور روز قیامت سے بھی ڈرتے ہیں۔ یہ (قرآن بھی) مبارک ذکر ہے جسے ہم نے تم پر نازل کیا ہے تو کیا تم لوگ اسے نہیں مانتے۔

خدا سے ڈرنے والے وہ لوگ ہیں جو توحید، بہشت، دوزخ، قیامت، حساب میزان کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ یہ حدیث ابن عباس سے مروی ہے۔
توریت اگرچہ سب کی ہدایت کے لیے بھیجی گئی تھی مگر اس سے فائدہ حاصل کرنے والے پرہیزگار لوگ ہی تھے، یہی صورت قرآن کی ہے جیسا کہ سورہ بقرہ کے آغاز ہی میں کہا گیا ہے۔ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ (متقیوں کے لیے سہارا یا ہدایت ہے)۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ مِن قَبْلُ وَكُنَّا بِهِ عَلِيمِينَ ﴿۵۱﴾ اِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا هَذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا عَاقِفُونَ ﴿۵۲﴾ قَالُوا وَاجِدْنَا آبَاءَنَا لَهَا عِبَادِينَ ﴿۵۳﴾ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿۵۴﴾ قَالُوا ائِحْتَنَّا بِالْحَقِّ أَمْ أَنْتَ مِنَ اللَّاعِبِينَ ﴿۵۵﴾ قَالَ بَلْ رَبُّكُمْ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الَّذِي فَطَرَهُنَّ وَأَنَا عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿۵۶﴾ وَتَاللَّهِ لَأَكِيدَنَّ أَصْنَامَكُمْ بَعْدَ أَنْ تُولُوْا مُدْبِرِينَ ﴿۵۷﴾ فَجَعَلَهُمْ جَذًا إِلَّا كَبِيرًا لَهُمْ لَعَلَّهُمْ إِلَيْهِ يَرْجِعُونَ ﴿۵۸﴾

ہم نے ابراہیم کو پہلے ہی سے (بچپن ہی سے) فہم سلیم عطا کر دی تھی اور ہم ان کی حالت سے خوب واقف تھے۔ (وہ وقت یاد کرو) جب ابراہیم نے (اپنے منہ بولے) باپ سے اور اس کی قوم سے

کہا یہ کیسی مورتیاں ہیں جنہیں تم گھبر سے بیٹھے ہو۔ انہوں نے کہا ہم نے اپنے بزرگوں کو ان کی عبادت کرتے دیکھا ہے (حضرت ابراہیم نے کہا تم اور تمہارے بزرگ کھلی گمراہی میں تھے۔ انہوں نے کہا کیا تم ہمارے پاس حتیٰ بات لے کر آئے ہو یا دل لگی کر رہے ہو۔ فرمایا (یہ مورتیاں تمہارے خدا نہیں ہیں) بلکہ تمہارا رب آسمان و زمین کا رب ہے جس نے ان کو پیدا کیا ہے اور میں خود تمہارے سامنے گواہ ہوں خدا کی قسم تمہارے منہ پھیرنے کے بعد میں تمہارے بتوں سے ایک چال چلوں گا۔ پس ان سب کو توڑ پھوڑ کر چکنا چور کر دیا مگر بڑے بت کو (اس خیال سے) رہتے دیا کہ (جب وہ لوگ عید گاہ سے واپس آئیں تو) اپنے بڑے بت کی طرف رجوع کریں۔

ان آیات کے متعلق واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم اپنے مذہب کو ان لوگوں سے چھپائے ہوئے تھے موقع عمل سے بتوں کی برائیاں کرتے رہتے تھے۔ عید کے دن جب سب لوگ عید گاہ جانے گئے تو حضرت ابراہیم نے بھی چلنے کو کہا آپ عذر کر کے رک گئے۔ جب وہ لوگ چلے گئے تو آپ کھانڈا لے کر ان کے مندر میں پہنچے اور جاتے ہی بزن مول دیا۔ سارے بتوں کو چکنا چور کر کے زمین پر ڈال دیا۔ بڑے بت کو چھوڑ دیا اور کھانڈا اس کے گلے میں ڈال کر مندر سے نکل آئے۔

قَالُوا مَنْ فَعَلَ هَٰذَا بِالْهِنَتِنَا إِنَّهُ لَمِنَ الظَّالِمِينَ ﴿۵۹﴾ قَالُوا سَمِعْنَا فَتًى يَذُرُّهُمْ يُعَالِلُهُ إِبْرَاهِيمُ ﴿۶۰﴾ قَالُوا فَاتَّبِعُوهُ عَلَىٰ أَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُونَ ﴿۶۱﴾ قَالُوا أَنْتَ فَعَلْتَ هَٰذَا بِالْهِنَتِنَا يَا إِبْرَاهِيمُ ﴿۶۲﴾ قَالَ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَٰذَا فَاسْأَلُوهُمْ إِنْ كَانُوا يَنْطِقُونَ ﴿۶۳﴾ فَرَجَعُوا إِلَىٰ أَنفُسِهِمْ فَقَالُوا إِنَّكُمْ أَنْتُمُ الظَّالِمُونَ ﴿۶۴﴾ ثُمَّ نَكَسُوا عَلَىٰ رُءُوسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا هَٰؤُلَاءِ يَنْطِقُونَ ﴿۶۵﴾ قَالَ أَفَتَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَلَا يَضُرُّكُمْ ﴿۶۶﴾ أَفَلَا لَكُمْ

حضرت ابراہیم کی حالت تھی

تیل چھڑ کر آگ لگائی گئی۔ اس کے بے پناہ شعلوں نے کئی میل تک فضا کو اتا گرم کر دیا کہ پرندے مجلس مجلس کر گرتے تھے اس کے بعد ایک معینت ڈھبکی کی صورت میں بنائی گئی تاکہ حضرت کو اس میں بٹھا کر آگ کی طرف پھینک دیا جائے یہ حال دیکھ کر مشغولوں میں اضطراب پیدا ہوا اور بادگاہ باری میں عرض کرنے لگے۔ بار الہا روٹے زمین پر نیرانام لینے والا صرف ایک ابراہیم ہی ہے کیا تو اسے جلوانے کا۔ انمازت کے کہ ہم اس کی مدد کو جائیں۔ حکم ہوا، جاؤ اور اگر وہ تمہاری مدد قبول کرے تو کرو۔ اچھی ابراہیم معینت سے جدا ہو کر آگ تک پہنچنے پاتے تھے کہ جبریل نے آگیا پوچھا اے ابراہیم، کیا تمہاری کوئی حاجت ہے۔ فرمایا ہے تو مگر تم سے نہیں۔ جبریل نے کہا۔ پھر جس سے ہے اس سے کہو۔ منہ رابا، اس سے کہنے کی ضرورت نہیں۔ تم واپس جاؤ۔ عرض ابراہیم آگ تک پہنچنے زیادے تھے سو وہ ٹھنڈی ہونے لگی اور وہاں انگڑائی کی جگہ پھول بھرے پڑے تھے اور شعلوں کی جگہ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے آگے تھے۔ فرود پڑنے کے لیے سے ریسب کچھ دیکھ رہا تھا۔ حیران رہ گیا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ دل میں کہنے لگا، ابراہیم کا خدا ضرور تپا اور قابل پریش ہے۔ لیکن اپنی خدائی کی لاج میں پھر اس کا خیال بدل گیا۔

وَنَجَّيْنَاهُ وَلُوطًا إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا لِلْعَالَمِينَ ﴿۲۱﴾ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً ۗ وَكُلًّا جَعَلْنَا صَالِحِينَ ﴿۲۲﴾ وَجَعَلْنَاهُمْ أُمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ ۗ وَكَانُوا لَنَا عِيدِينَ ﴿۲۳﴾ وَلُوطًا آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ تَعْمَلُ الْخَبِيثَ ۗ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمَ سَوْءٍ فَسَقِينَ ﴿۲۴﴾ وَادْخُلْنَاهُ فِي رَحْمَتِنَا ۗ إِنَّهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿۲۵﴾

ہم نے ابراہیم اور لوط کو (ان کرشنوں سے بچا کر) سرزمین شام میں پہنچا دیا جس میں ہم نے سارے جہاں کے لیے برکتیں نازل کی تھیں اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق (جیسا بیٹا) اور یعقوب (جیسا پوتا) انعام میں دیا

ابراہیم کو آگ میں ڈالا جاتا

۲۹۰

اور سب کو نیک نجات بنایا اور ہم نے ان کو لوگوں کا پیشوا بنایا وہ ہمارے حکم کے مطابق ہدایت کرتے ہیں اور ہم نے ان کو وحی کی نیک کام کرنے کی، نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کی اور وہ ہماری عبادت کیا کرتے تھے اور لوط کو بھی ہم ہی نے حکمت اور علم عطا کیا اور اس سستی سے نجات دی جہاں کے لوگ بدکاریاں کیا کرتے تھے وہ لوگ بڑے اور بدکار تھے اور ہم نے لوط کو اپنی رحمت میں داخل کر لیا۔ بے شک وہ نیک بندوں میں سے تھے۔

جب قوم کی مخالفت دیکھی تو حضرت ابراہیم مع لوط کے مکاشفہ کی طرف چلے گئے۔ یہ مکاشفہ تو زخیر تھا دوسرے انبیاء علیہم السلام کی زیادہ تعدادی مکاشفہ میں رہی تھی۔ اسی برکت کا ذکر خدا نے فرمایا ہے۔ حضرت ابراہیم کو سو سال کی عمر میں آگ میں ڈالا گیا۔ سلطنت فرود سے نکلنے کے بعد کئی سال تک مکاشفہ میں رہے اس کے بعد پھر واپس آئے۔ یہودیوں کی ایک روایت میں ہے کہ پچاس سال تک شام میں رہے اس کے بعد واپس آئے اور یہی روایت زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔ اسحاق اور یعقوب وہ ہیں پیدا ہوئے تھے۔

وَنُوحًا إِذْ نَادَىٰ مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ﴿۲۶﴾ وَنَصَرْنَاهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۗ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمَ سَوْءٍ فَأَغْرَقْنَاهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۲۷﴾

اور نوحی سے پہلے ہم نے نوح کو نجات دی تھی جب انہوں نے ہمیں پکارا تو ہم نے ان کی دعائیں لی اور ہم نے ان کو اور ان کے ساتھیوں کو طوفان کی سخت مصیبت سے نجات دی اور اس قوم کے مقابل ان کی مدد کی جس نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا۔ وہ بہت بڑے لوگ تھے ہم نے ان سب کو ڈبو دیا۔

وَدَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَسَتْ فِيهِ غَمُّ الْقَوْمِ ۗ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِينَ ﴿۲۸﴾ فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ ۗ وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا ۗ وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوُدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحُنَ وَالطَّيْرَ ۗ وَكُنَّا

حضرت ابراہیم اور لوط کو

فَعَلَيْنِ ﴿۹۹﴾ وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَكُمْ لَتَحْنِكُمْ مِنْ أَبْسِكُمْ
فَهَلْ أَنْتُمْ شَاكِرُونَ ﴿۱۰۰﴾

(اے رسول) ان کو داؤد و سلیمان کا واقعہ یاد دلاؤ، جب یہ دونوں ایک کھیتی کے بار میں جس میں رات کے وقت کچھ لوگوں کی بکریاں گھس کر چیر گئی تھیں فیصلہ کرنے بیٹھے اور ہم ان لوگوں کے تصفیہ کو دیکھ رہے تھے تو ہم نے سلیمان کو اس کا فیصلہ سمجھا دیا اور یوں تو ہم ہی نے سب کو فہم سلیم اور علم عطا کیا ہے۔ ہم ہی نے پہاڑوں کو داؤد کا تابع بنا دیا کہ ان کے ساتھ تبلیغ کیا کرتے تھے اور پرندوں کو بھی تابع کر دیا تھا اور ہم ہی ایسا کیا کرتے ہیں اور ہم نے داؤد کو تمہاری جنگی پوشش یعنی زرہ بنا کر دیا تاکہ تمہیں (ایک دوسرے کے) وار سے بچائے تو کیا اب بھی تم اس کے شکر گزار نہ ہو گے۔

شرع میں جس قسم کو مجملاً بیان کیا گیا ہے وہ یہ تھا کہ یوحنا نامے ایک شخص جب ات کو سوراہتا تو اس کی بکریاں ایلیا کے کھیت میں گھس گئیں اور کچھ اسے کھایا کچھ روندنا۔ صبح کو ایلیا نے حضرت داؤد کی عدالت میں لاش کر دی۔ یوحنا طلب ہوا۔ اس نے اپنی نیند کا اندر پیش کیا۔ حضرت داؤد نے ایلیا کے کھیت کے نقصان کا اندازہ لگایا تو یوحنا کی بکریوں کی قیمت سے برابر کیا۔ آپ نے فیصلہ کیا کہ یوحنا اپنی بکریاں ایلیا کو دے۔ جب یہ دونوں باہر نکلے تو حضرت سلیمان سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے فیصلہ سنا تو دونوں کو ساتھ لے کر حضرت داؤد کے پاس پہنچے اور عرض کی کہ اگر چہ فیصلہ دوسرا ہوتا تو اچھا ہوتا۔ پوچھا وہ کیا عرض کی جب تک یوحنا کھیت کی خدمت کرے اس وقت تک اس کی بکریاں ایلیا کے پاس رہیں اور ایلیا ان کے دودھ اور ان وغیرہ سے فائدہ اٹھائے۔ اس کے بعد جب کھیت ویسا ہو جائے تو بکریاں واپس کر دے۔ یہ فیصلہ حضرت داؤد کو بھی پسند آیا اور اپنا حکم واپس لے کر یہی حکم دیا۔

اس قضیہ کے متعلق بعض مفسرین کا خیال ہے کہ حضرت داؤد بشر تھے خدا نے ان سے منطقی کا صلہ و ممکن تھا۔ یہ خطائے اجتہاد ہی تھی جو قابل مواخذہ نہیں لیکن یہ کہنا صحیح نہیں کہ نبی سے ایسی عقلی کا صلہ ممکن نہیں۔ فیصلے دونوں درمیان تھے۔ اللہ حضرت سلیمان کا فیصلہ اس لیے بہتر تھا کہ خدا کا حکم ہوا تھا حضرت داؤد نے جو فیصلہ کیا تھا وہ کسی طرح بھی غلط نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ جس کا کھیت تباہ کیا گیا تھا اس کے کھیت نقصان کی تلافی یوں ہی ہو سکتی تھی کہ یوحنا کی بکریاں ایلیا کو دے دی جائیں۔ جو لوگ انبیاء کی عصمت کے قائل نہیں وہ ایسے مواقع ڈھونڈا کرتے ہیں کہ کسی صورت سے انبیاء کی عصمت کا دامن داغدار ہو جائے۔ ہمارے عقیدہ میں چونکہ انبیاء معصوم ہوتے ہیں لہذا ایسی غلطیاں ان سے ممکن نہیں ہوتیں۔

پہاڑوں اور پرندوں کی تبلیغ

دوسری قابل غور بات جو ان آیات میں بیان کی گئی ہے وہ حضرت داؤد کے لیے پہاڑوں اور پرندوں کی تسخیر اور ان کی تسبیح کا معاملہ ہے۔ اس میں بھی غسور کا اختلاف ہے۔ اکثر علماء کا بیان یہ ہے کہ جب حضرت داؤد و جد میں آکر زور زور سے زبور کو انتہائی خوش البانی سے پڑھتے تھے تو پہاڑوں سے صلے باز گشت پیدا ہوتی تھی اور پرندے آپ کے گرد جمع ہو جاتے تھے لیکن یہ تو کوئی قابل ذکر بات نہ ہوتی۔ پہاڑوں کے درمیان کھڑے ہو کر جو کوئی بلند آواز سے کچھ کہے گا پہاڑوں میں اس کی آواز ضرور گونجے گی۔ اگر حضرت داؤد کی آواز گونجی تو کیا کمال ہوا اور اس معمولی بات کو قرآن میں ذکر کیا ضرورت تھی۔ یہ تو مسلم ہے کہ دنیا کی ہر شے خدا کی تسبیح کرتی ہے گو ہم ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں۔ قرآن بھی کہہ رہا ہے تو اگر بسورت اعجاز پہاڑوں کی تسبیح کی آواز حضرت داؤد سنتے تھے تو کیا تعجب کی بات ہے۔ اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں پر اگر سنگریزے کلمہ پڑھتے تھے تو حضرت داؤد کو اگر پہاڑوں سے تسبیح کی آواز سنائی دی تو کیا تعجب کی بات ہے۔ رہے پرندے تو کیا طور آدمی کی آواز پر آواز نہیں لگانے لگتے۔ طوطے مینا وغیرہ کیا انسانی آواز کو نہیں دہراتے تو اگر حضرت داؤد کے الفاظ کو طیور دہراتے تھے تو اس پر اعتراض کیوں ہے۔

مروی ہے کہ خدا نے حضرت داؤد کو مجسمہ عطا فرمایا تھا کہ لوہان کے ہاتھ میں اگر موم کی طرح نرم ہو جاتا تھا۔ وہ اس کے تار بنا کر نہایت چھوٹے چھوٹے حلقوں کی زرہ تیار کرتے تھے۔ آپ کی زرہ سب زیادہ قیمتی تھی جو ماتی تھی اور لوگ اس کی خریداری کے شائق رہتے تھے۔ آپ کی روزی کا دار و مدار اسی زرہ سازی پر تھا۔ جب زرہ فروخت ہوتی تو بقدر قوت لایموت اس کی قیمت میں سے روک لیتے باقی راہ ضامین ممانہوں کو دے دیتے تھے۔ جس روز زرہ فروخت ہونے کا دن ہوتا تو بہت محتاج آپ کے دروازہ پر جمع ہو جاتے۔ باوجود بادشاہ ہونے کے آپ نے سلطنت کے معاملے سے کبھی ایک باقی اپنے ذاتی خرچ کے لیے نہ لی۔

توریت میں یہاں انبیاء کے تذکرے ہیں، حضرت داؤد کے متعلق یہ بے سرو پا روایت بھی ناسخوں میں پائی جاتی ہے کہ آپ کی فوج میں ایک شخص اور انا می تھا۔ اس کی بی بی نہایت حسین تھی آپ اس پر عاشق ہو گئے۔ چاہا کہ اور یا کافقہ بیچ میں سے ہاک کریں ایک جنگ میں اس کو بیچ دیا اور اس کی بی بی ڈیوٹی لگائی کہ وہ بیچ کر آئی نہ سکے۔ چنانچہ وہ مارا گیا اور حضرت داؤد نے اس کی بی بی سے شادی کر لی۔ متفخرانہ۔ نبی کا کیا خدا کے نیک بندے بھی اتنی اخلاقی اور ایمانی کمزوری نہیں دکھائی بعض مفسرین نے حضرت داؤد پر یہ طوفان باندھا ہے کہ آپ کی تین سو بیبیاں تھیں گویا ایک چھاتی آپ کی ازواج کی تھی۔ ایسی مشرک روایتیں کہنے لوگوں کو جیسا نہیں آتی۔ ان عقل کے دشمنوں سے کوئی پوچھے کہ یہ کثرت صورتیں دیکھنے کے لیے تھی یا حقوق زوجیت ادا کرنے کے لیے۔ ایک مرد کہاں تک اتنی عورتوں سے معاشرت کر سکتا ہے اور اس کے بعد کتنی اولاد ان سے ہونی چاہیے۔ مفسرین نے حضرت داؤد کے چار بار دس فرزند لکھے ہیں تو باقی عورتیں کیا سب بائچہ بنیں۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت داؤد کی ایک جینی بی بی تھیں ان کے لڑکے کو آپ اپنا جانشین بنا چاہتے تھے وحی ہوئی کہ اس معاملہ میں جلدی نہ کرو کم چند سوالات سمجھتے ہیں جس کے جوابات اچھے ہوں گے وہی تمہارا جانشین ہوگا چنانچہ جناب سلیمان کے جوابات چونکہ سب اچھے تھے لہذا انہی کو جانشین بنا دیا گیا۔ چونکہ یہ طریقہ سنت الہیہ کے خلاف ہے لہذا صحیح نہیں۔ خدا خود انتخاب کرتا ہے۔ اس طرح کے امتحانی سوالات سے کہ اس نے کبھی کسی کو نبی نہیں بنایا۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت داؤد کے زمانہ میں جو سنہ ۱۰۰۰ سے سنہ ۱۰۰۰ قبل مسیح تھا۔ ان کی قوم لوہے کے گالنے اور اس سے ہتھیار بنانے میں بڑی مہارت رکھتی تھی۔ بھلیاں بنانے کا ایک خاص طریقہ انہیں معلوم تھا جو کسی کو بتاتے نہیں تھے۔ ان ہتھیاروں کے زور پر انہوں نے اپنی حکومت قائم کر لی تھی۔ اللہ نے ان کا زور توڑنے کے لیے حضرت داؤد کو لوہا بزم کرنے کا معجزہ دیا۔

وَلَسُلَيْمَانَ الْوَيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِي بِأَمْرِهِ إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا
وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عَالِمِينَ ﴿۸۱﴾ وَمِنَ الشَّيْطَانِ مَن يَغْوُونَ لَهُ
وَيَعْمَلُونَ عَمَلًا دُونَ ذَلِكَ وَكُنَّا لَهُمْ حَفِظِينَ ﴿۸۲﴾ وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَاهُ
رَبُّهُ إِنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّحِيمِينَ ﴿۸۳﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ
فَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِنْ ضُرِّهِ وَأَتَيْنَاهُ أَهْلَهُ وَمَثَلُ مَعَهُمْ رَحْمَةٌ مِّنْ
عِنْدِنَا وَذَكَرْنَا لِلْعَالَمِينَ ﴿۸۴﴾

ہم نے زوردار ہوا کو سلیمان کا تابع بنا دیا۔ وہ ان کے حکم سے اس سرزمین (بیت المقدس) پر چلتی تھی جسے ہم نے برکت دی ہے اور ہم تو ہرشے کے جاننے والے ہیں اور جنات کو بھی تابعدار بنایا جو سلیمان کے لیے سمندر میں نولے لگاتے تھے (موتی نکالنے کے لیے) اور دوسرے کام بھی کرتے تھے اور ہم ان کے گھبانے تھے کہ بھاگ نہ جائیں۔ (اور اسے رسول ایوب کو بھی یاد کرو)۔ جب انہوں نے اپنے رب سے دُعا کی کہ بیماری مجھے لپٹ گئی ہے اور تو سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے

پس ہم نے دُعا قبول کی اور جو تکلیف انہیں تھی اُسے دُور کر دیا۔ انہیں صرف ان کے لڑکے بالے ہی نہیں دُسیے بلکہ ان کے ساتھ اتنے ہی اور دُسیے اپنی خاص رحمت کے طور پر اور اس لیے کہ یہ سبق ہو عبادت گزاروں کے لیے۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ ہوائی تغیر سے یہ مطلب ہے کہ حضرت سلیمان کے تجارتی جہاز مشرق و مغرب میں جایا کرتے تھے۔ خدا نے ان کے لیے ہوا کو سخر کر دیا تھا۔ جب حضرت سلیمان کا حکم ہوتا تھا تو تیز چلتی تھی اور جب حکم ہوتا تھا تو مدہم چلنے لگتی تھی۔ اگر یہ بات سچی تو اس میں کوئی اعجازی شان نہ ہوتی۔ آج کل فنی جہاز رانی نے جو ترقی کی ہے وہ ظاہر ہے جہاز ران جب جہازیں تیز لے جاتے ہیں جب جہازیں رفتار مدہم چھینتے ہیں۔ بات تو اس ہوا کے متعلق ہے جو حضرت سلیمان کے تخت کو اڑا کر لے جاتی تھی۔ اُسے جب آپ تیز چلنے کا حکم دیتے تو تیز چلتی اور جب مدہم چلنے کا حکم دیتے تو مدہم چلتی معلوم یہ تجارتی قضاہ کہاں سے لاکھڑا کیا۔

شیاطین سے مراد یہاں جن ہیں۔ بعض مفسرین کے نزدیک جنات سے مراد وہ نہیں جن کو ہم ایک نوع جداگانہ سمجھتے ہیں اور جن کی بی بیوں کو پرہاں کہتے ہیں بلکہ ان کے نزدیک اس عہد کے لیے ترسے سکرشل لوگ تھے۔ لیکن یہ بھی زبردستی ہے۔ اگر وہ نوع انسان میں شامل ہوتے تو قرآن میں انسانوں سے علیحدہ ان کا ذکر نہ کیا جاتا اور یا معاشرہ الجن والانس نہ کہا جاتا۔ شیطان کے لیے یہ نہ کہا جاتا کہ من الجن۔ اگر جن کے معنی سکرشل انسان لیے جائیں تو وہاں انسان کہاں تھے جن میں سے شیطان کو قرار دیا گیا۔ دوسرے آدمیوں کو سخر کر لینا کوئی بڑی بات ہے۔ بادشاہ لوگ بڑے بڑے سکرشلوں کو زنجیروں میں بکڑ دیتے ہیں۔ اگر حضرت سلیمان نے ایسا کیا تو کیا کمال کیا۔ علاوہ بریں خدا فرماتا ہے کہ ہم ان کی حفاظت کرتے تھے کہ بھاگ نہ جائیں۔ یہ حفاظت خدا نے اپنے ذمہ کیوں لی۔ انسانوں کی پہرہ داری تو انسان ہی کر سکتے ہیں اور جیلوں میں کیا ہی کرتے ہیں۔ حضرت سلیمان ان سے بڑی بڑی عمارتیں وغیرہ بھی بنواتے تھے۔ بڑی بڑی دیگیں بنواتے تھے۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ وہ کام لیتے تھے جو انسانی طاقت کی حد سے باہر ہوتا تھا۔

مولانا فرمان علی صاحب مرحوم نے اپنے ترجمہ قرآن کے حاشیہ پر لکھا ہے:

حضرت سلیمان کی سلطنت زدنیا میں کسی نے کی ہے نہ کرے گا۔ آپ نے سات سو چوبیس سال سلطنت کی اور آدمی، جنات، چوپائے، پرند، درخت ہوا غرض دنیا کی ہر چیز پر آپ کی حکومت تھی۔ آپ نے کھڑکیوں پر شیشے کے ایک ہزار عالی شان مکان بنوائے تھے۔ آپ کا لشکر سو سو طول میں اور سو کو عرض میں چل جاتا تھا۔ آپ نے ایک تخت بنوایا تھا جو بہت لمبا چوڑا تھا اور اس کے گرد چھ سو کو سیال بنوئے چاندی کی رکھی جاتی تھیں۔ ان پر حضرت کے تفریقین بیٹھے تھے ان کے پیچھے اور لوگ کھڑے ہوتے، ان کے پیچھے جن ہوتے اور ان سب پر پرند صدف باندھ کر اپنے پرں کا سایہ کرتے اور ان سب کو ہوا ایک مقام سے دوسرے مقام پر پہنچاتی۔ اس پر بیٹھے لوگوں کو

حضرت سلیمان کا ذکر

تغییب ہونا تھا لیکن اب کہ ہوائی جہاز نکل آیا ہے جو بہت سے آدمیوں کو لے کر سینکڑوں کو سچلا جاتا ہے یہ امر تعجب خیز نہ رہا۔

اس روایت کے متعلق جو کچھ ہمیں کہنا ہے وہ یہ ہے کہ ایک نبی کے دربار میں سونے چاندی کی کرسیوں کا ہونا ان کی شان نبوت کے کس قدر خلاف نظر آتا ہے اور دنیا کے پیش پرستوں کو کتنا بڑا سبق دیتا ہے۔

و۔ اس کے بعد حضرت ایوب کا قصہ شروع ہوتا ہے۔

حضرت ایوب کا زمانہ حضرت عیسیٰ کی پیدائش سے نو سو سال قبل بتایا جاتا ہے۔ آپ جناب ابراہیم کی نسل سے تھے۔ حضرت یوسف کی پوتی بی بی رحیمہ سے آپ کی شادی ہوئی تھی جس سے سات بیٹے تھے۔ خدا کے عابر و مشاکر بندے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو سب کچھ دیا تھا۔ مویشی، باغات، مکانات، اولاد، نوکر چاکر وہ بھی کثرت سے۔ گو خوش روزگار سے رفتہ رفتہ یہ سب چیزیں ضائع ہو گئیں مگر وہ صبر و شکر کے سوا ایک کلمہ زبان پر نہ لاتے۔ اتفاقاً بیماری بھی ہو گئی اور بیماری طویل پکڑ گئی۔ بستی والوں نے سخوس سمجھ کر شہر سے باہر نکال دیا۔ تب بارگاہ باری میں اپنے دکھ کی شکایت کی مگر دیکھا کیا پیارا انداز ہے۔ صرف اتنا کہہ کر کہ اب یہ درد دو دکھ مجھے لپٹ گیا بیچا ہی نہیں چھوڑتا۔ اس کے بعد ارحم الراحمین کہہ کر اس کی مدد طلب کی۔ دو لفظوں میں اپنی تکلیف بھی بیان کر دی اور اس سے رحمت بھی طلب کر لی۔ خدا نے ان کی دعا قبول کر لی اور جو کچھ کیا تھا پھر واپس لے گیا۔ سموت بھی ہو گئی۔ اب ذرا ان مؤرخوں کی بھی سُن لیجئے جنہیں واقعات گمراہی میں بہت مزہ آتا ہے اور عصمتِ انبیاء پر ضرب لگانا تو اپنا شاید کوئی فریضہ سمجھتے ہیں۔ کہتے ہیں:

حضرت ایوب بہت مالدار تھے۔ پانچ سو جوڑے بیلوں کے تھے برکثت بکریاں، اونٹ، گھوڑے اور خچر تھے۔ چار سو غلام چرواہے اور ساٹھ سو تھے۔ سات بیٹے اور سات بیٹیاں تھیں۔ ہر وقت صلے پر بیٹھے ذکر الہی کیا کرتے تھے۔ ایک روز شیطان نے خدا سے کہا، ایوب کو تو نے چونکہ سب کچھ دے رکھا ہے اس لیے تیری عبادت میں مشغول رہتے ہیں اگر تو مجھے ان پر قابو دے دے تب دیکھوں کیسے صبر کرنے والے ہیں۔ خدا نے فرمایا، جا تجھے قابو دے دیا۔ اُس نے پہلے تو ایک باپھیلا کر ان کے سامنے مویشی ہلاک کیے۔ حضرت ایوب کو خبر ملی تو صبر سے کام لیا۔ اور ہستور اپنی عبادت میں مشغول رہے۔ پھر اس نے جنگل میں آگ لگا دی جس سے ساری کھیتیاں جل گئیں۔ پھر سب نوکر چاکر مرنے لگے۔ پھر مکانات کی چھتیں گرنے سے اولاد مر گئی مگر حضرت ایوب بدستور صبر کرتے رہے۔ پھر شیطان نے انہیں بیمار ڈال دیا اور ان کے بدن میں کیڑے پڑ گئے۔ بستی والوں نے انہیں سخوس سمجھ کر نکال دیا۔ بستی سے باہر ایک درخت کے نیچے جا بیٹھے۔ ان کی بی بی رحیمہ نامی ان کی تیماردار تھیں۔ جب صبر کی کوئی منزل ایوب سے پہنچتی تو خدا نے شیطان سے کہا تو نے دیکھ لیا ایوب کا صبر۔ غرض اس کے بعد خدا نے وہ سب چیزیں انہیں دے دیں جو ان سے لے لی گئیں تھیں۔

عزور کر کسی لغو اور قابلِ اعتراض روایت ہے گو یا شیطان اللہ کو ایسا پیارا تھا کہ اس کی لپٹ پوری کرنی

شوری تھی وہ جو کچھ کہا گیا اللہ منظر کرنا گیا۔ استغفر اللہ۔ انبیاء علیہم السلام پر اول تو شیطان کا تسلط ہوتا نہیں۔ پھر کیا خدا کو ایوب کا حال معلوم نہ تھا کہ شیطان کے ذریعے سے امتحان کی ضرورت پیش آئی۔ پھر نبی کے بدن میں نماز اللہ کیلئے پڑ گئے۔ کیسی ایمان شکن اور شدت آگیاں بائیں ہیں۔ خدا سامانوں کی اس ذہنیت پر رحم کرے اور وہ انبیاء کے مزین بنائے نہیں۔ نہ تو ان کے پاس اتنا ساز و سامان تھا جس کی نمائش کرانی گئی ہے نہ نماز اللہ ان کے بدن میں کیلئے پڑے تھے۔ بقیہ حال آگے بیان ہو گا۔ جو کچھ ان کی کائنات ضائع ہوئی تھی خدا نے ان کے صبر کے صلہ میں وہ بھی دے دی اور اتنی ہی اور دی۔

وَاسْمِعِيلَ وَاِدْرِيسَ وَذَالَكِفْلٍ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَذَالنُّوْنِ اِذْ ذَهَبَ مُغَاصِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰۤى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۷﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنَجِّي الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾ وَزَكَرِيَّا اِذْ نَادٰۤى رَبَّهُ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۸۹﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗۙ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسِرُّوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَآرْغَابًا وَرَهْبًا وَاكَانُوْا النَّٰخِشِيْنَ ﴿۹۰﴾

(۱۷) اور اسمعیل و ادریس و ذوالکفل کے واقعات یاد کرو۔ یہ سب صابر بندے تھے ہم نے ان کو اپنی رحمت میں داخل کر لیا۔ یہ صالحین میں سے تھے اور ذوالنون (یونس) کا واقعہ یاد کرو جب وہ غصہ میں بھر کر چلتے ہوئے اور خیال کیا کہ ہم اس پر گرفت نہ کریں گے (پس وہ مچھلی کے پیٹ میں پلے

گئے) وہاں (بریت کی) تاریکیوں میں پرکائے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو ہر عیب سے پاک ہے۔ پس ہم نے ان کی دُعا قبول کی اور غم سے نجات دی۔ ایمان والوں کو ہم یوں ہی نجات دہا کرتے ہیں۔ اور (لئے رسول) نرک یا کو یاد کرو جب انہوں نے اپنے رب سے دُعا کی، اے میرے پالنے والے، مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب وارثوں سے بہتر وارث ہے۔ ہم نے اس کی دُعا بھی قبول کی اور انہیں یسعی (جیساٹیا) عطا فرمایا اور ہم نے ان کے لیے ان کی بی بی کو اچھا بنا دیا۔ اس میں شک نہیں یہ لوگ نیک کاموں میں جلدی کرتے تھے، ہیں بڑی رغبت اور خوف سے پکارا کرتے تھے اور ہمارے آگے گڑا گرایا کرتے تھے۔

حضرت ذوالکفل کا نام قرآن مجید میں دو جگہ آیا ہے۔ ذوالکفل ان کا لقب ہے جس کے معنی اخلاقی بزرگی رکھنے والے کے ہیں۔ ان کے بارہ میں مفسرین کا بڑا اختلاف ہے کہ یہ کون تھے۔ ایک روایت ہے کہ ان کا اصلی نام بشر تھا اور حضرت ایوب کے بیٹے تھے۔

حضرت یونس کا قصہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ یہاں صرف اتنا ذکر ہے کہ وہ قوم سے ناراض ہو کر چلے گئے اور کشتی میں بیٹھ کر وہاں سے کہیں جانا چاہتے تھے کہ کشتی طوفان میں آگئی۔ لوگوں نے کہا ہم میں کوئی ایسا غلام ہے جو اپنے آقا کی نافرمانی کر کے جھاگا ہے وہی بخوس ہماری تباہی کا باعث ہو رہا ہے۔ لہذا اسے کشتی سے باہر پھینک دو، فرعون ڈالو، تو حضرت یونس کے نام پر نکلنا۔ چنانچہ کشتی سے پھینک دیئے گئے اور ایک مچھلی نے ان کو نگل لیا۔ اس کے پیٹ میں انہوں نے یوں خدا کی اور اپنی نجات کی دُعا مانگی۔ خدا نے ان کی دُعا قبول کی اور مچھلی نے انہیں اگل دیا۔

قوم سے ناراض ہو کر اس لیے جھاگے تھے کہ خدا سے اپنی قوم پر نزولِ عذاب کی درخواست کی تھی۔ خدا نے نزولِ عذاب وعدہ کیا تھا۔ قوم کو یہ بتا کر فلاں وقت عذاب آئے گا خود ایک پہاڑی پر چلے گئے۔ قوم نے میدان میں جا کر رونے بیٹھنا شروع کیا اور عذاب بٹالینے کی درخواست کی۔ خدا نے عذاب بٹالیا۔ حضرت یونس اس خیال سے وہاں آئے کہ قوم ہلاک ہو چکی ہوگی۔ لیکن جب چلتے پھرتے دیکھا تو غصہ آیا۔ خدا نے نزولِ عذاب کا وعدہ کیا تھا، ہلاک کرنے کا نہ کیا تھا۔ یونس سمجھے ہلاک بھی کسے گا۔ حضرت اس پر تھا کہ قوم کے سامنے میں چھوٹا بنا۔ چونکہ بغیر حکم خدا وہاں سے چل دیئے تھے لہذا اس ترک اولیٰ کی سزا میں وہ مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے۔ قرآن میں ان کو کہیں یونس کہا گیا ہے کہیں ذوالنون کہیں صاحب الموت۔ وعدہ الہی کا نشانہ سمجھنے کی وجہ سے اور صبر کا دامن چھوڑ دینے کی وجہ سے یہ بلا ان کے سر پر آئی۔ حضرت رسول خدا کو خدا نے نصیحت فرمائی تھی لا تکلن کھاصیب الموت (۲۹۸) تم یونس جیسے ذہن جانا، یعنی میرے کام کیے جانا۔

أَصْلَحْنَا لَهُ رُوحَهُ (ہم نے ان کی بی بی کو درست کر دیا)۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا باطن بچ پڑا اور

کر دیا اور وہ صاحبِ اولاد ہو گئیں۔ جن انبیاء کا ذکر ان آیات میں کیا گیا ہے ان کے متعلق فرماتا ہے کہ یہ بڑی عزت سے ہماری یاد کرتے تھے اور ہمارے عذاب سے بہت ڈرتے تھے اور ہمارے سامنے بہت گڑا گرا اپنی عبادت کا اظہار کرتے تھے۔

وَالَّتِي أَحْصَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهَا مِنْ رُوحِنَا وَجَعَلْنَاهَا وَابْنَهَا
آيَةً لِلْعَالَمِينَ ۹۱

(لئے رسول) وہ بی بی (مریم) بھی قابلِ ذکر ہیں جنہوں نے اپنی عفت کی حفاظت کی پس ہم نے ان میں اپنی روح کو پھونک دیا اور انہیں اور ان کے بیٹے کو دنیا والوں کے لیے اپنی (قدرت کی) نشانی بنایا۔

إِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُون ۹۲ وَتَقَطَّعُوا
أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ كُلَّ إِلَيْنَا رِجْعُونَ ۹۳ فَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ
مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهِ ۹۴ وَإِنَّا لَهُ كَاتِبُونَ ۹۵ وَحَدَّامٌ عَلَى قَرِيْبَةٍ
أَمْلَكْنَاهَا أَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ۹۶ حَتَّىٰ إِذَا فُتِحَتْ يَا حُجُوجٌ وَمَا جُوجٌ
وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَادِبٍ يَنْسِلُونَ ۹۷ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاذَاهِي
شَخِصَةً أَبْصَارُ الَّذِينَ كَفَرُوا ۹۸ وَابْوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَذَا
بَلْ كُنَّا ظَالِمِينَ ۹۹ إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَصْبُ جَهَنَّمَ
أَنْتُمْ لَهَا وَرِدُونَ ۱۰۰ لَوْ كَانَ هَؤُلَاءِ إِلَهًا مَا وَرَدُوا مَا

وَكُلٌّ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۹۹﴾ لَهَا فِيهَا زَفِيرٌ وَوَهْفٌ فِيهَا لَا يَسْمَعُونَ ﴿۱۰۰﴾

بے شک یہ تمہارا دین تو ایک ہی دین ہے اور میں تمہارا رب ہوں پس میری عبادت کرو۔ (لوگوں نے اختلاف کر کے) دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا حالانکہ وہ سب (جمع ہو کر) ہمارے پاس آنے والے ہیں۔ جو اچھے کام کرے گا اور وہ مومن بھی ہوگا تو اس کی کوشش اکارت نہ جائے گی اور ہم اس کے اعمال لکھتے ہاتے ہیں۔ جس لہستی کو ہم نے تباہ کر ڈالا ہے ممکن نہیں کہ وہ لوگ قیامت کے دن ہمارے پاس نہ آئیں (بس اتنا توقف و تضرع ہوگا) کہ جب یا جوج و ماجوج (سدِ سکندر کی قید سے) کھول دیئے جائیں گے تو وہ ہر بندی سے دوڑتے ہوئے نکل پڑیں گے اور قیامت کا سچا وعدہ نزدیک آجائے گا تو پھر کافروں کی آنکھیں ایک دم سے پتھر لجاہیں گی اور کہنے لگیں گے ہائے افسوس ہم تو اس دن سے غفلت ہی میں پڑے رہے بلکہ (سچ ہے کہ) اپنے اوپر ہم آپ ظالم تھے۔ اس دن کہا جائے گا کہ اب تم اور جس چیز کی تم خدا کے سوا پریشانی کرتے تھے یقیناً جہنم کے ایندھن بنو گے تم سب کو اس میں اترنا پڑے گا اگر یہ سچے معبود ہوتے تو انہیں جہنم میں نہ جانا پڑتا اور اب تو سب کے سب اسی میں رہیں گے ان لوگوں کی جہنم میں سچ چنگھاڑ ہوگی اور یہ اس شور و غل میں کسی کی بات بھی نہ سنیں گے۔

تمام انسانوں سے کہا جا رہا ہے کہ تم جو مختلف دینوں اور مذاہبوں میں بٹ گئے ہو ذرا اس پر غور کرو کہ اس تفریق کا سبب کیا ہوا تم سب کا پیدا کرنے والا ایک ہی تو ہے لہذا اس کا سچا ہوا دین بھی ایک ہی ہونا چاہیے۔ اس نے جتنے انبیاء بھیجے وہ سب ایک ہی خدا کے احکام لائے تھے ان کے بیانات میں بھی کوئی اختلاف نہ تھا۔ پس اس تفرق کے پیدا کرنے والے تم خود ہو۔ جو نبی آیا یا تو تم نے اس کے نبی ماننے سے انکار کر دیا اور اس کی تعلیم کے خلاف اپنی طرف سے کچھ باتیں گھڑ کے ایک نیا دین بنا کھڑا کیا۔ یا پھر اس نبی کی کچھ باتوں کو مانا اور کچھ کو نہ مانا یا اس کے بیان کردہ احکامات کے غلط معنی سمجھے اور ان اختلافات سے مختلف مذاہب بنا لیے۔ بہر حال یہ تفریق خود تمہاری پیدا کردہ ہے۔ خدا نے کسی وقت یہ نہیں پایا کہ اس کے ایک دین کے ٹکڑے کر کے لوگ بہت سے گروہوں میں تقسیم ہو جائیں۔ اس اختلاف نے تمہارے اندر فتنہ و فساد کی آگ بھڑکانی تمہیں خونریزی پر آمادہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تمہارے نظامِ حیات میں ابتری پیدا ہوئی۔ تمہارے معاشرے سے امن و سکون و رخصت ہوا۔ آخر ترستی موتی بات سمجھنے کیلئے نہیں کرتے ہیں ان کے ہمارے سامنے حاضر ہونے سے جو نئے تم نے برپا کیے ہوں گے ان کی پوچھ گچھ تم سے ضرور ہوگی۔

قرب قیامت کی جہاں اور بہت سی نشانیوں بیان کی گئی ہیں جیسے دجال اور اہلِ الارض کا نکلنا مغرب سے

سورج کا نکلنا حضرت عیسیٰ کا نزول، بادِ ہویٰ امام علیہ السلام کا ظہور، ان میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ یا جوج و ماجوج جہنم سے نکل کر دنیا پر ایک طرح اپنے نفعی مقام سے نکل کر دوڑ پڑیں گے جیسے قیدی جیل سے نکل کر بھاگتا ہے پھر یہ وحشی قوم ہر طرف پھیل جائے گی اور بستیوں کو اس طرح تباہ و برباد کرے گی کہ لوگ حیرت میں آئیں گے ہر طرف بھاگے بھاگے پھریں گے اور کہیں ان کی جگہ نہ ملے گی۔ یہ وحشی قوم خود بھی آپس میں لڑے گی۔ ان کی لڑائی بھی لوگوں کے لیے مصیبت بن جائے گی۔ جو دلدار سکندر ذوالقربیہ نے ان سے حفاظت کے لیے بنائی تھی وہ بھی ٹوٹ پھوٹ جائے گی۔ بہر حال قیامت کا پیش خیمہ بھی قیامت ہی ہوگا۔ اس پر آشوب دور میں حضرت محمدؐ کی حکومت قائم ہوگی اور آپؐ سرکش قوتوں کو قتل کر کے دنیا میں امن و امان قائم کریں گے اور زمین کو عدل و داد سے اس طرح پر کر دیں گے کہ ہر طرح ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔

عبداللہ بن زبیر نے اعتراض کیا کہ جب وہ لوگ جہنم میں جائیں گے جن کی عبادت کی جاتی ہے تو اس بنا پر عذرا و معذرت اور مانگا کو بھی جہنم میں جانا چاہیے کیونکہ عبادت تو ان کی بھی کی جاتی ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ وہ لوگ جو اب تک یہاں پر راضی ہوئے ہیں۔ چونکہ عذرا و معذرت اور مانگا اپنے معبود بنائے جانے پر راضی تھے لہذا ان سے یہ سوال متعلق نہیں ہو سکتا۔

إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَ الْحَسَنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ﴿۱۰۱﴾ لَا

يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا ۗ وَهُمْ فِي مَا اشْتَهَتْ أَنفُسُهُمْ خَالِدُونَ ﴿۱۰۲﴾ لَا

يُجْزَنُهُمُ الْفَنَاعِ الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقَّهِمُ الْمَلَائِكَةُ ۚ هَٰذَا يَوْمُكُمْ الَّذِي

كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ﴿۱۰۳﴾ يَوْمَ تَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجْلِ لِلْكِتَابِ ۗ كَمَا

بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نَّعِيدُهُ ۗ وَعَدَّ عَلَيْنَا ۗ إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ ﴿۱۰۴﴾ وَلَقَدْ

كُتِبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادُنَا

الصَّالِحُونَ ﴿۱۰۵﴾

جن لوگوں کے واسطے ہماری طرف سے پہلے ہی نیکی لکھی جا چکی ہے وہ دوزخ سے دُور ہی دُور ہیں گے

اس کی جھٹک بھی ان کے کانوں میں نہ پڑے گی اور جس چیز کو ان کا دل چاہے گا وہ ہمیشہ انہیں ملتی رہے گی قیامت کا سخت دردناک دن ان کے لیے حزن کا باعث نہ ہوگا اور ملائکہ بڑی خواہش کے ساتھ ان سے ملیں گے اور کہیں گے یہی وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ اس دن ہم آسمانوں کو اس طرح لپیٹ دیں گے جیسے خطوں کا طومار لپیٹا جاتا ہے جیسے تم نے ان کو اول بار پیدا کیا تھا یہی دوبارہ پیدا کر دیں گے۔ یہ ہمارا (پکا) وعدہ ہے جس کا پورا کرنا ہم پر لازم ہے ہم نے تورات کے بعد زبور میں لکھ ہی دیا تھا کہ روئے زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہوں گے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ عَفْوَ رَبِّكَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ لَآ يَلْمِزُوْنَكَ فِى شَيْءٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِمْ اِنَّ يَوْمَئِذٍ يَخْتَصِمُونَ (تفسیر کشاف جلد ۲۔ ۲۔ اور منشور سید علی جلد ۲)۔

آخر آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین کے وارث عبادِ صالحین ہوں گے یعنی دنیا میں روئے زمین پر حکومت نیک ہی بندوں کی ہوگی۔ حالانکہ دنیا میں یہی پایا گیا ہے کہ حکومت کرنے والے فاسق و فاجر نظام اور بے ایمان لوگ ہوتے رہے ہیں۔ چند نیک بندوں کے سوا جتنے روئے زمین کے حاکم ہوئے اور اب بھی ہیں وہ خدا کے صالح بندے نہیں کہلائے جاسکتے۔ پھر اس آیت کا کیا مطلب ہے۔

اس کے متعلق بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ وراثت زمین سے مراد جنت کی وراثت ہے نہ کہ اس زمین کی لیکن کسی عجیب بات ہے کہ خدا بات کرے زمین کی اور آپ بات کرنے لگیں آسمان کی۔ یہ عقلی فتور اس بنا پر ہے کہ حصولِ تعلیم کا وہ مرکز چھوڑ دیا جو خدا اور رسولؐ نے بتایا تھا۔ ایک ایسے قوم کے لئے تو رہا مگر دوسرے ہاتھ سے اہلیت کا دامن چھوٹ گیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حکومت و طرح کی دنیا میں پائی گئی ہے ایک حکومت شیطانى دوسرے رحمانى۔ جو لوگ توارکے زور سے ملک فتح کر کے بادشاہ بن بیٹھے ہیں وہ خدا کے بنائے ہوئے حکمران نہیں ہوتے بلکہ شیطان کے بنائے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ جبارانہ اور غاصبانہ حکومت خدا کی مرضی کے خلاف ہوتی ہے۔ دوسری نیک بندوں کی حکومت ہے جس میں قوانینِ الہیہ کا نفاذ ہوتا ہے جیسے حضرت یوسفؑ کی حکومت، حضرت داؤدؑ و سلیمانؑ کی حکومت اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکومت۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ارض پر الف لام خصوصى داخل ہے یعنی تمام روئے زمین کی حکومت پر مشیتِ ایزدی کسی ظالم مسفک کو ملی ہے اور نہ قیامت تک ملے گی۔ تمام روئے زمین مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک، ہر چیز پر ہر چیز بڑی چیز پر جس کی حکومت ہوگی اور جس کی حکومت میں سوائے دینِ اسلام کوئی دوسرا دین نہ ہوگا وہ حضرت صاحبِ العصر و الزمان قائم آل محمد حضرت امام مہدیؑ آخر الزمان کی حکومت ہوگی۔

آیت میں وراثت سے مراد حکومت ہے۔ اگر ارض سے مراد جنت لی جائے تو جنت میں حکومت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہاں تو سوائے خدا کے دوسرے کی حکومت ہو ہی گی نہیں۔ اگر ایسی وراثت مراد ہے جیسی یہاں ایک کسان کے بعد اس کا بیٹا وارث ہو جاتا ہے یا ایک بادشاہ کے بعد اس کا بیٹا مگر سلطنت ہو جاتا ہے تو جنت میں یہی صحیح نہیں وہاں یہ وراثت نہیں ملتی جو جس مقام کا ہوگا ہمیشہ وہیں رہے گا۔ جو لوگ قیامت پر یقین نہیں رکھتے اور دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنے کو محال جانتے ہیں انہیں یہ سمجھنا چاہتا ہے کہ ذرا اس بات پر غور کرو کہ جب تم کچھ بھی نہ تھے تو خدا نے کیسے تمہاری شکل بنا کر ماں کے پیٹ سے نکالا اور پھر اس طرح تم کو جوانی کی حد تک پہنچایا۔ پھر بڑھاپے تک پہنچا کر تمہیں مار دیا اور تم قبر میں جالیٹے پس اس کے لیے کیا دشوار ہے کہ گلے مڑنے کے بعد تمہیں پھر قبر سے اٹھا کر اکرے۔ اور تم اس کے سامنے حاضر ہو تاکہ جو اعمال کیے ہیں ان کا حساب دو۔

اِنَّ فِيْ هٰذَا بَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۱۰﴾ قُلْ اِنَّمَا يُرِيْطُ الْاِنَّمَا الْهٰكُمُ اللّٰهُ وَاَحَدٌ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَعَلَّ اذَنْتُمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ وَاِنْ اَدْرٰى اَقْرَبَ اَمۡ بَعِيْدَ مَا تُوعَدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ اِنَّهٗ يَٰعْلَمُ الْجَهْرَ مِنْ الْقَوْلِ وَيَٰعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَاِنْ اَدْرٰى لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لِّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلَآ الْحٰیۡنِ ﴿۱۱۴﴾ قُلۡ رَبِّ اِحْكُمۡ بِالْحَقِّ ؕ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعٰنُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۱۵﴾

اس میں شک نہیں کہ اس میں عبادت کرنے والوں کے لیے (احکامِ خدا کی) تبلیغ ہے۔ (اے رسول) تم نے تم کو دنیا جہان کے لوگوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ تم کہہ کر میرے پاس تو بس یہی وحی

آئی ہے کہ تمہارا مسموؤس ایک اللہ ہی ہے پس کیا تم فرمانبردار بندے بنتے ہو۔ اگر یہ سن کر روگردانی کریں تو کہہ دیں تم سب کے یکساں طور پر آگاہ کر دیا جس عذاب کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے میں نہیں بنا سکتا کہ وہ قریب ہے یا بعید۔ خدا زور کی آواز کو بھی جانتا ہے اور اسے بھی جو تم چھپاتے ہو اور میں نہیں جانتا کہ (یہ تاخیر عذاب) تمہارے لیے شاید امتحان ہی ہو یا کچھ مدت کے لیے تمہیں چین کرنے کے لیے چھوڑ دیا ہو۔ رسول نے دعا کی میرے پروردگار میرے اور کافروں کے درمیان (ٹھیک ٹھیک) فیصلہ کرے ہمارا پروردگار رسم کرنے والا ہے۔ اُس سے اُن باتوں میں مدد مانگی جاتی ہے جو تم بیان کرتے ہو۔

کفار کو آنحضرت کے متعلق کہا کرتے تھے کہ اس شخص نے ہمیں سخت رحمت میں ڈال رکھا ہے۔ ہمارے درمیان جدائی ڈال دی ہمارے مسموؤوں کو بُرا کہہ کر ہمارے کیلئے چھین کر دئیے۔ خدا ان کی تردید میں فرماتا ہے ان کفار کو کہنے دو ہم نے تو تم کو تمام دنیا کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے کیونکہ تم ان کو عذاب خدا سے ڈرانے والے ہو اور نبی کا راستہ دکھانے والے ہو۔ یہ تو خدائت کی تالیفوں میں چلے ہو تھے۔ تم ان کو اس سے نکال کر روشنی کی سطح پر لاتے ہو یہ تو جانوروں سے بھی بدتر تھے تم نے ان کو انسان بنا دیا جو تم سے بوجھا کرتے ہیں کہ جس عذاب سے تم ڈراتے ہو وہ وہ کم ہم پر آئے گا تو تم ان کے جواب میں کہو: میں یہ نہیں جانتا کہ وہ جلد آئے گا یا بدیر۔ یہ تو خدا کے اختیار میں ہے ممکن ہے تاخیر میں یہ صلحت ہو کہ تمہاری عقلوں کا تھوڑا سا امتحان اور لے لیا جائے یا کچھ دن تم کو چین کرنے کے لیے اور چھوڑ دیا جائے تاکہ خوب گناہ کرو اور سخت عذاب کے سختی بن جاؤ۔

سورۃ الحج مائتہ ۱۰۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ①
يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَرَىٰ وَمَا هُمْ بِسُكَرَىٰ

وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيدٌ ② وَمِنَ النَّاسِ مَن يُجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيدٍ ③ كَتَبَ عَلَيْهِ اَنَّهُ مَن تَوَلّٰهُ فَاِنَّهُ يُضِلُّهُ وَيَهْدِيْهِ اِلَىٰ عَذَابِ السَّعِيرِ ④

لوگو! اپنے رب سے ڈرو قیامت کا زلزلہ بڑی سخت چیز ہے اس دن تم دیکھو گے کہ ہر دودھ پلانے والی خوف کے اسے اپنے دودھ پیتے بچہ کو بھول جائے گی اور حاملہ عورتیں اپنے اپنے حمل کو گرا دیں گی۔ تم دیکھو گے کہ (گھبراہٹ میں) لوگ متوالے معلوم ہوں گے حالانکہ وہ متوالے نہ ہوں گے۔ بلکہ حق کا عذاب بہت سخت ہو گا اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو بغیر جانے خدا کے بارہ میں جھگڑتے ہیں اور سرکش شیطان کے پیچھے ہو لیے ہیں جس کی پیشانی پر لکھا جا چکا ہے (بخشناقتقدیر) کہ جس نے اس سے دوستی کی وہ اسے گمراہ کیے بغیر نہ چھوڑے گا اور دوزخ کے عذاب تک پہنچائے گا۔

مشرکین کو جو قیامت کو بھولے پڑے تھے اور نبی کریم سے بطور تمسخر اس کے متعلق سوالات کرتے رہتے تھے ان کو بتایا جا رہا ہے کہ وہ بڑا سخت خوف کا دن ہو گا۔ جب پہلی عورت بھونکی جائے گی اور زمین کے زلزلوں سے پہاڑوں کی چٹانیں کاغذ کے ٹکڑوں کی طرح زمین پر آ رہی ہوں گی۔ لوگوں کی سبے سپنی اور گھبراہٹ کا یہ عالم ہو گا کہ جو مائیں پیار سے بچے کو دودھ پلاتی ہیں ان کی ماستا ختم ہو جائے گی اور وہ اپنے بچوں کو چھوڑ کر بھاگیں گی اور دہشت کی زیادتی سے حاملہ عورتوں کے حمل سے قطع ہو جائیں گے۔ ہوش و حواس اس حد تک گم ہوں گے کہ یہ معلوم ہونا ہو گا کہ لوگ کون سے ہیں جنہیں اپنے کو سنسانے کا بھی ہوش نہ ہو گا۔ وہ نشہ میں ہوں گے جنہیں بکا از غور فتنہ ہوں گے۔ یہ بڑے سخت عذاب کا وقت ہو گا۔ جو لوگ یہاں شیطان ملعون کے مرید بنے ہوئے ہیں اور سب طرف وہ لے جانا چاہتا ہے چلے جے ہیں وہ اس دن ان کے کچھ بھی کام نہ آئے گا اور سیدھے جہنم رسید ہوں گے۔

خدا نے اپنی رحمت ہر طرح سے اپنے بندوں پر تمام کر دی۔ نیکو کاروں کو جو نیک بدلے گا وہ بھی بتایا بدکاروں کو جو سخت سے سخت سزا ملے گی اس کا نقشہ بھی پیش کر دیا۔ اس پر بھی اگر کفار و مشرکین اپنی ہٹ اور ضد برے رہیں تو پھر جہنم کے سوا ان کا ٹھکانہ اور کہاں ہو سکتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّن

تفہیم القرآن

ثَرَابٍ ثُمَّ مِنْ لُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عِلَاقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُضْغَةٍ مُخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ
 مُخَلَّقَةٍ لِنَبِّينَ لَكُمْ، وَنُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَّا أَجَلٍ مُسَمًّى
 ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشَدَّكُمْ، وَمِنْكُمْ مَن يَتَوَقَّىٰ وَ
 مِنْكُمْ مَن يُرَدُّ إِلَّا أَرَدَ اللَّهُ لِكَيْلًا يَعْلَمُ مَن بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا
 وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَاذًا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ
 وَأَنْبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ۝

لوگو! اگر تم قیامت میں زندہ ہو کر اٹھنے کے متعلق شک میں ہو تو (اس پر غور کرو) ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر لطف سے پھر حجے ہوئے خون سے پھر گوشت کے لوتھڑے سے پورا یا ادھورا تاکہ تم پر اپنی قدرت ظاہر کریں (تو پھر تمہارا زندہ کرنا کیا مشکل ہے) پھر ہم عورت کے رحم میں جس لطف کو چاہتے ہیں ایک مہینہ مدت تک ٹھہرا رکھتے ہیں پھر نیچے کی صورت اُسے نکالتے ہیں تاکہ تم جوانی کو پہنچو۔ تم میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں (جو بڑھاپے سے پہلے ہی) مر جاتے ہیں اور بعض ناکارہ زندگی (بڑھاپے) تک لوٹائے جاتے ہیں تاکہ وہ سمجھنے کے بعد (سٹھیا کے) کچھ بھی نہ سمجھ سکے اور جس زمین کو مردہ (بیکار) دیکھتا ہے جب ہم نے اس پر پانی برسایا تو کھیتی سے اہلہانے لگتی اور ابھرنے لگتی ہے اور ہر طرح کی خوشنما چیزیں اُگاتی ہے۔

جو لوگ مرنے کے بعد زندہ ہو کر اٹھنے کے قابل نہیں اُن کو اپنی قدرت کاملہ کے نمونے پیش کر کے جہان چاہتا اُس نے انسان کو (آدم کو) مٹی سے پیدا کیا۔ اس کے بعد نسل انسانی میں لطف سے پیدا کرنے کا سلسلہ چلایا۔ لطف کیا ہے جسم انسانی کا تخم جو مرد کے صلب سے خارج ہو کر عورت کے رحم میں پہنچتا ہے۔ یہ زمین کی پیدا کی ہوئی چیزوں سے بنا ہے۔ اگر اس کا تجزیہ کیا جائے تو زمین کی کسی چیز کا کوئی جزو اس میں نظر نہیں آتا۔ پھر لطف کو جو گدے رنگ کا سفیدی مائل ہونا ہے کچھ دن رحم مادر میں رکھ کر اس کو جما ہوا خون بنا دیتا ہے۔ لطف کو خون بنانے میں کوئی مشین کام نہیں کر رہی تھی۔ یہ صرف خالق مطلق کی قدرت کا کمال تھا کہ لطف کی ہیئت کو بالکل بدل دیا۔ اس کے بعد اس خون کو گوشت کا ایک لوتھڑا بنا دیا۔ جس کا نظام ابھی دوسرا تھا۔

اس کے اندر باریک باریک رگیں اجسزا کو آپس میں جوڑے ہوئے تھیں۔ یہ سب کام اُس کی قدرت رحم کے اندر کرتی رہتی ہے۔ یہ صورت کچھ دنوں رحم میں رہتی ہے وہاں کیا کیا ہوتا ہے۔ کس کی طافت ہے کہ خلقت کی یہی گیوں کو سمجھ سکے۔ اس گوشت کے لوتھڑے سے ہڈیاں بننے لگیں اعصاب اور عروق کے جال بچھ گئے۔ چھوٹے چھوٹے اعضا نمایاں ہونے لگے ہاتھ پاؤں نکل گئے۔ سینہ کے اندر وہ تمام اعضا ابھر کر آگئے جو نظام حیات انسانی کو چلانے والے ہوتے ہیں۔ یہ سب جمود کی حالت میں تھے کہ یہ ایک ایک طرح سے اُس جسم کے اندر داخل ہو کر ان میں حرکت پیدا کر دی۔ پتھر کلبلانے لگا۔ ایک مہینہ مدت کے بعد وہ پتھر ایک ایسے تنگ راستے سے ابھر آیا کہ اس کا کلا گھٹ کر مر جانا چاہیے تھا۔ گویا اس کی قدرت کاملہ نے اُونٹ کو سونے کے ناکے سے نکال دیا۔ ماں کے پیٹ میں جو غذا کھا رہا تھا وہ منہ سے نہیں پیٹ کے ذریعے کھاتا تھا اب نہایت لطیف غذا پتھر کی کڑوری کے پیش نظر ماں کی چھاتی سے ملنے لگی۔ یہاں تک بڑھتے بڑھتے جوان ہو گیا۔ کچھ ٹکڑے ان مختلف حصوں میں مرتے پتلے گئے کچھ بڑھاپے کی سرح میں داخل ہو گئے۔ اب وہ جو کہ دائرہ کا حصہ اول حصہ آخر سے ملنے لگا جیسے رفتہ رفتہ نقل بڑھتی گئی تھی اب وہ گھٹتی مشروع ہو گئی۔ آخر ایسا سٹھیا گیا کہ عقل و فہم کے سارے دروازے اس پر بند ہو گئے۔ پتھر اور پورٹھا ایک سطح پر آگئے۔ طاقت جیسے رفتہ رفتہ آتی بول ہی رفتہ رفتہ مختص ہونی شروع ہو گئی۔ نہ پیٹ میں آنت نہ منہ میں دانت نہ اعضا میں سکت نہ حواس میں قوت، پتھر کی طرح ایک مضمضہ گوشت ہے کہ چار پائی پر پڑا آہ آہ کر رہا ہے۔ اسے انسان! دیکھو تیرے خالق نے اپنی قدرت کے کیا کیا کوششے دکھائے کیا اب بھی تیری سمجھ میں رہا ہے کہ جس خدا کو یہ سب کچھ کرنے پر قدرت ہے کیا وہ مرنے کے بعد پھر دوبارہ زندہ نہیں کر سکتا۔ جس نے تجھے نیست سے بہت کیا تھا کیا پھر تیرے کچھ بے اجزا کو جمع کر کے تجھے اٹھا کر کھڑا نہیں کر سکتا۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاِنَّهُ يَمُحِي الْمَوْتِ وَاِنَّهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۶﴾ وَاِنَّ السَّاعَةَ اَتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيْهَا وَاِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴿۷﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ

انسان مختلف کمال

وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٌ مُنِيرٌ ۝ ثَانِي عِطْفِهِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَنَذِيقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَذَابَ الْحَرِيقِ ۝

(یہ قدرت کبھی سب کچھ اس لیے دکھائے جاتے ہیں تاکہ تم سمجھو) کہ بے شک خدا برحق ہے اور وہی مردوں کو زندہ کرتا ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے قیامت یقیناً آنے والی ہے اس میں ذرا سا بھی شک نہیں اور جو لوگ قبروں میں ہیں اللہ ان کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے گا بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو کسی علم و ہدایت اور روشنی بخشنے والی کتاب کے بغیر گردن اکڑائے ہوئے خدا کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں تاکہ خدا کی راہ سے لوگوں کو بھٹکا دیں۔ ایسے لوگوں کے لیے دُنیا میں رسوائی ہے اور قیامت کے دن بھی ہم انہیں عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

اس آیت میں ظاہر کیا گیا ہے کہ خدا کے بارے میں جھگڑا کرنے والے نہیں قسم کے لوگ ہیں۔ پہلے وہ لوگ ہیں جو خدا کے بارے میں کلمہ نہیں رکھتے۔ یعنی نہ تو اپنے بھڑوں سے سبق لیتے ہیں نہ ان کی قدرت سے کچھ معلومات حاصل کرتے ہیں۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو رسول سے ہدایت حاصل نہیں کرتے۔ رسول جو بتاتے ہیں اس کو مان لگا کر نہیں سنتے۔ تیسرے وہ لوگ ہیں جو خدا کی کتاب جو تاریکی سے روشنی ہونے والی ہے پس پشت ڈالنے ہوئے ہیں۔ نہ اسے خود پڑھتے ہیں اور نہ کسی سے سنتے ہیں۔ ایسے نالائق لوگ خدا کے پاس میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں سے جو صحیح راستہ پر ہیں جھگڑا کرنے لگتے ہیں اور حق بات کہی جاتی ہے تو منہ موڑنے لگتے ہیں۔ یا ایسے ہیں کہ جیسے خود گمراہ ہیں دوسروں کو بھی گمراہ کر دیں۔ ایسے لوگوں کے لیے دُنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں سخت عذاب۔

خلاصہ یہ ہے کہ میں طریقوں میں سے جو شخص کسی ایک طریقہ سے بھی معرفت باری تعالیٰ حاصل نہیں کرتا اس کا ایمان محض زبانی ہے۔ اگر وہ اپنی رائے اور قیاس سے خدا کے بارے میں کچھ کہتا ہے تو اس کی کوئی بات قابل قبول نہیں۔

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمْت يَدَاكَ وَاِنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَالِمٍ لِّلْعَبِيدِ ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَعْْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهُ خَيْرٌ اَطْمَانَ ۚ بَلْ هُوَ جَاهِلٌ ۚ اِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ اَنْفَلَبَ عَلٰى وُجُوْهِهٖ خَسْرَ الدُّنْيَا وَاٰخِرَةِ ۚ

ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ۝ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُ وَمَا لَا يَنْفَعُهُ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۝ يَدْعُو الْمَن ضُرُّهُ اَقْرَبُ مِنْ نَفْعِهٖ ۚ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلِبِئْسَ الْعَشِيْرُ ۝

(اُس سے کہا جائے گا) یہ ان اعمال کی نزا ہے جو تیرے ہاتھوں نے پہلے سے کیے ہیں جنہاں تو اپنے بندوں پر ظلم کرتا ہی نہیں کچھ ایسے بھی لوگ ہیں کہ اللہ کی عبادت کنارہ پر کھڑے ہو کر کرتے ہیں۔ اگر اس کو فائدہ ہو گیا تو مطمئن ہو گیا اور اگر کوئی مصیبت آپڑی تو منہ پھیر کر کفر کی طرف پلٹ پڑا۔ اس کی دنیا و آخرت دونوں گھاٹے ہیں ہے اور سب بُرا لگاتا ہی ہے خدا کو چھوڑ کر ان کو وقت حاجت بلاتا ہے جو اس کو نہ نقصان ہی پہنچا سکتے ہیں اور نہ فائدہ ہی۔ یہی تو پرلے درجہ کی گمراہی ہے۔ وہ ایسے کو پکارتا ہے جس سے نقصان پہنچنا بہ نسبت اس سے نفع پہنچنے کے زیادہ قریب ہے۔ بے شک ایسا مالک بھی بُرا ہے اور ایسا رشتہ بھی۔

مستقل ہے کہ ایک بھوکا ایمان لایا۔ اس کے بعد اس کی آنکھیں دکھنے لگیں یہاں تک کہ بنائی جاتی رہی اس کے بعد کچھ اور باتوں میں بھی مبتلا ہوا۔ کچھ کہ حضرت رسول کے پاس آیا کہ اسلام میرے حق میں نہایت خوب ثابت ہوا آپ میرے اسلام کو توڑ دیجیئے۔ فرمایا اسلام تو نہیں ٹوٹ سکتا۔ آخر وہ مر گیا۔ یہ آیت اسی کی نشان دہی ہے۔

دُنیا میں کئی قسم کے لوگ ہیں۔ ایک وہ جو دنیا کی طرف کھینچ کر دین کی طرف سے بالکل بے خبر ہو جاتے ہیں۔ ان کے دین کا تو خاتمہ ہو جاتا ہے مگر انہیں دُنیا مل جاتی ہے۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو دین کے معاملہ میں پورا یقین نہیں رکھتے ان کا مقصد پورا ہو گیا تو دین کو اچھا کہنے لگے، نقصان پہنچ گیا تو دین کو بُرا سمجھنے لگے۔ یعنی کبھی خدا سے خوش ہیں کبھی ناخوش ان کی دنیا بھی خراب ہوتی ہے اور آخرت بھی۔ نہ اُدھر کے رہے نہ اُدھر کے۔ تیسرے اگر وہ ان لوگوں کا ہے جو دین کے مقابل دنیا کو ترجیح دیتے ہیں۔ کتنی ہی تکلیفیں پہنچیں مگر ان کے ایمان میں کمزوری پیدا نہیں ہوتی۔

اِنَّ اللّٰهَ يَدْخُلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَدَّتْ تَحْرِىُّ مِنْ تَحْتِهَا اِنَّا نَنْهٰهُ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ۝

اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبِ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ لِيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ
هَلْ يَدُّهَا مِنْ كَيْدِهِ مَا يَغِيظُ ۝۱۵ وَكَذَلِكَ أَنْزَلْنَاهُ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ
وَأَنَّ اللَّهَ يَهْدِيَ مَن يُرِيدُ ۝۱۶

جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کیے ہیں اللہ ان کو ایسی جہتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے (کوئی اس کو روکنے والا نہیں)۔ جو شخص غصہ میں یہ بدگمانی کرتا ہے کہ دنیا و آخرت میں خدا اس کی ہرگز مدد نہ کرے گا اُسے چاہیے کہ آسمان سے ایک رسی تانے (اور اپنے گلے میں پھانسی ڈال لے) پھر اُسے کاٹ دے (تاکہ گھٹ کر مر جائے) پھر دیکھے کہ جو چیز اُسے غصہ میں لاری تھی اُسے اس کی تدبیر دفع کر دیتی ہے یا نہیں۔ اس طرح ہم نے اس قرآن کو واضح نشانیاں بنا کر نازل کیا۔ جسے شک اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔

مشرکین کہا کرتے تھے محمدؐ جھوٹے ہیں (استغفر اللہ) خدا ان کی مدد نہ دینا میں کسے گا نہ آخرت میں۔ ان کو بتایا جاتا ہے کہ تم گلے میں چند ڈال کر خود کشی کرو۔ اور اُسے مشرک دیکھ کر تیرا کبھی کبھ نہ ہوگا۔ اللہ اپنے رسولؐ کا دنیا و آخرت دونوں جگہ مددگار ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئِينَ وَالنَّصَارَى وَالْمَجُوسَ
وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا إِنَّا اللَّهُ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۖ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ
كُلِّ شَيْءٍ عَرِشُهُ شَهِيدٌ ۝۱۶ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ
فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالْدَّابُّ
وَكَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ وَكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۚ وَمَنْ يُهِنِ اللَّهُ فَمَا

لَهُ مِنْ مُّكْرَمٍ ۖ إِنَّ اللَّهَ يَعْمَلُ مَا يَشَاءُ ۝۱۸ هَذَا نَحْصَلُ مِنْ اِخْتِصَامِ
فِي رَبِّهِمْ وَالَّذِينَ كَفَرُوا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ يُصَبُّ مِنْ
فَوْقِ رُءُوسِهِمُ الْحَمِيمُ ۝۱۹

جو لوگ ایمان لائے ہیں (مسلمان) اور یہودی اور لاندہب اور نصاریٰ اور مجوسی اور مشرکین۔ خدا ان لوگوں کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرے گا بے شک خدا ہر چیز کو دیکھ رہا ہے کیا تم نے یہ نہیں دیکھا کہ اس کو سجدہ کرے ہیں وہ لوگ جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سوج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بکثرت انسان اور بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جن پر (نافرمانی کی وجہ سے) عذاب لازم ہو چکا ہے جس کو اللہ ذلیل کرے پھر اس کا کوئی عزت دینے والا نہیں۔ خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ یہ دونوں (مؤمن و کافر) دو فریق ہیں۔ آپس میں اپنے پروردگار کے بارہ میں لڑتے ہیں پس جو کافر ہیں ان کے لیے تو آگ کے کپڑے قطع کیے گئے ہیں اور ان کے سر پر کھوتا ہوا پانی ڈالا جائے گا۔

بخاری نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ قیامت کے دن ان سب سے پہلے استغاثہ کے لیے میں کھڑا ہوں قیس نے کہا کہ آیہ ہَذَا نَحْصَلُ مِنْ اِخْتِصَامِ... الخ انہی کے بارہ میں نازل ہوئی ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو جنگ بدر میں جہاد کو نکلے۔ یعنی حضرت علیؑ اور ابو عبیدہ جن کے مقابل تھے شیبہ، غنیمہ اور ولید۔ اوبان کی تفسیر دنیا میں یوں پائی گئی ہے، خدا کو ایک ماننے والے یعنی مسلمان۔ دو ماننے والے مجوسی یا آتش پرست۔ خدا کا سب سے ایک ماننے والے یہودی اور نصاریٰ۔ بہت سے شریک ماننے والے بودھ۔ ہندو وغیرہ ان میں سے ہر ایک دین اپنے اندر بہت سے فرخے رکھتا ہے۔ یہودیوں میں اکثر ہیں، نصاریٰ میں بہتر اور مسلمانوں میں بہتر ہیں۔ یہ تینوں اہل کتاب کہلاتے ہیں۔ باوجود کتاب خدا نازل ہونے کے فرق بندی سے باز نہ رہے۔ دو فریق کا تو ذکر ہی کیا۔ ان کے درمیان جو اختلاف ہے وہ بڑھتا ہی جا رہا ہے گھٹنے کی صورت نہیں۔ خدا فرماتا ہے کہ قیامت میں ان سب کے اختلاف دور کر دئے جائیں گے یعنی ان پر ان کے عقیدہ کی غلطی واضح کر کے ان کو سزا دی جائے گی۔ خدا فرماتا ہے کہ جتنی چیزیں آسمان و زمین میں اور ان کے درمیان ہیں وہ سب خدا کو سجدہ کرتی ہیں۔ سجدہ سے پرہیز نہیں کر وہ ہماری طرح اپنا ماتھا زمین پر رکھتی ہیں بلکہ ان کی فطرت یہ تھی ہے کہ وہ کسی بڑی قوت (خدا) کے تحت

اپنے اپنے نظام زندگی کو چلا رہی ہیں۔ ان کی فطرت سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کسی خالق کی مخلوق ہیں اور اپنی بقا میں کسی قدر مطلق کی محتاج ہیں۔

وَصَهْرُ بِلَهٍ مَا فِي بُطُونِهِمْ وَالْجُلُودُ ۲۰ وَلَهُمْ مَقَامِعٌ مِنْ حَدِيدٍ ۲۱
كُلَّمَا ارَادُوا اَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اَعْبَدُوا فِيهَا وَذُوقُوا
عَذَابَ الْحَرِيقِ ۲۲

جو کچھ ان کے پیٹوں میں ہے اور رکھالیں سب گل جائیں گی اور ان کے (مارنے کے لیے) لوہے کے گرز ہوں گے۔ جب ان کی مار سے نکلنے کا ارادہ کریں گے تو پھر اسی کے اندر جو کھیل دیئے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ جلا جینے والے عذاب مجھ سے چکھو۔

جہنم کی زندگی ایسی ہوگی جس کے لیے موت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ غذا ہر مومن کو بچائے رکھے۔ ایک طرف بے پناہ شعلے جسم کو جلا رہے ہوں گے پیٹ کی آلائش کھیل کھیل کر گری ہوگی اور پھر پیدا ہو کر نکل رہی ہوگی۔ یہی صورت دوامی ہوگی لوہے کے شعلے برساتے ہوئے گرز سروں پر پڑے ہوں گے اور برابر پڑتے ہی رہیں گے۔ وہاں سے نکلنے کا کسی حالت میں سوال ہی پیدا نہ ہوگا۔

اِنَّ اللّٰهَ يَدْخُلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنَّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسْوَدٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّلَوْ لُوْا وَاَوْلْبَاسُهُمْ
فِيْهَا حَرِيْرٌ ۲۳ وَّهَدُوْا اِلَى الطّٰيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۚ وَهَدُوْا اِلَى الصِّرَاطِ
الْحَمِيْدِ ۲۴ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَيَصُدُّوْنَ عَنِ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ
الْحَرَامِ الَّذِيْ جَعَلْنَاهُ لِلنّٰسِ سَوَآءٍ الْعَاكِفِيْنَ فِيْهِ وَالْبَادِعِ وَمَنْ

يُرَدِّفِيْهِ بِالْحَادِ يُظْلَمُ تُذَقُّهُ مِنْ عَذَابِ اَلِيْمٍ ۲۵

جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کیے ہیں اللہ ان کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہاں ان کو سونے کے کنگنوں اور موتیوں کے ہاروں سے سجایا جائے گا اور ان کے لباس ریشمی ہوں گے۔ انہیں اچھی بات کی (کلہر توجید) قبول کرنے کی ہدایت بخشی گئی اور قابلِ حمد صفات خدا کا راستہ دکھایا گیا۔ جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور لوگوں کو راہِ خدا پر چلنے سے اور اس مسجد الحرام کے داخلے روکتے ہیں جس میں شہری اور بدوی سبکِ حتی برابر ہے جو شخص اس میں شرارت کر رہی تھے گا ہم اُسے دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

کافروں سے مراد اہل مکہ ہیں جو مسلمانوں کے درپے آزار ہو کر ان کو سابق دین کی طرف پلٹ آنے کی طرف رغبت دلانے تھے اور مسجد الحرام یعنی مکہ میں جانے اور نماز سب حج بجالانے سے مسلمانوں کو روکتے تھے۔ ان سے کہا جا رہا ہے کہ یہ تمہارے باپ دادا کی جاگیر نہیں ہے خدا کا گھر ہے جس میں شہری اور بدوی برابر کئے عبادت کرنے کا حق ہے۔ اگر تم اپنی کافرانہ چالوں سے باز نہ آؤ گے تو ہمیں دردناک عذاب آدہائے گا۔ جب تک حضورؐ مکہ میں ہے مشرکین مسلمانوں کو مکہ میں نماز پڑھنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ جب ہجرت کر کے مدینہ میں آئے تو حضرتؐ کو حج کرنے میں ممانعت تھی اور لڑنے مرنے پر تیار ہو گئے۔ یہ آیات انہی کے متعلق ہیں۔

وَ اذْبُوْا نَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اِنَّ لَآ تُشْرِكُ بِيْ شَيْئًا وَّ طَهِّرْ بَيْتِيَ
لِلطّٰئِفِيْنَ وَالْقٰئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۲۶ وَاذْنُ فِي النَّاسِ
بِالْحِجِّ يٰٓتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يٰٓاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ۲۷
لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْ اَيّٰمٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى
مَا رَزَقْتَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعَمُوْا الْبٰسِ
الْفَقِيْرَ ۲۸ ثُمَّ لِيَقْضُوْا تَفْثَهُمْ وَيُؤْفُوْا نُدُوْرَهُمْ

وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ﴿۲۹﴾

(اے رسول وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے ابراہیم کے لیے خانہ کعبہ کی جگہ ظاہر کر دی (اور یہ کہہ دیا کہ) میرا کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں کو طواف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے صاف ستھرا رکھنا اور یہ کہ لوگوں کو حج کی خبر کر دو۔ لوگ تمہارے پاس پیادہ اور ڈوبلی پتلی سواریوں پر جو راہ دور دراز طے کر کے آئی ہوں گی (بڑھ چڑھ کے) آپہنچیں گے تاکہ اپنے دُنيا و آخرت کے فائدے حاصل کریں اور جو جانور چپائے خدا نے انہیں عطا فرمائے ہیں ان پر (ذبح کے وقت) چند مہینے دنوں میں خدا کا نام لیں تو تم لوگ (قربانی کا گوشت) خود بھی کھاؤ اور چھوٹے محتاجوں کو بھی کھلاؤ پھر لوگوں کو چاہیے کہ اپنے بدن کی کثافت دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور تہذیب عبادت خانہ (خانہ کعبہ) کا طواف کریں۔

جس جگہ اب خانہ کعبہ بنا ہوا ہے اس کی نشاندہی جبریل نے کی تھی۔ ایک روایت ہے کہ طوفان نوح سے پہلے بھی بیت اللہ اسی مقام پر تھا۔ طوفان کے وقت اسے اٹھایا گیا تھا۔ اس کے بعد پھر اسی جگہ بنا لیا گیا۔ اسی کو بیت العتیق یا بڑا گھر کہتے ہیں۔

اس گھر کو ابراہیم و اسمعیل دونوں نے بنا لیا تھا۔ ابراہیم مسمارتھے اور اسمعیل مزبور۔ پتھر اٹھا کر لانے میں جبریل بھی مدد دیتے تھے۔ اگرچہ یہ پتھر سا ایک کرہ تھا جو ان گڑھے پتھروں سے بنایا گیا تھا مگر خدا کی طرف سے خاص احترام اس کا معنی کیا گیا۔ اس گھر میں کوئی کسی کو سنا نہیں سکتا۔ اگر قائل داخل ہو جائے تو حسب تک خود نہ سیکے کوئی جبرائیل کمال نہیں سکتا۔ کوئی شکار نہیں کر سکتا۔ وہاں کی گری ہوتی چیزاٹھا کر اپنے قبضہ میں نہیں کر سکتا۔ حج و عمرہ کے زمانہ میں بغیر احرام باندھے ارکان عبادت سجا نہیں لاسکتا۔

خانہ کعبہ کی تباہی کے بعد حضرت ابراہیم کو حکم ہوا کہ لوگوں کو حج کے لیے بلاؤ۔ سفر کی پالنے والے یہ تو وادی فیضی زرع ہے یہاں کوئی بستی نہیں کون حج کو آئے گا۔ حکم ہوا نہیں تم بلاؤ۔ دور دور سے لوگ اونٹوں پر بیٹھے چلے آئیں گے اور بیٹھے اونٹوں پر استوں، پہاڑی گزرا ہوں کی کچھ پرواہ نہ کریں گے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم نے آواز دی يَا أَيُّهَا النَّاسُ هَبْ لِي عَمَلًا بَارِعًا (لوگو حج کے لیے آؤ)۔ یہ آواز ہر اس جگہ پہنچ گئی جہاں کوئی آدمی بستا تھا۔ بدان بچوں تک جو بطن مادر میں تھے بدان لطفوں تک جو صلیب پڑی ہیں تھے حج میں آخری منزل جس کے بعد احرام کھول دیا جاتا ہے کسی چوپائے کی قربانی ہے جیسے اونٹ لگاٹے، بھیڑ بکرا۔ خدا کا نام لے کر یعنی میں اس کو ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت خود بھی کھائے اور اپنے رشتہ داروں اور محتاجوں کو

حج و قربان کے احکام

وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ﴿۲۹﴾

بھی کھلائے۔ اس کے بعد نہایت دھوئے اور دوران سفر جو کثافت بدن پر ہوا اس کو دور کرے۔ جو سنتیں ہوں وہ پوری محسوس نام کی خدمت میں حاضر ہوا آداب زیارت بجالائے اور خانہ کعبہ کا طواف نسا بجالائے۔ اس کے بغیر مرد پر عورت حلال نہ ہوگی۔ حج صاحب استطاعت پر پھر پھر میں ایک بار واجب ہے باقی سنت ہے جتنے چاہے کرے

ذٰلِكَ وَمَنْ يُعْظَمِ حُرْمَةَ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لِّهِ عِنْدَ رَبِّهِ ۗ

اس کے علاوہ جو شخص حرمت الی چیزوں کی تعظیم کرے گا تو یہ اس کے لیے خدا کی درگاہ میں بہتر ہے

قبل اسام بھی لوگ حج کرتے تھے مگر وہ عبادت نہ تھی بلکہ کھیل نماشا تھا۔ زمانہ جاہلیت کے لوگ برہنہ ہو کر طواف کرتے تھے۔ بیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے۔ خانہ کعبہ کے اندر جو ت رکھے تھے ہر قبیلہ کا آدمی اپنے اپنے بت کی پوجا کرتا تھا۔ ان کے سامنے سجدے کرتے تھے پر شاہ چڑھاتے تھے۔ سلیمان حج کو ان تمام لغو بات سے پاک کیا۔ پہلی آیتوں میں جو ایام عبادت آیا ہے اسے مراد ذی الحج کی دسویں، گیارہویں اور بارہویں تاریخ مراد ہے باقی احکام فقہ کی کتاب الحج میں دیکھئے چاہئیں۔

وَأَحَلَّتْ لَكُمْ الْأَنْعَامَ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ
 مِنَ الْأَوْتَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ ﴿۳۰﴾ حُنْفَاءَ لِلَّهِ غَيْرِ مُشْرِكِينَ
 بِهِ ۗ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَانَ خَرًّا مِّنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ
 أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ ﴿۳۱﴾ ذٰلِكَ وَمَنْ يُعْظَمِ
 شَعَابِ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِّنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ ﴿۳۲﴾ لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ
 إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ ﴿۳۳﴾

اور ان جانوروں کے علاوہ جو تم سے بیان کیے گئے جانور تمہارے واسطے حلال کیے گئے۔ تم

۲۸۱۱

بنتوں سے بچو اور لغو باتوں سے بچو، خالص اللہ کے بندے ہو کر رہو اور جس کسی نے خدا کا شریک بنا لیا گو یا وہ آسمان سے گر پڑا اور کسی (مرد و زور) پر بندہ نے اُسے اچک لیا یا تیز ہوا کے جھونکے نے اُسے دُور جا پھینکا (اور اس کے چھپوٹے اڑ گئے) جس شخص نے اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کی تو اس میں شک نہیں کہ وہ دلوں کی پرہیزگاری سے حاصل ہوتی ہے اور (ان چار پاویں میں) ایک مدت تک تمہارے لیے فائدے سے ہیں پھر ان کے فوج ہونے کی جگہ تم پر عبادت خانہ (کعبہ) ہے۔

جن چوپایوں کو خدا نے حلال قرار دیا ہے تم اپنی طرف سے حرام مت بناؤ اور جن کو حرام کیا ہے ان کو حلال مت قرار دو۔ تمہیں اس بارہ میں کوئی اختیار نہیں دیا گیا۔ بتوں کی نجاست سے بچے رہو۔ ان کے سامنے ان کے نام سے ذبح نہ کرو نہ ان کے لیے قربانی کرو ان کو خدا کا شریک بنا کر انسان کے لیے انتہائی ذمہ گندگی ہے اور قول زور سے بھی بچو۔ قول زور کے مفہوم نے مختلف معانی تخریر کیے ہیں۔ جیسے جو وہی قسم بھجوتی گواہی، شکر، گانا، مکاری۔ یہاں تو بجا ملاحظہ سیاق و سباق شکر کے ہی معنی لینے چاہئیں۔ لیکن لفظ زور کا اطلاق جن معانی پر بھی ہوتا ہے ان سب ہی سے بچنا چاہیے۔

جو شمال شکر کی کہ وہاں دی گئی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ انسان کو خدا نے بندہ فطرت پیدا کیا ہے لیکن شکر کرنے کے بعد وہ اس بندگی سے نیچے گرنے لگتا ہے گویا آسمان سے زمین کی طرف آگے لگتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شکر کا اس پر غلبہ حاصل کرنے کا موقع مل جاتا ہے اور پھر وہ انسانیت سے بے تعلق ہو کر اپنی قابل ملامت زندگی بسر کرتا ہے۔ یا پھر اس کی نفسانی حالت اتنی تباہ ہو جاتی ہے کہ وہ کسی امر نیک کی طرف توجہ ہی نہیں کرتا۔ مطلب یہ ہے کہ شکر ہزار بیماریوں کی ایک بیماری ہے۔ شکر، ہمد، زندقہ سب کے سب انسانیت کے وارث سے نکل جاتے ہیں۔

شعائر اللہ سے مراد اللہ کے دین کی نشانیاں ہیں جیسے ہڈنہ (قربانی کا اونٹ) شعائر اللہ میں سے ہے معاف و مردہ شعائر اللہ میں سے ہیں۔ ان کی تعظیم کرنا واجب ہے۔ جو ان کی تعظیم کرتا ہے وہ اپنے دل کی پاکیزگی کا ثبوت دیتا ہے۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۚ فَالْهُكْمُ لِلَّهِ وَالْحَدِّ لَأَسْلُوًا ۚ وَبَشِّرِ

المُحْبِبِينَ ۗ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَالصَّابِرِينَ عَلَىٰ مَا آصَابَهُمْ وَالْمُقِيمِي الصَّلَاةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ﴿۱۵﴾

ہم نے ہر امت کے لیے قربانی کا طریقہ مقرر کر دیا ہے تاکہ جو مویشی خدا نے ان کو عطا کیے ہیں ان پر (ذبح کے وقت) اللہ کا نام لیں۔ تمہارا مقبوضہ تو خدا ہے تو اس کے فرماں بڑا رہن جاؤ۔ (اسے رسول) ہمارے ان گنہگاروں کے لیے بندگی کو (بہشت کی) خوش خبری دے دو، جن کے سامنے جب خدا کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے دل ہم جاتے ہیں اور جب ان پر کوئی مصیبت پڑے تو صبر کرتے ہیں اور پابندی سے نماز پڑھتے ہیں اور ہم نے جو رزق ان کو دیا ہے اُسے راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں۔

پہلی آیت سے معلوم ہوا کہ ہر قوم کے لیے خدا کی عبادت کا ایک طریقہ مقرر کیا گیا تھا اور ان سب میں خدا کی طرف رجوع کرنا لازم قرار دیا گیا ورنہ وہ عبادت مقبول نہیں ہو سکتی۔ کوئی امر خیر بھی ہو اگر اس کا مقصد خوشنودی خدا نہیں تو وہ عبادت بیکار ہے۔ عبادت تو اس کی ہونی چاہیے جس کا انسان بندہ ہے اگر وہ کسی کو اس کا شریک قرار دے کر عبادت کرتا ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ اس نے اپنے مقبوضہ کو پہچانا ہی نہیں۔

یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ جو جانور حلال قرار دئے گئے ہیں وہ بجا اپنے گوشت کی افادیت کے لیے حلال ہیں اگر وقت ذبح اللہ کا نام نہ لیا جائے تو گوشت کی خوبی میں کیا فرق پڑ جاتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہاں گوشت کی افادیت سے بحث نہیں بلکہ ذبح کرنے والا خدا کو مدد لا کر شکر ماننا ہے یا نہیں۔ اس کی نیت خیر ہے یا نہیں وہ اللہ کے نام سے برکت حاصل کرنا چاہتا ہے یا نہیں جس نے اس کو نعمت دی ہے اس کا وقت ذبح ذکر کرتا ہے یا نہیں۔ کیا یہ انتہائی ناشکری نہیں ہے کہ نعمت کے بعد لقمہ مزہ میں دو۔ اس لیے نہیں کہ خدا کا نام لینے سے کھانا زیادہ کھانا کھائے، ٹھنڈا تو گرم لقمہ لڑھکے کے بعد لقمہ مزہ میں دو۔ اس کا پتہ چلے گا کہ وہ خدا سے لذت ہو جائے گا بلکہ اس لیے کہ کھانے والے سے اللہ پر ایمان رکھنے کا ثبوت ملے گا۔ اس کا پتہ چلے گا کہ وہ خدا سے واحد کے سوا کسی دوسرے پر ایمان نہیں رکھتا۔ دنیا کا قاعدہ ہے کہ جب کوئی کسی کو کوئی نعمت دیتا ہے تو لینے والا اس کے سامنے یہ ذکر کرتا ہے کہ یہ فلاں شخص نے مجھے دیا ہے اس سے اس کے شکر گزار ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ کیا جس جانور کو ذبح کیا جاتا ہے وہ خدا کی ایک بڑی نعمت نہیں ہے۔ اگر خاص اسی کی بخشی ہوتی ہے تو کیا وجہ اس کے ذبح کے وقت اس کا نام نہ لیا جائے۔

خبر دکان کا نمونہ

- ۱۔ آگے چل کر خدانے ان خاص بندوں کو بہشت کی خوشخبری دی ہے جو پامفتین رکھتے ہیں۔
- ۲۔ جب اللہ کا ذکر کرتے ہیں (توصیہ نافرمانی اس کے خلاف خوف سے) ان کے دل ہم جانتے ہیں
- ۳۔ ہر مصیبت پر صبر کرتے ہیں یعنی خدا پر کسی حالت میں اعتراض نہیں کرتے۔ یہ نہیں کہتے کہ خدانے ہم پر ظلم کیا ہے یا نافرمانی کی ہے۔
- ۴۔ پابندی سے نماز پڑھتے ہیں۔ طبیعت میں کسل کو راہ نہیں دیتے۔ وقت نماز آ جانے پر کسی اور کام کو اس پر ترجیح نہیں دیتے۔
- ۵۔ جو رزق اللہ نے ان کو دیا ہے اس میں خدا کے محتاج بندوں کو بھی شریک سمجھتے ہیں اور ان کا حق ادا کرتے ہیں۔ یہ صفات انفرادی طور اور لوگوں میں بھی پائے جاتے ہیں لیکن مجموعی طور پر اور بہترین صورت میں ان کے مصداق اہلبیت رسول ہیں جنہوں نے کسی موقع پر اپنے نفس کی کمزوری ظاہر نہیں کی۔ خوف خدا کا یہ حال تھا کہ وضو کرتے وقت اور نماز ادا کرتے وقت قرآن میں آیات غلاب پڑھتے وقت ان کے بدن میں کچھ پیلا جو جاتی تھی گویا ایک سیل اللہ پر بادشاہ کے سامنے ایک گنہگار غلام کھڑا ہے۔ بڑے بڑے جہانگشاہوں کا نہیں سامنا ہوا۔ ان کے حقوق غضب کیے گئے ان کی برکت ضبط کی گئی۔ انہیں قید و بند کی آفتیں دی گئیں مگر انہوں نے سبر کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ نماز کی پابندی کا یہ عالم کہ میدان جنگ میں جب دشمن ہر طرف سے تیروں کی بارش کر رہا تھا وہ ٹھنڈا بھیا کر نماز کا وقت آنے پر نماز پڑھنے لگتے تھے۔ خدا کی راہ میں اپنے گھر یا عالم کو اپنے گھر میں سامان دنیا سے کوئی چیز ذخیرہ نہ کی۔ جو بلال کو خدا میں سے دیا۔ خود فاقے کیے مگر کسی کا بھوکا رہنا گوارا نہ کیا۔

وَالْبَدَنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ ۗ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عَلَيْهِ صَوَافٍ ۗ فَإِذَا وُجِبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطِعُوا الْقَانِعَ وَالْمَعْتَرَةَ ۗ كَذَلِكَ سَخَّرْنَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۳۸﴾ لَنْ يَنَالَ اللَّهُ لُحُومَهَا وَلَا دِمَاؤها وَلَكِن يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ ۗ كَذَلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِينَ ﴿۳۹﴾ إِنَّ اللَّهَ بِذُنُوبِ الَّذِينَ آمَنُوا إِتَّ اللَّهُ

لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُورٍ ﴿۳۸﴾ اذُنٌ لِلَّذِينَ يُقْتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظَلَمُوا ۗ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ﴿۳۹﴾

اور قربانی کے اونٹوں کو ہم نے تمہارے لیے شکار اللہ میں قرار دیا ہے تمہارے لیے ان میں بھلائی ہے پھر انہیں کھڑا کر کے ان پر اللہ کا نام لو (سخر کرو) جب ان کے دست و بازو کٹ کر زمین پر گریں تو ان میں سے خود بھی کھاؤ اور قناعت پیشہ فقیروں اور مانگنے والے محتاجوں کو بھی کھلاؤ۔ ہم نے یوں ان جانوروں کو تمہارا تابع کر دیا کہ تم شکر گزار بنو۔ خدا تمہارے تو ان کے گوشت پیئیں گے اور نہ ان کے خون البتہ اس تک تمہاری پرہیزگاری پیچھے کی۔ ان جانوروں کو اس لیے تمہارے قابو میں کر دیا ہے کہ جس طرح خدانے تمہیں ہدایت کی ہے اسی طرح اس کی بڑائی کرو اور نیکی کرنے والوں کو خوشخبری دے دو بے شک اللہ ایمانداروں سے کفار کو دفع کرتا رہتا ہے۔ خدا کسی بددیانت ناشکرے کو دوست نہیں رکھتا۔ جن مسلمانوں سے کفار لڑا کرتے تھے (چونکہ بہت سائے گئے) لہذا ان کو بھی جہاد کی اجازت دے دی گئی اور خدا ان لوگوں کی مدد پر یقیناً قادر ہے۔

بُذِرَ اس موٹے نازے اونٹ کو کہتے ہیں جو موسم حج میں قربانی کے لیے لے جاتے ہیں۔ اسے خدانے شکار میں سے قرار دیا ہے۔ جب قربانی کے لیے لے جاتے ہیں تو اس کے بدن کا کچھ خون لے کر اس کے اگلے حصہ پر چل دیتے ہیں تاکہ پینشنٹ سے کہ یہ قربانی کا اونٹ ہے۔

صواف کا مطلب ہے کراس کے اگلے دونوں پیراؤں کو پھاس کے معلق میں نیزہ مارا جائے تاکہ خوب خون بہند نکل جائے۔ جب وہ گر پڑے اور اس کی تریب جاتی رہے تب اس کے اعضا کھال اٹارنے کے بعد علیحدہ کیے جاتے ہیں اس قربانی سے لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے اس کے گوشت۔ کھال اور ہڈی اور اون سے۔

مشرکوں کا خیال تھا کہ بتوں کے سامنے جو قربانی کی جاتی ہے اس کا ایک حصہ خدا کو ملتا ہے۔ انہی کی ترویج میں خدا فرما رہا ہے کہ تمہاری اس قربانی کا کوئی حصہ خدا تک نہیں پہنچتا۔ گوشت نہ خون بلکہ وہ تمہارے تقویٰ اور پرہیزگاری کی بناج کو تاسے۔ خدانے ان مویشیوں کو تمہارا تابع بنا دیا ہے۔ تم ان پر سوار ہونے ہو۔ ان سے باربرگاری کا کام لیتے ہو۔ ان کی اون سے فائدہ اٹھاتے ہو۔ چنانچہ تمہاری بہت سی خدمتیں انجام لیتے ہیں۔

لہذا ان کو بزرگتے ہو۔ دیکھنا یہ ہے کہ ہماری خوشنودی کے لیے ان کو قربان کرتے ہو یا نہیں۔ اس قربانی کے بعد تمہیں بھی اور تمہارے محتاج بھائیوں کو بھی بہت سا کوشش کمانے کو ملتا ہے جو عام دنوں میں اتنا نہیں آتا۔
یہ قربانی صرف انہی لوگوں کے لیے نہیں رکھی گئی جو فریضہ حج ادا کریں بلکہ ہر مسلمان پر فرض کی گئی جو کسی بھی خطہ زمین پر آباد ہو۔ تاکہ اگر وہ فریضہ حج ادا نہ کر سکے تو حج کرنے والے مسلمانوں کے اس فریضہ میں تو شرکت کر سکے۔ اور مشیروں کی جو نعمت خدا نے دی ہے اس کا کم از کم میں ایک بار تو شکریہ ادا کر لیا کرے۔ یہ ایسا ضروری قرار دیا گیا کہ قربانی کے بجائے اس کی قیمت دینے کا حکم نہیں۔ نیز یہ کہ موسم حج میں جب تک قربانی نہ کرے احرام کا لباس نہیں اتار سکتا۔

یہ تہ بانی حضرت اسماعیل کے ذبح کی یادگار بھی ہے جو کہ ایک عظیم الشان واقعہ تھا، باب کا بیٹے کے ذبح پر تیار ہونا معمولی بات تھی لہذا قدرت نے اس قربانی کی یاد باقی رکھنے کے لیے تاکید ہی حکم دیا۔ جس طرح قدرت اس واقعہ کی یاد باقی رکھنا چاہتی ہے اسی طرح کر بلا میں جو ذبح عظیم ہوا اس کی یادگار بھی انشاء اللہ دنیا میں ہمیشہ باقی رہے گی۔ اس واقعہ کو چھلانے کے لیے مسلمانوں نے بڑے بڑے زور صرف کیے لیکن جسے خدا باقی رکھنا چاہتا ہے اسے کون مٹا سکتا ہے۔ چنانچہ آج تک عبادت اور اداری شہادتوں کے کر بلا باقی ہے۔ ذبح اسماعیل کی یاد صرف ایک دن مٹاتی جاتی ہے اور واقعہ کر بلا کی یاد سال کے ہر حصہ میں ہوتی رہتی ہے۔ اسی لیے اس کو ذبح عظیم کہا گیا ہے۔

الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقِّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبَّنَا اللَّهُ هَلْ نَوْلَا
دَفَعُ اللَّهُ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهَدِمَتْ صَوَامِعُ وَبِيعَ وَصَلَاتُ
وَمَسْجِدُ يُذَكَّرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا ۚ وَلِيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَبْغُرُهُ ۗ
إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿۳۱﴾ الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا
الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَآمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ
وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ﴿۳۲﴾

ایسے لوگ بھی ہیں جو ناسخ صرف اس بات کے کہنے پر کہ ہمارا رب اللہ ہے اپنے گھروں سے نکال دیجئے

اور اگر خدا لوگوں کو ایک کو دوسرے کے ذریعہ سے دُور دفع نہ کرتا رہتا تو گرجے یہودیوں کے عبادت گاہوں اور مجوسی کے معبد اور مسجدیں جن میں کثرت سے خدا کا نام لیا جاتا ہے کب کے ڈھا ڈٹے گئے ہوتے اور جو شخص خدا کی مدد کرے گا خدا بھی اس کی مدد ضرور کرے گا۔ بے شک خدا زبردست غالب ہے یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر تم انہیں زمین پر قابو سے دیں تو بھی یہ لوگ پابندی سے نمازیں پڑھیں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور اچھے کاموں کا حکم کریں گے اور بڑے کاموں سے روکیں گے اور یوں تو سب کاموں کا انجام خدا ہی کے اختیار میں ہے۔

جب تک مسلمان کو میں ہے ان کو صبر و ضبط کی تعلیم تھی۔ بیجا سے طرح کی اذیتیں جھیلتے رہے لیکن جب ہجرت کا حکم ہوا اور وہاں سے کوچ مسلمان نکلے تو مشرکوں نے ان پر بڑے ظلم و ستم کیے۔ صہیبؓ کا سارا مال چھین لیا۔ بشکل بدن پر کپڑے لے کر کمرہ چھوڑا۔ ام سلمہؓ اور ان کے شوہر ابوسلمہؓ جب چلنے لگے تو ام سلمہ کے خاندان والوں نے ام سلمہ کو روک لیا اور ابوسلمہ سے کہا تم جانتے ہو تمہاری بی بی جو ہمارے قبیلہ کی ہے نہیں جاسکتی۔ اسی طرح جس نے رکھنا چاہا مشک مانع آئے، حتیٰ کہ ماؤں کی گود سے بچے چھین لیتے۔ سلسلہ میں حضرت رسول خدا کو جہاد کی اجازت دی گئی۔ اس وقت مدینہ میں مہاجر و انصار مل کر ایک ہزار سے زائد تھے جن میں عورتیں اور بچے بھی شامل تھے۔ پھر سامان جنگ بھی ان کے پاس نہ تھا۔ مشرکوں کے پاس بڑی قوت تھی۔ مکہ والوں کے علاوہ اردگرد کے تمام قبائل ان کے حلیف تھے جو انہوں نے یہودیوں کو بھی شامل کر لیا تھا۔ وہ اس ضرور میں چلے گئے ہوتے تھے کہ مٹھی بھر مسلمان ہمارے سامنے ہیں کیا۔ جب تلوار لے کر آئیں گے چنگی بجانے خاک میں ملا کر رکھ دیں گے۔ لیکن انہوں نے جنگ بڑے کے پہلے ہی موقع پر دیکھ لیا کہ خدا کے اس طرح مسلمانوں کی مدد کی اور مشرکین کی ناکس کی طرح رکھی گئیں۔ اس میں شک نہیں اگر مشرکین مسلمانوں پر پہلی ہی لڑائی میں غالب آجاتے تو ان کے ہاتھوں وہ تمام عبادت گاہوں سے سزا ہو جاتے جہاں اللہ کا نام لیا جاتا تھا اور ان سب معبدوں کو بربت خاں بنا دیا جاتا۔

اس آیت کے مصداق بعد میں امام حسین علیہ السلام فرار پاتے تھے جو زیدؓ کو دیر میں بے جرم و نظا مدینہ سے نکالا گیا۔ اگر واقعہ کو بلا پیش نہ آتا تو زیدؓ بھی تمام عبادت گاہوں کو سزا کر بربت خاں بنا دیتا کیونکہ مشرک اس کی رگوں میں خون کی طرح دوڑ رہا تھا اور وہ دُور جاہلیت کو پٹا بنا چاہتا تھا۔

وَإِنْ يَكْذِبُونَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَثَمُودٌ ﴿۳۱﴾
قَوْمِ إِبْرَاهِيمَ وَقَوْمِ لُوطٍ ﴿۳۲﴾ وَأَصْحَابُ مَدْيَنَ ۚ وَكَذَّبَ مُوسَىٰ

بعض تواریخ سے بعض اور دفع لانا

فَأَمَلَيْتُ لِلْكَافِرِينَ ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿۳۲﴾ فَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا وَبُئْرٌ مُعْتَلَةٌ وَقَصْرٌ مَشِيدٌ ﴿۳۳﴾

(لے رسول) اگر یہ لوگ تمہیں جھٹلاتے ہیں تو تم سے پہلے قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود اور قوم ابراہیم و لوط و مدین والوں نے اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا تھا اور موسیٰ کو جھٹلایا تھا۔ ہم نے کافروں کو ہمت سے دی تھی پھر میں نے ان کو دھڑکڑایا پس کیسا عذاب تھا۔ بہت سی بستیاں ظلم پسند تھیں پس ہم نے ان کو ہلاک کر دیا وہ اپنی چیمتوں پر ڈھکی پڑھی تھیں اور کئیوں بیکار ہو گئے تھے اور کتنے مضبوط محمل ویران تھے۔

أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ ﴿۳۴﴾ وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ وَعْدَهُ وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ ﴿۳۵﴾

کیا لوگ رُستے زمین پر چلے پھرے نہیں کر ان کے دل حق بات کو سمجھنے کے قابل ہو جاتے اور ان کے کان حق بات کو سُننے لگتے۔ ان کی آنکھیں اندھی نہیں بلکہ ان کے سینوں میں جو دل ہیں وہ اندھے ہو گئے ہیں یہ لوگ تم سے عذاب میں جلدی چاہتے ہیں اور خدا نے جو (عذاب کا) وعدہ کیا ہے وہ اس کے خلاف نہیں کرتا لیکن اس کے نزدیک ایک دن تمہاری گنتی کے حساب سے ایک ہزار سال کے برابر ہوتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر لوگ مختلف ملکوں اور شہروں میں جا کر قوموں کی تباہی و بربادی کے حالات سُنیں اور

ان کی تباہی و نیستیوں کو دیکھیں تو ان کو پتہ چلے کہ خدا کے نافرمانیوں کو کیا سزا ملاتی ہے اور جب قوم پر خدا کی نازل ہو جائے تو اس آبادی کی حالت کسی تباہ ہو جاتی ہے۔ یہ لوگ آنکھوں کے اندھے تو نہیں کر ان بربادیوں پر ان کی نظر جاتی ہو مگر لے لے کیا کہیں کہ ان کے دل اندھے ہو گئے ہیں۔ دیکھتے سب کچھ ہیں مگر سمجھتے کچھ نہیں۔

لے رسول! جس عذاب سے تم ان لوگوں کو ڈراتے ہو تو اس کے آنے میں جلدی چمانے لگتے ہیں تاکہ تمہاری سچائی کا اندازہ کر سکیں۔ وہ لوگ سمجھتے ہیں کہ خدا کا حساب بھی ہماری ہی جہنمیوں اور کینڈروں جیسا ہے کہ جو وعدہ کیا ہے وہ دو چار روز ہی میں پورا ہو جانا چاہیے۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ خدا کا وعدہ عذاب اس کے الٰہی حساب سے ہے اور تمہارے وعدے و عذاب تمہارے حساب سے ہوتے ہیں۔ اس کے یہاں ایک دن تمہارے حساب سے ایک ہزار سال کا ہونا ہے۔ مثلاً اگر وہ ایک دن کا وعدہ کرے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ ایک ہزار سال کے اندر جب چاہے پورا کر سکتا ہے۔ دوسرے میں چار برس میں دس برس میں یا بیس برس میں، وہ ہو گا ایک ہی دن کے اندر عذاب کا جو وعدہ ہے وہ پورا ضرور ہو گا۔

عذاب میں ہمت اس لیے دی جاتی ہے کہ شاید یہ لوگ سمجھ جائیں۔ اس لیے رسول! بار بار ان کو ہدایت کرتے ہیں۔ ان کی عقلوں سے پرے ہٹانے میں کوئی دقیقہ اٹھانا نہیں رکھتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کچھ لوگ ایمان لے آتے ہیں۔ اگر عذاب میں جلدی کی جاتی تو یہ ایمان والے بھی اس کی زد میں آجاتے۔ اس کو تو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کب اور کتنے لوگ ایمان لانے والے ہیں۔

وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ أَخَذْنَاهَا وَآلِ الْمَصِيرِ ﴿۳۶﴾ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ نَذِيرٌ مُبِينٌ ﴿۳۷﴾ فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا مُعْجِزِينَ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿۳۹﴾ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَتَّتْ أَلْفَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنْسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُجِزُّهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿۴۰﴾

۳۶

بہت سی بستیاں ہیں کہ ہم نے ان کے باشندوں کو نہلت دی ہوئی ہے درآنحالیکہ وہ کوشش تھے پھر میں نے ان کو لے ڈالا اور ان کی بازگشت میری ہی طرف ہے (اے رسول) تم لوگوں سے کہو میں تم کو صاف طریقہ سے ڈرانے والا ہوں۔ پس جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لیے مغفرت ہے اور (جنت کا) رزق کریم ہے۔ اور جن لوگوں نے آیات کے جھٹلانے کے بارہ میں) ہم کو عاجز کرنے کی کوشش کی وہ جہنمی لوگوں میں سے ہیں۔ اے رسول تم سے پہلے ہم نے جس رسول یا نبی کو بھیجا جب انہوں نے (تبلیغ احکام کی) آرزو کی تو شیطان نے خلل ڈال دیا جو وسوسہ شیطان ڈالتا ہے اللہ اسے علیحدہ کر دیتا ہے پھر خدا اپنی آیات کو مضبوط کرتا ہے اور اللہ بڑا جاننے والا حکمت والا ہے۔

خدا نے اپنی حجت تمام کرنے کے لیے بہت سی بستیاں بھی بھیجیں جن پر عذاب کو نازل کرنے میں ٹھیکہ دی حالانکہ اس کے باشندے کوشش دیکھا ہے تھے۔ یہ نہلت اس لیے دی گئی کہ شاید تبصیر جائیں اور ایمان لے آئیں مگر جب وہ کوشش سے باز نہ آئے تو پھر وہ عذاب سے بچ کہاں سکتے تھے۔ جو لوگ خدا کی آیات کی تکذیب محکمے خدا کو عاجز دیکھنا چاہتے تھے وہ یقیناً جہنمی ہیں۔ اس کے عذاب سے بچ نہیں سکتے۔ اس کے بعد رسول کی تسلی کے لیے فرمایا کہ تم سے پہلے بھی انبیاء و مرسلین آئے۔ جیسا انہوں نے جاکر تبلیغ دین کر کے شیطان نے لوگوں کو آپہنچایا اور ان کی اس آرزو کے پورا ہونے میں آڑے آگیا لیکن اس کی برکارتانی کامیاب نہ ہوئی۔ جو وسوسے اس نے پیدا کیے تھے اللہ نے لوگوں کے دلوں سے وہ مٹا دیئے اور اپنی آیات کا نقش لوگوں کے دلوں پر جما دیا۔

لِيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ فِتْنَةً لِلَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَالْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ﴿۵۳﴾ وَلَيَعْلَمَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ أَنَّ الْحَقَّ مِنْ رَبِّكَ فَيُؤْمِنُوا بِهِ فَخُحِبَتْ لَهُ قُلُوبُهُمْ وَإِنَّ اللَّهَ لَهَادِ الَّذِينَ آمَنُوا إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۵۴﴾ وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي مَرِيَةٍ مِّنْهُ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ

السَّاعَةَ بَغْتَةً أَوْ تَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ يُومِ عَقِيمٍ ﴿۵۵﴾ الْمَلِكُ يُومِذُ لِلَّهِ وَيُحْكَمُ بَيْنَهُمْ فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿۵۶﴾

(شیطان اس لیے وسوسے ڈالتا ہے) تاکہ جن لوگوں کے دل میں مرض ہے اور جن کے دل سخت ہیں ان کو اپنے وسوسوں سے ڈرا کر فتنہ کا باعث بنا دے اور بیشتر کہیں پر لے درجہ کی مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں اور جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے وہ جانتے ہیں کہ ریتیرے رب کی طرف سے (وحی) حق ہے پس اس پر ایمان لاتے ہیں اور ان کے دل خدا کے سامنے عاجز ہی کرتے ہیں۔ جو لوگ ایمان لاتے ہیں بے شک خدا ان کو صراطِ مستقیم تک پہنچاتا رہتا ہے۔ کافر لوگ اس قرآن کی طرف سے ہمیشہ شک ہی میں پڑے رہیں گے یہاں تک کہ قیامت یکا یک ان کے سر پر آمو جو ہو یا منحوس دن ان کو آلے سلطنت تو اس دن (قیامت میں) اللہ ہی کی ہوگی وہ لوگوں کے درمیان حکم کرے گا پس ایمان لانے والے اور عمل صالح کرنے والے نعمتوں سے بھرے باغوں میں ہوں گے۔

کہا یہ جارہا ہے کہ جب کوئی نبی امر حق کو لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کرنا تھا تو شیطان اس کی آرزو پوری ہونے میں خلل انداز ہوتا تھا۔ ایک گروہ نے اس کا مطلب لیا ہے کہ شیطان نبی یا رسول کے دل میں وسوسے ڈال کر خلل انداز ہوجاتا تھا۔ اس سے تو یہ معلوم ہوا کہ نبی یا رسول پر شیطان کا قابو چلتا ہے۔ حالانکہ ایسا ہرگز نہیں آیت کے الفاظ تو صاف یہی بتاتے ہیں کہ جب انبیاء و مرسلین یہ چاہتے تھے کہ سارا جہان خدا کی توحید پر ایمان لے آئے تو شیطان چاہتا تھا کہ دنیا میں کوئی بھی ایمان نہ لائے وہ لوگوں کو ہکانے میں لگ جاتا تھا۔ جن لوگوں کے دل میں کفر کی بیماری تھی یا جن کے دل ہدایت قبول کرنے میں پیچھے جیسے سخت ہو گئے تھے۔ وہ شیطان کے ہکانے میں آ ہی جاتے تھے۔ لیکن خدا اپنے نبی و رسول کی آرزو کو پورا کرتا ہے اور ان کو اپنے مساعی جمید میں کامیاب ہونے کا موقع دیتا ہے۔

یوم عقیم۔ عقیم کے معنی بانجھ کے ہیں پس یا تو اس یوم عقیم سے مراد قیامت کا دن ہے جس میں تعلقات کے سلسلہ منقطع ہوجائیں گے یا روز بدر کی جنت مراد ہے کہ باوجود مسلمانوں کی کمزوری کے کف کے لیے وہ بہت زیادہ سخت دن تھا۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَاُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿۵۷﴾
 وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ قَاتَلُوا أَوْ مَاتُوا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللَّهُ
 رِزْقًا حَسَنًا وَإِنَّ اللَّهَ لَهُ خَيْرُ الرَّزُقِينَ ﴿۵۸﴾ لِيَدْخُلَنَّهُمْ دَخَلًا
 يَرْضَوْنَهُ وَإِنَّ اللَّهَ لَعَلِيمٌ حَلِيمٌ ﴿۵۹﴾ ذَلِكَ جَزَاءُ مَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ
 مَا عُوِقِبَ بِهِ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لِيَنَّ اللَّهُ لَكُمْ إِذَا لَعَنَ اللَّهُ لَعْنَةً عَفْوَراً ﴿۶۰﴾

جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا ان کے لیے سخت ذلیل کرنے والا عذاب ہے اور جن لوگوں نے خدا کی راہ میں اپنے وطن کو چھوڑا پھر قتل کیے گئے یا اپنی موت مر گئے تو خدا انہیں آخرت میں بہتر روزی عطا کرے گا اور بے شک اللہ تمام رزق دینے والا ہے سب سے بہتر ہے۔ وہ ضرور انہیں ایسی جگہ پہنچائے گا جس سے وہ خوش ہو جائیں گے اور خدا بے شک جاننے والا بڑا بڑا ہے۔ یہی شکیک ہے۔ جو شخص اپنے دشمن کو اتنا ہی سائے جتنا وہ اس کے ہاتھوں سنا یا گیا ہے (تو ٹھیک ہے) اس کے بعد پھر (دشمن کی طرف سے) زیادتی ہو تو بے شک اللہ بڑا معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ایک وقت وہ تھا سب بیچالے مسلمان مشرکوں سے ان کے ظلم و ستم کا کوئی بدلہ نہ لے سکتے تھے پھر اللہ نے وہ دن بھی دکھایا کہ مدینہ میں ان کی طاقت بڑھی اور وہ ظالموں سے بدلہ لینے کے قابل ہوئے۔ خدا فرمانا ہے بدلہ لوگ اس طرح کہ جو کچھ عمل وہ تمہارے ساتھ کریں اتنا ہی تم ان کے ساتھ کرو اگر انہوں نے تمہارا اوپر تلوار کا ایک تار کیا ہے تو تم بھی ایک ہی وار کرو۔ اگر کسی کا ہاتھ کاٹ دیا ہے تو تم بھی اس کا ہاتھ کاٹ دو۔ اگر وہ دوبارہ بغاوت کریں گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ لیکن اگر معاف کرو تو اچھا ہوگا۔ کیونکہ تمہارا خدا درگزر کرنے اور بخشنے والے کو دوست رکھتا ہے۔ اس کا نتیجہ آخر میں اچھا نکلتا ہے۔

امیر المؤمنین علیہ السلام پر جب مسجد کو ذبحیں این بھگتے تھے تو ان کا دارِ سراقہ سے پر کیا تھا تو آپ نے امام حسن علیہ السلام کو وصیت فرمائی تھی کہ اگر میں زندہ رہا تو خود اسے انتقام لوں گا اور اگر نہ رہا تو تم جو کچھ اس نے

کیا ہے اتنا ہی تم بھی کرنا اس سے زیادہ نہیں یعنی ایسے تار ہی تم بھی کرنا۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوَلِّجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوَلِّجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَاَنَّ
 اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ ﴿۶۱﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ
 مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۶۲﴾

(یہ بدلہ اس لیے ہے کہ خدا نظام عالم کا چلانے والا قادر مطلق ہے) وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں اور بے شک اللہ بڑا سننے والا دیکھنے والا ہے اور اس لیے بھی خدا ہی برحق ہے۔ خدا کے سوا لوگ جس کو دُعا میں پکارتے ہیں وہ باطل ہے اور اللہ ہی سب سے بلند و بزرگ ہے۔

الْمَوْتَرٰنَ اللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ؕ
 اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿۶۳﴾ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاِنَّ
 اللّٰهَ لَهٗوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۶۴﴾ الْمَوْتَرٰنَ اللّٰهُ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ
 وَالْفُلْكَ تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۗ وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلٰى
 الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۗ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۵﴾ وَهُوَ
 الَّذِيْ اَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَحْيِيْكُمْ وَاِنَّ
 الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ﴿۶۶﴾

اپنی قدرت کا اظہار فرماتا ہے) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ جب خدا آسمان سے مینہ برساتا ہے تو زمین پر برس ہو جاتی ہے۔ بے شک اللہ مہربان اور خیر دار ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے اور بے شک اللہ غنی اور قابل حمد ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے ہر اس چیز کو جو رٹے زمیں پر ہے تہا کے لیے مخر کر دیا ہے اسی کے حکم سے دریا میں کشتی چلتی ہے اور وہی تو آسمان کو زمین پر گرنے سے روکے ہوئے ہے جب اس کا حکم ہوگا (گر پڑے گا) بے شک اللہ لوگوں پر مہربان اور رحم کرنے والا ہے وہی تو ہے جس نے تم کو زندہ کیا پھر تمہیں مار دیتا ہے پھر تمہیں زندہ کر دے گا۔ بے شک انسان بڑا ناشکر ہے۔

وہ شکرین کو بتا رہا ہے کہ تم اس خدا کو چھوڑ کر بتوں کی پوجا کر رہے ہو جس کی قدرت سے دنیا کا ہر تمام کارخانہ چل رہا ہے۔ اس کے سوا کون ہے جو زمین پر ساکرا جڑی ہوتی زمین کو پھر لہلہا دیتا ہے۔ وہی تو سب پر مہربان ہے اور تمہاری کیا ساری کائنات کی ایک ایک بات سے خبر دار ہے۔ آسمان و زمین میں یعنی مخلوق پائی جاتی ہے سب اس کی پیدا کردہ ہے اور سب اسی کی ملکیت ہے۔ اسے کسی کی بڑا نہیں سب اس کی حمد کرتے ہیں۔ کیا تمہاری آنکھیں جھپٹ گئیں تمہیں یہ بھی نظر نہیں آتا کہ رٹے زمین کی تمام چیزوں کے جو تم ہاک بنے بیٹھے ہو کس نے ان کو تمہارے قابو میں رکھا ہے۔ کیا بغیر اس کے تم ان پر جاننا نہ رکھ سکتے تھے کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس کے حکم سے کشتیاں اور جہاز کس طرح پانی پر تیرتے چلے جاتے ہیں۔ کیا تمہیں نظر نہیں آتا کہ یہ آسمان زمین پر کیسے رکھا ہوا ہے اور یہ تمام ستارے جو کروڑوں کی تعداد میں ہیں کس طرح اپنے اپنے مدار پر گھوم رہے ہیں اور زمین پر گرتے نہیں۔ اگر ان میں سے ایک بجی کر پڑتا تو تمہاری ساری زمین بھسم ہو کر رہ جاتی۔ یہ اس کی مہربانی ہی تو ہے کہ تم شکہ چین سے زمین پر اپنی زندگی بسر کر رہے ہو۔ ایک وقت تھا کہ تم نہ تھے۔ اس نے اپنے لطف و رحم سے تمہیں پیدا کیا، نیست سے بہت ہوئے اگر وہ ہمیشہ نہیں علم کی تبارکی میں رکھتا تو تمہارا کین تھا کہ عدم سے وجود میں آتے۔ وہ صاحب اختیار ہے جو تمہیں مارنے کا اور قیامت میں پھینک دینے کا۔

انسان بڑا ناشکر ہے! وجود ان سب چیزوں کو اپنی آنکھ سے دیکھنے کے پھر اسے نہیں ماننا اور اسے چھوڑ کر بتوں کو خدا سمجھتا ہے۔

لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُوَ نَاسِكُهُ فَلَا يُنَازِعُكَ فِي الْأَمْرِ
وَادْعُ إِلَى رَبِّكَ إِنَّكَ لَعَلَىٰ هُدًى مَّسْتَقِيمٍ ﴿۶۷﴾ وَإِنْ جَدَلُواكَ

فَقُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۶۸﴾ اللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا
كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿۶۹﴾ أَلَمْ تَعْلَمَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ
إِنَّ ذَلِكَ فِي كِتَابٍ إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ﴿۷۰﴾

ہم نے ہر اہمیت کے لیے ایک طریقہ مقرر کر دیا ہے جس پر وہ چلتے ہیں پس انہیں (دین اسلام کے احکام میں) تم سے جھگڑا نہ کرنا چاہیے اور اے رسول تم اپنے رب کی طرف لوگوں کو بلائے ہی رہو بے شک تم سیدھے راستہ پر ہو اگر وہ اس پر بھی تم سے جھگڑا کریں تو کہہ دو جو کچھ تم کہتے ہو اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔ قیامت کے دن جن باتوں میں تم جھگڑا کرتے ہو اللہ تمہارے درمیان ان کا فیصلہ کر دے گا۔ (آ) رسول (کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ آسمان و زمین میں جو کچھ ہے سب جانتا ہے اور یہ سب باتیں لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہیں اور بے شک یہ سب اللہ پر آسان ہے۔

منسک کے بارہ میں مفسرین کا اختلاف ہے بعض نے قرآنی مراد لی ہے اور اس کے منطلق یہ فقہ بیان کیا ہے کہ بیل بن ورفا اور بشیر بن سخیان نے جو قبیلہ خداع سے تھے مسلمانوں پر اعتراض کیا کہ تمہاری بھی عبادت ہے جس جانور کو اپنے ہاتھ سے مارتے ہو اس کو تو کھاؤ اور تم کو خدا نے مارا ہو اس کو نہ کھاؤ۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ مطلب یہ ہے جس کا جو طریقہ ہے اس پر عمل کرے باقی رہی اس کی صحاحت تو ہر شخص اس قابل نہیں کہ اس کی کڑا اور حقیقت سمجھائی جائے کیونکہ ذبح کے وقت خدا کا نام لیا جاتا ہے اور مردار میں یہ بات نہیں دوسرے مردار کے کھانے میں ملتا بہت سے نقصانات ہیں۔ مگر عرب کے جاہل ہرگز اس قابل نہ تھے کہ ان مصالح سے واقف ہوتے اس وجہ سے ایسا جواب دیا گیا (منقول از تائید قرآن مولانا فرمان علی صاحب)۔

بعض نے منسک کے معنی طریقہ عبادت لیے ہیں یعنی ہر قوم کا طریق عبادت جدا گانہ۔ بعض نے شریعت مراد لی ہے۔ یہاں طریقہ عبادت ہی زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

رسول سے کہا جا رہا ہے کہ شکرین و کفار چاہے تمہاری کتنی ہی مخالفت کریں مگر تم اپنا کام کیے جاؤ۔ تم سیدھے راستہ پر ہو لہذا تمہیں بھی اپنی تسبیح میں کمزوری محسوس نہ ہوگی جیسا کہ اگلی آیت سے ظاہر ہے۔

وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَهُم بِهِ سُلْطَانٌ وَمَالٌ لَهُمْ بِهِ

عِلْمُهُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ نَصِيرٍ ۝۱۱ وَإِذَا تُلِيَ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا
بَيَّنَّتْ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِ الَّذِينَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ يَكَادُونَ يَسْطُونَ
بِالَّذِينَ يَتْلُونَ عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا قُلْ أَفَأَنْبِئُكُمْ بِشَرِّ مِنْ ذَلِكَمْ
النَّارُ وَعَدَهَا اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝۱۲

یہ مشرک اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہیں اللہ کی طرف سے ان کو کوئی سزا نہیں ملی اور نہ اس
حق ہونے کا غور انہیں علم ہے۔ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوتا۔ جب ان پر ہماری واضح آیات
پڑھی جاتی ہیں تو تم ان کافروں کے چہروں سے ناخوشی کے آثار دیکھتے ہو (ایسا معلوم ہوتا ہے) کہ
عنقریب یہ ان لوگوں پر جو ہماری آیات کی تلاوت کرتے ہیں حملہ کر بیٹھیں گے۔ تم ان سے کہو
کیا میں اس سے بھی بدتر چیز بنا دوں۔ وہ جہنم ہے جس کا وعدہ اللہ نے کافروں سے کیا ہے اور
وہ بہت بُری جگہ ہے۔

مشرکین جن بتوں کی عبادت کرتے ہیں ان سے پوچھو کہ خدا نے کسی کتاب میں ایسا حکم ہیجا ہے کہ تم میرے
ساتھ عبادت میں ان کو بھی شریک کر لو، کسی نبی نے کسی زمانہ میں ایسا بتایا تھا کہ یہ بت بھی خدا کے ساتھ عبادت میں
شریک ہیں یا کوئی عقلی ثبوت تمہارے پاس ہے کہ یہ عبادت کے لائق ہیں؟ جب یہ کچھ بھی نہیں تو پھر ان کی عبادت
کیوں کرتے ہو جب تمہارے سامنے ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں تو غصہ میں کیسا نہ بناتے ہو اور ان لوگوں پر جو
آیات پڑھتے ہیں حملہ کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہو لیکن تمہیں معلوم نہیں کہ تمہاری اس گستاخی کی سزا کیا ہے وہ
جہنم ہے جس سے بُری کوئی جگہ ہو نہیں سکتی۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضَرْبٌ مِثْلَ مَا سَمِعُوا اللَّهَ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ
دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوْ اجْتَمَعُوا لَهُ وَإِنْ يَسْلُبْهُمْ

الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَفْتِدُوهُ مِنْهُ ۝۱۳ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ ۝۱۴
مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ ۝۱۵ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝۱۶ اللَّهُ يُصْطَفَى
مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ ۝۱۷ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ۝۱۸

لوگو، ایک مثل بیان کی جاتی ہے اُسے کان لگا کر سنو۔ اللہ کے سوا جن لوگوں کو تم پکارتے ہو تو یہ
لوگ اگر سب کے سب بھی جمع ہو جائیں تو ایک کبھی پیدا نہیں کر سکتے اور کبھی اگر ان سے کچھ چھین لے
جائے تو اُسے چھڑا نہیں سکتے (عجیب لطف ہے کہ) مانگنے والا (عابد) اور جس سے مانگا گیا (معبود
دونوں) کمزور ہیں۔ خدا کی قدر یہی کرنی چاہیے ان لوگوں نے نہ کی اس میں شک نہیں کہ خدا بڑی دست
نالا ہے۔ اللہ فرشتوں میں سے بعض کو اپنے احکام پہنچانے کے لیے منتخب کر لیتا ہے اسی طرح
آدمیوں میں سے بھی۔ بے شک اللہ بڑا سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

خدا کعبہ کے دروازہ کے سامنے تو ایسے بت تھا اور دائیں بائیں جانب یعوق و نسر نامی بت تھے۔ کفار
جب نماز کعبہ کے اندر جاتے تو پہلے بغوث کے سامنے سجدہ کرتے اس کے بعد اور بتوں کو اس کے بعد تلبیہ
کرتے اپنے ساتھ مشک و عنبر اور شہد لاتے وہ ان بتوں پر کل بیٹے تھے کھسپاں ڈانڈا ان پر آتیں اور سب
چاٹ جاتیں نہ تو بت ان کو اپنے سے دفع کر سکتے اور نہ ان کے پجاری۔ بہت اڑانے مگروہ کہاں اڑنے والی
تھیں۔ مغرض پجاری اور بت دونوں کی کمزوری ظاہر ہوتی ہے۔ جو بت اتنا بھی نہیں کر سکتے ان میں اتنی طاقت
کہاں ہے کہ ایک چھوٹی سی کبھی بنا دیں۔ جب یہ سب کچھ نہیں کر سکتے تو پھر عقل ان کا معبود ہونا کیسے گوارا
کر سکتی ہے۔ یہ بتوں کے خدا بننے کا ایسا واضح ثبوت ہے کہ بت پرستوں کو دوسرا پنا چاہیے۔

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۝۱۹ وَاللَّهُ تَرْجِعُ الْأُمُورَ ۝۲۰
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا
الْحَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْحُونَ ۝۲۱ وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ ۝۲۲ هُوَ

اجْتَبِئْكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مَّمَلَّةً اَبِيكُمْ
 اِبْرَاهِيْمَ هُوَ سَمُّكُمْ الْمُسْلِمِيْنَ هٗ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ
 الرَّسُوْلُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شَهِدَاءَ عَلَی النَّاسِ فَاَقِيْمُوْا
 الصَّلٰوةَ وَاْتُوْا الزَّكٰوةَ وَاَعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ هُوَ مَوْلٰكُمْ فَنِعْمَ
 الْمَوْلٰی وَفَعَلَ النَّصِيْرُ ۝۴۸

خدا جو کچھ لوگوں کے سامنے ہے اور بھیجے ہے سب کو جانتا ہے اور تمام امور اللہ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اے ایمان والو! رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور نیک کام کرتے رہو تاکہ تم بہتری حاصل کرو۔ اور راہِ خدا میں ڈٹ کر جہاد کرو اس نے تم کو منتخب کیا ہے اور دین کے معاملہ میں تم پر کوئی سختی نہیں کی۔ یہ تمہارے باپ ابراہیم کی امت (دین) ہے اس نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے پہلے ہی سے اور اس قرآن میں بھی تاکہ رسول تمہارے مقابلہ میں گواہ بنیں اور تم عام لوگوں کے مقابلہ میں گواہ بنو۔ اور تم پابندی سے نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور خدا کے احکام کو مضبوطی سے پکڑو وہی تمہارا دوست ہے اور کیسا اچھا سرپرست ہے اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔

جاہد و احق جہادہ کے متعلق مفسرین نے لکھا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر بڑائی سے بچنے کی کوشش کرو اور مریخی کی طرف قدم اٹھانے میں کسل سے کام نہ لو۔ تلوار اور نیزہ سے لڑنے کی نسبت یہ جہاد بہتر ہے۔ جہاد اکبر اسی کا نام ہے۔ اگر اس جہاد سے مراد تلوار ہی سے لڑنا ہو تو یہ حکم نام نہ رہے گا۔ بلکہ ان ہی کے لیے ہو گا جو ہتھیار بدن پر سجا کر لڑ سکتے ہیں۔ لیکن رکوع و سجدہ کے حکم کے ساتھ یہ حکم بھی عام ہو چاہیے۔ ملت ابراہیم۔ اگرچہ دین اسلام آدھ سے لے کر خاتم النبیین تک بار بار عطا اور تمام انبیاء اسلام ہی کی تعلیم دیتے چلے آئے تھے لیکن قرآن میں خصوصیت سے ملت ابراہیم کا ذکر کیا گیا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ تمام اسباب میں صرف حضرت ابراہیم ہی ایسے تھے جن کو یہودی، نصرانی، مشرک پرست اور آتش پرست

سب ملتے تھے۔ دوسرے متنبی ملتیں ہیں وہ سب حضرت ابراہیم کے بعد نہیں لہذا امت ابراہیم کو سب پر اولیت حاصل ہے۔
 ملت کی جمع مل ہے جو ادیان اہل کتاب کے ہیں وہ مل کہلاتے ہیں اور جو اہل کتاب نہیں وہ غسل کہلاتے ہیں دونوں کو ملا کر ارباب مل و غسل کہا جاتا ہے۔

سورة المؤمنون مکیزہ ۲۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۱ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خِشَعُونَ ۲ وَ
الَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ۳ وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ ۴
وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ۵ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا
مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۶ فَمَنْ ابْتِغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ
فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ۷ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمْتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ
رَاعُونَ ۸ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ۹ أُولَٰئِكَ
هُمُ الْوَارِثُونَ ۱۰ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا
خَالِدُونَ ۱۱

وہی ایمان لانے والے فلاح پانے والے ہوتے ہیں جو خضوع و خشوع سے نمازیں پڑھتے
ہیں۔ جو لغو باتوں سے پرہیز کرتے ہیں جو زکوٰۃ دیتے ہیں۔ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے
ہیں مگر اپنی بی بیوں یا زرخیز لوٹہریوں سے پرہیز نہ کرنے میں ان پر کوئی ملامت نہیں اور
جو شخص کسی اور طبقہ سے (ازرا و شہوت پرستی) ایسا کرے تو یہ لوگ حد سے بڑھ جانے والے ہیں

اور جو لوگ اپنی امانتوں اور اپنے عہدوں کا لحاظ رکھتے ہیں اور اپنی نمازیں پابندی سے پڑھا کرتے ہیں یہی لوگ سچے وارث ہیں جو بہشت بریں میں حصہ لیں گے اور ہمیشہ وہاں رہیں گے۔

کیا کہنا ان مؤمنوں کا جن کے اندر یہ صفات پائی جائیں۔ اصل میں حجت کے وارث یعنی صاحبان استحقاق یہی لوگ ہیں۔ محمد بن محمود فزوہی شافعی نے لکھا ہے کہ جب حضرت علیؑ پیدا ہوئے اور رسول اللہ آپ کو دیکھنے کے لیے کہیں گے تو حضرت علیؑ رسول اللہ کو دیکھ کر کہنے لگے اور عرض کی السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اور آپ نے کھڑے ہو کر قرآن پڑھنا شروع کیا۔ حالانکہ قرآن اس وقت تک نازل ہی نہ ہوا تھا۔ اور سورہ مؤمنون کو شروع سے "خالدون" تک تلاوت کیا۔ حضرت نے فرمایا ہے علیؑ تمہاری وجہ ان مؤمنین نے رستگاری حاصل کی۔

مومن سے ہونا یعنی اللہ اور رسول اور اہلبیت رسول کی دل سے تصدیق کرے کہ اللہ ایک ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور رسول اور اہلبیت رسول کو ہماری ہدایت کے لیے بھیجا گیا ہے۔ اگر صرف اللہ اور رسول پر ایمان لایا ہے تو وہ مسلمان کہلائے گا مومن نہیں۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ اسلامی کلمہ ہے اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَعَلَىٰ وَآلِهِ وَسَلَّمَ کہنا ایمانی کلمہ ہے۔

خارشعون سے مطلب ہے کہ نماز کو خدا کی خوشنودی کے لیے پوری توجہ کے ساتھ پڑھے اپنا خیال ادھر ادھر نہ لے جائے۔ یہ کلمہ کو مشغول نماز ہو کر میں ایک بادشاہ و جلیل القدر کے سامنے کھڑا ہوں جو ہر چیز کا مالک اور ہر شے پر قادر ہے میں اسی کا ایک چہرہ ہوں۔

لِلزَّكَاةِ وَقِفْ عَلَيْكَ لَوْ أَنَّ اللَّهَ تَدَارَكَ عَنْكَ لَكُنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ یعنی اللہ نے جو رزق اپنے لطف و کرم سے دیا ہے اس میں سے خرچہ نہ کرنا اور ہونے کے بعد مطلقاً نصاب زکوٰۃ مال نکالے اور اس کے مستحقوں کو نہ دینے۔

لَعَفْ وَوَجِدْهُمْ حٰفِظُوْنَ۔ یعنی سوائے اپنی نبی ہوں اور کنبوں کے جس سے مباشرت عمال ہے اور کسی کے سامنے اپنی شرمگاہ کو برہنہ نہ کرے۔ یہاں سے زنا کی حرمت ثابت ہے۔ اسی طرح لواطت بھی حرام ہے البتہ اگر کوئی ایسا مرض لاحق ہو کر ڈاکٹر باطیب کو دیکھائے علاج ممکن نہ ہو تو دیکھا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر کوئی شخص اپنی ستر کو کھولے گا تو وہ گنہگار ہوگا۔

مؤمن سے کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ اگر اس کے پاس کوئی شے امانت رکھی جائے تو مومن کی ہوا یا کافر کی، تو اس میں خیانت نہ کرے مگر اس میں کوئی تصرف اپنے لیے نہ کرے اور وہ امانت عن الطلب بہستور امانت رکھنے والے کے سپرد کرے۔

اسی طرح جو دہہ کسی سے کیا ہے اس کا پوری طرح خیال رکھے اور اس کو حتی الامکان بروقت پورا کرے مال مٹول کو روا نہ رکھے۔ بلکہ کسی مفقود وجہ کے نقص عہد پر آمادہ نہ ہو۔

اسی طرح اپنی نماز کی حفاظت کرے یعنی اُسے بحالت اختیار کی کسی حالت میں ترک نہ کرے اور ہر نماز کو اوقات معینہ پر بخالائے۔ اور اس کے ارکان کو صحیح طور سے ادا کرے۔

ان سب احکام کا بخالائے والا جنت کا مستحق ہوگا۔ بلکہ مالک جنت ہوگا اور اُس میں ہمیشہ رہے گا۔ ان میں سے جو حکم کی بجا آوری میں کوتاہی کی ہوگی اسی قدر اس کے ایوان میں نقص ہوگا اور اسی کے لحاظ سے اُس کے اجر میں کمی واقع ہوگی۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِينٍ ۝۱۲ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي

قَرَارٍ مَّكِينٍ ۝۱۳ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً

فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظْمًا فَكَسَوْنَا الْعِظْمَ لَحْمًا ۝۱۴ ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا

آخَرَ ۝۱۵ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ۝۱۶ ثُمَّ إِنَّكُمْ بَعْدَ ذَلِكَ

لَمَيْتُونَ ۝۱۷ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُونَ ۝۱۸

ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا پھر اُسے نطفہ کی شکل دے کر ایک محفوظ جگہ میں رکھا پھر نطفہ کو جو ہا ہو ا خون بنا دیا پھر اس جسمے ہوئے خون کو گوشت کا لوتھڑا بنا دیا پھر اس گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں بنا دیا پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا پھر اُسے ایک نئی صورت دے کر کھڑا کیا پس بابرکت ہے وہ اللہ جو سب پیدا کرنے والوں سے بہتر پیدا کرنے والا ہے۔ اس کے بعد پھر تم مردہ بن جاؤ گے۔ پھر قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔

یوں تو خدا نے مٹی کی چیزیں پیدا کی ہیں سب اس کی قدرت کا اظہار و صفت ہے مثال کے شاہکار ہیں جس میں طاقت ہے کران کے ارکان کو سمجھ سکے لیکن خلقت انسانی ان سب سے بالاتر ہے جس کے تصور میں یہ بات آسکتی ہے کہ وہ قادر مطلق اور حکیم حق نطفہ کی ایک سڑی ہوئی بوند سے ایک ایسی مخلوق پیدا کرتا ہے جو انہی مخلوقات کہلائے جاتی ہے۔ اور تمام دنیا جس کی تخلیق میں سے دی جاتی ہے۔ ابتدا کو دیکھو اس کی حقیقت کیا تھی پھر رفتہ رفتہ جو عمارت

اس پر بند ہوئی اور جو فرشتے اس کو عطا کی گئیں کسی طاقت سے کہ ان کے حقائق کو سمجھ سکے کہاں مٹی کہاں وجود انسانی جو تمام دنیا پر حکومت کرتا ہے۔ جس چیز پر ہاتھ ڈالنا ہے وہ جھک جھک کر اسے سلام کرتی نظر آتی ہے۔ اس کی طاقت و قدرت کو تسلیم کرتی ہے اس کی فرمانبرداری کا اقرار کرتی ہے۔ وہ دوئے زمین پر ہر طرف چلتا پھرتا ہے۔

ظالم خیر سمندروں میں تیرتا ہے ہوا میں اڑتا ہے۔ پہاڑوں پر چڑھتا ہے۔ گویا سب چیزیں اس کے تحت حکومت ہیں۔ کائنات کے بڑے بڑے پیچیدہ مسائل کو حل کرتا ہے۔ ہر مخلوق کو چیر بھاڑ کر اس کی بندوبستوں کو کھول کر اس کے وجود کا تجربہ کر کے قدرت کے راز معلوم کرتا ہے۔ بازار عالم کی ایک ایک دوکان، دوکان کا ایک ایک گوشہ اسی کا سامنا ہوتا ہے۔ کیا یہی وہ حقیر سی بوند ہے جس کو ایک لذت خاص کے تحت صلب مرو سے ایک عورت کے رحم میں انہی حکمت کاملہ سے امانت رکھا گیا۔ یہ رنگ کا دھندلا سفید تھا چند روز بعد سرخی جھلکی پھر خون کی ایک جلی ہوئی مخلوق بن گیا۔ پھر تخلیق کے درجات طے کرنا ہوا ایک روز بطین مادر سے باہر آ گیا۔ کون سی آنکھ تھی جس نے اسے نئے دیکھا کون سی عقل تھی جس نے مدارج تخلیق کو سمجھا۔ لہذا ہر ایک چھوٹا سا جڑ ہے، ہاتھی جیسا ڈیل نہ شیر کی سی قوت۔ نہ پہاڑی جیسی ہندی زور و خروش کا سا پھیلاؤ۔ نہ سمندر جیسا مدارج آسمان جیسا میل نہ زمین جیسی پہنائی۔ مگر باوجود کچھ نہ ہونے کے اس کے اندر سب کچھ ہے۔ اٹھارہ ہزار عالم کا عطیہ ہے۔ ساری مخلوق الہی کے جوہر اس کے اندر مائے

ہوئے ہیں گویا قدرت نے قطرہ میں سمندر کا دبا نہ لاد ڈالا ہے۔ امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

أَتَرَعْمَ آذَنِي جِزْمَ صَغِيرٍ وَفِيكَ أَنْطَلُوِي عَالَمًا لَا كَثِيرٌ
وَ أَنْتَ الْكِتَابُ الْعَظِيمُ الَّذِي يَأْخُذُ بِظِلِّهِ الْمُضْمَرُ

”اے انسان کیا تو یہ گمان کرتا ہے کہ تو چھوٹا سا جڑ ہے حالانکہ ایک عالم اکبر تیرے اندر لپٹا ہوا ہے تو حسرت راکھی وہ عظیم الشان کتاب ہے جس کے حرفوں سے بڑے بڑے راز نظر آتے ہیں

ذرا اس کے بنائے ہوئے کارخانوں کو دیکھو ذرا اس کی چیل پیل پر نظر کرو۔ ایک ہاتھ اس کا آسمان پر ہے ایک ہاتھ زمین کی تہ میں لیکن یہ سب چند روزہ بہار ہے۔ آخر ایک دن ایسا آتا ہے کہ موت کا زبردست ننگاری اس کا گلہ آدو چناتا ہے۔ سارا طلاق ہوا ہوجاتا ہے۔ ایک بے حس بے بس لاش ہے کہ زمین پر پڑتی ہوئی ہے گلنے مرنے کے لیے۔ جس مٹی سے پیدا ہوا تھا اسی میں مل جانے کے لیے۔ اس کے بعد قیامت میں قدرت پھر اپنی مستاعی دکھائے گی۔ اس کی خاک کے ہوا میں اڑتے ہوئے متفرق ذرے جوڑ جا کر پھر قبر سے ویسا ہی نکال کر کھڑا کرے گی جیسا مال کے پیٹ کی قبر سے نکالا تھا جس نے وہاں نہ چھوئے نہ کچھ بنایا تھا وہی قبر سے پھر نکال کر زندہ اٹھا رہا ہے۔ یہ کھن برودش مخلوق و ذوقی ہوتی میدان حشر میں جا رہی ہے۔ اس لئے کہ دنیا کی زندگی میں جو جو کام کیے تھے اب ان کا حساب دے اور اپنے اعمال کی جزا یا سزا پائے۔

سبحانہ ما اعظم شأنا

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَائِقَ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ
غُفْلِينَ ۱۷ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ فَأَسْكَنَّا فِي
الْأَرْضِ ۱۸ وَأَنْزَلْنَا لَكُمْ مِنْهَا مَاءً لِيَشْرَبُوا ۱۹ فَانْشَأْنَا لَكُمْ مِنْهَا
بَنَاتٍ مِّنْ نَّحِيلٍ وَأَعْنَابٍ لَّكُمْ فِيهَا فَاوَاكِبٌ كَثِيرَةٌ وَمِنْهَا
تَأْكُلُونَ ۲۰ وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُورِ سَيْنَاءَ تَنْبُتُ بِالذَّهْنِ وَصَبْغٍ
لِّالَّذِينَ آمَنُوا ۲۱ وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً لِّتُسْقِيَهُمْ مِّمَّا فِي
بُطُونِهَا وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ كَثِيرَةٌ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ۲۲ وَ
عَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُونَ ۲۳

ہم نے تمہارے اوپر سات راستے بنائے اور ہم مخلوق کے حال سے بے خبر نہیں ہیں۔ ہم نے آسمان سے پانی ایک اندازہ کے ساتھ برسایا پھر ہم نے اس کو زمین پر ٹپھرائے رکھا اور ہم تو قینا اس کے نمائندہ کر دینے پر بھی قدرت رکھتے ہیں۔ اس پانی سے ہم نے تمہارے لیے کھجوریں اور انگوروں کے بانگات پیدا کیے۔ ان سے تمہارے لیے بہت سے میوے پیدا ہوتے ہیں۔ ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو اور طور سینا میں ایک درخت (زیتون) پیدا ہوتا ہے جس سے تیل بھی نکلتا ہے اور کھانے والے سالن بھی بنا کر کھاتے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ چوپائوں میں تمہارے لیے عبرت ہے۔ ان کے پیٹوں میں جو کچھ (گھاس پات) ہے اس سے ہم تمہیں دودھ پلاتے ہیں اور ان سے تمہیں بہت سے فائدے حاصل ہوتے ہیں اور ان کا گوشت کھاتے بھی ہو اور انہی جانوروں اور کشتیوں پر چڑھے چڑھے پھرتے بھی ہو۔

اس پر بلند ہوئی اور جو تہیں اس کو عطا کی گئیں کس کی طاقت ہے کہ ان کے سخاوت کو سمجھ سکے کہاں ہی کہاں وہ خدا کی جو تمام دنیا پر حکومت کرتا ہے۔ جس چیز پر اختیار ملتا ہے وہ مجھ تک کہ اسے سلام کرتی نظر آتی ہے۔ اس کی طاقت و قدرت کو تسلیم کرتی ہے اس کی فرمانبرداری کا اقرار کرتی ہے۔ وہ روئے زمین پر ہر طرف پھرتا پھرتا ہے۔

قلم خیز سمندروں میں تیرتا ہے ہوا میں اڑتا ہے۔ پہاڑوں پر چڑھتا ہے۔ گویا سب چیزیں اس کے تحت حکومت ہیں۔ کائنات کے بڑے بڑے پیچیدہ مسائل کو حل کرتا ہے۔ ہر مخلوق کو چیر پھاڑ کر اس کی بندگیوں کو کھول کر اس کے دعوے کا تجربہ کر کے قدرت کے راز معلوم کرتا ہے۔ بازار عالم کی ایک ایک دوکان، دوکان کا ایک ایک گوشہ اسی کا سما جاتا ہے۔ کیا یہی وہ حقیر سی بوند ہے جس کو ایک لذت خاص کے تحت مصلب مرد سے ایک عزت کے جرم میں اپنی عظمت کامل سے امانت رکھا گیا۔ یہ رنگ و ہندلا سفید تھا چند روز بعد سُرخ ہو گیا پھر خون کی ایک جلی ہوئی مخلوق بن گیا۔ پھر تخلیق کے درجات طے کرنا ہوا ایک روز زمین مادر سے باہر آ گیا کون سی آنکھ تھی جس نے اسے جتنے دیکھا کون سی عقل تھی جس نے مارچ تخمین کر سجا۔ بظاہر ایک چھوٹا سا جتن ہے، باطنی جیسا ذیل نہ مٹی کی ہی قوت۔ نہ پہاڑی ہندی نہ درخت کا سا پھیلاؤ۔ نہ سمندر جیسا اندازہ آسمان جیسا محیط نہ زمین جیسی پہنائی۔ مگر باوجود کہ نہ ہونے کے اس کے اندر سب کچھ ہے۔ اٹھارہ ہزار عالم کا عطیہ ہے۔ ساری مخلوق الہی کے جوہر اس کا اندھلٹے ہوئے ہیں گویا قدرت نے قطرہ میں سمندر کا دانہ لاد ڈالا ہے۔ ابراہیم الخلیل علیہ السلام فرماتے ہیں:

أَنْزَعَهُ مِنْكُمْ جِذْمٌ صَغِيرٌ وَفِيكَ انْطَوَى عَالَمٌ أَوْ كَبِيرٌ
وَأَنْتَ الْكِتَابُ الْعَظِيمُ الَّذِي بِأَحْرَفِهِ يَظْهَرُ الْمُضْمَرُ
"اے انسان کیا تو یہ گمان کرتا ہے کہ تو چھوٹا سا جتن ہے حالانکہ ایک عالم اکبر تیرے اندر لپٹا ہوا ہے تو حق داکہ وہ عظیم الشان کتاب ہے جس کے حروف سے بڑے بڑے راز ظاہر ہوتے ہیں"

ذرا اس کے بنائے ہوئے کارخانوں کو دیکھو ذرا اس کی جبل پہل پر نظر کرو۔ ایک ہاتھ اس کا آسمان پر ہے ایک ہاتھ زمین کی تہ پر لیکن یہ سب چند روزہ بہار ہے۔ آخر ایک دن ایسا آتا ہے کہ موت کا زبردست تھکاوٹ کا گلا آدو جیتا ہے۔ سارا طاق ہوا ہوجاتا ہے۔ ایک بے حس بے بس لاش ہے کہ زمین پر پڑی ہوئی ہے گلے سڑانے کے لیے۔ جس مٹی سے پیدا ہوا تھا اسی میں ل جمانے کے لیے۔ اس کے بعد قیامت میں قدرت پر اپنی صناعت دکھائے گی۔ اس کی خاک کے ہما میں اڑتے ہوئے متفرق ذرے جوڑ جاؤ کہ پھر قبر سے ویسا ہی نکال نکلا کر سے گی جیسا ماں کے پیٹ کی قبر سے نکالا تھا جس نے وہاں نہ کچھ سے کچھ بنایا تھا وہی قبر سے پھر نکال کر زندہ اٹھا رہا ہے۔ یہ کہیں بردوش مخلوق دوڑتی ہوئی میدانِ حشر میں جا رہی ہے۔ اس لئے کہ دنیا کی زندگی میں جو جو کام کیے تھے اب ان کا حساب دے اور اپنے اعمال کی جزا یا سزا پائے۔

سجائے ما اعظم شانہ

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَائِقٍ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غَافِلِينَ ﴿۱۷﴾ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ فَأَسْكَنَتْهُ فِي الْأَرْضِ نَ وَالْأَعْلَى ذَهَابٍ بِه لَقَدْرُونَ ﴿۱۸﴾ فَأَنْشَأْنَا لَكُمْ بِهِ جَنَّتٍ مِّنْ مَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ لَكُمْ فِيهَا فَوَاكِهٌ كَثِيرَةٌ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ﴿۱۹﴾ وَشَجَرَةٌ تَخْرُجُ مِنْ طُورِ سَيْنَاءَ تَنْبُتُ بِاللِّهْنِ وَصَبْغٍ لِلذَّكَائِنِ ﴿۲۰﴾ وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُّسْقِيكُم مِّمَّا فِي بُطُونِهَا وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعٌ كَثِيرَةٌ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ﴿۲۱﴾ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُونَ ﴿۲۲﴾

ہم نے تمہارے اوپر سات راستے بنائے اور ہم مخلوق کے حال سے بے خبر نہیں ہیں۔ ہم نے آسمان سے پانی ایک اندازہ کے ساتھ برسایا پھر ہم نے اس کو زمین پر ٹھہرائے رکھا اور ہم تو یقیناً اس کے غائب کر دینے پر بھی قدرت رکھتے ہیں۔ اس پانی سے ہم نے تمہارے لیے کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کیے۔ ان سے تمہارے لیے بہت سے میوے پیدا ہوتے ہیں۔ ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو اور طور سینا میں ایک درخت (زیتون) پیدا ہوتا ہے جس سے تیل بھی نکلتا ہے اور کھانے والے سالن بھی بنا کر کھاتے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ چوپاؤں میں تمہارے لیے عبرت ہے ان کے بیٹوں میں جو کچھ (گھاس پات) ہے اس سے ہم تمہیں دودھ پلاتے ہیں اور ان سے تمہیں بہت سے فائدے حاصل ہوتے ہیں اور ان کا گوشت کھاتے بھی ہو اور انہی جانوروں اور کشتیوں پر چڑھے چڑھے پھرتے بھی ہو۔

وقف لازم

۱۷

حکایت آسمان

انسان کی خلقت کا حال بیان کرنے کے بعد اب یہ بتایا جا رہا ہے کہ اس کے نظام حیات کو برقرار رکھنے کے لیے ہم نے کیا کیا انتظامات کیے ہیں۔

آسمان کے سات راستے بنائے ہیں جن سے سات تیا سے اپنی گردش میں گزرتے رہتے ہیں اور اس گردش میں ان کی شماعیں ہر زاویہ کے لحاظ سے مختلف اثرات اہل زمین پر ڈالتی رہتی ہیں۔ ہم چونکہ اپنی مخلوق کے حالات سے بے خبر نہیں رہتے اور ان کی ضروریات کو مانتے ہیں لہذا ان سیاروں کی گردش سے ان کی بہت سی ضروریات پوری کرتے ہیں اگر یہ ایک جگہ قائم رہتے تو ان کی شماعیں ایک ہی طرح کے اثرات ڈالتیں لیکن اب چونکہ مختلف سمتوں میں ان کا دورہ ہوتا ہے لہذا ہر سمت کے لحاظ سے ان کی شماعوں کے اثرات بھی مختلف ہوتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہم نے آسمان سے پانی برسایا اور اسے زمین کے اندر بھی محفوظ رکھا تاکہ کنوئیں کھودو تو وہ بجلی کو تھہری ضروریات پوری کرے اور اوپر کے حصہ میں دریاؤں، تالابوں، جوہڑوں اور گڑھوں میں محفوظ کر دیا تاکہ موسم برسات کے علاوہ بھی تھہری ضروریات اس سے پوری ہوتی رہیں۔

تیسرے ہم نے پانی برسا کر زمین سے مختلف قسم کے درخت پیدا کیے جیسے کھجور اور انگور اور بہت سے میوے اور ان باغوں سے بہت سی چیزیں تم کھاتے ہو اور زمینوں کے درخت اگلے جن کی دراز عمریں ہوتی ہیں ان کے پھلوں سے تم تیل نکالتے ہو اور پتوں سے سالن بناتے ہو۔

چوتھے تھہرے فائدے کے لیے چوپائے پیدا کیے جن سے تم دودھ حاصل کرتے ہو اس کے علاوہ اور بھی بہت سے فائدے ہیں۔ تم ان کا گوشت بھی کھاتے ہو۔ اور ان پر اور کشتیوں پر سوار ہو کر دنیا بھر کا سفر کرتے ہو۔ ذرا سمجھو اور غور کرو کہ ہم نے کیسے کیسے احسان کیے ہیں اس پر تم ہم ہی سے فرخت ہو اور ہمیں چھوڑ کر ہماری مخلوق کو عبودیت دینے ہو۔ ذرا سٹو اور اپنی بے عقلی کا ماتم کرو۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ لِقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنِّي اللَّهُ غَيْرُهُ ؕ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿۲۳﴾ فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ لَا يُرِيدُ أَنْ يَتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَنْزَلَ مَلَائِكَةً مِّن مَّا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي آبَائِنَا الْأُولَىٰ ﴿۲۴﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا رَجُلٌ بِالْجَنَّةِ فَتَرَبَّصُوا بِهِ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبِّ

انصرنی بما كذبون ﴿۲۶﴾

ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا۔ انہوں نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں کیا تم ڈرتے نہیں۔ ان کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا، شخص تو تم ہی جیسا بشر ہے یہ تم پر فوقیت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اگر اللہ کو (رسول بنا کر) بھیجنا ہی ہوتا تو فرشتوں کو بھیجتا ہم نے تو اپنے باپ ادا سے ایسا سنا نہیں۔ شخص اس کے سوا کچھ نہیں کہ دیوانہ ہے پس تم ایک خاص وقت تک (اس کے انجام کا) انتظار کرو۔ نوح نے کہا اس وجہ سے کہ یہ لوگ مجھے جھٹلا رہے ہیں تو اے خدا میری مدد کر۔

حضرت ادریس کے بعد حضرت نوح تک جو قومیں ہوئیں انہوں نے جو کہ ایک مدت بغیر نبی کے گزری تھی لہذا ان کو اس کا پتہ ہی نہ تھا کہ خدا آدمیوں ہی کو رسول بنا کر بھیجتا ہے۔ وہ تو اس خط میں مبتلا تھے کہ جو کچھ ہیں وہ بت ہی ہیں۔ اس لیے انہوں نے حضرت نوح کو دیوانہ سمجھا کہ وہ بشر ہو کر خدا کے فرستادہ ہونے کا اظہار کر رہے تھے۔

فَاَوْحَيْنَا إِلَيْهِ أَنْ اصْنَعِ الْفُلَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحَيْنَا إِذَا جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التُّورَىٰ فَاسْلُكْ فِيهَا مِن كُلِّ زَوْجٍ مِّنْ أُنثَىٰ وَاهْلِكَ إِلَّا مَن سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۗ وَلَا تَخَاطَبُنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا ۗ إِنَّهُمْ مُّغْرَقُونَ ﴿۲۶﴾ فَإِذَا اسْتَوَيْتَ أَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي نَجَّسَنَا مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿۲۷﴾ وَقُلْ رَبِّ انزِلْنِي مُنْزَلًا مُّبْرَكًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ ﴿۲۸﴾ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ وَإِن كُنَّا لَمُبْتَلِينَ ﴿۲۹﴾ ثُمَّ أَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ ﴿۳۰﴾

پھر ہم نے اُسے وحی کی کہ تم ہماری نوحانی میں ہم سے حکم کے مطابق کشتی بناؤ۔ پس جب ہمارا

نوحی کشتی

غذاب آجائے اور تنور سے پانی اُبلنے لگے تو تم اس میں ہر قسم کے جانوروں میں سے دو دو کے جوڑے (نرو مادہ) رکھ لو اور اپنے گھر کے لوگوں کو بٹھا لو مگر ان کو نہیں جن کے غرق ہونے کا حکم پہلے ہی ہو چکا ہے اور جن لوگوں نے میرے حکم سے رکشی کی ہے ان کے متعلق مجھ سے کچھ نہ کہو وہ تو ڈوب کر ہی رہیں گے پس جب تم اور تمہارے ساتھی کشتی میں درست ہو بیٹھو تو کہو حمد کا سزاوار وہی اللہ ہے جس نے ہمیں ظالم قوم سے نجات دی اور یہ بھی کہو کہ لے میرے پروردگار تو مجھے (کشتی سے) مبارک جگہ میں اتارنا اور تو تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے۔ اس میں ہماری قدرت کی بے شک نشانیاں ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ہم کو تو بس ان کا امتحان لینا منظور تھا۔ پھر ہم نے ان کے بعد ایک اور قوم (ثمود) کو پیدا کیا۔

قوموں میں جو لوگ مالدار اور ذی اقتدار ہوتے ہیں وہ انبیاء علیہم السلام کی تکذیب میں سب آگے ہوتے ہیں۔ انہیں خوف ہوتا ہے کہ نبی کے اثرات اگر قوم میں بڑھ جائیں گے تو قوم پر ان کی حکومت قائم ہو جائے گی اور ہم رہ جائیں گے۔ ہر زمانہ میں انبیاء کے ساتھ ہی ہوتا رہا۔ ان کی بھج میں یہ بات نہیں آتی تھی کہ کسی کی ذاتی غرض کے ایک شخص اپنے کو طرح طرح کی تکلیفوں میں کیوں ڈال رہا ہے۔ چنانچہ قوم نوح کے ساتھ بھی یہی ہوتا رہا۔ ہر چند سمجھاتے رہے مگر وہ ان کو دیر پا ہی کہتے رہے اور ان کے اثر کے اٹھانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ جب رکشی حد سے بڑھ گئی تو حضرت نوح نے ان کے لیے غذاب کی نو آہش کی۔ تب حکم خدا ہوا کہ تم ایک کشتی ہمارے حکم کے مطابق بناؤ۔

چنانچہ جبریل امین جیسے جیسے بتاتے گئے حضرت نوح کشتی کو ایسا ہی بناتے رہے جب کشتی تیار ہو گئی تو حکم خدا ہوا کہ ہر جانور کا ایک ایک جوڑا اس میں رکھ لو اور سولے اپنی کافروں کی کے سب کو بٹھا لو۔ اور کسی کشتی نافرمان کی سفارش ہم سے نہ کرنا۔ الغرض جب یہ سب کچھ ہو چکا تو غذاب کا آغاز ہوا سب سے پہلے ایک تنور سے بے پناہ پانی اُبلنا شروع ہوا۔ پھر آسمان سے موسلا دھار بارش ہوئی اور زمین سے جا بجا جیسے جھوٹ نکلے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سب ظالم ڈوب کر رہ گئے۔ قوم نوح کے بعد قوم ثمود زمین پر رہی۔

فَأَرْسَلْنَا فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ
أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الْمَلَأُ مِنَ قَوْمِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا
بِلِقَاءِ الْآخِرَةِ وَأَتْرَفْنَاهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ

مِثْلَكُمْ لَا يَأْكُلُ مِمَّا تَأْكُلُونَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُونَ ﴿۳۳﴾ وَلَئِن
أَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ إِنَّكُمْ إِذَا الْخُسْرُونَ ﴿۳۴﴾

پھر ہم نے قوم ثمود میں ایک رسول (صالح) کو انہی میں سے بھیجا انہوں نے (قوم سے) کہا، اللہ کی عبادت کرو۔ اللہ کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں کیا تم اس سے ڈرتے نہیں۔ ان کی قوم کے سرداروں نے ان کی بات ماننے سے انکار کیا اور قیامت میں خدا کی ملاقات کو جھٹلایا اور دنیا کی زندگی میں ہم نے انہیں دولت بھی مے رکھی تھی۔ وہ آپس میں کہنے لگے یہ تو ہم ہی جیسا آدمی ہے جو چیزیں تم کھاتے ہو یہ بھی کھاتا ہے اور جو تم پہنچتے ہو یہ بھی پہنچتا ہے اگر تم نے اپنے ہی جیسے آدمی کی اطاعت کر لی تو تم گم گائے میں رہو گے۔

قوم نوح جو با قوم عاد و ثمود یا قوم شعیب اعمیاء کے متعلق سب کی ذہنیت ایک ہی تھی یعنی وہ اپنے جیسا آدمی نبی یا رسول نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔ ان کے اندر اتنی اہمیت ہی نہ تھی کہ نبی کے ہاتھنی حالات کو سمجھ سکتے وہ ظاہری صورت کے دیکھنے والے تھے۔

أَيَّدِكُمْ أَنْكُمْ إِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَعِظَامًا إِنَّكُمْ تُخْرَجُونَ ﴿۳۵﴾
هِيَ هَاتِ هَيْهَاتَ لِمَا تُوعَدُونَ ﴿۳۶﴾ إِنَّ هِيَ الْأَحْيَاتُ الدُّنْيَا
نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ ﴿۳۷﴾ إِنَّ هُوَ إِلَّا رَجُلٌ افْتَرَىٰ
عَلَى اللَّهِ كَذِبًا وَمَا نَحْنُ لَهُ بِمُؤْمِنِينَ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ انصُرْنِي
بِمَا كَذَّبْتَنِي ﴿۳۹﴾ قَالَ عَمَّا قَلِيلٍ لَيُصْبِحُنَّ نَادِمِينَ ﴿۴۰﴾ فَاخْذُثْمُ
الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنَاهُمْ عُثَاءً ۖ فَبَعَدَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿۴۱﴾

کیا یہ تم کو برا اطلاع دینا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے اور تم مٹی اور ہڈی بن کر رہ جاؤ گے تو پھر قبروں سے نکالے جاؤ گے۔ بالکل عقل سے بعید ہے۔ جو وعدہ تم سے کیا جا رہا ہے اس دنیا کی زندگی کے سوا اور کوئی زندگی ہی نہیں کہ مرتے بھی ہیں اور جیتتے بھی ہیں تم تو پھر دوبارہ اٹھائے نہیں جائیں گے۔ یہ (صالح) وہ شخص ہے جس نے خدا پر جھوٹا موٹ بہتان باندھا ہے۔ صالح نے دعا کی، میرے پالنے والے چونکہ انہوں نے مجھے جھٹلایا ہے لہذا میری مدد کرنے خدا نے فرمایا غفر رب ہی یہ لوگ پشیمان ہو جائیں گے پس یقیناً ان کو ایک جنگ گھاسٹرنے لے ڈالا اور ان کو کوٹے کرکٹ کا ڈھیر بنا دیا پس ان ظالموں پر خدا کی لعنت ہے۔

قیامت کا مسئلہ کسی طرح لوگوں کی سمجھ میں نہ آتا تھا۔ انہیں یہ بھی کہ جب مرنے کے بعد مٹی ہو گئے تو پھر دوبارہ زندہ ہونا کیسا۔ اسی دنیا میں جینا اور مرنے دونوں ہیں اس کے بعد پھر کچھ نہیں۔ خدا کی طرف سے ایسی بے عقلی کی باتیں نہیں ہو سکتیں۔ یہ جو صالح نے کہا ہے خود اس کا من گھڑت فسانہ ہے۔ انبیاء کی مخالفت و باقوں میں کی جاتی تھی۔ ایک یہ کہ اتنی بڑی دنیا کا مبرا ایک نہیں ہو سکتا اس کے ساتھ کچھ شریک ہونے چاہئیں دوسرے مسئلہ قیامت۔ انبیاء ان ہی دونوں مسئلوں کو سمجھانے میں اپنی ساری قوت صرف کرتے رہے۔

ثُمَّ أَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قُرُونًا آخَرِينَ ﴿۲۲﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا
وَمَا يَسْتَأْخِرُونَ ﴿۲۳﴾ ثُمَّ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَاءَ كُلَّمَا جَاءَ أُمَّةٌ
رَسُولًا كَذَّبُوهُ فَاتَّبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ فَبَعَدًا
لِقَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۲۴﴾ ثُمَّ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ وَأَخَاهُ هَارُونَ بِآيَاتِنَا
وَإِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا
عَالِينَ ﴿۲۵﴾ فَقَالُوا أَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عِبُدُونَ ﴿۲۶﴾

فَكَذَّبُوهُمَا فَكَانُوا مِنَ الْمُهْلَكِينَ ﴿۲۸﴾

پھر ہم نے ان کے بعد اور قوموں کو پیدا کیا کوئی امت اپنے وقت میں سے نہ آگے بڑھ سکتی ہے نہ پیچھے ہٹ سکتی ہے۔ پھر ہم نے پلے درپلے اپنے رسولوں کو بھیجا۔ جب اس کا رسول کسی امت کے پاس آیا تو انہوں نے اُسے جھٹلایا تو ہم نے بھی ایک کے بعد دوسری امت کو ہلاک کر ڈالا۔ اور ان کو ایک افسانہ بنا دیا۔ خدا کی لعنت ہے اس قوم پر جو ایمان نہیں لاتی۔ پھر ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون کو بھیجا اپنی نشانیاں اور روشن دلائل سے کہ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف، انہوں نے تکبر سے کام لیا اور وہ لوگ تھے بھی بڑے سرکش۔ انہوں نے کہا کیا ہم ایسے دو آدمیوں پر ایمان لے آئیں جو ہم ہی جیسے ہیں اور جن دونوں کی قوم ہماری خدمت کرتی رہتی ہے پس انہوں نے دونوں کو جھٹلایا دیا اور وہ سب ہلاک کر ڈالے گئے۔

حضرت موسیٰ و ہارون کو خدا نے اپنی آیات اور روشن دلائل سے کر بھیجا۔ آیات سے مراد وہ نشانیاں ہیں جو حضرت موسیٰ سے مصر میں ظاہر ہوئیں یعنی ان کی دعاؤں سے طرح طرح کے عذاب آتے رہے اور روشن دلائل سے مراد عصا اور یدر بیضا کا معجزہ ہے۔

فرعون اور اس کی قوم کی وجہ سے تین عذاب ہوئی۔ پہلی بات یہ کہ وہ اپنے کو رب اٹھا کر خدا کا شریک بن گیا تھا اور اس کی قوم اُسے ایسا ہی مان رہی تھی۔ دوسرے مال و دولت کی کثرت سے ان میں تکبر پیدا ہو گیا تھا۔ وہ بنی اسرائیل کو اپنا غلام سمجھتے تھے۔ تیسرے صدر رجب سرکش۔ اپنے سامنے کسی کی بات چلنے ہی نہ دیتے تھے۔ آخر ان سب باتوں کا نتیجہ جھگٹ لیا۔

ایک سوال یہ ہے کہ جب فرعون کو دریائے نیل میں غرق کر دیا گیا تو اُس نے اپنی سرکشی کی سزا جھگٹ لی۔ اب آخرت میں اُسے کوئی سزا ملنی چاہیے۔ لیکن قرآن میں تو اس کی سزائے آخرت کا بھی ذکر ہے۔ پھر یہ دوسرا نہیں کسی؟ جواب یہ ہے کہ دریائے نیل میں اس کا غرق ہو کر ہلاک ہونا اس کی سزا تھی کہ وہ اپنے کو خدا کا شریک بنا تھا۔ اس کی سزا تو اسے آخرت میں ملے گی۔ نیز تو خدا کے رسول کے ساتھ سرکشی کرنے اور ان کی نافرمانی کرنے کی تھی۔ جیسا کہ سورہ مزمل میں فرمایا ہے فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ فَأَخَذْنَاهُ أَخَذًا وَبَسًا ﴿۲۶﴾ (فرعون نے رسول کی نافرمانی کی پس ہم نے اُسے سختی سے دھر پکڑا۔)

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ الْكِتَابَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ﴿۲۹﴾ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ

وَأُمَّةٍ آيَةٌ وَأُوتِيَهُمَهَا إِلَى رُبُوعَةِ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ ۝۵۰ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ
كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ۝۵۱

ہم نے موبی کو کتاب دی (توریت) تاکہ یہ لوگ ہدایت یافتہ بنیں اور ہم نے عیسیٰ اور ان کی ماں کو اپنی نشانی بنایا اور ہم نے دونوں کو ایک اونچی ہوا چھتر والی زمین پر ٹھہرنے کی جگہ دی۔ (اور میرا عام حکم تھا کہ) میرے پیغمبر و پاک چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ جو عمل تم کرتے ہو میں اس کو خوب جانتا ہوں۔

خدا نے ہا سجا حضرت عیسیٰ کو ابن مریم کہا ہے۔ اگر یہودیوں کی تہمت کی بنا پر وہ یوسف مبارک کے بیٹے ہونے تو ابن یوسف کہا جاتا۔ ہر بیٹا اپنے باپ کی طرف منسوب ہوتا ہے نہ کہ ماں کی طرف۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کا کوئی باپ نہ تھا۔ دوسرے عیسیٰ اور مریم دونوں کو بلا کر خدا نے اپنی نشانی فرمایا۔ اگر مریم کسی مرد سے حاملہ ہوئیں اور سچے جنمیں تو پھر خدا کی نشانی کیسے بنتیں۔

موبی کی طرح جنجیوں نے حضرت عیسیٰ کی پیدائش کے متعلق بھی پیش گوئی کی تھی کہ نبی اسرائیل کا بادشاہ پیدا ہوئے والا ہے۔ اس زمانہ میں ہیرودیس بادشاہ تھا۔ اس کو اپنی بادشاہت کے زوال کا خطرہ پیدا ہوا اور اس نے حضرت عیسیٰ کو ہلاک کرنے کا منصوبہ بنا دیا۔ حضرت مریم کو پہلے سے اس کی اطلاع ہو گئی وہ ہیرودیس کے خوف سے حضرت عیسیٰ اور اپنے چچا زاد بھائی یوسف بن شابل کے ساتھ مکہ شام کو چلی گئیں اور بارہ برس ہاں مقیم رہیں۔ یہ مقام ایک بلند جگہ تھی۔ سرسبز و شاداب اور ایک چھتر بھی بہتا تھا۔ جب ہیرودیس مر گیا تو پھر واپس آئیں اس تمام مدت میں حضرت مریم سوت کا تہ کر اپنی روزی حاصل کرتی تھیں اور یہی ماں بیٹے کا ذریعہ بسر و وقت تھا۔ **يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ** کا مطلب نہیں کہ تمام رسول ایک جگہ جمع تھے اور حیثیت بھری ان سے یہ خطاب کیا جا رہا ہے بلکہ جس زمانہ میں جگہ کوئی رسول آیا تھا ان سب کے لیے قدرت کا ایک ہی حکم تھا۔ کہ پاک رزق کھاؤ اور اعمال صالحہ بجالاتے رہو۔ راہبوں کی طرح زہو اور رزق حلال کے کھانے سے سگریز نہ کرو۔ آنحضرت اور آپ سے پہلے جو رسول گزے ان سب کے لیے ایک ہی حکم تھا۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ آیت و بھی رسول آتے رہیں گے عقل کی کمزوری ہے۔

وَأَنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ ۝۵۱ فَتَقَطَّوْا
أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ۝۵۲ فَذَرَهُمْ

فِي غَمَرَتِهِمْ حَتَّىٰ حِينٍ ۝۵۳ أَيْحَسِبُونَ أَنَّمَا نُمِدُّهُم بِهِ مِنْ
مَّالٍ وَبَيْنَ ۝۵۵ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرَاتِ بَلْ لَا يَشْعُرُونَ ۝۵۶

(لوگو) یہ (دین اسلام) تم سب کا مذہب اور ایک ہی مذہب ہے اور میں تمہارا رب ہوں پس مجھ سے ڈرتے رہو۔ پھر لوگوں نے اس میں اختلاف کر کے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا ہر گروہ جو اس کے پاس ہے اس میں خوش ہے (اسے رسول) تم ان کو تاریکی کی حالت میں پڑا ہوا (وقت خاص تک) چھوڑ دو کیا ان کا خیال یہ ہے کہ ہم جو ان کو مال و اولاد میں ترقی دے رہے ہیں گویا ہم ان کے ساتھ جھگڑائیاں کرنے میں جلدی کر رہے ہیں (ایسا نہیں) بلکہ یہ لوگ سمجھتے نہیں۔

خدا نے جتنے ائمہ بھیجے خواہ وہ کسی خطہ میں آئے ہوں یا کسی قوم میں آئے ہوں ان سب کا رسول ایک ہی تھا۔ گروہ گروہ سب ایک ہی گروہ تھا۔ سب دین اسلام کی تعلیم کے لیے آئے تھے لیکن امتوں نے اپنے باہمی اختلاف کی بنا پر دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اور ہر گروہ اپنے اپنے مذہب پر خوش رہنے لگا۔ خدا اپنے رسول سے فرماتا ہے ان کو اسی غفلت کی حالت میں چھوڑ دو۔ ان کا یہ گمان غلط ہے کہ ہم انہیں مال و دولت بڑھانے میں مدد سے رہے ہیں اور اس میں جلدی کر رہے ہیں کہ انہیں سب کچھ مل جائے یہ احمق اپنے انجام سے بے خبر ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ هُمْ مِنْ خَشِيَةِ رَبِّهِمْ مَشْفِقُونَ ۝۵۷ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِ
رَبِّهِمْ يَوْمِنُونَ ۝۵۸ وَالَّذِينَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُونَ ۝۵۹ وَالَّذِينَ
يُوْتُونَ مَا آتَوْا وَقُلُوبُهُمْ وَجَلَةٌ أَنَّهُمْ إِلَىٰ رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ ۝۶۰
أُولَٰئِكَ يُسْرِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا شَاقُونَ ۝۶۱ وَلَا نُكَلِّفُ
نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا وَلَدِينَا كِتَابٌ يَنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظَاهِرُونَ ۝۶۲

لوگوں نے انہیں گروہ گروہ کر ڈالا

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں خدا کی نشانی بیان ہیں

بَلْ قَلُوبُهُمْ فِي غَمْرَةٍ مِّنْ هَذَا وَكَأَنَّهُمْ أَعْمَالٌ مِّنْ دُونِ ذَلِكَ هُمْ لَهَا عَمَلُونَ ﴿۱۳﴾ حَتَّىٰ إِذَا أَخَذْنَا مُتْرَفِيهِمْ بِالْعَذَابِ إِذَا هُمْ يَجْعَرُونَ ﴿۱۴﴾

بے شک جو لوگ اپنے رب کے خوف سے ڈرتے رہتے ہیں اور جو لوگ اپنے رب کی نشانیوں پر ایمان رکھتے ہیں اور جو لوگ کسی کو اپنے پروردگار کا شریک نہیں بناتے اور جو لوگ خدا کی راہ میں جو کچھ بن پڑتا ہے جیتے ہیں ان کے دل اس خیال سے کانپتے ہیں کہ ان کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے یہ لوگ نیکیاں حاصل کرنے میں جلدی کرتے ہیں اور ان کی طرف پکنتے ہیں ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتے اور ہمارے پاس جو کتاب ہے وہ ٹھیک ٹھیک حال بتاتی ہے۔ ان پر کسی طرح کا ظلم نہیں کیا جائے گا لیکن ان کے دل اس طرف سے غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اس کے علاوہ اور کئی بہت سے اعمال ہیں جنہیں یہ برابر کیا کرتے ہیں (اور باز نہیں آتے) یہاں تک کہ جب ہم ان کے مالداروں کو عذاب میں گرفتار کریں گے تو اس وقت یہ لوگ واویلا کرنے لگیں گے۔

مؤمن جو اعمال صالحہ بجالاتا ہے وہ اس خوف میں رہتا ہے کہ خدا کی بارگاہ میں قبول ہوں گے یا نہیں؟ وہ عمل نیک کر کے انزاتے نہیں اپنی فوقیت دوسروں پر جتانے نہیں۔ اپنے خدا کی نشانیوں پر صدق دل سے ایمان لاتے ہیں اور کسی چیز کو خدا کا شریک نہیں بناتے اور لوہا میں جو جیتے ہیں وہ کسی پر ظاہر نہیں کرتے۔ ہر وقت ان کے دلوں کو یہ خوف لرزائے رہتا ہے کہ ایک دن لوٹ کر خدا کے یہاں جانا ہے معلوم وہاں کیا صورت پیش آئے۔ خدا کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ اس لیے اس نے جو احکام نازل فرمائے ہیں وہ سب ایسے ہیں کہ انسان ان کو بجالا سکتا ہے۔ پھر بھی بیماری وغیرہ کی حالت میں ان کے اندر مہولت پیدا کر دی ہے۔ یہی دین اسلام کی سچائی کی دلیل ہے جن مذاہب میں ایسے احکام ہیں جو فطرت انسانی کو نواز دیتے ہیں وہ خدائی احکام نہیں کہے جاسکتے۔ مثلاً کالوں کے اندر جلالا گھیر لینا، یا لوسے کی مسالوں پر بیٹھ جانا، یا بجائے رزق الہی ریت چھانکنا، یا سوم اتصال رکھنا وغیرہ۔ لَدَيْنَا كِتَابٌ مِّنْ دُونِ هَذَا يَتْلُوهُ هُمْ فِي سَاعَاتِهِمْ لِيَذَّبَ عَنْ هُمْ ذُنُوبَهُمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ﴿۱۵﴾

درج ہے کسی پر روز قیامت کوئی ظلم نہ ہوگا بلکہ اس کے اعمال کے مطابق جزا و سزا دی جائے گی۔ افسوس کہے لوگ ان باتوں پر غور نہیں کرتے اور غفلت کی ناریکیوں میں چپٹے ہوئے زندگی گزار رہے ہیں یہ بچ کر کہاں جائیں گے کسی قوم کے مالدار سے زیادہ کرشم ہوتے ہیں۔ جب ان پر عذاب آئے گا تو بلبلہ اٹھیں گے اور بیخ پکار پھریں گے مگر پھر اس سے کوئی فائدہ ان کو حاصل نہ ہوگا۔

لَا تَجْرُوا بِالْيَوْمِ قَاتِكُمْ مِّنَّا لَا تَنْصُرُونَ ﴿۱۵﴾ قَدْ كَانَتْ آيَاتِي تُتْلَا عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلَىٰ آعْقَابِكُمْ تَنْكُصُونَ ﴿۱۶﴾ مُسْتَكْبِرِينَ فَتُجِيبُهُمْ بِأَسْمَاءِهِمْ إِذْ يَسْتَأْذِنُونَ ﴿۱۷﴾ أَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ أَمْ جَاءَهُمْ مَّا لَمْ يَأْتِ آبَاءَهُمُ الْأَوَّلِينَ ﴿۱۸﴾ أَمْ لَمْ يَعْرِفُوا رَسُولَهُمْ فَهُمْ لَهُ مَنكُورُونَ ﴿۱۹﴾

ان سے کہا جائے گا اب واویلا مت کرو تم کو ہماری طرف سے مدد نہیں مل سکتی۔ جب تم پر ہماری آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو اس وقت اکڑتے ہوئے قصہ کہانی بتاتے اور یہودہ باتیں کرتے اٹے پاؤں پھیر جاتے تھے تو کیا ان لوگوں نے ہماری آیات پر غور نہیں کیا یا ان کے پاس کوئی ایسی نئی چیز آئی جو ان کے اگلے باپ دادا کے پاس نہیں آئی تھی یا ان لوگوں نے اپنے رسول ہی کو نہیں پہچانا اس وجہ سے انکار کر بیٹھے۔

جب جہنمی لوگ ہائے واویلا مچائیں گے تو ان سے کہا جائے گا یہ چیخ پکار اب فضول ہے تمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔ جب ہماری آیتیں تمہارے سامنے پڑھی جاتی تھیں تو اس وقت کیسے اکڑا کرتے تھے۔ کبھی کہتے تھے یہ قصہ کہانیاں ہیں کبھی کہتے تھے یہ لوگ اس ہے۔ انہیں سن کر کیسا مزہ موڑ کر اور پیٹو پیچیر کر بھاگا کرتے تھے۔ کہتے تھے صاحب ہمارے تو ایسی باتیں کہتی ہیں اپنے بزرگوں سے سنی ہی نہیں۔ کیا تو رسول کو نہیں پہچانتے تھے۔ حضور پر پہچانتے تھے پھر انکار کیا اور جتنی اب بناؤ تمہاری وہ اکڑاؤں کہاں گئی۔

أَمْ يَقُولُونَ بِهِ جِنَّةٌ بَلْ جَاءَهُمُ بِالْحَقِّ وَكَأَنَّهُمْ لِلْحَقِّ كِرْهُونَ ﴿۲۰﴾

وَلَوْ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ ۗ
 بَلْ أَنْتَ لَهُمْ بَدِكْرُهُمْ فَمَا عَنْ ذِكْرِهِمْ مَعْرِضُونَ ﴿۴۱﴾ أَمْ تَسْأَلُهُمْ خُرْجًا
 فخرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۗ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴿۴۲﴾ وَإِنَّكَ لَتَدْعُوهُمْ إِلَى
 صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۴۳﴾ وَإِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ
 لَنَكِبُونَ ﴿۴۴﴾ وَلَوْ رَحِمْنَاهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِنْ ضُرٍّ لَلَجُوعِ فِي
 طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿۴۵﴾

یاد رکھتے ہیں کہ اسے جنون ہو گیا ہے (ہرگز اسے جنون نہیں) بلکہ وہ تو ان کے پاس حق بات لے کر آیا ہے اور ان کے اکثر لوگ حق بات سے نفرت رکھتے ہیں اور اگر کہیں حق ان کی نفسانی خواہشوں کی پیروی کرتا تو آسمان وزمین میں جو لوگ ہیں سب برباد ہو جاتے بلکہ ہم تو ان کے ذکر (جبریل کے واسطے سے) لے کر آئے ہیں تو یہ لوگ اپنے ہی تذکروں سے منہ موڑتے ہیں (اے رسول) کیا تم ان سے اپنی رسالت کی کچھ اجرت مانگتے ہو تو تمہارے پروردگار کی اجرت ان سے کہیں بہتر ہے اور وہ تو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے تم تو انہیں سیدھے راستہ کی طرف بلاتے ہو۔ بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ سیدھی راہ سے ہٹے ہوئے ہیں اگر ہم ان پر تڑپس کھائیں اور جو تکلیفیں ان کو (کفر کی وجہ سے) پہنچ رہی ہیں ان کو رفع کر دیں تو یقیناً یہ لوگ اور بھی اپنی سرکشی پر اڑ جائیں اور جھٹکتے پھریں۔

بیان یہ کیا جا رہا ہے کہ اگر امر حق لوگوں کی خواہشوں کی پیروی کرنے لگے تو زمین و آسمان کی یہ تمام مخلوق تباہ و برباد ہو جائے۔ کون نہیں جانتا کہ لوگوں کی خواہشیں کس قدر مختلف ہوتی ہیں بلکہ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اتنی خواہشیں۔ امر حق تو ایک ہی ہوتا ہے وہ کس کس کی خواہش کو پورا کرے۔ اگر خدا ان کی خواہشوں کی

تسلیت باطنی اور اخلاقی کا بیڑہ نہیں۔

پابند ہو جائے تو دنیا کا کوئی کام انجام ہی نہیں پاسکتا۔ مثلاً ایک کچھ میزہ برسے دوسرا کچھ برسے تیسرا کچھ تھوڑا برسے جو تمنا کچھ بہت زیادہ برسے یا مثلاً ایک کچھ نماز دو رکعت ہوتی چاہیے اس سے زیادہ نہیں اور صرف قیام ہی ہو دو رکعت صرف رکوع ہو تیسرا کچھ نہیں صرف سجدہ ہی ہو چوتھا کچھ بیٹھ کر یا اور خدا کی جائے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ نماز ہی ہوگی۔ اگر قانون شرعی خواہشوں کو محدود اور آزادی کو مقید نہ کرے تو ایک ہی دن میں سب کچھ کٹ سری اور جھگڑا ہی ختم ہو جائے۔ اس لیے قدرت کا جو قانون ہے وہ اہل ہے لوگوں کی خواہش سے اولنا بدلتا نہیں۔

فرمانا ہے جو کچھ ہم فرماتے ہیں ان کے سامنے پیش کر رہے ہیں وہ انہی کے حالات ہیں ان ہی کے اعمال کا ذکر ہے انہی کے باپ دادا کی کہانیاں ہیں کسی اور مخلوقات کے حالات نہیں۔ ان ہی کی فطرت کے تقنیات سے بحث ہے۔ انہی کے اخلاق و عادات کا تذکرہ ہے پھر وہ اسے سنتے کیوں نہیں۔ اس کے سننے سے منہ کیوں موڑتے ہیں۔ ہم تو ابھی بُری دونوں باتیں ان کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ ہر ایک کے نتیجہ سے باخبر کر دیتے ہیں پھر یہ اڑ جھگڑا اور نفرت کیسی؟

اے رسول! تم جو کچھ انہیں بتا رہے ہو یہ کسی لالچ سے تو نہیں بتا رہے۔ مال و دولت کی حرص سے تو نہیں کہہ رہے۔ یہ سب بیع تمہاری فی سبیل اللہ ہے۔ یہ لوگ بیچارے تمہیں کیا دیں گے تمہارا تو سب سے بہتر رزق دینے والا رب ہے۔ تم تو ان کو صراطِ مستقیم کی طرف بلا کر ان پر اسماں کر رہے ہو۔ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کی حالت بھی عجیب ہے اگر ہم ان کی کوئی نصیحت دُور کریں تو بجائے ہمارا شکرا ادا کرنے کے اپنی سرکشی کو اور زیادہ بڑھا دیتے ہیں۔ ان کو جھٹکتے پھرنا ہی پسند ہے۔

وَلَقَدْ أَخَذْنَاهُم بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكْفَرُوا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُونَ ﴿۴۱﴾
 حَتَّىٰ إِذَا فُتِحْنَا عَلَيْهِمْ بَابُ آذَانٍ شَدِيدٍ إِذْ هُمْ فِيهِ مُبْسَلُونَ ﴿۴۲﴾
 وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَكُمْ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۗ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ﴿۴۳﴾ وَهُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿۴۴﴾
 وَهُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۗ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۴۵﴾ بَلْ قَالُوا مِثْلَ مَا قَالَ الْأَوَّلُونَ ﴿۴۶﴾ قَالُوا أَءِذَا

تسلیت

إِذِ امْتَنَّا وَكُنَّا ثَرَابًا وَعِظًا مَاءً إِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ﴿۸۶﴾

جب ہم نے ان کو تکلیف میں مبتلا کیا تب بھی یہ لوگ نہ اپنے رب کے سامنے جھکے اور نہ گڑگڑائے۔ یہاں تک کہ جب سخت عذاب کا دروازہ ان پر کھول دیا گیا تب یہ بے آس ہو کر بیٹھ رہے۔ اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لیے کان، آنکھ اور دل کو پیدا کیا۔ تم ہو ہی بہت کم شکر کرنے والے اللہ وہی تو ہے جس نے زمین پر ہر طرف تمہیں پھیلا دیا اور اسی کے سامنے تم سب جمع کیے جاؤ گے اور وہ وہی ہے جو زندہ کرنا ہے اور مارتا ہے اور رات دن کالٹ پھیر اسی کے اختیار میں ہے تو کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے بلکہ یہ تو وہی کہنے لگے جو ان سے پہلے کہا کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈی بن جائیں گے تو کیا ہم پھر (قبروں سے) اٹھائے جائیں گے۔

جس خاک کی بیان ہے وہ اہل مکہ پر ہجرت سے پہلے آیا تھا۔ یہ ایسا سخت عذاب تھا کہ داند داند کو ترس گئے تھے لیکن کس پر بھی ایسے کفر کا فرقہ نہ جھکے نہ گڑگڑائے۔ مایوسی ان پر چھائی ہوئی تھی مگر شکر سے باز آتے تھے۔ یہ بات ان کی کجیوں نہ آئی تھی جس خدا نے ان کو آنکھ کان اور دل دیا ہے۔ آخر کس کام کے لیے دیا ہے۔ کیا یہ چیزیں ان کو حیوانوں کی طرح دی گئی ہیں یا اس لیے کہ ہدایت کو نہیں آثار قدرت کو دکھیں اور اس پر غور کریں کہ مرنے کے بعد جب خدا کے سامنے جانا ہو گا تو وہاں کیا بنے گا اور اس کفر و شکر کی کیا سزا ملے گی۔ جو خدا پیدا کرتا اور مارتا ہے اور جس کے حکم سے رات دن آتے جاتے ہیں اس کی قدرت و حکمت کا یہ اقرار کیوں نہیں کرتے۔ آنکھوں سے سب کچھ دیکھتے ہیں مگر سمجھتے کچھ نہیں بلکہ اپنے سے پہلوں کی طرح وہی احمقانہ رٹ لگاتے ہوئے ہیں کہ مرنے کے بعد جب خاک میں مل جائیں گے تو پھر دوسری زندگی کیسی خدائے بہت ہی مثالیں دے کر سمجھایا ہے مگر کان لگا کر نہ سنتے ہیں نہ اس کی قدرت کے کرشمے آنکھوں سے دیکھتے ہیں نہ کچھ سوچتے سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں تو یہ احمقانہ بات۔

لَقَدْ وَعَدْنَا نَحْنُ وَآبَاؤُنَا هَذَا مِنْ قَبْلُ إِنْ هَذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿۸۷﴾ قُلْ لِمَنِ الْأَرْضُ وَمَنْ فِيهَا إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۸۸﴾

سَيَقُولُونَ لِلَّهِ ۗ قُلْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿۸۶﴾ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ ۗ قُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿۸۷﴾ قُلْ مَنْ بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۸۸﴾

ایسے وعدے تو ہم سے اور ہمارے باپ دادا سے (بارہا) پہلے بھی کیے جا چکے ہیں۔ یہ تو سب پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں (ڈھکوسلے ہیں) اے رسول تم ان سے کہو اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ یہ زمین اور جو کچھ اس میں ہے کس کا ہے تو وہ بہت جلد بول اٹھیں گے، اللہ کا۔ تو تم ان سے کہو تو کیا تم اب بھی غور نہ کرو گے۔ ان سے پوچھو ان سات آسمانوں اور اس عرش عظیم کا مالک کون ہے تو جلد ہی سے کہہ دیں گے، اللہ۔ تم کہو تو کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے۔ ان سے کہو اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ کہ ہر چیز پر کس کو اقتدار حاصل ہے اور وہ کون ہے جو پناہ دینے والا ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں کوئی پناہ دے نہیں سکتا۔

مشرکین جب قرآن سنتے تھے تو کہتے تھے کہ ایسے جھوٹے وعدے تو ہم سے اور ہمارے باپ دادا سے بہت ہو چکے کہ یہ ہو گا اور وہ ہو گا لیکن ہوتا ہوا کچھ بھی نہیں۔ یہ قرآن ہے کیا پہلے لوگوں کے قصے ہی قصے بھرے پڑے ہیں۔ اے رسول تم ان سے پوچھو کہ اگر تم ان باتوں کو نہیں مانتے تو بتاؤ اس دُنیا و ما فیہا کا مالک کون ہے جو خدا کے سن کر نہیں بگڑا اس کا شریک دوسروں کو مانتے ہیں اللہ انہیں یہ پناہ ہی پڑے گا کہ یہ سب کارخانہ خدا ہی کا ہے۔ پھر ان سے یہ بھی پوچھو کہ یہ سات آسمان اور عرش عظیم کس کے بنائے ہوئے ہیں اور ان کا مالک کون ہے۔ وہ بھی کہیں گے، اللہ۔ پھر پوچھو ان سب پر کس کی حکومت ہے اور پسند دینے والا کون ہے۔

سَيَقُولُونَ لِلَّهِ ۗ قُلْ فَأَنَّى تُسْحَرُونَ ﴿۸۹﴾ بَلْ آتَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَإِنَّهُمْ

لَكَذِبُونَ ﴿۹۰﴾ مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ وَلَدٍ وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ إِلَهٍ إِذْ أَذْهَبَ كُلَّ إِلَهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَّ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُصِفُونَ ﴿۹۱﴾ عِلْمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعَلَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۹۲﴾ قُلْ رَبِّ إِنَّمَا تُرِييَ مَا يُوْعَدُونَ ﴿۹۳﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِي فِي الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿۹۴﴾ وَإِنَّا عَلَىٰ أَنْ نُرِيكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقَدِيرُونَ ﴿۹۵﴾ ادْفَعْ بِاللَّيْهِ هِيَ أَحْسَنُ السَّبِيَّةَ ۖ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَصِفُونَ ﴿۹۶﴾

تو وہ یہی جواب دیں گے، اللہ تم ان سے کہو پھر دھوکا کس بات میں ہے۔ جو بات سچی ہے ہم نے ان تک پہنچا دی۔ وہ لوگ یقیناً جھوٹے ہیں نہ تو خدا نے کسی کو اپنا بیٹا بنا یا نہ کوئی اس کے ساتھ دوسرا خدا ہے (اگر ایسا ہوتا تو) ہر خدا اپنی اپنی مخلوق کو ایسے پھرتا اور یقیناً ایک دوسرے پر چڑھائی کرتا۔ جو باتیں یہ لوگ خدا کی نسبت بیان کرتے ہیں خدا اس سے پاک ہے۔ وہ غیب و حاضر سب کا جاننے والا ہے۔ غرض وہ ان کے شرک سے بالاتر ہے۔ اے رسول تم دعا کرو کہ اے میرے پروردگار، جس عذاب کی ان کو دھمکی دی جا رہی ہے اگر میری موجودگی میں ٹولے تو اے میرے رب مجھے ان ظالموں میں شامل نہ کیجیو۔ ہم یقیناً اس پر فتور ہیں کہ جس عذاب کا ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں انہیں دکھادیں۔ تم بڑی بات کے جواب میں اس بات کو کہو جو نہایت اچھی ہو۔ ہماری نسبت جو یہ بیان کرتے ہیں ہم اس کو خوب جانتے ہیں۔

یعنی جب سب باتوں کا اقرار کرتے ہیں۔ خدا کو خالق۔ مالک۔ حاکم سب کچھ مانتے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ دوسروں کو خدا کا شریک قرار دیتے ہیں۔ خدا پر شرکوں نے یہ الزام لگایا تھا کہ بت خدا کی اولاد ہیں

یاس کے شریک کار۔ کس قدر احمقانہ بات ہے اس کا نہ تو کوئی بیٹا ہے نہ کوئی ساتھی۔ اگر کوئی اس کا شریک ہوتا تو اس کی بھی مخلوق ہوتی اور اس مخلوق کی فطرت، طبیعت، ساخت، رنگ، نظام حیات مختلف ہوتے۔ پتہ چل جاتا کہ کسی دوسرے کی مخلوق ہے مثلاً کسی چوہا یا بکری کے تین پیر ہوتے اس کا مذہبیت پر ہوتا۔ پزندگی چوچ ڈوم کے اوپر ہوتی پختہ لیکن جب ایسا نہیں تو پھر کیسے سمجھا جائے کہ خدا کے علاوہ کوئی اور خالق بھی ہے۔ اگر کوئی خدا ہوتے تو ضرور ان میں سے ایک دوسرے پر فریفت حاصل کرنا چاہتا اور اس صورت میں ان کے درمیان جھگڑا ہونا ضرور تھا۔ اور جھگڑے کی صورت میں کائنات کی تباہی لازم تھی۔ سابقہ آیات میں خدا نے اپنی صفات کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ یہ باتیں خدا کے سوا کسی میں نہیں پائی جاتیں۔ بت پرستوں کو ان باتوں کا اقرار ہے پھر بھی بتوں کو خدا کا شریک کار ماننا کتنی حماقت ہے جبکہ ان سے مذکورہ صفات میں سے کسی صفت کا اظہار بھی ممکن نہیں۔

خدا نے اپنے رسول کو ہدایت کی ہے کہ مخالفوں سے گفتگو کے وقت نرم الفاظ سے بات کریں ورنہ اس سے بجائے فائدہ نقصان پہنچے گا۔ لیکن اس کے یہ سنی نہیں کر ان کے بتوں کی مذمت نہ کرو کیونکہ آپ کی نبوت کا تو مقصد ہی یہ تھا۔ شرکین تو حضرت سے یہی چاہتے تھے کہ بتوں کی مذمت کرنا چھوڑ دیں۔ اس پر بڑے بڑے لالچ بھی دیئے، ڈرا یا دھمکیاں بھی۔ لیکن ان کا مقصد پورا نہ ہوا۔ پس معلوم ہوا بتوں کی برائی کرنا یا ان سے بیزاری ظاہر کرنا کافی نہیں جیسا کہ توام کہا کرتے ہیں۔

وَقُلْ رَبِّ اعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيْطَانِ ﴿۹۷﴾ وَاعُوذُ بِكَ رَبِّ أَنْ يَحْضُرُونِ ﴿۹۸﴾ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿۱۰۰﴾ فَإِذَا نْفَخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ ﴿۱۰۱﴾

اے رسول یہ دعا کرو کہ اے میرے رب میں شیطان کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں کہ شیطانیں میرے پاس آئیں (اور کفار تو مائیں گے نہیں) یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت آئی تو کہنے لگے پروردگار اس دنیا میں جسے میں چھوڑ رہا ہوں پھر

وایں کرے تاکہ میں اچھے اچھے کام کروں (جواب دیا جائے گا) ہرگز نہیں، یہ ایک لغو بات ہے جسے وہ بک رہا ہے (اس کے مرنے کے بعد عالم برزخ سے جہاں قبروں سے اٹھائے جانے کے دن تک رہنا ہو گا پھر جب صورت چھوڑنا جائے گا تو نہ لوگوں کی قرابت واریاں ہوں گی نہ ایک دوسرے کی بات پوچھے گا۔

عالم برزخ کیا ہے؟ مرنے کے بعد انسان فنا نہیں ہوتا بلکہ باقی رہتا ہے۔ انسان نام تین چیزوں کا ہے۔ بدن، نفس اور روح۔ نفس کا تعارف بدن پر ہوتا ہے اور روح کا نفس پر نفس انسانی ہو جیسا ہی بدن بنا ہے جیسا جسم ہادی ہے۔ لیکن وہ مٹی سے بنا ہوا نہیں ہوتا بلکہ برزخی مادہ سے بنایا جاتا ہے۔ اسے ہم چھو سکتے ہیں نہ ان مادی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں۔ بدن کے تمام افعال اسی کی زیر حکومت صادر ہوتے ہیں۔ قیامت میں ہر عمل کا جواب دو ہی ہو گا۔ جیسا کہ خدا فرماتا ہے **كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ** "الذی عدہ ۳۰" (ہر نفس نے جو کچھ کیا ہے وہ اس کا ذمہ دار ہو گا)۔ موت کا زمانہ بھی وہی چھینتا ہے، **كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ** ۳۱۔ مرتا نہیں ہے موت کا ذائقہ چھینتا ہے یعنی موت کی سنی کو چھینتا ہے۔ جب جسم انسانی سے اس کا تعارف ہوتا ہے اور بدن کی ایک ایک رگ سے اس کو کوا لایا جاتا ہے تو تکلیف اسی نفس کو ہوتی ہے۔ اسی کو ہم جان کہتے ہیں خواب میں یہ بدن سے ہلکے ہلکے اپنے کو علیحدہ کرتا جاتا ہے۔ جب زیادہ جسد الگ ہو جاتا ہے تو انسان سو جاتا ہے لیکن قطعاً علیحدہ نہیں ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ذرا اسی تکلیف بدن کو پہنچتی ہے تو وہ فوراً اپنے بدن میں آجاتا ہے جو صورتیں ہم خواب میں دیکھ کر تھے ہیں وہ اسی برزخی مادہ کی رہی ہوئی ہوتی ہیں۔ خواب میں چونکہ ہمارا نفس بھی جسم سے باہر ہوتا ہے لہذا وہ اپنی برزخی آنکھوں سے برزخی اجسام کو دیکھ لیتا ہے۔ اسے ایک مثال سے یوں سمجھیے ایک شخص خواب میں ایک باغ دیکھتا ہے۔ اس کا ایک دوست اس باغ کا مالک ہے وہ طرح طرح کے پھل اسے پیش کرتا ہے کھاتے کھاتے اس کا پیٹ بھر جاتا ہے ہونٹ چپکنے لگتے ہیں۔ انگلیوں پر بھی رگس کا اثر ہے اس کے پٹروں پر بھی رگس گر رہی ہے۔ آنکھ کھل جاتی ہے۔ جیسا بھوکا سو باغیا ویسا ہی اٹھتا ہے نہ ہونٹوں پر اثر برزخی انگلیوں پر نہ پٹروں پر کوئی دھبہ۔ یہ کون کھا رہا تھا۔ برزخی جسم اور یہ پھل کیسے تھے، برزخی۔ وہ دوست کون تھا برزخی انسان۔

جس طرح آدمی کیلئے تین قسم کے جسم ہیں اسی طرح تین عالم ہیں۔ ایک مادی دنیا جس سے جسم متعلق ہے۔ مرنے کے بعد وہ یہیں چھوٹ جاتا ہے۔ مٹی سے بنا ہوا مٹی میں مل گیا۔ دوسرا عالم برزخ ہے جہاں مرنے کے بعد نفس اور روح دونوں جاتے ہیں۔ قیامت تک یہ دونوں برزخ میں رہیں گے۔ برزخ میں شخص کی غذا وہ نیکیاں ہوں گی جو دنیا کے احباب اس کے لیے کرتے ہوں گے۔ یہاں بھی دوزخ اور جنت ہوں گے۔ جب تک سماں وزمین قائم ہیں بد اعمال دوزخ میں رہیں گے نیک اعمال بہشت میں۔ دوزخ کی سزا ان لوگوں کو ملے گی جن کے معاملات

خدا اور بندہ کے درمیان ہوں گے۔ جو بنی نوع انسان سے متعلق ہوں گے ان کی سزا قیامت میں حساب کتاب کے بعد ملے گی۔ جب کسی عمل کے سارے گواہ عرصہ محشر میں جمع ہو جائیں گے۔ عالم برزخ کہاں ہے اس کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ برزخی اجسام اس دُنیا میں آتے ہیں اور اپنے احباب کی زیارت کرتے ہیں اور اگر انہوں نے نیکی کی ہے تو ان کا سزا دیا کرتے ہیں۔ جب پہلی صورت چھوڑ لی جائے گی تو سب مر جائیں گے اور یہ سب کائنات موت کی نیند سو جائے گی۔ دوسری صورت میں سب قبروں سے نکل پڑیں گے۔ تیسری دنیا عالم حیات مخص ہے جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہو گا خواہ دوزخ ہو یا بہشت۔

قیامت میں سب رشتہ واریاں قطع ہو جائیں گی۔ کوئی کسی کا پرسان حال نہ ہو گا۔ حضرت رسول خدا نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن میرے حسب نسب کے سوا سب حسب نسب منقطع ہو جائیں گے یعنی ایک کو دوسرے سے سروکار نہ ہو گا اور کسی کی کوئی خبر لے گا مگر خدا ان رسول کا وہاں بھی لحاظ کیا جائے گا۔ بیات سادات کے فخر کے لیے کافی ہے لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ایک دوسری حدیث میں ہے بہشت پر ہینر گاروں کے لیے ہے، اگرچہ جنتی غلام ہوا اور گنہ گار کے لیے جہنم ہے اگرچہ سید ہی کیوں نہ ہو۔

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۱۰۶﴾ وَمَنْ خَفَّتْ

مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ﴿۱۰۷﴾

تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ ﴿۱۰۸﴾ أَلَمْ تَكُنْ أَلْتَمَلِ

عَلَيْكُمْ فَاكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ ﴿۱۰۹﴾ قَالُوا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا

وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّينَ ﴿۱۱۰﴾ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنَّا ظَالِمُونَ ﴿۱۱۱﴾

قَالَ اخْسَوْا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونَ ﴿۱۱۲﴾ إِنَّهُ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْ عِبَادِنَا

يَقُولُونَ رَبَّنَا إِنَّمَا فَاعَفَرْنَا وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّحِيمِينَ ﴿۱۱۳﴾

پس جن کے نیک اعمال کا پلہ بھاری ہو گا وہ خوشحال ہوں گے اور جن کا پلہ ہلکا ہو گا تو یہ وہ لوگ

ہوں گے جنہوں نے اپنے نفس کا نقصان کیا ہوگا یہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ جہنم کی آگ ان کے منہ مجلس سے گی۔ وہ وہاں سزا بنائے ہوئے ہوں گے (تب ہم پوچھیں گے) کیا ایسا نہیں ہے کہ جب میری آیات تمہارے سامنے پڑھی جاتی تھیں تو تم ان کو جھٹلاتے تھے۔ وہ جواب میں کہیں گے۔ اے ہمارے پالنے والے، شقاوت ہم پر غالب آگئی تھی اور ہم گمراہ لوگ تھے۔ اے ہمارے رب، ہمیں اس سے نکال دے اگر ہم دوبارہ ایسا کریں تو البتہ ہم قصور وار ہیں۔ خدا فرمائے گا دُور ہو تم کو اسی میں رہنا ہوگا اور مجھ سے بات نہ کرو۔ میرے بندوں میں ایک گروہ ایسا بھی تھا جو یہ دعا کرتا تھا کہ اے ہمارے پالنے والے ہم ایمان لائے ہیں ہمارے گناہ بخش دے۔ ہم پر رحم کر تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

رَبِّ اَرْجِعُونِیْ ۙ اِنِّیْ اَرٰی عَذَابَ خِزَالٍ ۙ فَاِذَا فُجِیْعَتْ اَنْفُسٌ فَرُجِعُوْا اِلَیْہِمْ ۚ فَاَنْتَ اَرْسِلُہُمْ فَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّحِیْمِۙ

رَبِّ اَرْجِعُونِیْ میں ارجعون میں کا صیغہ خدا سے امد کے لیے لایا گیا ہے جسے مقصد تنظیم ہے اور بعض مفسرین نے لکھا کہ اس سے مراد فرشتے ہیں جنہیں پہلے خدا کو پکارا گیا پھر فرشتوں سے کہا گیا۔ آخرت میں جو دعا کرنے والے ہیں ان سے مراد اصحابِ شقہ، بلال، عمار اور صحیب وغیرہ ہیں۔

فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سَخِرَیًّا حَتّٰی اَنْسُوْكُمْ ذِكْرَیْ ۚ وَكُنْتُمْ مِنْہُمْ اَوْ تَضَحَكُوْنَ ۙ ۱۱۰ اِنِّیْ جَزَیْتُہُمْ الْیَوْمَ بِمَا صَبَرُوْا ۗ اِنَّہُمْ هُمْ الْفَآئِزُوْنَ ۙ ۱۱۱ قُلْ كَمْ لِبَشَرٍ فِی الْاَرْضِ عَدَدِ سِنِیْنَ ۙ ۱۱۲ قَالُوْا بَشَرًا یُّوْمًا اَوْ بَعْضَ یُّوْمٍ فَسَلِ الْعَادِیْنَ ۙ ۱۱۳ قُلْ اِنْ لِّبَشَرٍ اِلَّا قَلِیْلًا ۗ لَوْ اَنْتُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۙ ۱۱۴ اَفَحَسِبْتُمْ اَنْتُمْ اَخْلَقْتُمْ عَبَثًا وَّ اَنْتُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۙ ۱۱۵ فَتَعَلٰی اللّٰهُ الْمَلِکَ الْحَقُّ ۗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ ۙ ۱۱۶ وَمَنْ یَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰہًا اٰخَرَ لَا بُرْہَانَ لَہٗ بِہٖ

فَاِنَّمَا حَسَابُہٗ عِنْدَ رَبِّہٖ ۙ وَاِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الْکٰفِرُوْنَ ۙ ۱۱۴ وَقُلْ رَبِّ اغْفِرْ وَاَرْحَمُ وَاَنْتَ خَیْرُ الرَّحِیْمِۙ ۙ ۱۱۸

تو تم لوگوں نے انہیں سزا بنا لیا یہاں تک کہ ان کی خد نے نہیں یہی بخلا دیا کہ میں بھی کوئی ہوں تم ان سے برابر ہنستے رہے۔ میں نے ان کے صبر کا آج اچھا بدلہ دیا۔ وہ اپنی مراد کو پہنچنے والے ہو گئے پھر خدا ان سے پوچھے گا تم زمین پر کتنے برس رہے وہ کہیں گے ایک دن یا اس سے بھی کم، تو شمار کرنے والوں سے پوچھ لے۔ خدا فرمائے گا بے شک تم اس زمین میں بہت ہی کم ٹھہرے کا شق تم اتنی بات بھی سمجھے ہوتے۔ تو کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ تم نے تم کو بیکار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہمارے حضور میں لوٹاؤ نہ جاؤ گے تو خدا تو سبجا بادشاہ ہر چیز سے برتر و اعلیٰ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بزرگ عرش کا مالک ہے جو شخص خدا کے سوا کسی دوسرے کو پوجتا ہے تو اس کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ اس کا حساب کتاب اس کے پروردگار کے پاس ہے۔ کفار ہرگز اپنی مراد کو پانے والے نہیں اور اے رسول تم کہو خداوند، میری امت کو بخش دے اور ان پر رحم کر، تو سب بڑا رحم کرنے والا ہے۔

جو کفار و مشرکین انبیاء کا مذاق اڑاتے تھے وہ خدا کا ذکر ہی بھول گئے اور مذاق ہی میں گئے رہے۔ جن لوگوں نے ان کے مذاق پر ہنس لیا ہم ان کے صبر کا بہترین بدلہ دیں گے وہی کا باب ہونے والوں میں سے ہوں گے۔ پھر خدا پوچھے گا کہ وہ انہیں کتنے دن ٹھہرے۔ وہ کہیں گے ایک دن یا اس سے کم۔ خدا کے گا، اگر تم جانتے ہو تو سمجھ لو بہت کم ٹھہرے یعنی وہاں کی زندگی جو راحت کی زندگی تھی بات کہتے گزر گئی۔ زندگی تو اب ہوگی جن کی مدد ہی نہیں۔ عیش کے دن جلد گت جاتے ہیں اور مصیبت کا تو ایک ایک پل بیماری ہوتا ہے۔ تم نے دنیا میں رہ کر یہ سمجھا تھا کہ خدا نے تم کو بیکار پیدا کیا ہے کوئی غرض و غایت نہیں۔ ہمیں کھیل تماشے کرنے اور مزہ اڑانے کے لیے پیدا کیا اور ہمیں بیٹ کر اس کے حضور میں جانا ہی نہیں۔ اگر تم اپنی زندگی کا مقصد سمجھتے ہوتے تو ہمیں بھول کر بول جاتے اور ہمارے احکام کی بجا آوری تو پر کران نہ گزرتی۔ تم نے یہ سمجھا ہی نہیں کہ خدا کے سوا کوئی اور معبود ہے ہی نہیں۔ جن کو خدا سمجھ کر عبادت کرتے ہو بتاؤ تو ان کے پاس خدا ہونے کی کیا دلیل ہے، کچھ بھی نہیں۔ ان کا حساب کتاب سب ہمارے پاس ہے قیامت میں تم سے اور ان سے اچھی طرح جھگٹ لیا جائے گا۔ کافروں کے لیے تو وہاں فساد و بہبود کی کوئی صورت ہی نہ ہوگی۔

اگرچہ یہاں مخاطب رسولؐ سے ہے کہ تم معرفت کی دعا مانگو مگر درحقیقت مراد امت ہے۔ یعنی امت سے کہو کہ وہ یوں دعا کریں، اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہماری حالت پر رحم فرما۔ خدا نے ایام حجت اپنے بندوں کو سب کچھ بنا دیا۔ ایک ایک پہلو زندگی کا ان کے سامنے کھول کر رکھ دیا مگر جو کافر تھے وہ کہاں ماننے والے تھے۔ وہ تو رسولوں کا مذاق ہی اڑاتے رہے۔ دنیا کے پیش و نشاط میں ایسے غرور و تکبر ہوئے کہ آخرت کے مذاجک بھولے سے بھی خیالی نہ آیا۔ لیکن وہ بھلا دیں خدا تو ان کو نہیں بھولے گا۔

سُورَةُ التَّوْرَةِ مَدَنِيَّةٌ ﴿۱۰۲﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُورَةُ أَنْزَلْنَاهَا وَفَرَضْنَاهَا وَأَنْزَلْنَا فِيهَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿۱﴾ الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَيْشَهِدَ عَذَابُهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۲﴾ الزَّانِي لَا يَنْكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ وَحَرِّمَ ذَلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ﴿۳﴾

اس سورۃ کو ہم نے نازل کیا اور (ان احکام کو) فرض کیا اور ہم نے اس سورہ میں واضح نشانیاں نازل کی ہیں تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ زانیہ اور زانی میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔ اگر تم اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہو تو دین کے معاملہ میں کسی طرح نرس کا لحاظ نہ ہونے پائے

۱۰۲

اور ان دونوں کی سزا کے وقت مومنین کا ایک گروہ گواہی کے لیے موجود رہے۔ زانی نہیں نکاح کرتا مگر زانیہ یا مشرک سے اور زانیہ نہیں نکاح کرتی مگر زانی یا مشرک سے۔ مومنین پر یہ چیز حرام کر دی گئی ہے۔

زانیہ جاہلیت میں زنا کو برا نہیں سمجھا جاتا تھا۔ بلکہ عورتیں بڑے آدمیوں سے زنا کرنا کے فخر محسوس کرتی تھیں اور یہ وہ تمام قبائل میں عام ہو رہی تھی جس سے بے شمار حرامی بچے پیدا ہو کر معاشرہ میں گندگی پھیلاتے تھے۔ اسلام نے اس کی روک تھام کی اور بڑی سختی سے کی یعنی جو چیزیں زنا کی محرک ہو سکتی تھیں ان کا سدباب کیا۔ مثلاً عورت و مرد کا محرم سے آنکھیں نہ لڑانا۔ نیچی نظر کر کے چلنا۔ عورت کا پردہ نہیں رہنا۔ سولے محرم مردوں کے عورت اپنا بناؤ سنا سنا کر کسی کو نہ دکھائے۔ نامحرم سے چھٹی چوٹی باتیں نہ کرے۔ کوئی نامحرم مرد بے اجازت گھر میں داخل نہ ہو۔ اسلامی عقولوں میں جہاں جہاں پرستی و ٹوٹ گئی ہیں وہاں زانیہ یا بیعتیج جسٹم جو قتل سے بھی بدتر ہے پایا جاتا ہے۔

زنا سے اپنی قوت شہوی کو تسکین دینے والے کہتے ہیں جب عورت راضی ہو تو پھر یہ جرم جرم نہیں رہتا۔ یہ ان کا مجاز اور احقاق فیصلہ ہے۔ انہوں نے اس کے نقصانات پر قطعاً نظر نہیں ڈالی۔ ان کی خواہش بد نے ان کو اندھا بنا دیا ہے۔

آیت میں زانیہ کا ذکر پہلے ہے اور زانی کا بعد میں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جرم کے ارتکاب میں عورت کا حصہ زیادہ ہے۔ اگر عورت اپنے کو بچائے رکھے اور مرد کی مانتھانہ حرکات کو پسند نہ کرے نہ دیکھے تو مرد کو ضرور پسینہ آراہ میں ناکامی ہوگی۔ جب دونوں کی آنکھیں شوق کے جا دو میں لپٹی ہوتی ایک دوسرے سے ملتی ہیں تب جذبات میں ہیجان پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے اسلام نے حکم دیا ہے کہ عورت اور مرد پہلی نگاہ کر کے چلیں۔ زانیہ ہے؟ کسی مرد کا کسی ناکھانہ لڑکی پر ناجائز تصرف۔ غور کیجئے اس سے معاشرہ کو کتنا نقصان پہنچتا ہے۔ اول تو مرد و عورت دونوں کو بدنامی حاصل ہوتی ہے۔ دوسرے قوم کی نظروں سے ان کا وقار گر جاتا ہے۔ ایسی بد کردار لڑکی کے شر ایسا نڈان والے کرکٹ کرنا پسند نہیں کرتے۔ ایک دو بار لذت نفس حاصل کرنے کے بعد وہ لڑکی اپنے عصمت کے تابناک جوہر کو نکال دیتی ہے بلکہ ہمیشہ کے لیے ندامت کے پسینہ میں ڈوبی ہوتی اپنے گھر میں بیٹھ جاتی ہے اور پھر شاید اس زانی کے سوا دوسرا کوئی اس کو اپنا چاہنے والا شریف آدمی نہیں ملتا۔ دوسرے ایسی لڑکیوں میں رہ کر اور لڑکیوں کو بھی زنا کی طرف رغبت ہوتی ہے اور وہ بھی تمام شرعی رکاوٹوں کو بر طرف کر کے اپنی خواہش پر اپنی عقبت کو قربان کر دیتی ہیں۔ تیسرے اگر اس کنڈاری لڑکی کے حمل قرار پاجاتا ہے تو اگر قوم میں رسوا ہونے کے خیال سے وہ اس معصوم بچہ کا گناہ ٹھونٹ کر کہیں پھینک آتی ہے تو فصل عمد کی منکب ہوتی ہے جس کی شہ جی نہراہتم ہے و حکومت وقت کو بہرہ چل جاتا ہے تو اس پر عقدر قائم ہو جاتا ہے۔ اور گروہ ایسا نہیں کرتی تو بناؤ اس بچہ کو بالے کون؟

اس کی پرورش کا ذمہ دار کون ہے۔ اس قسم کی میٹھا میٹھا بیاباں اس عمل زنا میں لٹی ہوئی ہیں۔ اس شریعت سختی کے ساتھ اس کو کا ہے اور اس کے برے نتائج کو بیان کیا ہے لیکن اگر اس پر بھی مرد و عورت باز نہیں آتے تو پھر اس کی سزا منظر عام پر رکھ کر زنا سے اور اس سزا میں کسی طرح کی نرمی کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔

یہ تو بیان تھا ان کا کتنا لڑائی کے ساتھ زنا کا۔ اب ہا وہ زنا جو شوہر و عورت کے ساتھ کیا جائے۔ اس کی قباحت کا نوکونی ٹھکانہ ہی نہیں۔ ایک شخص کی ملکیت پر ناجائز قبضہ کرنا معاشرہ کا کتنا سخت جرم ہے پھر جو بچہ پیدا ہو اس کی پرورش کا ذمہ دار کون ہے۔ زانی تو زنا کر کے چلتا ہے گا جائز شوہر اس بچے کی پرورش کا ذمہ دار نہیں چھوڑ سکتا۔ کاشح کیا ہوگا۔ وہ میراث سے محروم ہے گا۔ اپنے صحیح باپ کی شفقت کی صورت نہ دیکھے گا۔ بحیثیت ایک زنا زادہ ہونے کے قوم کی نظر میں ذلیل ہوگا۔ عورت اور شوہر کے درمیان ناجاتی پیدا ہوگی جس کا نتیجہ اس زانی کی طلاق تک منجر ہوگا۔ غرض گھر برباد ہو جائے گا اور خاندانی تنازعات کا پیش خیمہ بن جائے گا۔ اسی لیے قرآن نے کہا ہے کہ زنا قاتل سے بھی بدتر ہے کیونکہ قاتل میں تو ایک ہی شخص مارا جاتا ہے اور زنا بہت سے لوگوں کے قتل کا باعث بن سکتا ہے۔

جو زنا پسند لوگ ہیں وہ زانیہ عورتوں ہی سے نکاح کرنا پسند کرتے ہیں۔ "جو نوز باکوتز با زنا باز مشہور مثل ہے۔ اسی طرح زانیہ عورتوں کو جب کوئی شریف آدمی نکاح کے لیے نہیں ملتا تو وہ زانی مردوں ہی کو تلاش کر کے اپنا گھر بسانا چاہتی ہے۔ جو لوگ صاحب ایمان ہیں اور عذاب خدا سے ڈرتے ہیں وہ زنا کے پاس نہیں جاتے اور ایسے تعلقات سے بچتے رہتے ہیں۔ یہ سب حکم تحریمی نہیں بلکہ تشریحی ہے۔

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ
ثَمَّ نِزِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَئِكَ هُمُ
الْفَاسِقُونَ ﴿۵﴾ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ
غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۶﴾ وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُن لَّهُمْ شُهَدَاءُ
إِلَّا أَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَدَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ
الصَّادِقِينَ ﴿۷﴾ وَالْخَامِسَةَ أَنَّ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ
الْكَاذِبِينَ ﴿۸﴾ وَيَدْرُؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ

أَرْبَعَ شَهَدَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ ﴿۸﴾ وَالْخَامِسَةَ أَنَّ
غَضَبَ اللَّهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿۹﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ
عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ حَكِيمٌ ﴿۱۰﴾

جو لوگ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانے میں اور اپنے دعویٰ پر چار گواہ پیش کر میں تو انہیں کسی کوڑے مارو اور آئیہ کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرے۔ جو لوگ بھاری بھوکوں جن لوگوں نے اس کے بعد توبہ کر لی اور اصلاح کر لی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر عتاب نہیں کیا اور جو لوگ اپنی بی بیوں پر زانیہ تہمت لگائیں اور اس تہمت میں اپنے سوا کوئی گواہ نہ ہوں تو ایسے لوگوں میں سے ایک کی گواہی جائز ہے اس طرح ہوگی کہ وہ ہر تہمت خدا کی قسم لگا کر بیان کرے کہ وہ شخص اپنے دعویٰ میں سچا ہے اور با پنجویں تہمت میں سے ایک کو بھی اپنے دعویٰ میں چھوٹا ہونا اس پر خدا کا غضب ہے اور عورت سے اس طرح سزا لی سکتی ہے کہ وہ چار گواہ خدا کی قسم لگا کر بیان کرے کہ اس شوہر نے اپنے دعویٰ میں چھوٹا ہونا اور با پنجویں تہمت کہے اگر شخص اپنے دعویٰ میں سچا ہے تو مجھ پر خدا کا غضب نازل ہو۔ اگر تم پر خدا کا فضل اور مہربانی نہ ہوتی تو دیکھتے کہ تہمت لگانے والوں کا کیا حال ہوتا۔ بے شک اللہ بڑا توبہ مستجوب کرنے والا اور حکمت والا ہے۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ عداوت کی بنا پر لوگ پاکدامن عورتوں پر زانیہ تہمت لگا کر انہیں بدنام کرنا چاہتے ہیں۔ لہذا غلط الزام سے بچانے کے لیے شریعت کا یہ قانون ہے کہ الزام لگانے والا چار گواہ پیش کرے کہ کم سے اس تہمت کو ترک کرنا ہوتے دیکھا ہے۔ اگر گواہ پیش نہ کر سکے تو اس کو اسی (۸۰) کوڑے مارے جائیں تاکہ لوگوں کو عبرت ہو اور ایسے بھٹوٹے الزام لگانے والوں کی گواہی کسی مقدمہ میں مستجوب نہ کی جائے۔ اگر شریعت کا یہ قانون نافذ ہل نہ ہو تو بے شمار پاکدامن عورتیں ایسے مردوں کے فریب میں آجائیں جو ان کی آبر ریزی اپنے کسی طلب کے تحت کرنا چاہتے ہیں ایسے الزام معاشرہ میں بڑے فساد کا باعث بن جاتے ہیں۔ اس طرح اگر عورت کسی پاکدامن مرد پر زانیہ الزام لگائے تو اس کی بھی یہی صورت ہوگی کہ اگر چار گواہ نہ ہوں تو چار مرتبہ قسم لگا کر بیان کرے کہ یہ شخص چھوٹا ہوا ہے اور با پنجویں دفعہ کہے اگر یہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے تو مجھ پر خدا کا غضب ہو۔ مرد چار مرتبہ کہے اَشْهَدُ بِاللَّهِ اِنِّي لَمِنَ الصَّادِقِينَ فِيمَا رَدِيْتُهُمْ۔ با پنجویں دفعہ کہے اِنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلٰی اَنْ كُنْتُ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ فِيمَا رَدِيْتُهُمْ۔ یہ سمجھنا چاہیے کہ عورت کذب بیانی وہ یہ کہہ کر غضب الہی سے چھوٹ جائے گا۔ شرعی سزا سے گریج

۱۰

۱۰

بھی گیا تو خدائی عذاب سے بچ کر کہاں جا سکتا ہے۔

غور کیجئے شریعت نے اسلامی معاشرہ کو زمانہ کی گندگی اور جھوٹی تہمت سے بچانے کے لیے کیا مکمل انتظام کیا ہے ایک طرف تو زمانہ کی روک تھام ہے دوسری طرف تہمت کی روک تھام ہے۔ یہ دونوں چیزیں معاشرہ میں سخت فتنہ و فساد کا باعث بن جاتی ہیں۔ جس معاشرہ میں ایسی باتوں کا رواج ہوگا وہاں عورتیں اپنی عصمت کے پاک دامن کو بچانے سے نہیں بچا سکتیں اور ان کے کشتہ داراں و امان سے زندگی بسر نہیں کر سکتے۔

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم بَل
هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ وَالَّذِي
قَوْلَهُ كَبْرُهُ مِنْهُم لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝۱۱ لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ
الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَأْفْسِهِمْ خَيْرًا وَّ قَالُوا هَذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ ۝۱۲
لَوْلَا جَاءُوا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأُولَئِكَ
عِنْدَ اللَّهِ هُمُ الْكَاذِبُونَ ۝۱۳ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ
فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِي مَا أَفَضْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝۱۴
إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِالسِّنِّكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُمْ مَا لَيْسَ لَكُم بِهِ عِلْمٌ
وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّئًا وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ ۝۱۵ وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ
قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهَذَا سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ
عَظِيمٌ ۝۱۶

جن لوگوں نے جھوٹی تہمت لگائی وہ تم ہی میں سے ایک گروہ سے تم اپنے حق میں اس تہمت کو برا نہ سمجھو بلکہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ ان لوگوں میں سے جس نے جتنا گناہ سمیٹا وہ اس کی سزا خود بھگتے گا اور اس میں سے جس نے اس تہمت میں بڑا حصہ لیا اس کے لیے بڑی سخت سزا ہوگی اور جب تم لوگوں نے اُسے سنا تھا تو اس وقت ایمان دار مردوں اور ایمان دار عورتوں نے اپنے لوگوں پر بھلائی کا گمان کیوں نہ کیا اور یہ کیوں نہ کہا یہ تو کھلا بہتان ہے جن لوگوں نے کھلی تہمت لگائی تھی اپنے بہتوں میں چار گواہ کیوں نہ پیش کیے پھر حجب انہوں نے گواہ پیش نہ کیے تو خدا کے نزدیک یہی لوگ جھوٹے ہیں اور اگر تم لوگوں پر آخرت دُنیا میں خدا کا فضل اور اُس کی رحمت نہ ہوتی تو جس بات کا تم لوگوں نے چچا کیا تھا اسکی مجھ سے تم پر کوئی سخت عذاب آپہنچتا کہ تم اپنی زبانوں سے ایک دوسرے سے بیان کرنے لگے اور اپنے من سے ایسی بات کہتے تھے جس کا تمہیں علم و یقین نہ تھا اور تم نے اس کو ایک آسان بات سمجھی تھا حالانکہ وہ خدا کے نزدیک ایک بڑی بات تھی اور جب تم نے ایسی بات سنی تھی تو تم نے لوگوں سے یہ کیوں نہ کہا کہ تم کو ایسی بات منہ سے نہ نکالنی مناسب نہیں۔ سبحان اللہ یہ بڑا بھاری بہتان ہے۔

یہاں سے حضرت عائشہؓ کے افک کا قصہ شروع ہوتا ہے جسے ہم مولانا خازن علی صاحب مرحوم کے معنی و ترجمہ کتاب سے نقل کرتے ہیں:

”علمائے اہل سنت نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کا یہ قاعدہ تھا کہ جب آپ کسی جنگ میں تشریف لے جاتے تو بیویوں کے درمیان قرعہ ڈالتے جس کا نام نکلنا اُسے ساتھ لے جاتے۔ چنانچہ جنگ بنی مصلح میں میرے نام قرعہ نکلا اور میں ساتھ گئی۔ واپسی میں مدینہ کے قریب ایک منزل میں شب کے وقت میں ایک عورت کے ساتھ رقع چھٹا کوئی۔ جب اپنی جگہ پر آئی تو اپنے گلے کا لہرہ پایا۔ فت فک کوچ کے لیے تیار تھا۔ میں اس عورت کو ساتھ لے کر ڈھونڈنے لگی وہ دل گیا تو میں اپنی جگہ پر آئی۔ فت فک کوچ کر چکا تھا اور میرے اونٹ والے نے بھی یہ خیال کر کے کہ میں ہرج کے اندر ہوں ہرج کو اونٹ پر رکھ کر کوچ کیا۔ میں وہیں بٹھ گئی۔ تھوڑی دیر بعد میں سو گئی۔ صفوان بن یحییٰ نے وہ کیا تھا سب اس پر پہنچا تو مجھے اپنے اونٹ پر سوار کیا اور خود ہمارے کھینٹا ہوا قافلہ میں جا پہنچا۔ عبد اللہ بن ابی (سائق) وغیرہ مجھے صفوان کے ہمراہ دیکھ کر مجھ پر منہ آئے اور سب لوگ اس کے ہمراہے ہو گئے اور مجھ پر تہمت لگائی۔ یہاں تک کہ مدینہ پہنچی تو حضرت کی تو میری طرف باقی نہ رہی۔ حتیٰ کہ میں ایک

جیندہ تک بیمار رہی مگر آپ مجھے دیکھنے نہ آئے اور اندر آتے بھی تو دوسروں سے میرا حال پوچھ لیتے اور میں اس کی وجہ بالکل نہ سمجھی آخر چند روز بعد پھر ایک دن طلح کی ماں کے ساتھ ذات کو رفع حاجت کے لیے نکلی اور جب اتفاقاً اس کا پاؤں پھسلا تو اس نے مسطح کو بڑا جھلا کہا۔ میں نے منع کیا تو بولی تم کیا جانو اس نے تم پر ایسی تہمت لگائی ہے۔ مجھے یہ سن کر سخت رنج ہوا اور اس وقت حضرت کی بے توجہی کی وجہ سے میں آئی۔ غرض میں پھر حضرت سے اجازت لے کر اپنے باپ کے گھر آئی اور اپنی نسبت لوگوں کے خیالات دریافت کیے تو معلوم ہوا لوگ مجھے ایسا ایسا کہتے ہیں پھر تو مجھے رونے کے سوا کوئی کام نہ تھا۔ کھانا پینا ترک ہو گیا اور حضرت نے اساتذہ اور علی سے مشورہ کیا تو اساتذہ نے کہا میں جھلائی کے سوا اور کچھ نہیں جانتا۔ علی نے کہا آپ رنج نہ کری آپ کے لیے ان کے سوا اور بہت سی عورتیں ہیں۔ اگر اس عورت سے جو ساتھ تھی دریافت کریں تو آپ کو تصدیق ہو جائے گی۔ غرض آپ نے بربرہ سے دریافت کیا اس نے میری پاکدامنی کی گواہی دی اور میں نے حضرت کے سامنے قسم کھائی کہ میں اس تہمت سے بری ہوں اس کے بعد خدا نے میری حقیت کے متعلق یہ آیات نازل کیں تب حضرت کو اطمینان ہوا۔

حسب روایت اہلسنت مسطح پر قذف (تہمت) کی حد جاری کی گئی۔ یہ مسطح بدری صحابی تھے۔ لہذا یہ اصول ٹوٹ گیا کہ کل صحابہ عادل ہیں۔

یہ سب کارستانی منافقوں کی تھی وہ چاہتے تھے کہ کسی طرح حضرت کو بدنام کریں۔ یہ موقع ان کے ہاتھ آ گیا۔ خوب خوب اچھا لالہ عبد اللہ بن ابی مشرہو منافق تھا اور سینا نفسی کا سرخہ تھا۔ کئی صحابہ بھی اس کے پردیگندے کا شکار ہو گئے جیسے اسامہ، حسان بن ثابت اور ابویوب انصاری وغیرہ۔ ان کو یہ سوچنا چاہیے تھا کہ صفوان جو ام المؤمنین کو اونٹ پر چٹکارا لایا، اول تو مسلمان تھا۔ جو یہ جانتا تھا کہ مادر مؤمنین ہیں، دوسرے اس لشکر کا سپاہی تھا، تیسرے مدینہ کا رہنے والا تھا۔ پورے تصدق دل حضرت پر ایمان لائے ہوئے تھا کیسے ممکن تھا کہ ایسے فعل قبیح کا مرتکب ہوتا۔ بلکہ ایسا خیال بھی دل میں نہ لاسکتا تھا۔ اگر کسی عزیز رشتہ دار کی عورتیں کہیں ایسی حالت میں تنہا مل جائیں تو ایک شریف آدمی یہی چاہے گا کہ بخیر و خوبی گھر پہنچائے اور رسولؐ کو رسول ہی سمجھے۔

حضرت علیؑ پر الزام لگایا جاتا ہے کہ اس قصہ کو ہوا دینے میں حضرت علیؑ کا زیادہ ہاتھ تھا۔ (استغفر اللہ)۔ آیات مذکورہ ہیں وَالسَّيِّئَةُ تَوَلَّى كِبْرًا فَيَهْمُهُمْ انہی کی شان میں ہے۔ حالانکہ یہ جو ہونا ہتھان ہے۔ جو صحابہ انصاف اہل سنت ہیں انہوں نے صاف لکھا ہے کہ حضرت علیؑ علیہ السلام کا اس میں کوئی دخل نہ تھا جیسا کہ مولانا مودودیؒ نے بھی تفہیم القرآن جلد ۳، صفحہ ۳۶۶ پر صاف لفظوں میں لکھا ہے کہ حضرت علیؑ کا اس قصہ میں کوئی دخل نہ تھا۔

حضرت علیؑ نے جب آنحضرتؐ کو زیادہ رنجیدہ پایا تو بطور تسلی دینے کے عرض کیا تھا کہ حضورؐ اس قدر رنجیدہ کیوں ہیں؟ آپ کے لیے بہت سی عورتیں ہیں۔ اس میں ام المؤمنین کے کردار پر کوئی حصر نہ تھا نہ ہی ان کا تصدیق

تھی۔ کہتے ہیں ام المؤمنین کو اسی وجہ سے امیر المؤمنین سے بغض رہا۔ بظاہر تو یہ بغض کی کوئی بات نہیں معلوم ہوتی باقی اس کے علاوہ تو ام المؤمنین کے بغض کے لیے کچھ اور وجوہ بھی تھے جن کو تاریخ سے معلوم کرنا چاہیے۔ حضرت علیؑ کا تذکرہ ہی کیا آنحضرتؐ کی قدر و منزلت کو پہچاننے والا اور انہماک المؤمنین کے استراحت کو سمجھنے والا کوئی معمولی آدمی بھی ایسا گمان ناس نہیں کر سکتا تھا جو چاہے اس الزام میں شریک ہوتا۔

يَعِظُكُمُ اللَّهُ أَنْ تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۱۷﴾ وَ
يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿۱۸﴾ إِنَّ الَّذِينَ يَجْحَدُونَ
أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا
وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿۱۹﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ
عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللَّهَ رَعُوفٌ رَحِيمٌ ﴿۲۰﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
لَا تَتَّبِعُوا خُطُوتَ الشَّيْطَانِ ۚ وَمَنْ يَتَّبِعْ خُطُوتَ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ
يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ۚ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ
مَا زَكَّيْنَاكُمْ مِنْ أَحَدٍ أَبَدًا ۚ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يُزَكِّي مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ
سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۲۱﴾

خدا تم کو نصیحت کرتا ہے کہ اگر تم سچے ایماندار ہو تو جو شر و باجیر کبھی ایسا نہ کرنا اور خدا تم سے اپنے احکام صاف صاف بیان کرتا ہے اور اللہ سب باتوں کا جاننے والا صاحب حکمت ہے۔ جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایمانداروں میں بدکاری کا چرچا پھیل جائے تو ان کے لیے دنیا میں اور آخرت میں دردناک عذاب

اللہ خوب جانتا ہے تم نہیں جانتے اگر تم پر خدا کا فضل و کرم اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ کہ وہ بندوں پر مہربان ہے (تو تم دیکھتے کہ کیا ہوتا)۔ اے ایمان والو، شیطان کے قدم بقدم نہ چلو۔ جو شیطان کے قدم بقدم چلے گا تو وہ یقیناً اُسے بدکاری اور بُری بات کرنے کا حکم دے گا اگر تم پر خدا کا فضل و کرم اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی کبھی پاک صاف نہ ہوتا مگر حجت ایسے چاہتا ہے پاک و صاف کر دیتا ہے اور اللہ بڑا سننے والا واقف کار ہے۔

حدیث میں ہے کہ جو کوئی کسی کے گناہ کو مشہور کرنا ہے وہ مثل اس کے ہے جو خود گناہ کا مرتکب ہے لیکن ایسے گناہوں کی روک تھام کی جائے جو بدکاری اور بُری باتوں کو راجح دینے والے ہوں، جیسے زنا کاری۔ جوٹے بازی۔ اور شراب خوری کے اٹھے۔ ایسے سب کا نشانہ لوگوں کے نفسوں کو خراب کرتے ہیں۔ یا چور ڈاکوؤں سے بچانے کے لیے ان لوگوں کی شناخت کرادی جائے تاکہ ان کی دست اندازیوں سے لوگ محفوظ رہیں مطلب یہ ہے کہ معاشرہ میں جن امور سے غلامی پیدا ہوتی ہے ہر طرح ان کی روک تھام کی جائے۔ مؤمنوں کے درمیان فواحش کو اس لیے نہ پھیلایا جائے کہ ان کو اس کی طرف رغبت پیدا ہوگی۔ جھوٹے الزامات کی اشاعت سمیت گناہ ہے۔

حضرت عائشہؓ نے مروی ہے کہ چونکہ مسیح (حضرت ابوبکرؓ کے خالو زاد بھائی تھے) نے مجھ پر زنا کی تہمت لگائی تھی اس لیے میرے باپ نے قسم کھائی تھی کہ مسیح کے ساتھ کبھی اچھا سلوک نہ کروں گا۔ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ جملے عام میں بیٹھ کر لوگوں پر جھوٹے الزام ازراہ دل لگی اور سخر بیان کرنے لگتے ہیں۔ معاشرہ میں اس سے بڑی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں لہذا خدا نے اس سے روک دیا ہے اور اگر ایک بار ایسی غلطی سرزد ہو جائے تو ہرگز ہرگز اس کا اعادہ نہ کیا جائے۔ یہ سب شیطانی کام ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ غیبت یہ ہے کہ اپنے مومن بھائی کے ایسے عیب بیان کرنا جن کی اللہ نے پردہ پوشی کی ہے اور بہتان کسی کے متعلق ایسی بُری بات کو نسبت دینا جو اس میں نہ ہو۔ سنی سنائی باتوں کا تو ذکر ہی کیا۔ اگر مومن کسی عمل کو اچھے سے بھی دیکھے تو چشم پوشی سے کام لے۔ مومن کا کوئی عیب افشاء کرنے میں اس کے دل کو رنج پہنچنے کا اور وہ تمہارا دشمن ہو کر تمہارے عیوب افشاء کرنے میں آمادہ ہو جائے گا۔ اس طرح یہ بیماری منفری بن جائے گی۔

وَلَا يَأْتِلْ أَوْلُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسْكِينِ
وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ

يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۲۲﴾

تم میں سے جو لوگ صاحب ثروت و مقدرت ہیں وہ رشتہ داروں محتاجوں اور راہ خدا میں ہجرت کرنے والوں کے متعلق یہ قسم نہ کھائیں کہ ہم ان کی مدد نہ کریں گے انہیں چاہیے کہ ان کی خطا معاف کر دیں۔ اور ان سے درگزر کریں کیاتم اس کو دوست نہیں رکھتے کہ اللہ تمہارے گناہ بخش دے۔ اللہ تو بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

اس آیت کی شان نزول یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ پر تہمت لگانے والوں کے متعلق لوگوں نے یہ طے کیا کہ ان کی مدد نہ کریں گے خصوصاً حضرت ابوبکرؓ نے مسیح کے متعلق یہ عہد کیا کہ وہ اس کی مدد کسی حالت میں نہ کریں گے لیکن جب یہ آیت نازل ہوئی تو عہد کرنے والوں نے اپنا یہ عہد توڑ دیا۔

مفسرین کے درمیان اس امر میں اختلاف ہے کہ آیا اس قسم کے توڑنے کے بعد کفارہ دینا لازم ہوگا یا نہیں بعض کہتے ہیں نہیں قسم توڑ کر کسی امر نیک کی طرف ہانا ہی اس کا کفارہ ہے۔ بعض کہتے ہیں کفارہ دینا ہوگا۔ اس آیت میں ہمیں اس کا ذکر نہیں کرنا کیونکہ کفارہ معاف کر دیا گیا لہذا حضرت ابوبکرؓ وغیرہ پر کفارہ دینا لازم تھا۔

إِنَّ الَّذِينَ يُرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لَعُنُوا فِي الدُّنْيَا
وَالْآخِرَةِ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۲۳﴾ يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَسْفُهُمْ
وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۲۴﴾ يَوْمَ يَمْذُوبُ فِيهِمْ
اللَّهُ دِينُهُمُ الْحَقُّ وَيَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِينُ ﴿۲۵﴾

جو لوگ پاک دامن بے خبر مومنات پر تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں لعنت ہے اور ان کے لیے عذاب عظیم ہے جس دن ان کے خلاف ان کی زبانیں ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں، ان کے اعمال کی گواہی دیں گے اس دن خدا ان کو تھیک ان کا پورا پورا بدلہ دے گا اور وہ جان لیں گے کہ خدا بالکل برحق اور (حق) کا ظاہر کرنے والا ہے۔

آیات کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ ایسی پاکدامن سپیدی مادی مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں جو بچاری اپنے سیدھے کنکریں سے تہمت سے بے خبر ہوتی ہیں تو ایسے لوگوں کے لیے دنیا و آخرت میں لعنت ہے۔ قیامت میں تہمت لگانے والوں کے اعضاء اس بات کی گواہی دیں گے جو دنیا میں ان کی گئی ہوگی۔

یہاں ناکے تمام بیان بہتان تراشی اور افتراء پر دازی سے روک تھام کے متعلق تھا۔ خدا نہیں چاہتا کہ کسی بے بضو پاکدامن عورت پر بنا کا الزام لگا کر اس عورت کو بدنام کیا جائے اور معاشہ میں گندگی پھیلائی جائے۔ اس کے نقصانات معاشہ کی رگوں میں زہر کی طرح سرایت کر جاتے ہیں۔ عورتوں کی زندگیاں تباہ ہوتی ہیں اور اس کے رشتہ داروں کے دل میں تہمت لگانے والوں کے خلاف جذبہ انتقام پیدا ہوتا ہے اور اس بغض و عناد سے آپس میں جنگ پیکار کی نوبت آجاتی ہے۔

الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ أُولَئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿۲۶﴾

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿۲۷﴾

فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّىٰ يُؤْذَنَ لَكُمْ وَإِنْ قِيلَ لَكُمْ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا هُوَ أَزْكَ لَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴿۲۸﴾

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ مَسْكُونَةٍ فِيهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ﴿۲۹﴾

گندی عورتیں گندے مردوں کے لیے مناسب ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لیے۔ پاک عورتیں

پاک مردوں کے لیے (موزوں) ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے۔ لوگ جو کچھ ان کی نسبت لگا کرتے ہیں، اس سے یہ لوگ بری الذمہ ہیں پاک لوگوں کے لیے (آخرت میں) بخشش ہے اور عزت کی روزی۔ اسے ایمان والو، دوسروں کے گھروں میں دانا نہ چلے جاؤ جب تک کہ ان سے اجازت نہ لو اور اگر کے رہنے والوں سے صاحب سلامت نہ کر لو یہی تمہارے لیے بہتر ہے (بہ نصیحت اس لیے ہے) تاکہ تم یاد رکھو اگر ان گھروں میں کسی کو نہ پاؤ تو جب تک اجازت حاصل نہ ہو جائے ان میں داخل نہ ہو۔ اور اگر تم سے کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو (بے تامل) پھر جاؤ، یہ تمہارے لیے زیادہ صفائی کی بات ہے اور جو تم کرتے ہو خدا اس سے خوب واقف ہے اس میں البتہ تم پر کوئی الزام نہیں کہ تم غیر آباد مکانات میں جس میں تمہارا کچھ سامان ہو (بے اجازت) چلے جاؤ۔ اللہ جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو وہ سب جانتا ہے۔

- زنا اور تہمت تراشی کے متعلق جو بیان اوپر سے چلا آ رہا ہے اور جس کی روک تھام کے لیے بہت کچھ بیان کیا جا چکا ہے یہ آیات بھی اسی کا ضمیمہ ہیں۔ مفسرین نے مختلف تفسیریں کی ہیں۔
- ۱۔ یہ حکم نہیں ہے بلکہ اظہار واقعہ اور بیان فطرت سے مطلب یہ ہے کہ اچھا اچھے ہی کو پسند کرے گا اور برا بُرے کو۔ مگر اس سے عصمت وغیر عصمت کے کوئی سروکار نہیں۔ یہاں خشیت سے مراد زانیہ ہے۔
 - ۲۔ جو زنا کار لوگ ہیں وہ ایسی ہی عورتوں کو تلاش کرنے ہیں۔ اگر کوئی پاکدامن عورت ہے وہ کبھی ایسے مرد کو پسند نہ کرے گی جو زنا کار ہو۔ اسی طرح کوئی مرد صالح اس عورت کو پسند نہ کرے گا جو بدکار ہو۔ اور اگر بدقسمتی سے ان کا جوڑا مل جائے تو ان میں نباہ مشکل ہوگا۔
 - ۳۔ زانیہ مرد کو مومنہ عیضہ سے شادی کرنے کا کوئی حق نہیں بلکہ وہ بدکار یا مشرک عورتوں سے شادی کریں۔ اسی طرح زانیہ عورت کو مومن پاکدامن نہیں جانا چاہیے بلکہ وہ اپنے جیسے مردوں ہی کی صحبت میں رہنے کی یاد دہن سزاوار ہے۔
 - ۴۔ عہد رسالت میں چونکہ چند مرد اور چند عورتیں زانیہ نہیں لہذا مومنوں کو ان کے ساتھ رشتے نامے کو منسب کیا گیا تاکہ معاشہ میں گندگی نہ پھیلے۔ تاکہ ایک ہی مضمون کو دوبار بیان کیا گیا ہے۔ اس طرح پاکدامن عورتیں پاکدامن مردوں سے تعلق رکھیں اور پاکدامن مرد پاکدامن عورتوں سے۔
 - ۵۔ بڑے مرد بڑی باتوں کے لیے موزوں ہیں اور اچھے مرد اچھی باتوں کے لیے۔ اسی طرح بڑے لوگ بڑی باتوں کی طرف مائل ہوتے ہیں اور نیک لوگ نیک باتوں کی طرف۔
 - ۶۔ یہاں ایک فطری حالت کا اظہار کیا گیا ہے جو مرد زنا کاری اور بد اطواری کی گندگی میں ملوث ہوں وہ کبھی

ایسی عورت شادی پسند نہیں کرتے جو نماز گزار عبادت گزار اور اپنے ایمان کی نگہداشت کرنے والی ہو۔ ایسی عورت اس بدکار کی طبیعت میل ہی نہ رکھائے گی اور اس طرح ایک نیکو کار مرد کسی بدکار عورت سے اپنا تعلق پیدا نہ کرنا چاہیے گا اور اگر یہ عمل بے جوہر تعلق ہو جائے تو تفتیش خراب ہوگا۔ سعدیؒ نے کیا خوب کہا ہے۔

چہ عجب گرفت و رود نفسش عندلیب عذاب ہم نفسش

ایسی بے جوہر شادیاں ہمیشہ سببی بر طلاق ہوتی ہیں۔

اسی سلسلہ میں ایک ضروری بات اور بھی جاری ہے۔ اہل ایمان سے کہا جا رہا ہے کہ کسی کے گھر میں بیجا عبادت نہ گھس پڑو۔ معلوم اس گھر کی خواہشیں کس حال میں بیٹھی ہوں۔ ممکن ہے تنہا ہی بل نظر کسی پر پڑ جائے اور پھر تم اس سے ناجائز تعلقات پیدا کرنے پر آمادہ ہو جاؤ یا اسی قسم کا کوئی اور فتنہ اٹھ کھڑا ہو۔ بہتر صورت یہ ہے کہ پہلے غلطی کے لیے گھر والوں سے اجازت لے لو اور یہ کہ پہلے سے تمہارے ان کے صاحب سلامت بھی تو ہو۔ کسی اجنبی کے گھر میں بے اجازت داخل ہونا ایک اخلاقی جرم ہے۔

یہ گھر چاہے اپنے کسی رشتہ دار کا ہو یا اجنبی کا۔ بعض نے تَسَلَّمُوا عَلٰی اٰهْلِهَا کا یہ مطلب لکھا ہے کہ داخل ہونے پر گھر والوں کے اوپر سلام کرو یعنی السلام علیکم کہو۔

کسی نے حضرت رسولؐ خدا سے پوچھا کیا ماں کے پاس جانے کے لیے بھی اجازت کی ضرورت ہے۔ فرمایا: ہاں! اُس نے کہا، میرے سوا کوئی خدمت کرنے والا نہیں تو کیا ہر دفعہ اجازت لوں؟ فرمایا: کیا تو چاہتا ہے کہ اس کے ننگے بدن پر لگا کر سے۔ اُس نے کہا نہیں۔ فرمایا، تو اجازت لے کر جا کر۔

کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ باپ کو بیٹے کے یہاں جانے کے لیے اجازت کی ضرورت نہیں لیکن بیٹے کو ہے۔

اگر تم کسی ایسے گھر میں داخل ہونا چاہتے ہو جس میں گھر والے موجود نہیں تو دست داخل ہو جب تک گھر والے نہ آجائیں اور تمہیں داخلہ کی اجازت نہ دیں۔ اگر تم بے اجازت داخل ہو گئے ہو اور وہ کہیں گھر سے نکل جاؤ تو فوراً باہر آ جانا چاہیے۔ یہ پیش کی ضرورت نہیں۔

ہاں اگر غیر آباد گھر میں جاؤ اور وہاں تمہارا کچھ سامان رکھا ہے تو بے شک بے اجازت جا سکتے ہو۔ غور کیجئے اسلام نے حفظ ناموس کے لیے کتنی احتیاط ملحوظ رکھی ہے مگر افسوس ہے کہ اب یہ سب حدود منہدم کر دیئے گئے اور مولیٰ تعلقات والے گھروں میں بے درہم کہ گھسے پلے آتے ہیں جس کے نتائج آنکھوں کے سامنے ہیں۔ احتیاط کے دروازے بند ہو کر بے حیائی کے دروازے کھل گئے ہیں۔

قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوْنَ مِنْ ابْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْنَ اَرْوَاحَهُمْ ذٰلِكَ

اَزْكَ اَلْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ
يَغُضُّنَّ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ
اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلَا يَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى اَجْيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ
زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبَائِهِنَّ اَوْ اَبْنَاؤِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ
اَوْ اَبْنَاؤِ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِي اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِي اَخْوَاتِهِنَّ
اَوْ نِسَائِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوْ الشَّبْعِيْنَ
غَيْرِ اُولِي الْاَرْبَابَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوْ الصِّغَالِ اَوْ الصِّغَالِ اَوْ الصِّغَالِ
عَوْرَاتِ النِّسَاءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ
زِيْنَتِهِنَّ ۗ وَتَوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اِنَّهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ
تُقْلِحُوْنَ ﴿۳۱﴾

(اے رسول) مؤمنین سے کہد کہ اپنی نظروں کو نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہی ان کے لیے پاکیزگی (نفس) کی بات ہے۔ یہ لوگ جو نیچے کرتے ہیں خدا اس سے خوب اکتف ہے۔ اور اے رسول، ایماندار عورتوں سے بھی کہد کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنے بناؤ سنگھار (کے مقامات) کو کسی پر ظاہر نہ ہونے دیں مگر جو خود بخود ظاہر ہو جاتا ہے (اُس کا گناہ نہیں) اور اپنی اور ٹھہنیوں کو (گھونگھٹ مار کے) اپنے گریبانوں (سینوں) پر ڈالے رہیں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اپنے شوہروں یا اپنے باپ داداؤں یا اپنے شوہر کے باپ

داؤوں یا اپنے بیٹوں یا شوہر کے بیٹوں یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھینجیوں یا اپنے بھانجیوں یا اپنی قسم کی عورتوں یا اپنی لونڈیوں یا (گھر کے) وہ نوکر چاکر جو مرد صورت ہوں (مگر بہت بوڑھے ہونے کی وجہ سے) عورتوں سے کچھ مطلب نہیں رکھتے یا وہ کم سن لڑکے جو عورتوں کے پردہ کی بات سے آگاہ نہیں۔ اور نہ اپنے پاؤں نہ زمین پر اس طرح رکھیں کہ لوگوں کو ان کے پوشیدہ بناؤ سنگھار (جھنکار وغیرہ) کی خبر ہو جائے اور لے ایسا نہ رو تم سب کے سب ایک بار گاہ میں تو بہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

یہی زنا سے بچانے اور ناموس کا تحفظ کرنے کا ایک حصہ ہے۔ مردوں اور عورتوں سے کہا جا رہا ہے کہ جب تم راستہ میں چلو یا مرد و عورت کسی جگہ آمنے سامنے ہوں تو دونوں کو چاہیے کہ اپنی اپنی لگا ہوں نیچی کر لیں۔ فطرت کے راز دار جانتے ہیں کہ گاہ میں ایک جادو ہے جو محبت کو اس طرح جھینپتا ہے جیسے مقلطیس کو ہے۔ جو ان عورت و مرد کی نظر ملتے ہی دونوں کے دلوں پر جو گزرتی ہے اس کو دل والے ہی جانتے ہیں عشق و محبت کی بنیاد انہی لگا ہوں کے بغیر محسوس لطیف نارٹوں پر رکھی جاتی ہے۔ یہ جادو دونوں دلوں میں اول تو اضطراری کیفیت پیدا کرتا ہے پھر رفتہ رفتہ یہ جنوں کے درجہ تک پہنچا دیتا ہے۔ لہذا اس کی روک تھام کے لیے قدرت نے یہ احتیاطی تدبیر بیان فرمائی ہے۔ افسوس ہے کہ اب اس عقلی اور فطری احتیاط کو نہایت بے پرواہی کے ساتھ پس پشت ڈال دیا گیا ہے۔ عورتیں جی بھر کے مردوں کو دیکھتی ہیں اور مرد عورتوں کو، جب تک کہ یہ حجاب نازل نہ ہوئی تھی زنا کاری لوگوں کا محبوب مشغلہ بنی ہوئی تھی۔ لیکن جب پردہ کا حکم ہوا تو یہ شیطان طوفان ایک بڑی حد تک ٹرک گیا تھا۔ اہل مغرب کی تقلید نے عورتوں کو بے حجاب کر کے اسلام پر ایسا ظلم کیا کہ بے شمار عقبتیں نہایت بے باکی سے ٹوٹی جا رہی ہیں۔

شکاہوں کی تڑپ سے بچانے کی تعلیم کے بعد دوسری احتیاط قدرت نے بر بنائی کہ عورتیں دو بیٹوں سے اپنے سینوں کو چھپاتے رہیں۔ کیونکہ چہرہ کے بعد مرد کی نگاہ عورت کی حقیقت پر جاتی ہے۔ اور اس کے بعد شیطان دوسروں کی مرد کے دل میں آگ بھڑک اٹھتی ہے اور پھر جو ہونا ہے وہ ہوتا ہے۔ افسوس ہے کہ یہ احتیاط بھی ختم ہو گئی۔ اب دو بیٹا ایک فنڈ کی طرح گلے میں ڈال لیا جاتا ہے۔ تیسری احتیاط اس سلسلہ میں برہمنی کے عورتوں میں ایسا بناؤ سنگھار کسی نا محرم کو نہ دکھائیں۔ ہاں جو چیزیں نہ چھپ سکیں ان کے لیے مجبوری ہے جیسے با جاموں کے پانیچے کی گوط یا چادر کے کانسے۔ برقع اس لیے رکھا گیا تھا کہ زینت کی ہر چیز چھپی رہے لیکن مسلمانوں کی بھینسی سے وہ بھی اٹھ گیا اور جو کہیں کہیں رہ گیا ہے وہ لباس کے لیے گرد پوش کی حیثیت سے سے ذکر بناؤ سنگھار چھپانے کے لیے۔ غرض ساری احتیاطی تدبیر ختم ہو گئیں۔ نتیجہ چاہے ہرگز نہ نکلے مگر علم حسد کی نافرمانی ذات خود ایک برائی ہے۔ دروازے نو گھروں میں اس لیے لگاتے جاتے ہیں کہ جو رکھیں داخل نہ ہو سکیں اگر اس پر بھی داخل ہو جائے تو مجبوری قابل معافی ہے۔ تمام اسلامی ممالک سے پردہ اٹھ گیا اور یہاں ہے

وہاں سے اٹھا جا رہا ہے۔ اب کوئی پردہ کی حمایت میں ایک لفظ سننا گوارا نہیں کرتا اور آیات کی عجیب غریب تاویلین محک کے یا مجبوراً یا ظاہر کر کے بے پرواہی سے اس کے فائدہ کے فتوے دیتے جاتے ہیں۔

مرد کی نظر اگر چاہا کہ کسی عورت کے چہرے پر پڑ جائے تو گناہ نہیں لیکن بد نظر سے لذت نفس کے لیے دیکھنا گناہ ہے۔ کہا جاتا ہے، حج میں عورت کا چہرہ دکھلا رہتا ہے لیکن وہاں کوئی اس کی طرف دیکھنے والا ہی نہیں ہوتا۔ عورت کے چہرہ پر نظر کر کے کون کفارہ دے، کون اپنا حج ناقص بنائے لہذا وہاں مرد کسی عورت کی طرف نظر بھر کر دیکھتے ہی نہیں۔ ہاں یہود و نصاریٰ کی عورتیں جو بے پردہ گھومتی پھرتی ہیں۔ ان کی طرف لگا کر گناہ نہیں مگر بد نظر ڈالنے سے گریز کی جائے۔

یہ سب کچھ اس لیے کہا ہے کہ مرد و عورت ایک دوسرے کے لیے شیطان کے جال ہیں۔ البتہ نیک نیتی سے کسی عورت کا مرد پر نظر کرنا گناہ نہیں لیکن اس نیک نیتی کا قائم رہنا بسا اوقات دشوار ہو جاتا ہے۔ اور ایک ہلکا سا شرارہ ایسا شعلہ بھڑکا تا ہے کہ پچھتاہٹھل ہو جاتا ہے۔ بلکہ وہ مرتے دم تک بھٹتا ہی نہیں۔ نکلے قواہین اور دفاتر کی پابندی اب کچھ ایسی ہو گئی ہیں کہ مرد سارے دن گھر سے باہر رہتا ہے اگر عورت گھر سے باہر نکلے تو گھر کی ضروریات کیسے پوری ہوں۔ عریب آدمی نوکر رکھ نہیں سکتا۔ یہ سچ ہے لیکن عورتیں برقع میں نکل کر بھی یہ ضرورتیں پوری کر سکتی ہیں جیسا کہ محتاط عورتیں کرتی ہیں۔ بہر حال عینی احتیاط ممکن ہوا تھی تو کی جائے۔ مجبوری کو خدا دیکھتا ہے وہ صفا کرنے والا ہے۔

جو لوگ مغربی ممالک میں ملازمت کی غرض سے جاتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ اگر ہم اپنی بیویوں کو برقع پوش بنا کر گھروں سے نکالیں تو وہ سو گھنٹوں میں ایک ناک و لے کی مثال قرار پاتی ہیں۔ جہاں ایک حمام میں سب ہی ننگے ہوں وہاں ایک سڑ پوش کی کھلتی بڑاڑ سے کی تو کیا ہوگا۔ ان سے عرض ہے، بے شک آپ کا کہنا درست ہے لیکن اگر مسلمان ملے کہیں کہ ہم برقع میں نکالیں گے تو دوسروں کو پتہ چل جائے گا کہ مسلمانوں میں یہ کم ہے وہ اس کو توڑ نہیں سکتے تو یہ شکوہ خیر ختم ہو جائے گی۔ مقصد یہ ہے کہ شریعت کا حکم تو بدلا جا نہیں سکتا۔ رہا عمل تو اس کا بخشنا نہ بخشنا خدا کے اختیار میں ہے۔

سکھوں کو دیکھو وہ اپنی مذہبی رسم کے مطابق سر پر کہیں بھی رکھتے ہیں اور پگڑھی بھی باندھتے ہیں اور دائرہ رکھتے ہیں کہ بان بھی باندھتے ہیں اور اس طرح ملکوں ملکوں میں گھومتے ہیں۔ سب جانتے ہیں یہ ان کی مذہبی چیزیں ہیں لہذا کوئی مذاق نہیں اڑاتا۔ اگر سب مسلمان اس پینٹق ہو جائیں کہ ہم فرائض الہی کے مطابق اپنی عورتوں کو برقع پوش ہر جگہ لے جائیں گے تو کوئی وجہ نہیں کہ ان کا مذاق اڑایا جائے۔

وَأَنْكَحُوا الْأَيَّامِي مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَأَمَّا يَكْفُرُ طَائِفٌ

يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُعْزِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿۳۳﴾ وَلَيْسَتِغْفِرِ
الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّى يُعْزِمَهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَالَّذِينَ
يَبْتَغُونَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَكَانَتُبُوهُمْ أَنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ
خَيْرًا ۗ وَأَنْتُمْ مِّنْ مَّالِ اللَّهِ الَّذِي أَتَاكُمْ وَلَا تُكْرَهُوا قِتَابَتَكُمْ
عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدَنْ تَحْصِنًا لِّتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَنْ
يُكْرِهْهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِمْ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۳۴﴾

جو لوگ تم میں بے بیابے ہیں اور جو نیک بخت غلام یا لونڈیاں ہیں ان کا نکاح کر دیا کرو۔ اگر وہ
فقیر ہوں گے تو اللہ اپنے فضل و کرم سے انہیں مالدار بنائے گا اور اللہ تو بڑی گنجائش والا واقف
ہے اور جو لوگ نکاح کرنے کا مقصد نہیں رکھتے ان کو چاہیے کہ پاکدامنی اختیار کریں یہاں تک کہ
خدا ان کو اپنے فضل و کرم سے مالدار بنائے۔ تمہارے لونڈی غلاموں میں سے جو مکتوب ہونے کی
خواہش کریں تو تم اگر ان میں کچھ صلاحیت دیکھو تو مکتوب کر دو اور خدا کے مال سے جو اس نے تمہیں
دیا ہے ان کو بھی دو۔ اور تمہاری لونڈیاں جو پاکدامن رہنا چاہتی ہیں ان کو دنیاوی زندگی میں سادہ
حاصل کرنے کے لیے حرام کاری پر مجبور نہ کرو اور جو انہیں مجبور کرے گا تو خدا ان کی بے بسی کے
بعد برا بخشے والا مہربان ہے۔

آیا صبی، ایسے کی جمع ہے۔ ہر اس مرد یا عورت کو کہتے ہیں جو غیر شادی شدہ ہو۔ عورت ہو یا مرد
غلام ہو یا کینیز اگر وہ فقیر ہوں گے تو اللہ ان کو عینی عرصے کا اس کے پرستی نہیں کرنا دے گا کہ وہ ان کے گھر میں
رہنے لگے گا یا کوئی خسران ان کے لیے آئی پڑے گا بلکہ مطلب یہ ہے کہ گھر میں عورت کے آجانے سے نظام
خانہ داری درست ہو جائے گا۔ عورت مرد کی آمدنی کو کفایت شکاری سے خرچ کرے گی۔ آمدنی کے اضافہ میں مدد
دے گی اکثر عورتیں جینے میں خاصہ لے آتی ہیں یہی امکان ہے کہ انہیں اپنے میکے سے میراث میں کچھ حصہ ملی جائے۔

جن لوگوں کی مالی حالت کمزور ہے اور اتنی طاقت نہیں رکھتے کہ شادی کرنے کے بعد عورت کے اخراجات برداشت کر سکیں
انہیں چاہیے کہ پاکدامنی سے اتنا وقت گزاریں کہ اللہ اپنے فضل و کرم سے ان کی مالی حالت درست کر دے۔
اگر تمہارے غلام یا کینیز میں کچھ روپیہ بچاؤ وارثیتے رہیں گے اس کے بعد ان کو آزاد کر دو گے تو اسے قبول کر کے
اسے مکتوب بنا دو۔ اس کی دو صورتیں ہیں، اول یہ کہ تمہارا روپیہ ادا کیا جائے اتنا آزاد ہو جائے۔ اسے مکتوب مطلق
کہتے ہیں۔ دوسرے جب تک کل رقم ادا نہ کرے گا آزاد نہ ہوگا اسے مکتوب شرط کہتے ہیں لیکن یہ دیکھ لیا جائے کہ
وہ آواز دہن نہیں اور رستم ادا کرنے میں ہٹ دھرمی سے تو کام نہ لے گا تو اسے مکتوب بنا دو۔ کیونکہ خدا ہر مسلمان کو
کو آزاد پسند کرنا ہے۔ اور یہ بھی تم پر فرض ہے کہ جو رقم ملے ہوئی ہے اس میں سے کچھ صاف کر دو حضرت علی علیہ السلام
غلاموں کو ہر رقم صاف کر دیا کرتے تھے۔ اور عام مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ اگر غلام مکتوب ان سے مدد طلب
کرے تو جو مال خدا نے ان کو دیا ہے اس میں سے اس کی حاجت بر آری کریں۔

جو کینیز یا پاکدامن زندگی بسر کرنا چاہتی ہیں آقاؤں کو جائز نہیں کہ انہیں خرچہ کمانے پر مجبور کریں لیکن
اگر کوئی کینیز بدکاری کی شریک ہو تو اس کی ذمہ داری اس کی ذات پر ہے لیکن اگر مالک فخر گری پر مجبور کرے گا
تو مالک اس کا ذمہ دار ہوگا اور یہ قسم اس کے لیے جائز نہ ہوگی۔ ایسی صورتیں کینیز کا گناہ، خدا بخشے والا ہوگا۔

وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ آيَاتٍ مُّبَيِّنَاتٍ وَمَثَلًا لِّلَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلِكُمْ
وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ﴿۳۵﴾

ہم نے تمہاری طرف روشن آیات کو نازل کر دیا اور ان حالتوں کو بھی بیان کر دیا جو تم سے پہلے
گزر چکی ہیں یہ متقیوں کے لیے نصیحت بھی۔

زنا، افترا پر داری اور بے پردگی سے سابق قوموں پر جو نصیحتیں نازل ہو چکی ہیں انہیں ان واقعات کے سبق
حاصل کرنا چاہیے۔ حقیقتاً ہماری اس نصیحت سے صرف وہی لوگ فائدہ حاصل کریں گے جو متقی و پرہیزگار ہیں۔
بے احتیاطی اور لاپرواہی لوگوں کے اور بیکرا اثر ہوگا۔ وہ اپنی رائے و قیاس سے کام لے کر ہمارے احکام سے سزا موٹ
لیں گے۔ لیکن وہ یاد رکھیں اور سمجھ لیں کہ اعمال کے نتائج رائے اور قیاس کے ہٹاٹے سے ہتھتے نہیں۔

اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ مِثْلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ ۗ الْمِصْبَاحُ

فِي زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ لَّا تَكَادُ زَيْتُهَا يُضَيُّعُ وَلَا لَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُورٌ عَلَى نُورٍ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۳۵﴾ فِي بَيْوتٍ إِذْنُ اللَّهِ أَنْ تَرْفَعَ وَيُذَكَّرَ فِيهَا اسْمُهُ لَا يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ﴿۳۶﴾ رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَهُمْ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ ﴿۳۷﴾ لِيَجْزِيَ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَيَزِيدَهُمْ مِنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾

اللہ آسمان و زمین (تمام کائنات) نور ہے۔ اس کے نور کی مثال اس طاق کی سی ہے جس کے اندر چراغ ہو اور وہ چراغ ایک شیشہ کے اندر ہو اور وہ شیشہ روشن ستارہ کی طرح چمکتا ہو۔ اور وہ چراغ درخت مبارک زیتون (کے تیل) سے روشن کیا گیا ہو جو نہ شرقی ہو نہ غربی اور وہ تیل ایسا (روشن و شفاف) ہو کہ اگر آگ اُسے چھوئے گی نہیں تو ایسا معلوم ہو کہ آپ ہی آپ روشن ہو جائے گا۔ غرض نور ہی نہیں بلکہ نور پر نور کی جوت پڑ رہی ہے۔ خدا اپنے نور کی طرف جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔ خدا لوگوں کو سمجھانے کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے اور اللہ ہر شے کا جاننے والا ہے اور (وہ چراغ) ان گھروں میں روشن ہیں جن کی تعظیم کا خدا نے حکم دیا ہے ان میں لکھا

نام لیا جاتا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو صبح و شام اس کی تسبیح کرتے ہیں یہ ایسے لوگ ہیں جن کو خدا کے ذکر اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ تجارت غافل کر سکتی ہے نہ خرید و فروخت۔ وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں خوف کے ماسے دل اور آنکھیں اُلٹ جائیں گی (اس کی عبادت اس لیے کرتے ہیں) کہ خدا ان کے اعمال کا بہتر سے بہتر بدلہ عطا فرمائے اور اپنے فضل و کرم سے کچھ اور زیادہ بھی دے اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

ان آیات میں غفران کا بہت کچھ اختلاف ہے ہم ان سب سے قطع نظر کر کے صرف وہ تفسیر کہتے ہیں جو ہمارے آئمہ سے منقول ہے۔ اللہ آسمان و زمین کا نور ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ آسمان و زمین یعنی ساری کائنات کا روشن کرنے والا ہے۔ یہ نہیں کہ آسمان و زمین کے اندر محدود ہے۔ کوئی حلقہ کوئی دائرہ کوئی مخلوق اس کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ اب وہ اپنے روشن کرنے کی یعنی لوگوں کو ہدایت کرنے کی ایک مثال بیان کرتا ہے۔ ایک طاق ہے (یعنی شیشہ رسالت) اس میں ایک چراغ ہے یعنی نبوت۔ اور یہ چراغ ایک شیشہ کے اندر ہے یعنی اس روشنی کی حفاظت اس شیشہ سے ہوتی ہے جس سے مراد ہے امامت۔ جس طرح چراغ کو ہوا کے جھوکوں سے پھیلنے کے لیے چراغ پر فانوس لگایا جاتا ہے اس طرح امامت اس چراغ نبوت کو کفار و مشرکین کے حملوں سے بچاتی ہے۔ فانوس سے ایک غرض یہی ہوتی ہے کہ چراغ کی روشنی میں زیادہ چمک پیدا ہو اور یہ چراغ جس تیل سے روشن کیا گیا ہے وہ نہ شرقی ہے نہ غربی۔ اس سے مراد یہ ہے آنحضرت نسل ابراہیمی سے ہیں جو نہ یہودی تھے نہ نصرانی۔ یہودی کہتے ہیں ابراہیم ہم ہیں سے تھے یعنی یہودی تھے نصرانی کہتے تھے ہم میں سے تھے یعنی نصرانی تھے۔ خدا کہتا ہے وہ سچے مسلمان تھے نہ یہودی تھے نہ نصرانی۔ نُورٌ عَلَى نُورٍ سے مراد یہ ہے کہ حفاظت شریعت نبویؐ کے لیے شیشہ پر شیشہ لگا ہوا تھا یعنی بارہ امام اس کے محافظ تھے۔ گویا نور پر نور چڑھا ہوا ہے۔ ایسا مثال کی اور زیادہ وضاحت کی جاتی ہے کہ چراغ ایسے گھروں میں روشن ہے جو عظمت و احترام والے گھر ہیں اور جن میں ہمیشہ خدا کا ذکر ہوتا رہتا ہے اور صبح و شام اس کی تسبیح ہوا کرتی ہے یعنی محمد و آل محمد کا گھر۔ اس کے بعد اور وضاحت کی جاتی ہے کہ اس مثال کے صدق وہ لوگ ہیں جن کو ذکر خدا سے غافل نہ پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ تجارت روکتی ہے نہ خرید و فروخت۔ وہ تمام مسلمانوں کی طرح نہیں ان کے درجات بہت بلند ہیں وہ اس دن (قیامت) سے ڈرتے ہیں جس میں خوف کے ماسے لوگوں کے دل اور آنکھیں اُلٹ جائیں گی جو اس بانتر ہو جائیں گے۔ یہ نیک اعمال ہی اس لیے کرتے ہیں کہ روز قیامت انہیں بہتر سے بہتر جزا دے۔ اور خدا اپنے فضل و کرم سے ان کے اجر میں اور زیادتی کرے۔

۱۔ لوگوں نے اس کے علاوہ جو تفسیریں بیان کی ہیں وہ ان آیات سے مطابقت نہیں رکھتیں۔

لفظ نُور کے بارہ میں بھی لوگوں کا بڑا اختلاف ہے عموماً کہا جاتا ہے کہ نور وہ ہے جو اپنی ذات

میں روشن ہوا اور دوسرے کاروشن کرنے والا ہو لیکن حقیقت نہیں صفت ہے۔ اس کی حقیقت تو خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ ہم تو اتنا ہی جانتے ہیں کہ خدا کی سب سے پہلی مخلوق نور محمدی ہے۔ جیسا کہ حضرت نے فرمایا ہے **أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورِي**۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ جب حضور اول مخلوق تھے تو پہلے کہاں؟ جواب یہ ہے کہ کہاں اور کب کا سوال اس کے لیے ہے جو عالم امکان کے اندر ہو۔ اور جہات میں محدود ہو۔ لیکن چونکہ نور محمدی جہات کے پیدام ہونے سے پہلے خلق ہوا تھا لہذا اس کے متعلق یہ سوال پیدا نہیں ہوتا۔ وقت اور مکان دو چیزوں کے درمیان کسی چیز کی حرکت سے پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً سوج جب نصف النہار پر آتا ہے تو آپ کہتے ہیں بارہ بجے ہیں۔ پس اگر سوج کا شروع اور ختم استواء ہونو تو آپ وقت معلوم نہیں کر سکتے۔ یہ تو مادے کے مکان و زمان کے اصول ہیں آپ اس کو نوری دنیا میں کیوں تلاش کر لیتے ہیں وہاں کے اصول آپ کی سمجھ ہی میں نہیں آسکتے کیونکہ آپ کی عقل جہات کے اندر ہی چکر چکا سکتی ہے۔ کائناتوں کی مینارک کیا جانے کہ سمندر کتنا بڑا ہے اور اس کی حدود کہاں تک ہیں۔

یونانی فلاسفوں کا نظریہ یہ تھا کہ دنیا مادہ کے اجزائے لائتجزی سے بنی ہے۔ اس نظریہ کے تحت وہ مادہ کو تفریق مانتے تھے اور اجزائے لائتجزی مادہ کے وہ جز سمجھے جاتے تھے جن کا تجزیہ نہ ہو سکے یعنی ایٹم۔ لیکن جدید سائنس نے یہ ثابت کر دیا کہ اجزائے لائتجزی کو بھی توڑا جاسکتا ہے۔ چنانچہ جب ایسے کسی جز کو توڑا جاتا ہے تو بجلی کی دو شامیں نکل کر اس کے وجود کا خاتمہ کر دیتی ہیں یعنی جب بجلی کی دو شامیں مل جاتی ہیں تو ایک ہی جز بن جاتا ہے۔ اس عمل سے یہ پتہ چلا کہ جس چیز سے کائنات بنی ہے اس کی اصل مادہ نہیں ہے بلکہ برقی یعنی نورانی شامیں ہیں انہی کے عمل سے مادہ کے ذرات بنے اور ان ذرات سے تمام کائنات وجود میں آئی۔

پس جب یہ ثابت ہو گیا کہ اول مخلوق نور محمدی ہے تو حضور کے اس قول پر بھی نظر ڈالیے **أَنَا وَ عَلِيٌّ مِنْ نُورٍ وَ أَحَدُهُمَا** (میں اور علیؑ ایک نور سے ہیں)۔ برقی قوت نام ہے دو شاموں کا مثبت و منفی۔ ورنہ ایک شام کوئی چمک پیدا نہیں کر سکتی نہ کوئی قوت کہلا سکتی ہے جب تک دو شامیں مل کر کام نہ کریں۔ پس اب بات صاف ہو گئی۔ یہ کائنات نور محمدی و علیؑ کی وجہ سے ظہور میں آئی۔ بنیاد تمام کائنات کی نور محمدی و علیؑ ہے اگر یہ نہ ہوتے تو کچھ بھی خلق نہ ہوتا۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے **لَوْلَا لَدَا لَمَّا خَلَقْتُ الْاَفْلاكَ**۔ (اے محمدؐ، اگر تم نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا)۔ یعنی افلاک کا وجود تمہارے بعد ہے۔ افلاک کے بعد رفتہ رفتہ تمام مخلوق وجود میں آئی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ نور اولیٰ کو تمام مخلوق پہنچاتی ہے اور ان کی تعظیم و سجالاتی ہے۔

جس طرح یہ عالم مادی ہے اس طرح ایک عالم نور بھی ہے اس کی خصوصیات عالم مادی سے جدا گانہ ہیں۔ لہذا ہم اس کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ ہم تو ابھی تک عالم مادی کو بھی نہیں سمجھ سکے عالم نور کو کیا سمجھیں گے لہذا اس کے متعلق عقل لڑائی بے سود ہے۔ عرضیں انہی بھی اس عالم نور کی ایک مخلوق ہے۔ نور محمدی اس کے تحت تسبیح و تقدیس انہی کرتا تھا، جیسا کہ حضور نے فرمایا ہے، کتا اشباحاً من ذر نعت عرش اللہ

تسجد و تقدیس۔ (ہم ایک نور قدیم کا پر تو تھے عرش الہی کے نیچے تسبیح و تقدیس کرتے تھے)۔ اور جیسا کہ حضور نے فرمایا یہ نور خلقت آدم سے چودہ ہزار برس پہلے پیدا ہوا تھا جبکہ عالم نور کا ایک دن ہماری دنیا کے ایک ہزار برس کے برابر ہوتا ہے۔ ہے کسی محاسب کے مسلم کی طاقت کو اس کا شمار کر سکے۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمَانُ مَاءً حَتَّى إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَوَجَدَ اللَّهُ عِنْدَهُ فَوْقَهُ حِسَابًا وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝۳۹ أَوْ كَظُلُمٍ فِي بَحْرٍ لَحِيٍّ يَغْشَاهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهِ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهِ سَحَابٌ ظَلَمَتْ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ إِذَا أَخْرَجَ يَدَهُ لَمْ يَكِدْ يَرِيهَا وَوَمَنْ لَمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَاِنَّهُ مِنُ نُورٍ ۝۴۰ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُرُ لَهُ مَن فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالطَّيْرِ صَفَتْ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ ۝۴۱ وَ لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَ أَلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ ۝۴۲

جو لوگ کافر ہیں ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے حثیل میدان کا چمکتا ہوا ریت جسے پیاسا دور سے پانی سمجھتا ہے لیکن جب اس کے پاس آتا ہے تو کچھ بھی نہیں پاتا (اور پیاسا تڑپ کر مر جاتا ہے) اور اس نے خدا کو اپنے پاس موجود پایا خدا نے جس کا حساب چکا دیا اور خدا تو بہت جلد حساب کرنے والا ہے یا (کافروں کے اعمال کی مثال) اس بڑے گہرے سمندر کی تاریکیوں کی سی ہے جس کے اوپر ایک موج اس پر دوسری موج اس کے اوپر بادل (تاریخ غرض تاریکیاں ہیں کہ ایک دوسرے پر اٹھی چلی آتی ہیں کہ اگر کوئی اپنا ہاتھ نکالے تو (شدت تاریکی سے) اسے دیکھ نہ سکے اور جسے خود خدا

عج =

ہی نے ہدایت کی روشنی زد ہی ہوا اس کے لیے کہیں کوئی روشنی ہی نہیں۔ کیا تو نے اتنا بھی نہیں دیکھا کہ جتنی مخلوق آسمان وزمین کے درمیان ہے اور پرندے پر پھیلائے اسی کی تسبیح کرتے ہیں۔ سب کے سب اپنی نماز اور اپنی تسبیح کا طریقہ خوب جانتے ہیں اور جو کچھ یہ کہہ کرتے ہیں خدا اس سے خوب واقف ہے آسمان وزمین کی سلطنت سب اللہ ہی کے لیے ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

یہاں کفار کے اعمال کی دو مثالیں دی گئی ہیں۔ پہلی مثال سراب کی ہے کہ دُور سے تو وہ پانی معلوم ہوتا ہے لیکن اس پانی کو کچھ بھی نہیں۔ پیسا ایک قطرہ وہاں سے نہیں پاسکتا۔ کفار کی ظاہری تزک بھوک سے لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ بہت معقول لوگ ہیں ان کے اعمال بہت اچھے ہیں لیکن حقیقت میں وہ کچھ بھی نہیں۔ ان کے اعمال کا کوئی اجر نہیں، کفر نے سب پر پانی پھیر دیا۔

دوسرے وہ لوگ ہیں جن کی برا عملوں کی تہ پر تہ جلی جاتی ہے چاہے وہ کیسے ہی ذفاہ نام کے کام تھے ہوں مگر ان کے کفر کی وجہ سے سب کے سب بے اجر رہیں گے۔ خدا کی سرکار سے ان کو کوئی اجر نہ ملے گا کیونکہ کفر کی تاریکیاں تہ تہ اس پر اس طرح چھائی ہوئی ہیں جیسا قرآن نے بیان کیا ہے۔ پھر ایسے لوگوں سے ایمان لانے کی کیا امید ہو سکتی ہے۔ آج کل کی دنیا میں سائنس دانوں کے کام تو لوگوں کو بڑے حیرت انگیز نظر آتے ہیں اور ان کی تعریف کرتے کرتے مرے جاتے ہیں مگر خلاق عالم کی صنعتوں پر نظر نہیں کرتے۔ ہوائی جہاز بنوایا کرتے ہیں، تو کہتے ہیں واہ واہ، اس کے صنایع نے کیا کام کیا ہے کہ عقل حیران ہے لیکن کبھی اس خدا کی تعریف نہیں کرتے جس نے بے شمار برہنہ جو ایمان اُٹا رکھے ہیں اور جن کو دیکھ کر آدمی نے ہوائی جہاز بنایا ہے۔ جتنی مشینیں آج دنیا میں کام کر رہی ہیں یہ سب خدا کی صنعت کی رہیں نہ تھیں، انہی کو دیکھ کر تو ہر مشین بنائی گئی ہے۔ اگر وہ خدا کی صنعتوں کو سمجھتے تو ہر اس کے وجود سے انکار کر ہی دیتے۔ ہر جانور اپنے خالق کو پہچانتا ہے اور اس کی حمد کی تسبیح کرتا ہے لیکن اسے نہیں پہچانتا تو یہ کافر انسان جو اشرف المخلوقات کہلاتا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ پرندوں کی تسبیح کیسے سمجھی جائے تو جواب یہ ہے کہ کلمہ منطلق الطیر پہلے حاصل کرو ورنہ اپنے اور ان کے خالق کے فرمانے پر ایمان لاؤ۔

الْمَ تَرَانِ اللّٰهُ يَرْجِي سَعَابَا ثَمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهُ ثُمَّ يَجْعَلُهُ رُكَامًا
فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهِ وَيُنزِلُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ
جِبَالٍ فِيهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَصْرِفُهُ عَنْ مَنْ

يَشَاءُ، يَكَادُ سَنَا بَرَقَ بِهِ يَذْهَبُ بِالْأَبْصَارِ ۚ يُقَلِّبُ اللّٰهُ الْاَيْلَ
وَالنَّهَارَ ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِيْ الْاَبْصَارِ ﴿۳۴﴾

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی بادل کو چلاتا ہے پھر وہی اسے باہم جوڑتا ہے پھر اسے تہ تہ رکھتا ہے پھر بارش اس کے درمیان سے پھوٹ سکتی ہے اور آسمان میں جو (جمع شدہ بادلوں کے) پہاڑ ہیں ان میں سے وہی برساتا ہے پھر انہیں جس کے (سمر) پر چاہتا ہے ڈال دیتا ہے۔ قریب ہے کہ اس کی بجلی کی کوندائے کوسوں کی روشنی اُچک لے جائے۔ خدا ہی رات اور دن کو پھیر بدل کرتا رہتا ہے بیشک اس میں آنکھ والوں کے لیے بڑی عبرت ہے۔

پہاڑوں سے دوسری سے جے ہوئے بادل ہو سکتے ہیں جو اُولے گراتے ہیں۔ یہ بادل اپنی قدرت سے جس جگہ چاہتا ہے برساتا ہے کس میں یہ طاقت ہے کہ اپنی مرضی کے مطابق وہاں چاہے بارش کر اسے۔ یہی ہمیں اس کی قدرت کا ایک کٹھن ہے کہ پانی کے دانوں میں آگ لگا دینا ہے۔ یہی پانی جب تک دریاؤں اور سمندروں میں رہتا ہے چاہے کیسا ہی سلاب آئے کیسا ہی طوفان برپا ہو سبکی کی چمک اس میں کبھی پیدا نہیں ہوتی۔ لیکن اور چلنے کی حالت بدل جاتی ہے، کھاری پانی میٹھا ہو کر برساتا ہے، بجلیوں کی ٹرپ پیدا ہو جاتی ہے، رعد کی گرج سنائی دیتی ہے بہت امراض کا یہ پانی علاج بن جاتا ہے۔ صدف کے زہر میں جاتا ہے تو موم بن جاتا ہے۔ مسانپ کے پیٹ میں جاتا ہے تو زہر ہو جاتا ہے۔ شہد کی مٹی کے پیٹ میں جا کر شہد کی صورت اختیار کرتا ہے۔ ریشم کے کیڑے کے دہن سے نکلتا ہے تو ریشم کا ناز نظر آتا ہے۔ سب جازا ما اعظم شانہ۔

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ مِّنْ مَّاءٍ ۗ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۗ وَمِنْهُمْ
مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى اَرْبَعٍ ۗ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا
يَشَاءُ ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۵﴾

اللہ نے زمین پر چلنے والے جانوروں کو پانی سے پیدا کیا، ان میں سے بعض تو ایسے ہیں جو پٹ کے بل چلتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو دو پاؤں پر چلتے ہیں اور بعض چار پاؤں پر چلتے ہیں۔ حق را جو

چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور ہر شے پر قادر ہے۔

ہر چیز پر چھیننے والے کو بانی سے پیدا کیا ہے قدرت نے جانوروں کی درجہ بندی (Classification) ان کے چلنے کے طریقہ پر کی ہے۔ کچھ پیٹ کے بل چلتے ہیں کچھ دو پاؤں پر اور کچھ چار پر۔ ماہرین علم حیرانات کے لیے لڑتے ہوئے ہیں انہوں نے درجہ بندی ریڑھ کی ہڈی ہونے اور نہ ہونے پر کی ہے۔ جس جانور کے نظام حیات برقرار رکھنے کے لیے جو صورت مناسب سمجھی ہے وہ عطا فرمائی ہے کسی کو اعتراض کا اس لیے حق نہیں کہ وہ روزِ قدرت سے واقف ہی نہیں۔

لَقَدْ أَنْزَلْنَا آيَاتٍ مُّبِينَاتٍ وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۳۷﴾
وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ فَرِيقًا مِّنْهُمْ مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَمَا أُولَئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ﴿۳۸﴾ وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُونَ ﴿۳۹﴾ وَإِن يَكُن لَّهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ ﴿۴۰﴾ أَفِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ أَمْ ارْتَابُوا أَمْ يَخَافُونَ أَن يَحِيفَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولَهُ بَلْ أُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿۴۱﴾ إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَن يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۴۲﴾

ہم نے روشن آیات کو نازل کیا اللہ جسے چاہتا ہے صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ وہ کہتے ہیں ہم اللہ پر اور رسول پر ایمان لائے اور ان کی اطاعت اختیار کی اس کے بعد ان میں سے ایک

گروہ (حکمِ خدا سے) منہ پھیر لیتا ہے یہ لوگ مومن نہیں ہیں اور جب وہ اللہ اور رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں تاکہ ان کے درمیان (جھگڑے کے) فیصلہ کر دیں تو ایک گروہ ان میں سے منہ پھیر لیتا ہے (۱) اصل آیت ہے کہ اگر حق ان کی طرف ہوتا تو گردن جھکائے (پچھکے سے) رسول کے پاس دوڑے ہوئے آتے۔ تو کیا ان کے دل میں (کفر کا) مرض باقی ہے یا شک میں پڑے ہیں یا اس بات سے ڈرتے ہیں کہ سب ادا خدا اور اس کا رسول ان پر ظلم کر بیٹھیں گے (یہ سب کچھ نہیں) بلکہ یہ لوگ ہیں ہی ظالم۔ ایمانداروں کا قول تو یہ ہے کہ جب ان کو خدا و رسول کے پاس بلایا جاتا ہے کہ ان کے باہمی جھگڑوں کا فیصلہ کر دیں تو کہتے ہیں ہم نے سنا اور دل سے مان لیا اور یہی لوگ آخرت میں کامیاب ہونے والے ہیں۔

عہدِ رسالت میں منافقوں کا ایک یوگا گروہ تھا جو رب کے سامنے تو یہ ظاہر کرتے پھر نئے نئے کفر کا ہم اللہ و رسول پر ایمان لائے ہیں۔ اور ان کے حکم کے ماننے والے ہیں لیکن ان کے دل میں جو کچھ کہتے تھے وہ ان کے دل کی آواز نہ ہوتی تھی اس کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ جب ان کے درمیان کوئی باہمی جھگڑا ہوتا تھا اور رسول ان کو فیصلہ کے لیے بلائے تھے تو جو فریق حق پر نہیں ہوتا تھا وہ اس خوف سے رسول کے پاس نہیں آتا تھا کہ آپ اس کے خلاف فیصلہ دیں گے حقیقت یہ ہے کہ ان کے دل میں کفر کا مرض باقی ہے اور وہ رسول کی صداقت اور اللہ و رسول کے فیصلہ پر ایمان نہیں لائے۔ مومن کبھی ایسا نہیں کرتے۔ وہ جب کوئی مقدمہ رسول کے سامنے لاتے ہیں تو ان کے فیصلہ پر راضی ہو جاتے ہیں اور جو حکم وہ دیتے ہیں، سجالتے ہیں۔ آخرت میں فلاح پانے والے ایسے ہی لوگ ہیں۔

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشِ اللَّهَ وَيَتَّقْهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿۴۱﴾ وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِن أَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجْنَ قُلْ لَا تُقْسِمُوا بِطَاعَةِ مَعْرُوفَةٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۴۲﴾ قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَا حَمَلْتُمْ ۚ وَإِن تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا ۚ وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلْغُ الْمُبِينُ ﴿۴۳﴾

منافقوں کا رسالت

جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے اور خدا سے ڈرے اور پرہیزگاری اختیار کرے تو یہ لوگ اپنی مراد کو پہنچنے والے ہیں (اے رسول) ان (منافقوں) نے تمہاری اطاعت کے بارے میں خدا کی سخت سے سخت قسمیں کھائی ہیں کہ تم اگر انہیں حکم دو تو بلا عذر (مگر چھوڑ کر) نکل کھڑے ہوں گے۔ تم ان سے کہہ دو قسمیں نکھاؤ تمہاری اطاعت کا حال معلوم ہے جو عمل تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے اے رسول کہہ دو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اگر تم منہ پھیرو گے تو (سمجھ لو) رسول پر جو بار رکھا گیا ہے وہ اس کا ذمہ دار ہے اور تم پر جو بار رکھا گیا ہے اس کے تم ذمہ دار ہو۔ اگر تم رسول کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے اور ہمارے رسول پر تو واضح طریق سے (ہمارے احکام کا) پہنچا دینا فرض ہے۔

جس جگہ لے گا گوشت تہ آیات میں ذکر ہے مفسرین کا اس میں اختلاف ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ بشر منافق اور ایک یہودی کے درمیان جھگڑا تھا۔ یہودی آنحضرتؐ کو یہ سمجھتے ہوئے کہ آپ کا فیصلہ برحق ہوگا ختم کرنا چاہتا تھا اور بشر کعب بن اشرف یہودی کو شالٹ بنانے کا خواہشمند تھا اس کے دل میں یہ دنگا تھا کہ شہید حضرت یہودی کے حق میں فیصلہ کر دیں۔

بعض نے کہا ہے کہ جھگڑا حضرت علیؑ اور مغیرہ بن وائل کے درمیان تھا۔ مغیرہ حضرت کو حکم بانے پر راضی نہ تھا اس نے حضرت کو ظالم کہا تھا۔

بعض نے کہا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؑ سے ایک زمین خریدی تھی۔ اس میں پتھر نکل آنے کی وجہ سے وہیں کرنا چاہا۔ حضرت علیؑ نے انکار کیا اور اپنا حکم رسولؐ کو قرار دیا اس پر حکم بن العاص نے حضرت عثمانؓ سے کہا تم اس کو نہ مانو کیونکہ رسول اللہ اپنے چچا زاد بھائی کے خلاف ہرگز فیصلہ نہ دیں گے۔ اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿۵۵﴾

(مسلمانوں) تم میں سے جو ایمان والے ہیں اور جنہوں نے اعمال صالحہ کیے ہیں ان سے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ انہیں زمین کا اس طرح خلیفہ بنائے گا جیسے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا اور جس دین کو اُس نے ان کے لیے پسند فرمایا ہے اس پر ان کو پوری قدرت دے گا اور ان کے خوفزدہ ہونے کے بعد ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا کہ وہ میری عبادت الٰہیمان سے کریں گے اور میرا شریک کسی کو نہ بنائیں گے اور جو اس کے بعد بھی انکار کرے تو ایسے لوگ بیکار ہیں۔

اس آیت کو آیۃ اختلاف کہتے ہیں اس کی تفسیر میں مسلمانوں کے درمیان بڑا اختلاف ہے بعض لوگ اس سے خلافت حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کی حقانیت پر دلیل لاتے ہیں بعض خلافت اسماعیلی کا برحق ہونا ثابت کرتے ہیں۔ ہم شیعوں کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ آیت ظہور قائم آل محمدؐ کے متعلق ہے۔ لہذا اس کے متعلق ہم یہاں چند ضروری باتیں بیان کرتے ہیں۔

۱۔ اللہ کا وعدہ ان لوگوں سے ہے جو ایمان لانے والے اور عمل صالحہ کے اعمال سے بجا لانے والے ہیں۔ اگر اس وعدہ کا تعلق عام مومنین و صالحین سے ہو تو آیت میں جو مضمون آگے بیان کیا گیا ہے اس کا کلیہ لفظ کر رہ جائے گا۔ مومنین و صالحین کا ایک گروہ ہے جن کے مختلف طبقات و درجات ہیں لہذا یہ وعدہ صرف اول کے مومنین و صالحین سے متعلق ہونا چاہئے۔ ورنہ افضل کے ہونے مفضول سے کوئی ایسا وعدہ کرنا صحابہ کی فضیلت پر ظلم ہوگا۔ آیت کا مضمون بتاتا ہے کہ یہ وعدہ ہے

مومنوں سے متعلق ہونا چاہئے جن کے ایمان میں کسی وقت بھی جھول نہ آیا ہو نہ ہی سلوٹ پڑی ہو۔ اول سے آخر تک ایک ہی حالت پر رہے ہوں۔ کسی شلہ دین میں کسی بھی کوئی ہلکا سا شک بھی ان کے دل میں پیدا نہ ہوا ہو۔ ایسے مومنین کا ہمیں

سوائے اہلبیتؑ رسولؐ مسلمانوں کے کسی طبقہ میں نہیں پائے جاتے۔ انہی مومنین کی ایک فریق علیؑ بن ابی طالب کے متعلق رسولؐ نے یہ فریضہ خندق پر فرمایا، **بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي أَنزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي فِيهِ آيَاتٌ لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ**۔ اسے صالحین تو سوائے اہلبیتؑ رسولؐ کوئی

گروہ ایسا نہیں پایا جاتا جس کے اعمال صالحہ اول سے آخر تک بے دھتہ رہے ہوں۔ بے راہ روی کی ہلکی سی چھینٹ بھی ان کے دامن اعمال پر نہ پڑی ہو۔ جا بجا آیتوں میں صالح المومنین سے مراد امیر المؤمنین علیؑ السلام ہیں۔ پس شہادت شاہی پر بیٹھنے والے مسلمانوں میں چاہے کتنے ہی ہوں اور مشرق سے غربت تک پرچم سلطنت کے

لہرنے والے کوئی بھی ہوں یہ وعدہ ان سے متعلق نہیں ہو سکتا۔ جب تک ایمان و عمل صالحہ کے دائرہ میں ان کا اختیار اعلیٰ تسلیم نہ ہو جب تک امت مسلمان و حدیث دونوں سے ان کی عصمت کا ثبوت نہ ملتا ہو۔ جو لوگ عصمت کے دائرہ سے باہر نظر آئیں گے ایمان و عمل صالحہ کی کمزوری کا امکان ان کی ذات سے کسی وقت پیدا نہیں ہو سکتا۔

۲۔ وعدہ الٰہی یہ ہے کہ ان کو اسی وقت عاقل و تاملوں کے تحت خلیفہ بنایا جائے گا جیسا اس نے پہلے بنایا ہے اب یہ دیکھنا ہے کہ یہ اختلاف کن اصولوں کے تحت تھا۔

۳۔ رسول کا خلیفہ منصوب من اللہ ہوتا ہے۔ نبی یا رسول کو اپنا جانشین بنانے کا حق کسی کو نہیں ہوتا تھا

آيَةٌ وَاجْعَلْ لِي وَرَدِيًّا قَرْنًا مِّنْهُنَّ ۚ هٰؤُنْ اَسْحٰی (طہ: ۲۳) سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اپنے غلیظ یا جانسپین کے لیے صرف سفارش کر سکتا ہے خود نہیں بنا سکتا۔ دوسرے کسی رسول کی خلافت اس کے خاندان والوں میں سے ہی مخصوص ہوتی ہے اور وہ بھی قریب ترین فرد سے۔ تیسرے کبھی ایسا نہیں ہوا اگر یہ کام امت سپرد کیا گیا ہو تو تم جیسے جاہل بنالو۔ پس جب تک قاعدہ مسلم ہے تو وعدہ الہی کسی ایسے شخص ہی سے متعلق ہو سکتا ہے، جو صاحب ایمان کامل ہو۔ صاحبین کی نماز فرد ہو۔ رسول کے خاندان والا ہو۔ خدا اور رسول نے اس کو یقین کیا ہو۔ اس کی خلافت پر نص ہو۔

وعدہ یہ ہے کہ دین اسلام پر پورا پورا اٹکنگ اس کو حاصل ہو گا جس سے یہ وعدہ کیا گیا ہے۔ پورا پورا اقتدار اس وقت حاصل ہو سکتا ہے جب سوائے دین اسلام اور کوئی دین دنیا میں پایا ہی نہ جائے۔ آئینت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک سے آج تک کوئی وقت ایسا نہیں آیا کہ تمام ادیان مسٹ کر صرف دین اسلام ہی کا پرچم برخطہ زمین پر لہرایا جا تا رہا ہو۔ ہر زمانہ میں ہر دین موجود رہا ہے۔ بودھ مت۔ ہندو دھرم۔ مذہب زرتشت۔ یہود و نصاریٰ دوسرے۔ زرتشتیوں میں سے کوئی مذہب بھی غائب نہیں ہوا۔ پھر کیسے مان لیا جائے کہ دین اسلام کو سطح زمین پر پورا پورا تسلط حاصل ہو گیا ہو۔ اور اسلامی سلطنت کے سوا کوئی حکومت دنیا میں قائم ہی نہیں رہی۔

یہ مبارک دوسرے ظہور قائم آل محمد کوئی دور آؤ وہ نہیں ہو سکتا۔ آپ ہی کے ظہور کے وقت مشرق سے غریب نکلا اور جنوب سے شمال تک سوائے دین اسلام کے کوئی دوسرا دین پایا ہی نہ جائے گا۔ جیسے آبادی زمین کے آغاز میں ایک ہی امت تھی اس طرح آخر زمانہ میں بھی ایک ہی امت ہوگی۔ حسب فرمودہ رسول حضرت حجت قائم آل محمد تمام دنیا کو عدل و داد سے اس طرح بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔ اس کا نام ہے لکن فی الدین اور یہ جو گا وہ دوزخی اختلاف جو اسی قاعدہ کے تحت ہو گا جو آج بسیار ورسلیں میں جاری ہے حضرت حجت منہ و منہ میں اپنے غلیظ بھی ہیں اور رسول کی اولاد بھی۔ ایک جگہ خدا نے فرمایا، هُوَ الَّذِي اَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدٰی وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَ عَلٰی الدِّيْنِ كَلِمَةَ (الفتح: ۲۸)۔ (اللہ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو تمام ادیان پر غالب کر دے)۔ اس آیت کی رو سے دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب آنا چاہیے۔ پس یہ پیش گوئی جواب تک پوری نہیں ہوتی آخر زمانہ میں ظہور امام عصر کے وقت ہی پوری ہوگی ریب وہی وقت ہو گا جب حضرت عیسیٰ جو نبی اسرائیل کے حجت آخرتے آسمان سے اتریں گے اور حضرت حجت علیہ السلام کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھیں گے۔

سب سے آخر میں کہا گیا ہے کہ خدا اس نماز میں خوف کو اس میں بدل دے گا تاکہ سب لوگ خدا سے وحید لائے اور عبادت بے کھٹکے کریں ایسا وقت بھی آج تک نہیں آیا کہ مسلمان ہر خطہ زمین پر بے خوف و خطر عبادت جمالاتے رہے ہوں جہاں جہاں غیر مسلموں کی حکومتیں ہیں وہاں آزادی سے مسلمان عبادت نہیں کر سکتے۔ تاریخ اسلام میں دیکھو کیسے کیسے ظلم ان پر ہوئے ہیں۔ ان کو عبادت سے روکا گیا ہے۔ ان کے عبادت خانے سمار کیے گئے ہیں۔ شہداء اسلام کی جسے مرتی کی گئی ہے اور اب بھی کی جا رہی ہے۔ لہذا عقلی اور نقلی فیصلہ ہے کہ ایسے مان ایسا ہونا چاہیے کہ

یہ رکاوٹیں برف ہو جائیں۔ دنیا ظلم و تشدد کے دروازے بند ہو جائیں۔ شیر و بکری ایک گھاٹ پر پانی پینے لگیں۔ روئے زمین پر کہیں خدا کے واحد کی عبادت کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ ہو۔ انشاء اللہ وہ زمانہ آئے والا ہے۔ یَسُوْفُ بَعِيْدًا وَنٰرًا قَرِيْبًا۔ لوگ اسے دُور سمجھتے ہیں اور ہم بہت قریب۔

وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اَتُوا الزَّكٰوةَ وَ اطِيعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَ مَا وَّلَهُمْ شَيْئًا مِنَ النَّارِ وَ لِبَئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۵۷﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاذِنْكُمْ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اِيْمَانُكُمْ وَ الَّذِيْنَ لَمْ يَلْبَعُوْا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلَاثَ مَرٰتٍ مِّنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَ حِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرِ وَ مِّنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ ثَلَاثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَّلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَ هٰذِهِنَّ طَوْفُوْنَ عَلَيْكُمْ بِمُضَكُمْ عَلٰی بَعْضِ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ الْاٰیٰتِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۸﴾

اور نماز پڑھا کر اور زکوٰۃ دیا کرو اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ اے رسول، تم یہ خیال نہ کرو کہ یہ کفار زمین پر چل پھر کر تمہیں عاجز کر دیں گے (یہ خود عاجز ہو جائیں گے) ان کا ٹھکانہ تو جہنم ہے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔ اے ایمان والو، تمہارے لوٹنے والے غلام اور وہ لوگ جو ابھی بلوغ کو نہیں پہنچے ان کو چاہیے کہ (دن رات میں) تین بار تمہارے پاس آنے کی اجازت تم سے طلب کریں۔ صبح کی نماز سے پہلے، دوپہر کو جب تم (گرمی کی وجہ سے) کپڑے اتار دیا کرتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد۔ یہ تین وقت تمہارے پردہ کے ہیں۔ ان کے علاوہ آنے میں نہ تم پر

ع

اتفاق عورت

کوئی الزام ہے نہ ان پر کیونکہ باقی اوقات ایک دوسرے کے پاس آیا جابا ہی کرتے ہیں۔ اللہ اپنے احکام کو یونہی کھل کر بیان کیا کرتا ہے اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

کفار و مشرکین اور مردودہ قبائل میں پھرنے لگا کر حضور کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا کرتے تھے لوگ جب پیغمبر حضور سے بیان کرتے تھے تو آپ پریشان ہوتے تھے۔ خدا سنی دینے کے لیے فرماتا ہے کہ تم ان باتوں کا خیال ہی نہ کرو۔ یہ ہم پر غالب نہیں آسکتے۔

مکروہ تین اوقات میں اس لیے بے اجازت آنے کو منع کیا گیا ہے کہ لوگ سو مانا تین اوقات میں بے تکلفی سے پڑھے اُتار دیکرتے ہیں۔ ایسی حالت میں کسی کا بے اجازت آجانا لوگوں کو ناگوار ہوتا ہے۔

وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنْكُمْ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوا كَمَا اسْتَأْذَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿۵۹﴾
وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الَّتِي لَا يَرَجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَنْ يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ ۚ وَأَنْ يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لِهِنَّ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۶۰﴾

۱۔ ایما ذارو) جب تمہارے بچے حد بلوغ کو پہنچ جائیں تو یہ بھی اسی طرح تم سے اذن حاصل کریں جس طرح ان کے قبل (بڑی عمر) والے (گھر میں آنے کی) اجازت لیا کرتے تھے۔ یوں ہی خدا اپنے احکام صاف صاف بیان کرتا ہے اللہ بڑا واقف کار حکیم ہے۔ اور بڑی بڑھی عورتیں جو نکاح کی خواہش نہیں رکھتیں وہ اگر اپنے کپڑے (دوپٹے وغیرہ) اتار کر (سر نہ لگا کر لیں) تو اس میں ان پر گناہ نہیں پڑتا بلکہ ان کو اپنا بناؤ سنگھار دکھانا مقصود نہ ہو اور اگر اس سے بھی سچیں تو ان کے لیے بہتر ہے اور اللہ بڑا سننے والا جاننے والا ہے۔

والقواعد من النساء (بیٹھ رہنے والی عورتیں) ان سے مراد وہ بڑھی عورتیں ہیں جنہیں نکاح کی خواہش رہی اور جنہیں دیکھ کر لوگوں کے دل میں کوئی بدخواہش پیدا نہ ہو۔ ایسی عورتیں اگر گری کی وجہ سے اپنا دوپٹہ یا چادر آڑوں پر لپیٹ لیں اور اپنی زینت دکھانا مقصود نہ ہو تو ان پر کوئی گناہ نہیں۔ یہ زینت نہ دکھانے کی قید اس لیے لگا دی ہے کہ بعض اوقات زینت معلوم ہوتا ہے کہ ابھی مردوں کو رجھانے کا جذبہ چاہے وہ ہلکی ہی صورت میں ہو اس کے اندر باقی ہے۔

لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَى حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَنْفُسِكُمْ أَنْ تَأْكُلُوا مِنْ بُيُوتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ آبَائِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أُمَّهَاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ إِخْوَانِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أَخَوَاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أَعْمَامِكُمْ أَوْ بُيُوتِ عَمَّاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ إِخْوَانِكُمْ أَوْ بُيُوتِ خَالَاتِكُمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۖ مِمَّا نَحَلَّ ۖ أَوْ صَدِيقِكُمْ ۗ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَأْكُلُوا جَمِيعًا أَوْ أَشْتَاتًا ۚ فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً ۚ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ مُبْرَكَةٌ طَيِّبَةٌ ۚ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿۶۱﴾

اس امر میں نہ تو اندھے آدمی کے لیے مضائقہ ہے نہ لنگڑے پر الزام نہ بیمار پر کوئی گناہ نہ خود تم لوگوں پر کہ اپنے گھروں سے کھانا کھاؤ یا اپنے باپ دادا نانا وغیرہ کے گھروں سے یا اپنی ماں دادی نانی وغیرہ کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی چچو بھیبوں کے گھروں سے یا اپنے ماموں کے گھروں سے یا اپنی خالائوں کے گھروں سے یا اس گھر سے جس کی گنجیاں تمہارے ہاتھ میں ہیں یا اپنے دوستوں کے گھروں سے اور

اس میں بھی تم پر کوئی الزام نہیں کہ سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ بس جب تم گھروں میں داخل ہو (اور وہاں کسی کو نہ پاؤ) تو خود اپنے اوپر سلام کر لیا کرو جو خدا کی طرف سے ایک پاکیزہ تحفہ ہے خدا اسی طرح اپنے احکام صاف صاف بیان کرتا ہے تاکہ تم سمجھو۔

غور کیجئے اسلام نے محبت بڑھانے اور اتحاد قائم کرنے کے لیے کیا اچھا طریقہ تعلیم کیا ہے۔ جب معذوری مجبور لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھائیں گے تو اول تو ان معذوروں کی ہمت افزائی ہوگی دوسرے تندرست و تندرست افراد کی تواضع و انکساری کا اظہار ہوگا۔

دوسرے کشتہ داروں کے پاس جا کر کھانا بھی باہمی ربط و ضبط کو بڑھانے کا اور رشتہ داری کے تعلقات مضبوط ہوتے جائیں گے۔ ایک صورت یہ بھی ہے کہ جب کوئی گھر بند کر کے کسی دوسرے کے یہاں جائے گا تو اپنے گھر کی کچی اپنے بڑوسی کو کسی ضرورت کی بنا پر لے جائے، یہ بھی باہمی اعتماد اور محبت مند تعلقات کا ایک طریقہ سمجھو کبھی لینے والا اپنی دیانت کا ثبوت پیش کرتا ہے اور لینے والا ہمسایہ کی ذات پر پورے وثوق کا۔ قدیم عرب میں یہ دستور تھا کہ وہ الگ الگ کھاتے اور ہندوؤں کی طرح ایک جگہ مل کر کھانا برا سمجھتے تھے اسلام نے اس رسم کو توڑ دیا۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَى أَمْرٍ جَامِعٍ لَمْ يَذْهَبُوا حَتَّى يَسْتَأْذِنُوهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَ كَأُولَئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأَذَنْ لِمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۶۲﴾

ایماندار تو صرف وہی لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہوں اور جب کسی ایسے کام کے لیے جس میں لوگوں کے جمع ہونے کی ضرورت ہے رسول کے پاس جانا ہو تو بغیر ان سے اجازت لیے نہ جائیں۔ اے رسول جو تم سے اجازت لینے ہیں وہی لوگ (دل سے) خدا اور اس کے رسول پر ایمان

لا تے ہیں۔ جب یہ لوگ اپنے کسی کام کے لیے تم سے اجازت مانگیں تو تم ان میں سے جن کو چاہو اجازت مانے دیا کرو اور خدا سے ان کی بخشش کی دعا بھی کرو۔

ایمان کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ اگر کسی ضرورت کے رسول کی خدمت میں حاضر ہونا ضروری ہو تو یوں ہی بے آوازہ توقف حضرت کے پاس نہ جا بیٹھنا چاہیے بلکہ حضور سے آنے کی اجازت لینی چاہیے۔ اسی طرح جب جانا ہو تو بھی بے اجازت اٹھ کر نہ چل دینا چاہیے۔ ان آداب کا لحاظ جنگ و صلح دونوں حالتوں میں ہونا چاہیے۔ جنگ اُحد سے ایک روز قبل منطلق بن عباس نے حضرت سے اجازت لے کر غنہ کیا اور دوسرے ہی دن اذنی رسول لڑائی میں شرکت کر کے شہید ہوئے۔ اسی کے بارہ میں آیت نازل ہوئی۔

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۚ قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَ مِنْكُمْ لَوْ آذَانٌ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ ۚ إِنَّ تَصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۶۳﴾ ۚ إِنَّ اللَّهَ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ قَدْ يَعْلَمُ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ ۚ وَيَوْمَ يَرْجِعُونَ إِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا ۗ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۶۴﴾

اے مسلمانو! جس طرح تم میں سے ایک دوسرے کو نام لے کر بلایا کرتا ہے اس طرح رسول کا بلانا سمجھو۔ خدا ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو تم میں سے آنکھ بچا کر (پیغمبر کے پاس سے) کھسک جاتے ہیں تو جو لوگ اس کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو اس بات سے ڈرنے رہنا چاہیے کہ مبادا ان پر کوئی مصیبت آپڑے یا ان پر دردناک عذاب نازل ہو خبردار جو کچھ آسمان و زمین میں ہے سب خدا ہی کا ہے جس حالت میں تم ہو خدا خوب جانتا ہے اور جس دن یہ لوگ خدا کی طرف لوٹائے جائیں گے تو جو کچھ ان لوگوں نے کیا کر یا ہے خدا بتائے گا اور خدا تو ہر شے سے خوب واقف ہے۔

خدا نے اپنے رسول کی ایک اعزازی اور اختیاری شان رکھی ہے۔ امت اول کو یہ اجازت نہیں دی کہ وہ

حضرت کا نام لے کر پکاریں بلکہ یا رسول اللہ یا نبی اللہ کہہ کر پکارنا چاہیے۔ یا محمد کہہ کر نہیں۔ خدا نے اس احترام کو اس حد تک ملحوظ رکھا ہے کہ خود بھی کہیں قرآن میں یا محمد کہہ کر نہیں پکارا بلکہ صفات سے پکارا ہے جیسے لیس، المرسل، المرز، یا ایہا النبئی، یا ایہا الرسولی۔ اس نے مسلمانوں کو اجازت نہیں دی کہ رسول کی مخالفت کریں۔ دوسرے مخالفت ان پر حضرت مذاب لگے گا یا کوئی بڑی مصیبت نازل ہو جائے گی۔ یہ بھی اجازت نہیں دی کہ رسول کی آواز سے اپنی آواز بھی بلند کر سکیں۔ جن لوگوں نے ایسا کیا ہو گا سمجھ لیجئے ان کا کیا حشر ہو گا۔

سورۃ الفرقان فیکتہ (۲۵)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهِ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ۱
الَّذِیْ لَدُوْهُ مَلٰئِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّهٗ
شَرِیْکٌ فِی الْمَلٰئِکَةِ وَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ فَقَدَرَهُ تَقْدِیْرًا ۲ وَاَتَّخِذُوْا
مِنْ دُوْنِہٖ اِلٰہَةً لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّهُمْ یَخْلُقُوْنَ وَلَا یَمْلِکُوْنَ
لَا نَفْسٌ مِّمَّہُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا یَمْلِکُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَیٰوَةً وَّلَا نَشُوْرًا ۳

سبارک ہے وہ ذات (خدا) جس نے قرآن کو اپنے بند (محمد) پر نازل کیا تاکہ وہ سارے جہان کو ڈرانے والا ہو۔ وہ وہ خدا ہے جس کے لیے آسمان وزمین کی بادشاہت ہے نہ اس نے کسی کو اپنا بیٹا بنایا اور نہ کوئی اس کی سلطنت میں شریک ہے ہر چیز کو اسی نے پیدا کیا ہے اور اس کو ایک خاص اندازہ سے پیدا کیا ہے لوگوں نے اسے چھوڑ کر ایسوں کو اپنا مبود بنا لیا ہے جو کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود دوسرے کے پیدا کیے ہوئے ہیں اور نہ وہ اپنے نقصان پر قدرت رکھتے ہیں نہ اپنے نفع پر اور نہ ان کو اپنی موت

پر قابو ہے نہ زندگی پر اور نہ مرنے کے بعد اٹھنے پر۔

قرآن کریم میں بار بار اس کا ذکر کیا گیا ہے کہ خدا کے نہ کوئی بیٹا ہے نہ بیٹی نہ زور و نہ کوئی اس کا خدا بنانے ہے۔ یہ سب نہیں اور تعلقات تو اس کی مخلوق کے ہوتے ہیں اس کی سلطنت میں کوئی شریک نہیں۔ شریک کیسے ہوں جبکہ سب اس کی مخلوق ہیں اور کسی نے کوئی چیز اس دنیا میں خلق نہیں کی۔ خدا نے ہر شے کو ایک اندازہ سے پیدا کیا ہے یعنی جس مخلوق کو جوت و قوامت رنگ و ڈھنگ دیا ہے یا جو اس کی نشوونما کا طریقہ ہے وہ سب اس کے حسب حال ہے۔ اگر اس میں ذرا سی تبدیلی کر دی جائے تو اس کی موت واقع ہو جائے گی۔ خواہ غذا میں ہو یا مقام رہائش میں۔

جو لوگ خدا کو چھوڑ کر بتوں کی پوجا پاٹ کرتے ہیں۔ ان کی سمجھ میں اتنی بات نہیں آتی کہ ان کی کس بات پر مرٹے ہیں نہ تو ان کو اپنے نفع پر قابو ہے نہ نقصان پر نہ زندگی پر نہ موت پر پھر ان کی کون سی ادا ہے جس کے پیش نظر ان کے سامنے سبہ ریزی بھی ہو رہی ہے اور ان کو اپنا ماحبت نہ وہ بھی سمجھا جا رہا ہے۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِنْ هٰذَا اِلَّا اَفْکٌ وَّ اَعَانٰہُ عَلَیْہِ قَوْمٌ
اٰخَرُوْنَ فَقَدْ جَاءَ وُظْلَمًا وَّ زُوْرًا ۴ وَقَالُوْا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ
اَکْتَتَبْنَا فَہٰی ثَمَلٰی عَلَیْہِ بُکْرَةٌ وَّ اَصِیْلًا ۵ قُلْ اَنْزَلْہُ الَّذِیْ
یَعْلَمُ السِّرَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِنَّہٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۶ وَقَالُوْا
مَا لِہٰذَا الرَّسُوْلِ یَا کُلُّ الصَّلٰمِ وَّمِیْثٰی فِی الْاَسْوَاقِ لَوْلَا اَنْزَلَ
اِلَیْہِ مَلٰئِکٌ فِیْکُوْنَ مَعَہٗ نَذِیْرًا ۷ اَوْ یُلْقِیْ اِلَیْہِ کَتٰبًا وَّ تَکُوْنُ لَہٗ
بَحْنًا یَا کُلُّ مِنْہَا ۸ وَقَالَ الظَّالِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۹

کافر لوگ کہنے لگے یہ تو سب جھوٹ موٹ کی باتیں ہیں جسے اس شخص نے خود گڑھ دیا ہے اور اس افترا پر ازی میں لوگوں نے اس کی مدد بھی کی ہے۔ بے شک ان لوگوں نے خود ہی ظلم و فریب کیا

ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ تو پہلے لوگوں کے جھوٹے قصے ہیں جن کو شیخ (محمدؐ) لکھواتا ہے اور وہی صبح و شام اُسے سنائے جاتے ہیں۔ اے رسول تم کہہ دو یہ کتاب تو اُس اللہ نے نازل کی ہے جو زمین و آسمان کے بعبید جانتا ہے وہ بڑا غفور و رحیم ہے۔ اور وہ یہ بھی تو کہتے ہیں یہ کیسا رسول ہے کمانا کھانا ہے بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں نازل ہوا تاکہ وہ بھی اس کے ساتھ ڈرانے والا بن جاتا یا اس کے لیے آسمان سے کوئی خزانہ بھی گرا دیا جاتا یا اس کا کوئی (بہر اہل) باغ ہی ہوتا جس کے پھل پھلاری کھاتا اور یہ ظالم کفار (مؤمنوں سے) کہتے ہیں تم تو ایک ایسے شخص کا اتباع کر رہے ہو جو بھروسہ ہے

قرآن کے متعلق مشرکین نے یہ بھائی اڑا رکھی تھی کہ محمدؐ کے پاس ایک شخص رات کو آتا ہے وہ عبرانی زبان میں بھی بھائی کتابوں کے ترجمے سنا رہا ہے وہی آپ صبح کو اپنے اوپر ایمان لانے والوں کے سامنے پڑھ کر سنا دیتے ہیں۔ کس قدر غلبہ دار و فریب کار تھے۔ یہ لوگ اگر ایمان لائے تو کسی روز اس آنے والے کو پکڑ کر بھول نہیں لیا۔ یہود و نصاریٰ سے کیوں نہیں پوچھا کہ جو باتیں قرآن میں بیان کی گئی ہیں وہ تو ریت و انجیل یا صحف انبیاء میں جس جہت سے موجود ہیں یا نہیں۔ یہ سب عدالت برت دھری کے کرشمے تھے۔ باوجود ان لغویات اور کذب و بات کے خداوند عالم ان سے درگزر کرتا ہے تاکہ وہ بات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ وہ شخص بہر حال رہنے والا تو کبھی کا تھا اس پر قابو نکال کر کے پوچھا جاسکتا تھا۔ دوسرے جاہلین برس سے پہلے آنحضرتؐ نے ایسا کیوں نہیں کیا۔ اگر وہ شخص مگر میں چھپ کر یہ سبق پڑھاتا تھا تو کسی روز مگر میں ٹھس کر اُسے پکڑ کیوں نہ لیا۔ اور سب بڑی بات یہ ہے کہ اگر یہ دعویٰ نبوت کسی پڑھانے کے لئے تھا تو اس کے لئے زور پر کیا گیا تھا تو پھر اصحابِ خاص اپنے ایمان میں اتنے پختہ کیوں تھے بالخصوص حضرت علیؑ علیہ السلام جو ہر وقت آپ کے ساتھ رہتے تھے۔ کیا وہ جہے کہ یہ فریب ان پر نہ لگتا۔ اگر یہ سب بناوٹی باتیں ہوتیں تو ممکن نہ تھا کہ حضرت علیؑ اور دیگر صحابہؓ اپنی جانیں قربان کرتے۔

دوسرا اعتراض یہ تھا یہ کیسا رسول ہے جو ہماری طرح چلتا پھرتا ہی ہے اور کھاتا پیتا بھی ہے۔ گویا ان کے نزدیک نبی ایسا ہونا چاہیے تھا جو اسے پریت بھرتا اور بادشاہان دنیا کی طرح محلوں کے اندر چھپ کر رہتا۔ دروازہ پر پہرہ دار ہونے کسی کو اندر جانے نہ دیتے۔ لوگ اس کی زیارت کو نہ ترستے۔ بائبلوں کی طرح ایک جگہ دھندا ڈھینڈھے پھیلاتا نہ کھاتے پینے سے غرض مرنے نہ چلنے پھرنے کی اس میں طاقت ہوتی۔ لوگ خود ہی اس کے پاس آکر بدایت پالتے۔ وہ نہ کہیں آتا نہ جاتا نبوت کا یہ عجیب مفہوم وہ اپنے ذہن میں لیے ہوئے تھے۔ کیا ان سے پہلے انبیاء اس دنیا میں نہیں آئے تھے۔ کیا ان کی زندگی کے حالات ان تک نہیں پہنچے تھے۔ کیا وہ چلتے پھرتے کھاتے پینے نہ تھے۔ حضور ان سب باتوں کو جانتے تھے مگر جب ہفت کی چھیڑ چھاڑ ہی منظور ہو تو پھر عقول باتوں کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ نبی کے ساتھ ایک فرشتہ بھی کوڑا ہاتھ لیے چلتا۔ جو نبی کی بات نہ ماننا نظر سے لٹھ اُس کے

سوال کے متعلق کافروں کے اعتراض

سرمہر مار کر جھنڈا رکھوں دیتا۔ پھر کیا تھا ایمان کے ہر طرف ڈھیر لگ جاتے اور کفر کا کوئی نام نہ لیتا۔ وہ تو یہ بھی کہتے تھے کہ ایک شہزادہ آسمان سے برس ہاتا، سونے چاندی کے ڈھیر لگ جاتے اور نبی یہ اعلان کرتا جو مجھ پر ایمان لائے گا اس کی گرد سونے چاندی سے بھری جائے گی پھر تو لوگ ایسے ٹوٹ پڑتے جیسے پیاسے کتوں میں پراور ایسے روہیلی سنہری ایمان کا نبی کے ارد گرد انبار لگ جاتا۔ وہ تو یہ بھی کہتے تھے کہ نبوت کی تکلیف کوئی پھیلا پھولا باغ ہوتا، جس میں قمر قسم کے میوے لگے ہوتے سیب۔ انار۔ انگور۔ کھجور۔ آم۔ جامں پھلوں کی خوشبو بہتی ہوتی اور لوگ بول بول کر باغ کی طرف اپکتے ہوتے۔ نبی پھیل کھاتا جاتا اور ان کے کس سے چیکے ایمان کی گھٹیاں بانڈھنا جاتا۔ ان تمام اعتراضات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبوت کا مفہوم سمجھے ہوئے نہ تھے۔ سمجھتے تو سب کہ سمجھنے کی کوشش کرتے۔ باوجود اس ظالمانہ اور امتحانہ چھیڑ چھاڑ کے خدا ان کو ہدایت دیتا رہا کہ شاید سچے جاہلین لیکن وہ کہاں سمجھنے والے تھے۔

رسول کی اس حالت سے کہ وہ عام لوگوں کی طرح بازاروں میں چلتے پھرتے تھے اور محنت مزدوری کر کے اپنا پیٹ پالتے تھے۔ امیروں سے زیادہ غریبوں سے ملتے تھے۔ محنت عملاً کو سبق لینا چاہیے۔ اور اپنے اس طرز زندگی کو ترک کرنا چاہیے کہ میر مہین و مرزا پھوپھیا بنے ہوئے ہیں۔ بغیر سواری کے گھسے قدم نہیں نکالتے۔ پیدل چنانچہ ان علم کے خلاف سمجھتے ہیں۔ بازار سے سودا سلف لانا گناہ کبیرہ جانتے ہیں۔ بیٹھنے سے صاف فرکتے ہیں تو عبا کا درہا ہاتھ پر ڈال لیتے ہیں۔ غریبوں سے کہ ملتے ہیں امیروں سے زیادہ۔ بات بات سے وعظ و نعت پکرتی ہے۔ اپنی محنت سے نہیں بلکہ دوسروں کی دولت سے آرام و آسائش کا سامان مہیا کرتے ہیں۔ قوم ان کے ناز و نخر سے اس بنا پر اٹھتی ہے کہ وہ ان کے مذہب کے عالم کہلاتے ہیں۔

أَنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا ۙ
تَبْرَكَ الَّذِي أَنشَاءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذَلِكَ جَدَّتْ تَجْرِي مِّنْ
تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَيَجْعَلُ لَكَ قُصُورًا ۙ بَلْ كَذَّبُوا بِالسَّاعَةِ فَكَفَرُوا
وَأَعْتَدْنَا لِلْمَن كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيرًا ۙ إِذَا رَأَتْهُم مِّن مَّكَانٍ
بَعِيدٍ سَمِعُوا لَهَا تَغِيظًا وَزَفِيرًا ۙ وَإِذَا أَلْقَا مَنَّهُمَا مَكَانًا ضَيِّقًا
مُّقَرَّبِينَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُورًا ۙ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ

ثُبُورًا وَاحِدًا وَاذْعُمُوا ثُبُورًا كَثِيرًا ﴿۱۷﴾

(اے رسول ذرا دیکھو) ان لوگوں نے تمہارے لیے کیسی کیسی پھینتیاں گڑھی لی ہیں۔ یہ لوگ گمراہ ہو گئے اب کسی طرح راہ راست پر نہیں آسکتے۔ خدا تو ایسا بابرکت ہے کہ اگر چاہے (تو ایک باغ کیا چیز ہے) ایسے بہتیرے باغ تمہارے لیے پیدا کرے جن کے بیجے نہیں بہتی ہوں اور تمہارے واسطے محل بنادے (یہ سب کچھ نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ) ان لوگوں نے قسیامت کو جھوٹ سمجھا ہے اور جس نے جھوٹ سمجھا ہم نے اس کے لیے جہنم کو تیار کر رکھا ہے۔ جب وہ ان لوگوں کو دُور سے دیکھے گا تو (جوش مائے گا) اور یہ لوگ اس کے جوش و خروش کی آواز سنیں گے اور جب یہ لوگ زنجیروں سے جکڑ کر اس کی کسی تنگ جگہ سے جھونک دیے جائیں گے تو اس وقت موت کو پکاریں گے (اس وقت ان سے کہا جائے گا) آج ایک ہی موت کو نہ پکارو بلکہ بہتیری موتوں کو پکارو۔

جہنم کی آگ دُنیا کی آگ کی طرح بے شعور نہ ہوگی۔ وہ کافروں کو دیکھتے ہی پہچان لے گی اور جوش میں آجاتی۔ وہاں ایسا نہ ہوگا کہ جل گئے کراہی سے مرٹ جائے بلکہ موت کا وہاں سوال ہی نہ ہوگا ہمیشہ جلتے ہی رہیں گے۔

قُلْ اِذْ لَكَ خَيْرًا مِّمَّا جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِي وَعَدَ الْمُتَّقُونَ ؕ كَانَتْ لَهُمْ جَزَاءً وَّ مَصِيرًا ﴿۱۵﴾ لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ خَالِدِينَ ؕ كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْئُومًا ﴿۱۶﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَايَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللّٰهِ فَيَقُولُ ؕ اَنْتُمْ اَضَلْتُمْ عِبَادِي هُوَ اَضَلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۱۷﴾

اے رسول تم ان لوگوں سے کہو آیا یہ جہنم بہتر ہے یا ہمیشہ رہنے کا باغ بہشت، جس کا پر میں کاؤں سے وعدہ کیا گیا ہے وہ ان کے اعمال کا صلہ ہوگا اور آخری ٹھکانہ۔ جس چیز کی خواہش کریں گے ان کے لیے وہاں موجود ہوگی اور وہ ہمیشہ وہاں اس حال میں رہیں گے۔ یہ تمہارے پروردگار کا (ایک

بہتیری موتوں کا حال

لازمی اور) مانگا ہوا وعدہ ہے اور جس دن خدا ان لوگوں کو اور جن کی یہ عبادت کرتے تھے ان کو جمع کریگا اور پوچھے گا کیا تم ہی نے میرے بندوں کو گمراہ کیا تھا یا یہ لوگ خود راہ راست سے بھٹک گئے تھے۔ (تو کیا جواب دیں گے)۔

وَعَدًا مَّسْئُومًا سے یہ مراد ہے کہ جنت دینے کا جو وعدہ خدا نے کیا ہے اس کو پورا کرنے کا مطالبہ کیا جاسکے گا۔
جن بتوں کی یہاں عبادت کی جاتی ہے اگرچہ یہاں وہ گونگے ہیں مگر قیامت میں جب ان سے سوال کیا جائیگا تو وہ بولنے لگیں گے جیسے انسان کے اعضاء جو یہاں خاموش ہیں وہاں ان میں بولنے کی طاقت آجائے گی۔
بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ جن مہورانِ باطل سے سوال کیا جائے گا ان سے مراد بت نہیں ہیں بلکہ وہ فرشتے انبیاء۔ مرسلین اور اولیاء ہیں جنہیں لوگ اپنا معبود بنا بیٹھے تھے۔

قَالُوا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْبَغِي لَنَا اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَاءٍ وَّلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَاءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ وَكَانُوا قَوْمًا بُورًا ﴿۱۸﴾ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ بِمَا تَقُولُوْنَ ؕ فَمَا تَتَّبِعُوْنَ صِرَافًا وَّلَا نَصْرًا ؕ وَ مَنْ يُّظَلِّمْ مِّنْكُمْ نُدِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا ﴿۱۹﴾ وَاٰرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا اِنَّهُمْ لِيَا كُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ يَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ وَ جَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ؕ وَ كَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ﴿۲۰﴾

(ان کے معبود) کہیں گے سبحان اللہ (ہم تو خود تیرے بندے ہیں) ہمیں یہ کسی طرح زربا نہ تھا کہ ہم تجھے چھوڑ کر کسی دوسرے کو اپنا سرپرست بناتے (پھر اپنے کو کیوں معبود بناتے)۔ مگر

بات یہ ہے کہ ٹونے ہی ان کو اور ان کے باپ دادا کو چہین دیا یہاں تک کہ ان لوگوں نے تیری راہ
جھٹلا دی اور یہ خود ہلاک ہونے والے لوگ تھے (تب کافروں سے کہا جائے گا) تم جو کچھ کہہ رہے ہو ،
تہا سے مبرودوں نے تمہیں جھٹلایا تو اب تم نہ تو ہمارے عذاب ہی کو ٹال مینے کی طاقت رکھتے ہو
نہ کسی سے مدد ہی لے سکتے ہو (باد رکھو) تم میں سے جو ظلم کرے گا ہم اس کو بڑے سخت عذاب کا
مزدہ چکھائیں گے۔ اے رسول تم سے پہلے ہم نے جن رسولوں کو بھیجا تھا وہ کھانا بھی کھاتے تھے اور
بازاروں میں چلتے بھی تھے اور ہم نے تم میں سے ایک کو دوسرے کا ذریعہ آزمائش بنایا ہے۔
(مسلمانوں) کیا تم اب بھی صبر کرتے ہو (یا نہیں) اور تمہارا پروردگار سبک حال دیکھ رہا ہے۔

یہاں جواب دیا گیا ہے اہل حق کے اس اعتراض کا کہ یہ کیا رسول ہے جو کھانا پیتا اور بازاروں میں چلتا ہے۔
ان سے کہا جا رہا ہے کہ اس رسول سے پہلے بھی رسول آئے تھے جیسے حضرت ابراہیمؑ و اسمعیلؑ جن کو تم بھی مانتے ہو
تو کیا وہ کھاتے پیتے اور بازاروں میں چلتے پھرتے نہ تھے۔ کیا ان کے واقعات کو تم نے سنا نہیں۔ پس یہ اعتراض
تمہارا یہ غیبی آخر الزماں ہی پر کھینچو ہے۔

اب رہا ایک کا دوسرے کے ذریعہ امتحان لینا تو دنیا میں ایسے امتحان ہوتے ہی رہتے ہیں۔ یہ انسان کی
مختلف حالتوں سے لیے جاتے ہیں۔ کسی کو غریب بنا کر کسی کو امیر بنا کر۔ کسی کو مؤمن بنا کر کسی کو کافر بنا کر۔ انبیاء
کا امتحان امتحان کی ایذا رسانی پر صبر میں اور رحمت تبلیغ میں لیا جاتا ہے۔ اور امتحان کا امتحان رسولوں کے
احکام ماننے اور ان کی فرمانبرداری میں لیا جاتا ہے۔
مسلمانوں سے کہا جا رہا ہے کہ جو تکلیفیں تمہیں کفار سے پہنچ رہی ہیں ان پر صبر کرو۔ یہ تمہارے امتحان
کا وقت ہے خدا تم کو اس صبر کی بہت امیجی جزائے گا۔



فہرست موضوعات

الف	
۴۲، ۴۳	آسمان و زمین کی خلقت اور اس کے فوائد
۱۷۶	اصحاب کہف کا قصہ
۳۶۷	انک کا قصہ
۴۵	انکے پیغمبروں کی بھی بہت سی نبی بیان تھیں
۲۰۰	انسان بڑا جگر الو ہے
۱۶۴	انسان بڑا ناشکر ہے
۱۷۶	انسان سگدل ہے
۱۶۵	انسان کو اکثر مخلوق پر فضیلت دی
۸۸	انسان کو لطف سے پیدا کیا وہ جگر نے والا ہے
۳۳۹، ۳۰۹	انسان کی خلقت اور حالت
۱۷۱	انسان کی فطرت
۳۰۸	انسانی خلقت کا حال
۱۶۲، ۱۹۸، ۲۶۶	اولاد اسحاق اور حضرت یعقوب پر صدقہ
۱۴۳، ۲۸۳	عرام نہ تھا
۸۵	لے رسول تم یہ عنوان شائستہ کافروں سے درگزر کرو
۲۱۷	ایمان والوں کی جزا
۵۳	ایمان والے خدا پر بھروسہ کرتے ہیں
۳۸۸، ۳۸۹	آیہ استخلاف
۶	انہب بار اپنے نفس پر قابو رکھتے تھے
۳۲۴	انگلوں کا تذکرہ
۱۵۴	انکا ذکر نہ پہلو
۲۷۵	ابراہیمؑ (مشورہ)
۲۸۹، ۲۸۸	ابراہیمؑ کا قصہ
۲۳۰، ۲۳۱	ابراہیمؑ کا تذکرہ
۸۰	ابراہیمؑ کو حضرت اسحاقؑ کے پیدا ہونے کی بشارت
۱۳۴	ابراہیمؑ کے طریقے کی پیروی کا حکم
۸۰	ابراہیمؑ کے مہمانوں کا قصہ
۱۳۴	ابراہیمؑ مشرک نہ تھے
۲۳۳	اسمعیلؑ کا تذکرہ
۲۳۴	ادریسؑ کا تذکرہ
۲۳۶	انہب بن خلف کا قصہ
۲۷۱	اپنے گھر والوں کو نماز پنجگانہ کا حکم دو
۱۶۲، ۱۹۸، ۲۶۶	آدمؑ اور شیطان کا قصہ
۱۴۳، ۲۸۳	آدمی جلد باز پیدا ہوا ہے
۲۶	اسلام کے عام مسائل یعنی بر عقل ہیں
۲۹۹	اسمعیلؑ، ادریسؑ اور دو انکھل مسابریں میں سے تھے
۲۷	آسمان بغیر ستونوں کے پیدا کیا پھر عرش کو بنایا
۲۷	اور چاند سورج کو ستارے کیا
۳۶، ۳۵	آسمان و زمین میں بسنے والے بخوشی یا بوجہ
۳۶، ۳۵	اللہ کو سجدہ کرتے ہیں
۴۷	آسمان جناب کا عالم کون ہے؟

۳۵۲	اگر حق انسان کی نفسانی خواہشوں کی پیروی کرنا تو لوگ برباد ہو جاتے
۲۶	پرسیز گاڑوں کے لیے آخرت کا گھر بہت بہتر ہے
۲۹	ایک بجز والے اور دو شاخ والے درخت پیدائیکے
۲۲	آسمان وزمین قدرت کی نشانیاں ہیں
۵۶, ۸۸	آسمان وزمین ایک مصلحت سے پیدائیکے گئے
ب	
۳۲۱, ۹۰	بارش کے فوائد
۲۳۸	باقی بستے والی نیکیاں ثواب اور انجام میں بہتر ہیں
۳۳۳	بُتوں کی مجبوری کی ایک مثال
۱۴۷	بعض کو بعض پر فضیلت دی
۲۵۶	بُری بات کے جواب میں اچھی بات کہو
۳۷۳	بلا اجازت کسی کے گھر میں نہ جاؤ
۵۰	بنی اسرائیل کا حال
۲۵	بہت سے لوگ شرک کیے جاتے ہیں
	بہشتیوں کے حالات
۲۵۷	بنی اسرائیل کا مصر سے نکلنا
۲۶۱	بنی اسرائیل کو سامری نے گمراہ کیا
۱۶۰	بعض انبیاء بعض سے افضل ہیں
۳۹۲	بُورے عورتوں کے سر نہ سستی ہیں
۳۵۸	بروز
۳۷۸	بن بیابوں کے نکاح کا حکم
۱۲۵	بد مذہب کی مذمت
۷۱, ۷۲	بروج و شہاب
۹۵	بدعت کرنے والوں کی مذمت
۱۳	بہتر رکھنے والے اللہ پر چھوڑ دینے ہیں
پ	
۲۶	پرسیز گاڑوں کے لیے آخرت کا گھر بہت بہتر ہے
۳۷۵	پردہ کا حکم
۲۳۹	پرسیز گاڑوں اور گنہگاروں کا حشر
ت	
۱۰۷	توحید کی تعلیم
۳۵۶	توحید کی دلیل
ج	
۳۸۵	جاندار پانی سے پیدا کیے جانوروں کی اقسام
۱۵۲	جس کا نہیں علم نہیں اس کے پیچھے نہ پڑا کرو
۲۵۳	جادو گروں کا ایمان لانا
۲۶۸	جس نے خدا سے منہ موڑا وہ قیامت میں اذیاء اٹھایا جائے گا
۱۷۲	جہنم پر سے ہر ایک کو گزرنا ہوگا
۲۳۷	جنت کا ذکر
۱۹۳, ۲۳۵	جہنم کا ذکر
۱۹۲	جب تک کوئی قوم اپنی حالت خود نہیں بدلتی خدا اُس کی حالت نہیں بدلتا
۳۳	جہنم پر سے ہر ایک کو گزرنے کی کتاب ہے وہ
۲۵, ۲۴	جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ نزول احکام سے خوش ہوتے ہیں
۷۵	جنت کو بے حدوش کی آگ سے پیدائیکے
۷۹	جنتیوں اور روزخوبوں سے وعدہ وعید

۳۲۱	جہاد کا حکم پہلی بار
۳۲۸	جہاد کی ضرورت کفار کی شرارتوں کی وجہ سے پیش آئی
۱۷	جو خدا سے ڈرتا ہے اور صبر کرتا ہے خدا اُس کے اجر کو ضائع نہیں کرتا
۷۹	جہنم کے سات دروازے ہیں
۲۰۰	جہنم والوں کی حالت
ح	
۳۰۶	حج (سورہ)
۲۱۵	حج اور شہر بانی
۶۸	حج (سورہ)
۱۳۲	حرام جانور
۲۰	حیات کے بعد موت
خ	
۳۹۱	خاص خاص اوقات میں لوڈی غلام اور لڑکے بلا اجازت رسول سے نہ ملیں
۷۷	خاص بندوں کو شیطان نہ بہکا کے گا
۳۱۲	خدا پر غصہ کرنا حماقت ہے
۳۵	خدا زمین اور آسمان کا پالنے والا ہے
۳۹	خدا جس کا رزق چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے اور جس کا چاہتا ہے گھٹا دیتا ہے
۳۱۳	خدا جسے ذلیل کرے اُسے کوئی عزت نہیں دے سکتا
۳۵۲	خدا طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا
۶۵	خدا ظالموں کے اعمال سے بے خبر نہیں
۳۲	خدا ظاہر اور باطن کا جاننے والا ہے
۳۳۳	خدا فرشتوں اور آدمیوں میں سے بعض کو احکام پہنچانے کے لیے منتخب کر لیتا ہے
۱۰	خدا کے حکم کو کوئی نہیں ٹال سکتا
۲۳۲	خدا گل کا مادہ ہے
۳۵	خدا کو آسمان وزمین کی ہر چیز سجدہ کرتی ہے
۳۵	خدا کو سائے بھی سجدہ کرتے ہیں
۳۱۳, ۳۱۴, ۳۵	خدا کو ہر شے سجدہ کرتی ہے
۳۵	خدا کو ہر حاجت کے لیے پکارنا چاہیے
۲۴۰	خدا کی اولاد ہرگز نہیں ہو سکتی
۱۷	خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہیے
۳۵۵	خدا کی قدرت کے دلائل
۹۲, ۹۱, ۸۹	خدا کی قدرتیں اور احسانات
۳۹۶, ۱۸۱	خدا کی کوئی اولاد نہیں اور نہ اس کا کوئی شریک ہے
۶۱	خدا کی نعمتوں کو شمار نہیں کیا جاسکتا
۳۱۹	خدا کے خاص بندوں کی ملاح
۹۳	خدا کی نعمتیں بے شمار ہیں
۱۸۰	خدا کے سب نام اچھے ہیں
۱۱۶, ۱۱۵	خدا کے مہبود نہ ہونے اور بُتوں کے مہبود نہ ہونے کی مثال
۱۱۷	خدا کے مہبود نہ ہونے کی دوسری مثال
۷۳	خدا مارتا اور جلاتا ہے
۵۲	خدا مغفرت کی طرف بلاتا ہے
۷۵, ۷۴	خدا نے انسان کو مٹی سے پیدائیکے

۲۳۵	خدا نے نبیوں کو بھیجا کہ انہیں مسلمان رکھا	۱۳۲	رات اور دن قدرت کی نشانیوں میں
۲۶۱	خدا نے کوئی چیز بیکار پیدا نہیں کی	۲۱۷	رب کے کلمات لاتعداد ہیں
۱۰۷, ۱۰۶	خدا کے لڑکیاں اور اپنے لیے لڑکے	۷۹	رسول اور علیؑ کا بھائی چارہ
	تجویز کرتے ہیں	۲۵	رسول کا سچا پیرو
۶۷	خدا وعدہ خلافی نہیں کرتا	۲۹۵	رسول کو اس طرح نہ پکارا کہ جس طرح تم
	خدا ہر شے کا خالق مینا اور ہر شے پر غالب ہے	۳۵	آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو
۲۵	خدا ہر عیب سے پاک ہے	۳۶۱	رسول کو امت کی شفاعت کی دعا کرنے
۸۶	خلق کی تقسیم		کی ہدایت
۲۱۶, ۲۱۷	خوارج کی مذمت	۲۶	رسول کو جھٹلانے کا نتیجہ آخرت میں ملے گا
	خوف اور ہلاکت کی حالت میں کلمہ کہہ کر	۲۴۰	رسول کو مشقت عبادت کی ممانعت
۱۲۸	بچے میں مضائقہ نہیں	۵۳	رسول کوئی معجزہ بغیر اذن خدا نہیں دکھا سکتے
۹۲, ۹۱, ۹۰, ۸۲, ۵۰, ۲۹, ۲۷	خدا کی نشانیاں	۸۷	رسول کی منسی اڑنے والوں کی سزا
۱۱۱, ۱۱۲, ۱۱۸		۱۵۰	رسول کے قرابت دار کون ہیں؟
		۲۷	رعد (سورہ)
		۱۷۱	روح امیر ربی ہے
		۱۵	روانا خلاف صبر نہیں
		۷۹	رسول خدا سے ڈرنے والے ہیں
		۱۳۵	رسول سے ارشاد باری کہ اچھے عنوان سے تبلیغ کرو
		۱۳۵	رسول سے ارشاد باری کہ مخالفوں پر اتنی سختی کو جتنی انہوں نے کی تھی اور صبر کرنا بہتر ہے
			رسول نے فرمایا کہ:
		۳۰	"میں اور علیؑ ایک نور سے ہیں"
			رسول نے فرمایا کہ:
		۳۱	"علیؑ ہدایت کرنے والے ہیں"
۲۱۱	ذوالفہر نہیں کا قہقہہ	۸۶	رسول کو سورہ حمد اور قرآن عطا کیا
۲۱۹	ذکر کیا اور سبحان کا قہقہہ		

۸۷	رسول تم دل تنگ نہ ہو	۱۱۲	شہد کی قسم کو وحی کی قسمی
۳۸۷	رسولان ماسلف کی حالت	۷۷	شیطان اور سدا کی گفتگو
۱۳۷	رسول مسند را کی معراج	۷۲	شیطان کا سجدہ کرنے سے انکار
		۳۰۸	شیطان سے دوستی کرنے والے گمراہ ہوئے
		۳۲۶	شیطان نے ہر نبی کے کام میں خلل ڈالا
			ز
۲۳	زلیخا کا دوبارہ جوان ہونا		
۲۳	زلیخا کی اولاد		
۳۶۵, ۳۷۱	زنا کی تہمت کی سزا	۳۳۲	صالح کا قہقہہ
۳۶۰	زنا کی سزا	۱۹۱	صبر کی تقویٰ
۲۹	زمین کے ٹکڑے ملے جھلے ہیں	۱۲۶	صبر کی مدح و ثنا
۱۵۲	زنا کے قریب بھی نہ جاؤ	۳۵۸	صور
۱۹۶	زندگانی دُنیا کی تشبیہ	۷۸	صراطِ مستقیم کیا ہے
			ط
۳۸۳	ساری مخلوق خدا کی تسبیح کرتی ہے	۲۲۲	طہ (سورہ)
۸۷	سجدہ کرنے والوں میں ہو جاؤ	۲۲	طوبیٰ کی حقیقت اور اہمیت اور فضیلت
۵۹	سرکشوں کو خدا گمراہی میں چھوڑے گا		
۵۵	سرکشوں کی ہلاکت لازمی ہے		
۸۶	سورہ حمد کی اہمیت اور قرآن کی عظمت	۲۷۷	ظالموں کو اللہ تعالیٰ تباہ کر دیتا ہے
۲۹۳	سلام کی تائید	۶۵	ظالموں کی عرصہ شدت اور اس کا جواب
			ع
۵۲	شک و گمان اور کفران سے عذاب میں زیادتی ہوتی ہے	۲۳۸	عاص بن وائل کو جواب
۲۱۷	شک کی ممانعت		
۲۷	شخص و قمر کو سخر کیا	۱۲۳	عدل و احسان کا حکم اور بڑائیوں کی ممانعت
		۲۳۹	عزیز نبی خدا کے بیٹے تھے
		۱۱۰	علم ذات اور علم وہی کا فرق
			شہد بیماریوں کی شفا ہے
			شہد کی مختلف اقسام ہوتی ہیں

۲۶	علیؑ بالکل رسول کا اتباع کرنے والے ہیں	۲۶	قوم حجر کا قصہ (اصحاب الحجیر)
۳۸	علیؑ نے سب سے پہلے رسول کی نبوت کی تصدیق کی	۸۶	قوم ثقیف کا قصہ
۷۷	عصمت انبیاء اور ائمہ	۲۸۴, ۲۵	قیامت اچانک آئے گی
۱۲۳	عہد و قسم نہ توڑو	۸۵	قیامت ضرور آئے گی
۳۴۸	عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ کا قصہ	۶۵, ۲۱۵, ۲۶۴	قیامت کا ذکر
۲۲۳	عیسیٰؑ کی ولادت	۱۱۹	قیامت میں رسولؐ اور دوسرے انبیاءؑ
۲۲۹	عیسیٰؑ کی بچپن میں گفتگو		گواہی دیں گے
	غ	۳۷	قیامت میں خزانے کام نہ آئیں گے
	غور کرنے والوں کو خدا دوست نہیں رکھنا	۳۲۳	قیامت کا ایک دن ایک ہزار سال کے برابر ہوگا
	ف	۳۳۲	قیامت میں ظالموں کی کوئی مدد نہ کرے گا
	فرشتے خدا کی بیٹیاں نہیں ہیں	۳۱۳	قیامت میں کافروں اور مؤمنوں کا فرق
	فرشتوں کی مدح	۸۱	قوم لوط کا قصہ
	فرشتے ہر شخص کے محافظ ہیں	۳۲۰	قرآن بانی کا حکم
	فردعون اور موسیٰؑ کی باتیں	۱۸۱	قرآن اللہ نے نازل فرمایا
	فرتان (سورہ)	۲۶۴	قرآن کی حقیقت
	فضول خرچی مت کرو نہ اپنے اوپر تنگی کرو	۱۲۲	قرآن میں ہر چیز کا بیان ہے
	ق	۱۲۸	قرآن جب پڑھو تو شیطان سے پناہ مانگو
	قحط سالی		ک
	قدرت کی نشانیاں	۶	کتاب کی آیتیں ٹھیک ہیں
	قرآن سارے جہان کے لیے نعمت اور رحمت ہے	۲۷, ۲۹	کان، آنکھ اور دل قیامت میں سبکے
	قرآن کو حسب حال ڈھاننا منع ہے	۱۱۰, ۲۶	ہائے میں سوال کیا جائے گا
	قرآن لوگوں کے لیے اطلاع ہے تاکہ عقل والے عبرت حاصل کریں	۱۵۲	کسی کو ناحق قتل نہ کرو
		۳۳۱	کفار اگر جھگڑا کریں تو اس کا جواب
		۱۹۴	کفار اور مؤمنین کی تشبیہ
		۴۹, ۲۹	کفار کی خصوصیات

۲۲۷	مشرکین مکہ کی حالت	۵۶	کفار کے اعمال جیسے آئندہی مشیت ناک
۱۳۷	مہراج کا ذکر	۳۸۳	کفار کے اعمال کی مثال
۱۵۲	منفلسی کے خوف سے دلاؤ کو قتل نہ کرو	۱۷۳	کفارِ رسد کی انوکھی منہ مائش
۳۷۸	مکابنت کا حکم	۶۹	کفارِ مکہ کی جسارت
۱۶۲	ملعون و ذمت کون ہے	۳۵۴	کفارِ مکہ کی حالت
۶	مکہ میں کوئی ایسا نہ تھا جو حضرت یوسفؑ کا غلام نہ بن گیا ہو	۳۳۲	کفار نے خدا کی قدرت نہ کی
۱۷۷	موسیٰؑ کو نو معجزات ملیے	۵۹, ۵۸	کلمہ شہیدت کی مثال
۲۰۲	موسیٰؑ اور خضرؑ کا قصہ	۵۸	کلمہ طیبہ کی مثال
۲۰۸	موسیٰؑ اور خضرؑ کے سوال و جواب کا انجام	۱۰۳, ۱۰۲	کن فیت کون
۲۲۳, ۲۳۲	موسیٰؑ کا تذکرہ	۱۳۵	کوئی کسی کے گناہ کا وجہ نہ اٹھائے گا
۲۴۳	موسیٰؑ کا پہلی بار خدا سے ہم کلام ہونا	۳۹۴, ۳۹۳	کھانے کی تہذیب
۲۴۶	موسیٰؑ کی طرح اپنے رسولؐ کی دعا	۱۸۰	کہف (سورہ)
۲۴۸	موسیٰؑ پر خدا کا احسان جتنا	۱۵۵	کئی مشا را نہیں ہو سکتے
۲۴۹	موسیٰؑ کی نبوت		گ
۲۵۴	موسیٰؑ سے مقابلہ کے لیے فرعون نے جادوگر بلائے	۲۲۸	گمراہوں کو خدا وسیل دیتا ہے
۲۵۴	موسیٰؑ اور جادوگروں کا مقابلہ		ل
۲۵۹	موسیٰؑ کا کوہ طور پر جانا	۱۰۹, ۱۰۸	لوگوں کو عیب میں زندہ دفن کرتے تھے
۳۳۷	موسیٰؑ اور ہارونؑ کا قصہ	۳۶۵	لعن کا حکم اور طریقہ
۱۴۱	موسیٰؑ کو مادی بنا کر بھیجا	۳۷۸	لوٹریوں سے خرچی نہ کھاؤ
۳۲۸	مہاجرین کی ماح		م
۳۳۷	مؤمنوں (سورہ)		مرنے کے بعد برنخ ہے
۳۳۷	مؤمنین خالص کی صفات	۳۵۸	مریم (سورہ)
۶۷	میرے اپنی اپنی نگاہ سے نکل کھڑے ہوں گے	۲۱۹	مریہ کا قصہ
	مصیبت میں سبر کرنے والوں کا اجر	۲۲۳	مشرکین کا اعتراض اور اس کا جواب
۱۸	خدا ضائع نہیں کرتا	۲۷۰	

۵	نفسِ امارہ	۸۷, ۸۶	مشرکین سے علیحدگی کا حکم
۶۰	نعمت کی ناشکری کا نتیجہ	۲۷۵	مشرکین کی بجواس
۱۶۹	نماز پنجگانہ کا ذکر	۲۸۷, ۲۸۸	موسمی اور بارون کی مدح
۲۷۰	نماز پنجگانہ کی تصریح	۳۵	معبود بس خدا ہی ہے
۱۶۹	نمازِ تہجد کا حکم	۲۶, ۲۲	معجزہ کی خواہش
۱۸۰	نماز متوسط آواز سے پڑھو	۴۷	مومن عنده علم الكتاب سے کون مراد ہیں
۶۳	نماز کی پابندی کے لیے حضرت ابراہیم کی دُعا	۲۸	مؤمنین کی صفت
۶۶	نبرد کی خدا سے جنگ	۱۰۵	ملائکہ کی حالت
۳۲۲	نورج کا قصہ	۵۹	مؤمنین کو خدا دُنیا اور آخرت میں
۲۹۳	نورج کو طوفان سے نجات	۳۳	ثابت قدم رکھنا ہے
۳۶۰	شور (سورہ)	۱۱۰, ۶۹	من و سلوی
۲۸۰	نور خدا کس گھر میں اُترا	۶۳	موت کا وقت معین ہے
۳۸۰	نورجس کی تشبیہ	۲۸۳	مکہ میں حضرت اسمعیل کی سکونت اور
		۲۷	اس کی آباد کاری کی دُعا
		۲۷	موت کا مزہ ہر نفس کو چکھنا ہے
		۲۷	میووں کی دو دو قسمیں پسند آئیں
			ن
		۱۵۲	ناپ تول پوری پوری دو
		۵۲	ناشکری سے خدا کا کچھ نہیں بگڑتا
		۱۲۱	ناشکری کی سزا
		۳۷۵	ناحرم کی طرف نظر کی ممانعت
		۱۴۳, ۱۹۷	نامہ اعمال
		۵۰	نبی اپنی قوم کی زبان میں تبلیغ کرتا ہے
		۸۷	نحل (سورہ)
		۴۳	نعمت کو خدا اُس وقت تک نہیں بدلتا
			جب تک کوئی قوم خود نہ بدلے
			و
		۱۴۸	والدین سے اُف نہ کہو
		۱۴۸	والدین کی تعظیم
		۲۷۸, ۳۶	وصدائیت کی دلیل
		۲۶۶	وحی میں جلدی نہ کرو
		۷۷, ۷۶	وقت معلوم
			و
		۳۲	ہر چیز ایک اندازے سے قائم کی
		۱۵۵	ہر چیز خدا کی بیخ کرتی ہے
		۱۲	ہر عالم سے بڑھ کر ایک اور عالم ہے
		۳۱	ہر قوم کے لیے ایک ہادی آیا ہے
		۱۹۰	ہر کام میں انشاء اللہ ضرور کامیاب

۲۳	یوسفؑ کا صدقِ اول اُن کا وزیر	۳۷	ہرم زمین کو اس کے اطراف سے
	مستدرجوا		کھٹاتے چلے آتے ہیں
			ی
۵	یوسفؑ کا نفس کے باسے میں ارشاد	۲۱۲	یا حوج ماجوج کا قصہ
۲۱	یوسفؑ کو اُن کے بھائیوں نے سبوتا کیا	۱۵۲	یثیر کا مال نہ کھاؤ
۲۳	یوسفؑ کو بڑھیا کا تحفہ پیش کرنا	۲۹۹	یثیری اور ذکریا کا قصہ
۵	یوسفؑ کی بطور خسرا پنچی اور	۱۵	یعقوبؑ بڑے صابر تھے
	مستدرج تری	۹	یعقوبؑ کا بن یامین کو مصر بھیجنے پر پس و پیش
۷	یوسفؑ کی بن یامین کو بلانے کی تدبیر	۱۸	یعقوبؑ کا عزیز مرصکے نام خط
۱۲	یوسفؑ کی بن یامین کو روکنے کی تدبیر	۱۰	یعقوبؑ کا فرمان کہ غنہ کے ساتھ جو قیمت
۲۳	یوسفؑ کی زلیخا سے شادی		والیس آگئی ہے اُسے واپس کر دیا جائے
۵	یوسفؑ کی قید سے رہائی	۱۷	یعقوبؑ کا گریہ
۷	یوسفؑ کے بھائیوں کا غنہ لینے کے لیے آنا	۸	یعقوبؑ کو بن یامین کی واپسی کی
۱۹	یوسفؑ کے گرنے کی کرامت		یعقوبؑ کی اپنے لڑکوں کو نصیحت
۱۹	یوسفؑ نے بھائیوں کی خطا معاف کر دی	۱۳	یوسفؑ پر چوری کا الزام
۶	یوسفؑ نے غلامی کا دھبہ مٹا دیا	۱۳	یوسفؑ سے بھائیوں نے غنہ بطور
۲۹۹	یونسؑ کا قصہ		صدقہ مانگا
۱۲	یہود کا واپسی سے انکار		
۳۱۱	یہودی		
۲۶, ۳۵	یہود کا اعتراض		